تسہیل

تربیت السالک

تالیف:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ

صاحب تسہیل

حضرت مولانا ارشاد احمد فاروقی

استاذ مدرسہ باب الاسلام مسجد برنس روڈ کراچی

زمزم پبلشرز
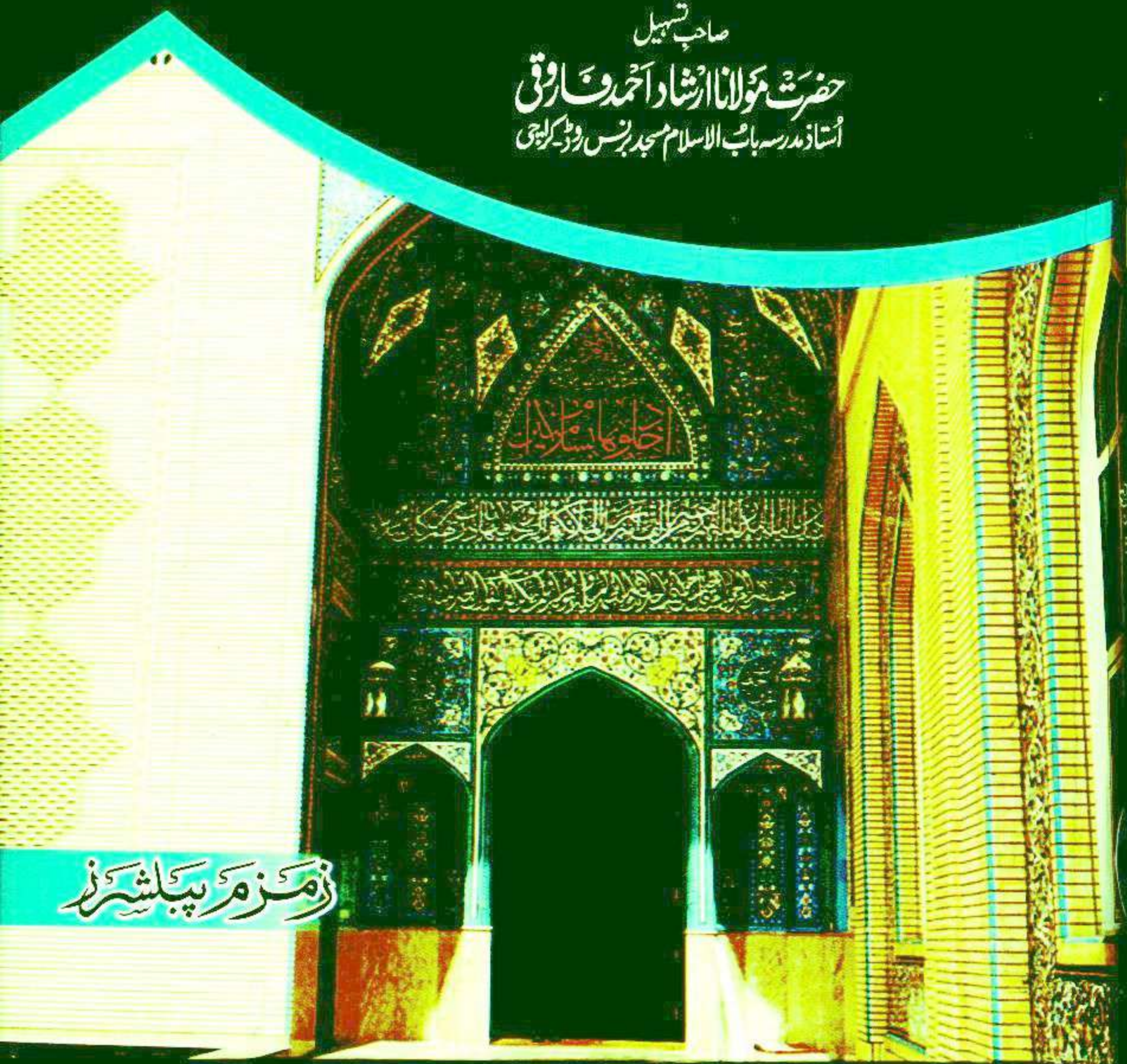
قد افلح من تزکیٰ

تسہیل
تربیت السالک

شیخ و مرید کے آداب، آدابِ طریقت، نسبتِ ولایت کے حصول کا طریقہ اور علامات، ذکر و اشغال کے طریقے اور مراقبات کی ضرورت و افادیت۔

اصطلاحاتِ تصوف کے معانی کے اشاریہ کے ساتھ

حال و مقام، صحو و سکر فنا و بقا، عروج و نزول ذکر کے انوار و امثال قبض و بسط کی کیفیات مختلف تجلیات کی تحقیق۔

سالک کیلئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے

راہِ سلوک میں سالک کو پیش آنے والے احوال کی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے قلم سے گراں قدر تحقیقات کا مجموعہ

تالیف:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ

صاحبِ تسہیل

حضرت مولانا ارشاد احمد فاروقی

استاذ مدرسہ باب الاسلام مسجد برنس روڈ کراچی

ناشر

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام ـــــ تسہیل تربیت السالک جلد اول پہلا حصہ

تاریخ اشاعت ـــــ جون ۲۰۰۹ء

باہتمام ـــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ـــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-2760374 - 021-2725673

فیکس: 021-2725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: http://www.zamzampub.com

ملنے کے دیگر پتے

- دار الھدیٰ اردو بازار کراچی ـ فون: 2726509
- دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کر سکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح و اصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زر کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ اور آپ "تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی" کے مصداق بن جائیں۔

جَزَاکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی جَزَاءً جَمِیْلًا جَزِیْلًا

ـــــ منجانب ـــــ

احباب زمزم پبلشرز

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road, Bolton Bl1 3NE
Tel/Fax : 01204-389080
Mobile: 07930-464843

AL-FAROOQ INTERNATIONAL
36,Rolleston Street Leicester
LE5-3SA
Ph: 0044-116-2537640
Fax: 0044-116-2628655
Mobile: 0044-7855425358

فہرست مضامین

پہلا باب

بیعت وصحبت شیخ کے بیان میں

دوسرا باب

پسندیدہ اخلاق کے بارے میں

تیسرا باب

برے اخلاق کے بیان میں

پیشِ لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تر تعریف، حمد و ستائش کے لائق وہی ذات جل وعلا ہے جس نے اپنے عاشقوں کے لئے اپنے جلوہ میں سکون و راحت رکھی اور اسی تمنا سے ان کے دلوں کو معمور فرمایا کہ ان کے دن رات اسی کے شوق لقاء اور تمنائے دیدار میں گزرتے ہیں اور اسی کی تجلیات کے پرتو میں وہ قرب الٰہی کی منازل طے کر کے تازیست سیرالی اللہ سے آگے سیر فی اللہ میں مشغول رہتے ہیں اور درود و سلام ہو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو سارے عاشقوں کے سردار، زاہدوں کے مونس و غمخوار اور عابدوں کے مددگار ہیں اور آپ ﷺ کی آل و اولاد اور تمام صحابہ، تابعین اور علماء اصفیاء و صلحاء شہداء پر کہ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کے ظاہر و باطن کی بقاو استحکام کا انتظام فرمایا۔

امابعد! شریعت کے علوم دو قسم کے ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی علوم۔ باطنی علوم کے حصول کے بغیر ظاہری علوم سے استفادہ ممکن نہیں ہے۔ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال یوں بیان فرمائی ہے کہ جو شخص علوم ظاہری سے متصف ہو لیکن عمل کا کورا ہو جو علوم باطنی کے عدم حصول کا نتیجہ ہے تو یہ شخص ایسا ہے جیسے ایک نابینا آدمی ہو اور اس کے ہاتھ میں قندیل (لال ٹین) ہو تو اس کی روشنی سے لوگ تو فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن وہ خود سے اس استفادہ سے محروم ہے۔

تصوف و سلوک اسی ظاہری و باطنی علوم کے امتزاج کا دوسرا نام ہے جو اصطلاح میں طریقت کہلاتا ہے۔ چنانچہ علمائے تصوف ظاہری علوم کے ساتھ باطنی علوم کی طرف بلاتے ہیں جس کو ان کی اصطلاح میں معرفت اللہ کی طرف بلانا کہتے ہیں۔

اس معرفت اللہ کے راستے میں دو چیزیں ہیں ایک اچھی صفات جیسے تقویٰ، توکل، صبر و شکر، قناعت، تواضع و انکساری تعلق مع اللہ کا حصول ضروری ہے دوسرے بری صفات جیسے عجب، کبر، بے صبری، ناشکری، قناعت کا نہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی رکاوٹوں سے بچنا ضروری ہے۔ مطلوبہ اشیاء کے حصول اور غیر مطلوبہ سے بچنے کے لئے نفس کو جس اصلاح و تربیت کی ضرورت ہوتی ہے اور جس حیلہ بہانے سے نفس کو سدھارنے کی ضرورت پڑتی ہے علمائے سلوک ان ہی درپیش مشکلوں کا حل ہر سالک کی استعداد کے مطابق بتاتے ہیں تاکہ حصول الی اللہ آسان ہو جائے یہی اس فن کا مقصود و موضوع ہے۔

مشائخ اپنے اپنے زمانے میں اس زمانے کے اعتبار سے سالکین کی ارشاد وتربیت فرماتے رہے۔ گذشتہ صدی میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز ان ہی یکتائے زمانہ روزگار میں سے ایک فرید وحید ہیں جن کی مثال قریب کے زمانے میں ملنی بہت ہی مشکل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد وتربیت میں جو مقام آپ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ کو عطا فرمایا تھا وہ بالکل متقدمین (علماء) جیسا تھا بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ فن تصوف جو اپنی اصل بنیادوں پر باقی نہ رہا تھا آپ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ نے اس کو اس کی اصل بنیادوں پر زندہ فرمایا تو غلط نہ ہوگا (چنانچہ آگے حضرت مولانا وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے مقدمے سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگی)۔

تصوف وسلوک میں حضرت تھانوی رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ نے جو کچھ تصنیف فرمایا وہ ایک بیش بہا خزانہ اور گرانقدر ذخیرہ ہے۔ ان میں سے ایک سلسلہ جو "تربیت السالک" کے نام سے شروع فرمایا وہ ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے کہ ہر سالک کے لئے اس کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔ راہ سلوک میں پیش آنے والے نشیب وفراز قبض وبسط کی کیفیات، احوال و واردات کا ورود اور ذکر وشغل کے انوار واثرات میں سالک کو اپنا دامن کس طرح سنبھالنا چاہئے اور ان حالات میں اپنے عمل اور اس کے اہتمام کو کس طرح باقی رکھنا چاہئے اور کسی خوش فہمی کا شکار نہ ہونا چاہئے۔ ہر قدم پر اصل مقصود پر نگاہ رکھ کر ان گھاٹیوں سے سلامتی سے کیسے گذر جانا چاہیے۔ ان وجوہات کی بناء پر اگر اس کتاب کو تصوف کا مخزن معلومات (تصوف کا انسائیکلوپیڈیا) کہا جائے تو یہ غلط نہ ہوگا۔

لیکن یہ مفید وگرانقدر ذخیرہ آج سے سو سے کچھ کم سال پہلے کی اردو زبان میں ہے۔ وہ اردو زبان جو آج کل متروک ہو چکی ہے، حوادث زمانہ سے جس کے اسلوب بدل چکے ہیں اور اس کے ادب میں اچھی خاصی تبدیلی ہو چکی ہے مزید یہ کہ اس میں خط وکتابت سوال وجواب اور حال وتحقیق اکثر علماء کی ہے۔ ان میں جو زبان استعمال ہوئی ہے وہ اہل علم کی ہے جس میں علوم وفنون کے قواعد وضوابط، استعارے اور کنائے نیز علوم کی اصطلاحات اور ضرب الامثال کے ساتھ ساتھ عربی وفارسی کے بے شمار الفاظ نظم ونثر کی شکل میں بھی موجود ہیں۔ جن سے استفادہ کے لئے اردو میں عمیق نظر کا ہونا ضروری ہے نیز فارسی وعربی کی واقفیت بھی ناگزیر ہے۔

ان وجوہات کی وجہ سے اس مفید ذخیرے (تربیت السالک) سے استفادہ کے لئے ضرورت تھی کہ اس کو سہل اور آسان زبان میں منتقل کیا جائے تاکہ راہ سلوک کے مسافروں کے لئے یہ مشعل راہ کا کام دے۔

میرے مخدوم ومحترم شیخ حضرت واصف منظور صاحب رضی دامت برکاتہم کی جانب سے مجھے اس کام کی تسہیل کا پیغام مولانا رفیق صاحب زید مجدہ کی وساطت سے پہنچا۔ میرے لئے یہ خبر نوید مسرت سے کم نہیں تھی۔ چنانچہ میں فوراً حاضر خدمت ہوا اور تسہیل کی اجازت چاہی۔ جس پر ارشاد ہوا کہ پہلے اس کو پڑھا جائے پھر علماء کرام سے اس کی تسہیل کے بارے میں پوچھا جائے۔ چنانچہ بندہ نے اس کتاب کو پڑھا اور احباب سے رائے لی تو سب نے پسند فرمایا۔ پھر بندہ

حاضر خدمت ہوا اور تسہیل کی اجازت چاہی۔ حضرت نے نہ صرف اجازت مرحمت فرمائی بلکہ فہم سمجھ اور آسانی کی دعا بھی فرمائی اور بندہ کی درخواست پر مزید تسلی کے لئے شفقت فرماتے ہوئے اپنے دست مبارک سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی لکھ کر دی۔

یوں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت کی دعاؤں کے سائے میں یہ کام شروع ہوا۔ ابتداً جو تسہیل کرتا وہ حضرت کے حکم کے مطابق حضرت کو سناتا بھی رہا جس سے اطمینان رہا۔ گزشتہ رمضان (۱۴۲۶ھ) میں آخری عشرہ کی طاق راتوں میں بھی اس سنانے کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا دو ایک رات سن کر حضرت نے اطمینان کا اظہار فرمایا اور سننے کے سلسلہ کو یہ فرما کر موقوف فرما دیا کہ "دیگ سے ایک دو چاول ہی دیکھے جاتے ہیں انشاء اللہ آئندہ بھی صحیح ہوگا۔" یہ حضرت کا اعتماد و دعا بندہ کے لئے عطیہ خداوندی تھا۔

اسی طرح دوران تسہیل ایک موقع پر حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی صاحب مدظلہ (مدیر اعلیٰ رسالہ الصیانۃ) سے اس تسہیل کا ذکر کیا مولانا نے بھی اس کو پسند فرمایا۔

یوں میری بے بضاعتی اور کم مائیگی کے باوجود صرف اللہ کے فضل و کرم اور بلا استحقاق انعام و احسان سے یہ کام ابتدا سے انتہا کو پہنچا۔

آخر میں اپنے احباب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کسی معاملے میں بھی میری معاونت فرمائی خصوصاً فارسی اشعار کے تراجم میں جن احباب نے سعی و کوشش کی ان میں خاص طور پر پروفیسر محمد میاں صاحب جو "سحر آفریدی" کے نام سے معروف ہیں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے پیرانہ سالی کے باوجود خاصہ وقت صرف فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جملہ احباب تمام مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائیں اور ہم سب کے لئے ذخیرہ آخرت بنائیں۔

میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر خاص و عام سب کے لئے مفید فرمائیں اور میرے لئے میرے مشائخ اکابرین اساتذہ والدین اہل و عیال اعزاء و اقرباء اور ساری امت مرحومہ کے لئے ذخیرہ آخرت فرمائیں اور اس آلہ محض سیاہ کار کو بھی صرف اپنی عنایت و شفقت سے فائز المرام فرمائیں۔ (آمین)

بندہ ارشاد احمد فاروقی

عفا اللہ عنہ، وعافاہ و وفقہ لما یحب و یرضاہ واجعل الاخرتہ.

خیرا من اولاہ واجعل خیر ایامہ یویلقاہ.

مدرسہ امداد العلوم مسجد باب الاسلام، برنس روڈ کراچی۔

۲۴ رذیقعدہ ۱۴۲۹ھ، ۲۲ نومبر ۲۰۰۸ء

تسہیل میں جو کام کیا گیا

- تمام عبارتوں کے قدیم طرز کو عام فہم اور آسان بنانے کے لئے سلیس اور آسان زبان میں نقل کیا گیا لیکن اس میں مفہوم کی پوری حفاظت کی گئی۔ اس سلسلے میں اپنے ساتھیوں کو عبارات دکھا کر ان سے مشورہ کا حصول بھی رہا۔
- وہ مشکل الفاظ جو فن تصوف کی اصطلاحات سے متعلق تھے ان کو بدلا نہیں گیا بلکہ ان کے آگے قوسین میں ان کی مختصراً وضاحت کر دی گئی ہے۔ اور اس کے علاوہ مشکل الفاظ کی جگہ ان کے ہم معنی متبادل الفاظ ذکر کیے گئے۔
- عربی فارسی عبارات کا ترجمہ کیا گیا نیز تمام عربی اور فارسی اشعار کا ترجمہ بھی کیا گیا اشعار کے ترجمے میں اردو کے محاورہ کا خیال رکھا گیا ترجمہ لفظ بلفظ نہیں کیا گیا ہے بلکہ عبارت سے جو مفہوم ہوتا تھا اس کو لکھا گیا ہے کہیں اشعار کا ترجمہ اشعار میں ہی کیا گیا ہے اشعار کے مفہوم کی وضاحت کے لیے مفتاح العلوم شرح مثنوی، خطبات حکیم الامت اور دیوان حافظ مترجم سے مدد لی گئی ہے اور کہیں کہیں سیاق سباق کے مطابق وضاحت بھی کی گئی ہے۔
- کسی مغلق عبارت کی وضاحت بھی مختصراً کر دی گئی ہے۔
- حضرت تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے جو مقدمہ تحریر فرمایا تھا اس کو تبرکاً یوں ہی چھوڑ دیا گیا اور اس کی تسہیل نہیں کی گئی۔
- ابتدا میں فن تصوف کی اصطلاحات اور مشکل الفاظ کے معانی کی فہرست بھی لکھی گئی ہے تاکہ اگر موقع پر کوئی بات سمجھ میں نہ آسکے تو فہرست کی طرف رجوع کیا جا سکے۔
- عنوانات میں بھی تسہیل کر کے ان کو عام فہم بنایا گیا۔
- جو حالات لکھے گئے تھے ان کو جس عنوان کے تھے اس عنوان کے تحت جمع کر دیا گیا تھا اور ان میں خط کے ذریعے فصل کر دیا گیا تھا تاکہ ایک ہی صاحب کا حال نہ لگے بلکہ مختلف اصحاب کے احوال سمجھ میں آئیں۔

کبھی ایسا بھی ہوا کہ ایک ہی خط میں بہت سے عنوانات کے احوال تھے ان کو مستقل عنوان سے الگ کر دیا گیا تھا۔ تسہیل میں بھی اس بات کا لحاظ رکھا گیا اور خوبصورت خط کے ذریعے اس فصل کو باقی رکھا گیا تا کہ مقصود مفقود نہ ہو۔

✦ تسہیل کی وجہ سے کتاب ناگزیر طوالت اختیار کر گئی تھی اس لیے پہلی جلد کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑا جس کی نشاندہی کے لیے حصہ نمبر ہر جلد کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے تا کہ معلوم ہو کہ پہلی جلد ہی کے دو حصے ہیں مکمل دو جلدوں کا مغالطہ نہ ہو۔ چناں چہ ''جلد اوّل پہلا حصہ'' اور ''جلد اوّل دوسرا حصہ'' کا عنوان اختیار کیا گیا ہے۔ باقی دوسری اور تیسری جلد الگ ہی رکھی گئی ہیں۔

تصوف کی بعض اصطلاحات اور بعض مشکل الفاظ کے معنی

(الف)

اِتِّبَاع: فرمانبرداری، طاعت، پیروی کرنا۔
آثار: اثر کی جمع ہے، سنت رسول، صحابہ کرام کے اقوال وافعال یہاں علامات کے معنی میں ہے۔
احتمال: شک وشبہ، گمان۔
اَحْقَرْ: بہت ہی ذلیل۔ لوگ تواضع کے لئے اپنے لئے استعمال کرتے ہیں۔
اِختلاج: دھڑکنا، بے چینی، عام طور پر دل کے دھڑکنے (گھبرانے) کے لئے استعمال کرتے ہیں۔
اختلاط: لوگوں سے میل جول۔
اخلاق حمیدہ: اچھی اور عمدہ عادتیں۔ فن تصوف میں تقویٰ، توکل، صبر وشکر، قناعت وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
اِسْتِحْضَار: یادداشت، کسی چیز کو ذہن میں رکھنا۔
استقامت: مضبوطی، کسی بات پر مضبوطی سے قائم (جمے) رہنا۔
اِسم ذات: اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام "اللہ"۔
اِضطرار: بے چینی بے اختیاری۔
اِفاقہ: صحت، آرام، مرض میں کمی آنا۔
اِمالَہ: مائل کرنا، دوسری طرف پھیرنا، تصوف میں "کسی بری عادت کو اچھی عادت کی طرف پھیرنا۔"
امر: حکم، اللہ تعالیٰ کا حکم مراد ہے۔ جمع اوامر۔
اَمرد: نوجوان لڑکا جس کا ابھی خط نہ نکلا ہو۔
اَنَانِیَّتْ: خودی، غرور وتکبر۔

اُنس: محبت و پیار، صوفیاء کی اصطلاح میں ''بسط کی حالت (جس کا بیان آگے آرہا ہے) جب ترقی کرتی ہے تو اس کو انس کہتے ہیں۔''

اِنْضِبَاط: مضبوطی، ڈھنگ، تعین ''تصوف میں ہر کام کے لئے وقت مقرر کر کے اس وقت پر کام کرنا'' جسے انضباط وقات کہتے ہیں۔

اَنْوار مِثالیه: سالک کو جو انوار ذکر و شغل کی وجہ سے روشنی، نور اور تپش وغیرہ کی صورت میں نظر آتے ہیں۔

اَنْوار خفیفه: وہ انوار جو سالک کے دل میں آتے ہیں۔

اِنْهِماك: مصروفیت و مشغولیت، گم ہو جانے کی کیفیت، تصوف میں ''اللہ تعالیٰ کے دھیان میں مشغول ہو کر دوسری چیزوں سے گم ہو جانا۔''

الهام: اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں بات کا آنا۔ صوفیاء کے ہاں ''اللہ تعالیٰ دل میں کوئی علم ڈال دیں خواہ ہاتف (غیبی فرشتے) کا کلام ہو۔''

(ب)

بَسْط: کشادگی، فراخی، صوفیاء کے ہاں ''ذات حق کے لطف و فضل کے ورود سے دل کو جو سرور، راحت اور خوشی ہوتی ہے اور نفس پانچوں لطیفوں سے موافقت کر کے ترقی کی طرف مائل ہوتا ہے اور ذوق و شوق سے عبادت میں متوجہ ہوتا ہے'' اس کو بسط کہتے ہیں۔

بُعْد: دوری۔

(پ)

پاسِ اَنْفاس: اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی سانسوں پر آگاہ رہے۔ جب سانس اپنے ارادے کے بغیر خود بخود باہر نکلے تو اس کے نکلنے کے ساتھ ہی دل کی زبان سے کہے لا الہ پھر جب سانس خود بخود اندر جائے تو اندر جاتے ہوئے الا اللہ کہے۔ اس ذکر کا نام پاس انفاس ہے۔

(ت)

تاویل: حیلہ، بہانہ، کسی بات کو ظاہری مطلب سے پھیر دینا۔

تَجَلِّی: چمک دمک، نور الٰہی تصوف کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کے نور کا بندے پر پڑنا یعنی اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا بندے کے ساتھ تعلق ہو جانا جیسے جب صفت رحمت کی تجلی جب بندے پر پڑتی ہے تو وہ

خوب رحم کرنے لگتا ہے وغیرہ۔

تجلی اسمائے مُتقابلہ: اللہ تعالیٰ کے ایک دوسرے کے مقابل ناموں کی تجلی۔

تجلی ذاتی: اللہ تعالیٰ کی ذات کی تجلی۔ ذات باری کا سالک پر منکشف ہونا۔

تدبیر: علاج، حکمت، تجویز۔

تَرَفُّع: غرور وتکبر۔

تَصَرُّف: دخل دینا، اختیار کرنا، استعمال کرنا، کچھ کا کچھ کر دینا۔ تصوف کی اصطلاح میں ''اپنی قوت ارادی (خیال کی طاقت) سے کسی کے دل پر اثر ڈال کر اس کی حالت میں تبدیلی پیدا کرنا توجہ، تصرف یا ہیئت کہلاتا ہے۔''

تَصَوُّف: علم معرفت، نفس کو پاکیزہ رکھنے کا راستہ (طریقہ) متاخرین علماء کے ہاں باطنی اعمال سے تعلق رکھنے والے احکام کا نام تصوف ہے۔

تصور شیخ: فن تصوف میں اس سے مراد شیخ کی صورت کو اپنے خیال یا دل یا نگاہ میں رکھے یا اپنی صورت کو شیخ کی صورت تصور کرے۔

تَضَرُّع: رونا، گڑگڑانا، منت سماجت کرنا۔

تَطْبِیْق: دو چیزوں میں مناسبت پیدا کرنا، دو چیزوں کو ایک جگہ جمع کرنا۔

تعلیم: سکھانا، تعلیم وتربیت، تصوف میں ''شیخ کا مرید کی تربیت کرنا وغیرہ۔''

تَفْوِیْض: حوالہ کرنا، صوفیاء کے ہاں ''اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا'' سلوک کا ایک مقام۔

تلقین: تعلیم وتربیت، تعلیم کا ہم معنی ہے۔

تَلْبِیْس: دھوکہ، فریب۔

تَلْوِیْن: غیر مستقل مزاجی، رنگ برنگی حالت، مختلف الحال حالت۔ صوفیاء کے ہاں ''سالک کی حالت میں جو تغیر وتبدل آتا ہے (کہ حالت یکساں نہیں رہتی کبھی قبض کبھی بسط وغیرہ) اس کو تلوین کہتے ہیں۔'' اس کا مقام دل ہوتا ہے۔

تَمْکِیْن: مرتبہ، رتبہ، وقار وعزت۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ''یہ حالت تلوین کے بعد پیش آتی ہے جب سالک کا دل صاف ہو جاتا ہے اور نفس تزکیہ خاص کر کے مطمئن ہو جاتا ہے تو شریعت کے ڈھانچے کا تابع اور حقیقی اسلام سے مشرف ہو جاتا ہے تو اس مقام کو مقام تمکین کہتے ہیں۔''

تنبیہ: خبرداری، نصیحت۔ آگاہی۔

توحید: اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے پر یقین رکھنا۔

توحید شُہودی: سالک توحید شہودی میں تمام وجودوں کو ثابت کرتے ہوئے ان سب کو توجہ کے ناقابل جانتا ہے اور ایک ہی ذات واجب الوجود کو اپنا قبلہ بنا کر ایک کی پرستش اور اس کے علاوہ کی نفی کرتا ہے۔

توحید وجودی: سالک توحید وجودی میں سب کے وجود کا انکار کر کے ایک ذات کا وجود ثابت کرتا ہے اور ہر وجود کو اسی ذات کا وجود جان کر ہزار ہا بتوں کی پرستش کرتا ہے۔

(ج)

جاہ: مرتبہ، رتبہ، عزت، بزرگی، شان۔

جَمْعِیَّتْ: اطمینان، یکسوئی۔

جہلِ بَسِیط:

جہلِ مُرکب: دوہری جہالت، جاہل ہونا اور خود کو جاہل نہ سمجھنا۔

(خ)

خاکسار: عاجز، متکلم اپنی عاجزی ظاہر کرنے کے لئے یہ لفظ استعمال کرتا ہے۔

خشوع: عاجزی، گڑگڑانا۔

خشیت: ڈر، خوف۔

خضوع: عاجزی، گڑگڑانا، منت سماجت کرنا۔

خِلْوَتْ: تنہائی، گوشہ نشینی۔

خلوص: سچا ہونا، ریاء سے پاک ہونا۔

خودرائی: اپنی مرضی کے مطابق کام کرنا۔

(د)

دارومدار: انحصار، موقوف

دِلجمعی: تسلی، اطمینان، بے فکری۔ یکسوئی

(ذ)

ذکر: یاد، چرچا، زبان اور دل سے خدا کی یاد۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ذکر اس کو کہتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی یاد میں سارے غیر اللہ کو بھول جائے اور حضور قلب سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرلے۔ جمع اذکار۔

ذکر اسم ذات: اللہ اللہ کا ذکر۔ جس کی صوفیاء کے ہاں کئی قسمیں ایک ضرب والا دو ضرب تین ضرب والا وغیرہ۔

ذکر انحد: آنکھ بند کرے (سانس روک کر یا بغیر روکے) کلمہ والی انگلی کانوں میں زور سے ڈال کر بند کرے اس سے کان میں جو آواز پیدا ہوگی اس کی طرف دھیان رکھے اور زبان یا دل سے اللہ اللہ کہتا رہے تاکہ غفلت نہ ہو۔

ذکر نفی اِثبات: لا الٰہ سے سب کی نفی اور الا اللّٰہ سے صرف اللہ تعالیٰ کے اثبات کا ذکر۔

(ر)

رضا بالقضا: اللہ تعالیٰ کی مرضی و فیصلہ پر راضی رہنا۔

(ز)

زاری: رونا، عاجزی، محتاجگی۔

زجر و توبیخ: ڈانٹ ڈپٹ، جھڑکی۔

زُھد: پرہیزگاری، دنیا سے بے رغبتی۔

(ح)

حال: موجودہ زمانہ، حالت، کیفیت۔ صوفیاء کی اصطلاح کسی عجیب وغریب اور پسندیدہ حالت کا غلبہ جو ریاکاری اور مکاری سے نہ ہو بلکہ بے اختیاری سے ہو وہ حال کہلاتا ہے۔

حجاب: پردہ، آڑ، تصوف میں ہر وہ چیز جو مقصود سے آڑ اور رکاوٹ ہو جائے۔

حسن پرستی: حسن کو چاہنا، حسین عورتوں کے پیچھے پڑے رہنا۔

حضوری، حضوری مع اللّٰہ: حاضری، قربت، نزدیکی۔ تصوف کی اصطلاح میں جب غیبت کی حالت (جس کا بیان آگے آرہا ہے) سے ہوش آجائے تو حضوری کہلاتا ہے۔ غفلت جاتی رہے اور دل ہر

وقت ذوق و شوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں مستغرق رہے تو اسے حضور مع اللہ کہتے ہیں۔

حق الیقین: تصوف کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کو دل کی آنکھ سے دیکھنا۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو عمدۃ السلوک صفحہ ۲۰۸)

(س)

سُکُرْ: نشہ، خمار، بے ہوشی، صوفیاء کے ہاں انوارغیب کے غلبہ کی وجہ سے ظاہری اور باطنی احکام میں امتیازی تجلی کا اٹھ جانا "سکر" کہلاتا ہے۔

سلطان الاذکار: ذکر کا ایک طریقہ ہے جس کی تفصیل ضیاء القلوب صفحہ ۲۶، ۲۷ پر ہے۔

سُلوكْ: راستہ چلنا، لوگوں سے معاملہ کرنا۔ صوفیاء کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا راستہ کہلاتا ہے۔

سودا: جسم کی چار خلطوں میں سے ایک خلط ہے۔ وہ چار خلطیں یہ ہیں ① صفراء ② سودا ③ خون ④ اور بلغم۔

سوداوِیّتْ: اس خلط کا دوسرے خلطوں پر غالب آنا ہے۔

سُوز و گُداز: درد، جلن، دل میں نرمی و درد کی کیفیت پیدا ہونا۔

(ش)

شجرہ: نسب نامہ، وہ کاغذ جس پر مورث اعلیٰ کی اولاد کا نام نسل بعد نسل لکھا ہوا ہو مشائخ کے ہاں شیوخ کا سلسلہ جو حضور ﷺ تک جا کر ملتا ہے۔

شرع، شریعت: متقدمین کے ہاں تمام احکام جن کا انسان کو حکم کیا گیا ہے خواہ وہ ظاہری اعمال ہوں یا باطنی اعمال ہوں ان کو شریعت کہتے ہیں۔ بعد میں متاخرین (بعد والے علماء) کے ہاں ظاہری اعمال کا نام شریعت ہو گیا۔

شطحیات: وہ کلمات جو اللہ والوں سے بے اختیار شریعت کے خلاف نکل جاتے ہیں۔

شوخی: شرارت، چلبلا پن۔

شیخ (مشائخ): پیر، مرشد، بزرگ۔ جمع شیوخ، مشائخ۔

(ص)

صَحْوْ: ہوشیاری، بیداری، فن تصوف میں انوارغیب کے غلبہ سے ظاہری اور باطنی احکام میں امتیاز کا لوٹ آنا

صحو کہلاتا ہے۔

صِدق: سچائی، تصوف میں دین کا جو کام کرے اس میں دنیا کا کوئی مطلب نہ ہو نہ دکھاوا نہ کوئی اور چیز ہو۔ اسی طرح ہر عمل کو تمام فرائض، واجبات سنن آداب ومستحبات کے ادا کرنے کو بھی "صدق" کہتے ہیں۔

(ط)

طالب: ڈھونڈنے والا، چاہنے والا، مرید، پیروکار۔

طریقت: "باطنی اعمال (پرعمل) کے طریقوں کو طریقت کہتے ہیں۔"

(ع)

عالم ملکوت: فرشتوں کا عالم، صوفیاء کی اصطلاح "میں عالم ارواح" کو کہتے ہیں۔

عالم ناسوت: دنیا کا عالم۔

عبدیت: بندگی، فرمانبرداری، غلامی۔

عُجب: تکبر، گھمنڈ، خود کو اچھا سمجھنا خود پسندی۔

عشق حقیقی: اللہ تعالیٰ کا عشق۔

عشق مجازی: دنیاوی انسانوں کا عشق، غیر اللہ کا عشق۔

علم الیقین: کسی چیز کی کیفیت اور حقیقت کا پورا پورا علم۔ تصوف کی اصطلاح میں "حق سبحانہ کی ذات میں ان آیتوں اور نشانیوں کو دیکھنے کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔" (سالک) یہ سب اپنے باہر مشاہدہ کرتا ہے۔

عین الیقین: کسی چیز کو آنکھ سے دیکھ کر یقین کرنا آنکھوں دیکھا یقین "علم الیقین سے حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد جو مشاہدہ حق تعالیٰ کی ذات اور حضوری میں حاصل ہوتا ہے اور جس میں صرف اس قدر غلبہ ہو کہ مشاہدہ کرنے والا مشہود کے غیر سے بالکل بے خبر نہ ہو جائے عین الیقین کہلاتا ہے۔"

(غ)

غَیبَت: غیر موجودگی، غیر حاضری، تصوف میں "کسی وارد کے دل پر آنے خواہ وہ صفات خداوندی کا غلبہ ہو یا ثواب وعذاب کا کچھ خیال ہو اور اس کے غلبے سے حواس بے کار ہو گئے اور اس کو کوئی خبر نہ رہی تو اس کو

غیبت کہتے ہیں۔"

(ف)

فِدوی: جاں نثار، تابع دار، عرضی پیش کرنے والا۔

فنا: ختم ہو جانا۔ صوفیا کے ہاں "اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ظہور سالک کے ظاہر و باطن میں یہاں تک غالب آ جائے کہ اس کو تعالیٰ کے علاوہ کی کچھ بھی سمجھ یا تمیز نہ رہے۔"

فنافی اللّٰہ: اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت میں ڈوب جانے کا مرتبہ (درجہ) اس کا مرتبہ فنا فی الرسول کے بعد آتا ہے۔

فنافی الرَّسول: وہ مرتبہ جس میں سالک اتباع رسول کو اپنی طبیعت ثانیہ بنا لیتا ہے اور اپنی ذات کو حضور ﷺ کی ذات اقدس سے متحد کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے اور اس ذات سے شیر و شکر ہو جاتا ہے۔ یہ مرتبہ فنافی الشیخ کے بعد آتا ہے۔

فنافی الشیخ: تصوف میں وہ مرتبہ جس میں مرید ہر وقت اپنے مرشد کے خیال میں ڈوبا رہتا ہے۔ یہ مرتبہ تصور کے بڑھ جانے کے بعد ہوتا ہے کہ سالک کو ہر چیز میں شیخ کی صورت میں نظر آتی ہے۔

فنافی الفنا، فنائے فنا: یہ مرتبہ فنا کے بعد حاصل ہوتا ہے کہ سالک اپنے وجود اور اپنے شعور دونوں کو گم کرے نہ اپنی ذات سے واقف رہے اور نہ ہی اپنے غیر سے واقف رہے۔ اس کو فنائے حقیقی کہتے ہیں۔

(ق)

قبض: تنگی، تصوف میں "کسی مصلحت کی وجہ سے سالک پر واردات آنا بند ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے نفس کی پریشانی پانچوں لطیفوں کو منتشر اور پریشان کر دیتی ہے" اس کو قبض کہتے ہیں۔

قُرب: قریب ہونا۔ نزدیکی۔ یہاں مراد اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا ہے۔

قدم بوسی: پاؤں چومنا۔

قِیاس: اندازہ، جانچ، اٹکل دو جملوں کو ملا کر کوئی نتیجہ نکالنا۔

(ک)

کِبر: بڑائی، تکبر۔

کرامت: خلاف عادت وہ بات جو کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری پوری تابعداری کرنے والے سے ظاہر ہو وہ کرامت ہے۔ جمع کرامات۔

کشف: کھلنا، ظاہر ہونا۔ تصوف میں ''موجودہ چیزوں کے وہ حالات جو سالک کی نظر سے ثابت ہیں خواہ ماضی، حال اور مستقبل کے ہوں اس پر ظاہر ہو جائے۔''

کَفّارہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی گناہ کی سزا مقرر ہونا۔

(ل)

لطیف: باریک، نازک، نرم و ملائم۔

لطیفہ: اچھی چیز، انوکھا، عجیب، صوفیا کے ہاں جسم میں وہ مقام اور جگہ جو ذکر کرتی ہے۔ اور اس کو حاصل کرنا ضروری ہے۔

لطائف سِتہ: جسم کے وہ مقامات جو ذکر کرتے ہیں۔ وہ چھ ہیں۔

① لطیفۂ نفس: ناف کے مقام سے نقط اللہ نکالنا۔
② لطیفۂ قلب: جس کا مقام دل ہے۔
③ لطیفۂ روح: جس کا مقام سینہ میں دائیں طرف ہے۔
④ لطیفۂ سِر: جس کا مقام معدہ کا منہ ہے۔
⑤ لطیفۂ خَفِی: جس کا مقام پیشانی ہے۔
⑥ لطیفۂ اَخفٰی: جس کا مقام سر کا پیالہ ہے۔

(م)

ماہیت: حقیقت، کیفیت۔

مُبتدی: شروع کرنے والا۔ ''یہاں وہ شخص جو سلوک کی راہ میں نیا ہو مراد ہے۔''

مُتَاخَرِّین: وہ عطاء جنہوں نے امام ابو یوسف اور امام محمد کا زمانہ نہیں پایا یا جو تیسری صدی کے آغاز میں ہوں۔

متقدمین: وہ علماء جنہوں نے امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا زمانہ پایا ہو یا جو تیسری صدی سے پہلے ہوں۔

نوٹ: یہ تفصیل فقہاء کی ہے بظاہر صوفیا کے ہاں بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ ان زمانوں کے صوفیا متقدمین اور متاخِرین ہونگے۔

مَحْوْ، مَحْوِیّتْ: گم ہو جانے کی کیفیت بے خبری۔ فن تصوف میں "تقریباً وہی معنی ہیں جو فنا کے ہیں۔"

مُراقبہ: مراقبہ "رقوب" سے نکلا ہے جس کے معنی محافظت اور نگہبانی کے ہیں۔ تصوف میں مراقبہ سے مراد یہ ہے کہ "کسی ایک مفہوم (خواہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہوں یا روح کا جسم سے بے تعلق ہونا ہو یا اس قسم کا اور خیال ہو اس) میں اس طرح ڈوب جائے کہ اس کے علاوہ کوئی چیز اس کے دھیان میں نہ رہے۔"

مُراقبہ رُوئیت اللّٰہ: روئیت کا معنی دیکھنا ہے۔ تصوف میں مراقبہ روئیت یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا تصور کرے (آیت) ﴿الم یعلم بان اللّٰہ یری﴾ (کہ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں) پر غور کرے اور اس غور کرنے پر اتنی ہیشگی اختیار کرے کہ اس صورت کے دیکھنے پر ملکہ (مہارت وکمال) حاصل ہو جائے۔

مراقبہ معیت: (آیت) ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (سورہ حدید: آیت ۴) کو معنی کے ساتھ تصور کرے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کا تصور کرے اور اسی خیال میں ڈوب جائے۔

مراقبہ موت: یہ تصور کرے کہ مجھ پر موت طاری ہو رہی ہے پھر نہلانے کفنانے اور دفنانے کا تصور کرے پھر منکر نکیر کے سوالات کا تصور کرے۔ غرض موت اور موت کے بعد والے احوال کا تصور کرے۔

مُراقبہ نایافت: یہ لطیفہ سری کا مراقبہ ہے جس میں لطیفہ سری کو خالی کر کے اس پر باطنی نظر رکھی جائے اور خدا کو تمام باتوں سے پاک تصور کرے اور جو کچھ ذہن میں آئے اس کو بھی سب سے پاک اور بے جہت اور بے کیف مانگے۔

مُرشِد: راہ نما، ہادی، یہاں پیر کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

مُرطِبات: وہ دوائیں جو دماغ کو تر کرنے والی ہوں۔

مُستحضر: وہ بات جو ذہن میں ہو۔ کسی بات کو یاد رکھنا ذہن میں رکھنا۔

مسلک: راستہ، طریقہ، دستور۔

مُشاھدہ: دیکھنا۔ صوفیاء کی اصطلاح میں "اللہ تعالیٰ کے نور کا نظارہ کرنا۔"

مَشِیْخَتْ: بزرگی، شیخ ہونا۔

مِصداق: وہ چیز جس پر کوئی معنی بولے جاسکیں جیسے حسن سیرت اس کو کہتے ہیں اور اس کا مصداق آپ ہیں۔

مطلوب: طلب کیا گیا، مانگا گیا، شیخ۔

مُلَقِّن: تلقین کرنے والا۔ تعلیم کرنے والا۔

مَلکۂ یادداشت: یادرکھنے کی ماہرانہ صلاحیت۔ اس طرح یاد رکھنا کبھی بھول نہ ہو۔
مُناجات: سرگوشی، دعا، عرض، التجا، وہ نظم جس میں خدا کی تعریف اور اپنی عاجزی کا اظہار کر کے دعا مانگی جائے۔ دعائیں۔
مُنتھی: انتہا کو پہنچا ہوا، پورا، کامل یہاں وہ شخص مراد ہے جو سلوک کی انتہا کو پہنچا ہوا ہو۔
مُنحصر: جس پر کوئی چیز موقوف ہو۔
مَنصب: رتبہ، عہدہ، رتبہ، خدمت۔
مُنطبق: برابر، موافق ٹھیک ٹھیک۔
میلان: توجہ، رجحان۔

(ن)

ناکارہ: بے کار، فضول۔
نُزول: اترنا، ٹھہرنا، تصوف میں "سالک کا عروج کے بعد واپس اترنا"
نسبت: کسی چیز کی طرف منسوب ہونا۔ کسی چیز سے لگاؤ ہونا۔ صوفیاء کی اصطلاح میں "مقبولیت یا حضور مع اللہ کو کہتے ہیں۔"
نفس (کی حقیقت): انسان کے اندر ایک طاقت ہے جس سے وہ کسی چیز کی خواہش کرتا ہے اس کو نفس کہتے ہیں۔
نَھی: روک، منع کرنا۔ وہ حکم جو کسی کو کوئی کام نہ کرنے کے لئے دیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے جن کاموں سے منع کیا ہے وہ مراد ہیں۔ جمع نواہی۔

(و)

وَارِدْ: آنے والا۔ صوفیاء کے ہاں "وہ حال جو ذکر و شغل کی وجہ سے آئے" جمع واردات۔
وَجْدْ: صوفیاء کی اصطلاح "کسی عجیب و غریب پسندیدہ چیز کا غلبہ جو ریاکاری اور مکاری سے نہ ہو وجد یا حال یا جذبہ کہلاتا ہے۔"
وجدان: جاننے اور معلوم کرنے کی قوت (باطنی حس، چھٹی حس)۔
وضع قطع: شکل وصورت۔
وظیفہ: وہ کام جو روزانہ پابندی سے کیا جائے۔ یہاں روزانہ کے ذکر و شغل کے معمولات کو کہتے ہیں۔ جمع وظائف۔

تمہید

بتویب تربیت السالک و تنجیة المہالک.

شیخ کا عہدہ ایک بہت بڑا عہدہ ہے کیونکہ دعوت الی اللہ (لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا) نبوت کا عہدہ ہے اور شیخ کا عہدہ اس کا نائب ہے۔ اس لئے اس کے بڑا ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ اسی لئے بزرگوں کا مشہور مقولہ ہے ''الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ'' (ترجمہ: کہ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہوتا ہے جیسا کہ نبی اپنی قوم میں ہوتا ہے۔) حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں ؎

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری داند   نہ ہر کہ آئینہ مازد سکندری داند

ہزار نکتۂ باریک ترز موا ینجاست   نہ کہ ہر سرتر اشد قلندری داند

❶ ہر چہرے کو آراستہ کرنے والے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ دلبری بھی جانتا ہو (جیسے) ہر شخص جو آئینہ رکھنے والا ہو اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ سکندری بھی جانتا ہو۔

❷ اس راستے میں ہزار نکتے بال سے باریک ہیں (اس لیے) ہر سر منڈانے والے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ قلندری بھی جانتا ہو۔

(مطلب یہ ہے کہ جو شخص چار باتیں سیکھ لے وہ شیخ تھوڑی ہو جاتا ہے)۔ (خطبات حکیم الامت ۸/۲۷۶)

اس عہدہ کی دو باتیں ایسی ہیں جن سے اس عہدہ والے کے حق پر ہونے یا صرف حق پر ہونے کا دعویٰ کرنا معلوم ہو جاتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ طالبین کی استعداد اور (ان کے) مزاج کی خصوصیات پہچاننے میں پوری مہارت رکھتا ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں ارشاد و تربیت کی شان مکمل طور پر ہو۔ مشائخ کی اونچی شان ان کی ارشاد و تربیت کی شان سے معلوم کی جاتی ہے اور خواص کے ہاں ان کے مشہور ہونے کی وجہ یہی ارشاد تربیت کی شان ہوتی ہے۔ جو شیخ اپنے زمانے میں اس ارشاد و تربیت کی شان میں موجودہ تمام لوگوں پر فضیلت رکھتا ہو اس کو قطب الارشاد کہا جاتا ہے۔ جیسے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ اور حضرت غوث پاک قدس سرہ وغیرہ ہیں۔

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ ان حضرات اکابر کی تربیت کا طریقہ کیا تھا؟ اور کیا اب بھی مشائخ کا وہی طریقہ ہے یا اس میں تبدیلی آگئی ہے۔ پہلی بات (کہ ان اکابر کی تربیت کا طریقہ کیا تھا) کے بارے میں عرض ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنے رسالہ ''آداب الشیخ والمرید'' قصہ نمبر (۱۴) میں تحریر فرماتے ہیں ''ضروری ہے کہ شیخ انبیاء کے دین

طبیبوں کی تدبیر (علاج) اور بادشاہوں کی سیاست سے آراستہ ہو (جب اس کے پاس یہ چیزیں ہوں تو) اب اس کو استاد کہا جائے گا۔ شیخ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسی کو پرکھے بغیر مرید نہ بنائے (یعنی بیعت نہ کرے) اور ''مواقیت'' میں ابراہیم دسوقی سے منقول ہے کہ ''اگر کوئی فقیہہ تمام عبارات اور تمام احکام کو بغیر کسی کمی کے پوری طرح کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو کرنے کا حکم فرمایا ہے تو اس کو شیخ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ ان عبادات اور احکام کو کمی یا کسی مرض وغیرہ کے ساتھ کرتا ہے تو پھر اس کو کسی (ماہر) طبیب کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اس کا علاج کرے تاکہ اس کو شفا حاصل ہو۔ اسی وجہ سے تابعین (رحمہم اللہ تعالیٰ) کو تنہائی میں رہنے اور مجاہدہ و مشقتیں کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ان اکابر کا (سلوک سے) مقصود صرف نفس کی اصلاح اور شرعی احکام کا اخلاص کے ساتھ کرنا ہے اور ممنوعہ باتوں سے بچنا تھا۔ شیخ اور مرید میں طبیب اور مریض کا تعلق تھا۔ اور اصلاح ایک مستقل فن تھا جیسا کہ تدبیر الاطباء کے لفظ سے سمجھ میں آتا ہے۔ شیخ کے شیخ ہونے کا دعویٰ بھی اسی وقت مانا جاتا تھا کہ جب وہ عبادتوں کے اسباب اور امراض (کو جانتا ہو اور) ان کے علاج سے پوری طرح واقف ہو اور (وہ) مرید کو ان باتوں کی تعلیم پر عمل کراتا ہو۔ اور ضرورت کے وقت سیاست (سزا و تنبیہ وغیرہ) سے بھی کام لیتا ہو اور مرید کو ان باتوں سے بے لگام (آزاد) نہ چھوڑتا ہو۔

آہستہ آہستہ ایسی تبدیلی آئی کہ یہ فن تقریباً مردہ ہوگیا۔ عوام تو کیا خواص بلکہ خواص کے خواص جو کہ مسند ارشاد (تربیت کے عہدہ) پر بیٹھنے والوں میں سے بھی اکثر اس فن کی حقیقت کو نہ جاننے لگے۔ جب طبیب ہی بیمار ہو یا اصول (طب) کے مطابق علاج نہ کرے تو پھر بیماروں کے اچھا ہونے کی کیا صورت (ہوگی)؟ کیونکہ رائی العلیل علیل (کہ بیمار کی رائے بھی بیمار ہوتی ہے خواہ حقیقی ہو یا حکمی ہو)۔

اس لئے محققین مشائخ کے یہاں بھی ارشاد و تربیت کا تعلق بھی صرف اذکار و اشغال کی تعلیم میں ہی ہوگیا۔ مشائخ نے اپنے عہدہ کا فرض اسی تعلیم کو سمجھا اور طالبین نے ان (اذکار و اشغال) کی پابندی اور ان پر کیفیات اور احوال کے پیش آنے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنا سمجھا اگرچہ باطن بری عادتوں کبر، حسد اور ریا وغیرہ جیسے برے اخلاق سے بھرا ہوا ہو حالانکہ کیفیات کا حاصل ہو جانا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی دلیل نہیں ہے کیونکہ خاص طریقوں سے یہ باتیں تو فاسقوں (گناہ گاروں) بلکہ کافروں کو بھی حاصل ہو جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عادت ہمیشہ جاری ہے کہ مردہ راستے کو زندہ کرنے کے لئے ہمیشہ انبیاء، علماء اور مجددین کو کھڑا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی ہمیشہ کی عادت کے مطابق اس زمانہ میں بھی علماء و مشائخ کو کھڑا فرمایا ہے۔ ان (علماء و

مشائخ) میں ایک حضرت مجدد الملت محی السنت قامع البدعت سیدی و مولائی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی ہیں۔ بلاشبہ آپ اس صدی کے مجدد اور غزالی وقت حکیم الامت ہیں۔ آپ کی تربیت و ارشاد کی شان پہلے مشائخ جیسی ہے۔ (آپ نے) تصوف کی اہم اور مختصر حقیقت بڑے زمانے کے بعد ایسی صاف اور واضح اور تفصیل سے بیان کر دی ہے کہ اس کی حقیقت سمجھنے میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں رہی۔ میں (یہ بات) بلند آواز سے کہتا ہوں جس کا جی چاہے آپ کی کتابوں اور ملفوظات سے اس کا فیصلہ کرے۔ عیاں راچہ بیاں۔ (جو بات ظاہر ہو اس کو بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے)۔

اس طرح یہ مضامین تقریباً ساری کتابوں میں ملتے ہیں مگر اس موضوع میں "تربیت السالک" خصوصیت کے ساتھ بے نظیر (الجواب) کتاب ہے۔ یہ کتاب متفرق رسالوں میں چھپ کر کبھی کبھی کافی عرصے سے شائع ہو رہی ہے۔ جس میں اصلاح و تربیت کے فن کا قیمتی خزانہ ہے۔ آج تک تربیت کے فن میں کوئی کتاب ترتیب نہیں دی گئی ہے جس میں (اس فن) تربیت کے اصول و فروع (بڑے چھوٹے تمام مسائل) لکھے گئے ہوں۔ سالکین کو پیش آنے والے ہر قسم کے حالات، سوالات اور حضرت نے ان کے بارے میں جو تحقیقات بیان فرمائی ہیں۔ اس میں جو حالات ہیں وہ کمی زیادتی کے ساتھ ہر شخص کی حالت کے مطابق ہو سکتے ہیں جس سے (آدمی) کو اپنا اچھا یا برا حال معلوم ہو جاتا ہے۔

میرے خیال میں اس (کتاب) کا ہر مسلمان کے پاس ہونا بہت ضروری ہے مگر کیونکہ اس کے مضامین ایک دوسرے میں ملے ہوئے تھے (کہ ایک مضمون کی بات ایک جگہ نہیں تھی بلکہ ایک مضمون کی بات مختلف مضمون میں ملی ہوئی تھی) جس کی وجہ سے ایک قسم کی بات پوری طرح ایک جگہ جمع نہیں ملتی تھی اور جو چیز ایک جگہ جمع ہو اس کا نفع اس چیز سے جو ایک جگہ جمع نہ ہو ظاہر ہے کہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے مولوی عبدالمجید صاحب سلمہ کی درخواست پر مولوی خیر محمد صاحب سلمہ جالندھری نے اس کتاب کو بہت ہی اچھے طریقے سے بابوں کی شکل میں تقسیم کر دیا ہے اور (اس طرح) یہ مجموعہ بہت اچھا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں مولانا صاحبان کی کوشش قبول فرمائیں اور سارے مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچائیں اور حضرت (تھانوی) مدظلہم العالی کے فیوض و برکات کو بہت دیر تک اس خیر و خوبی کے ساتھ جاری رکھیں۔ آمین

فقط

(از مولوی وصی اللہ عفی عنہ آستانہ عالیہ اشرفیہ تھانویہ کے خادموں میں سے ایک خادم)

نوٹ: قارئین کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کتاب میں ۱۳۲۰ھ سے ۱۳۵۰ھ تک کا مجموعہ شائع ہو گیا ہے۔ حضرت والا نے جو ذیقعدہ مہینہ کے (رسالے) تربیت السالک و تنبیہ الہالک) کے مقدمے کے آخر میں فرمایا ہے کہ جو مضامین امداد الفتاویٰ اس رسالہ (تربیت السالک) کے رنگ کے نقل کئے گئے ہیں ان کو (اس رسالہ

تربیت السالک میں) لکھنے کا ارادہ ہے۔ وہ مضامین بھی (رسالہ) التکشف سے نقل کر کے اس میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔

الحمدللہ! اب یہ مجموعہ ان تین چیزوں پر مشتمل ہے۔

1. ایک تمہید جو احقر نے حضرت مولانا اختر محمد صاحب کے مشورہ سے لکھی ہے۔
2. دوسرا خطبہ جو حضرت والا نے تحریر فرمایا ہے۔
3. تیسرا اصل کتاب جو ایک مقدمہ اور ناظرین کی آسانی کے لئے نیچے دیئے گئے ابواب پر منقسم کر دی گئی ہے۔

مقدمہ، طریقت اور حضرت والا کی ارشاد و تربیت کی شان کی خصوصیات اور دوسری ضروری باتوں کے بیان میں ہے۔

پہلا باب: بیعت اور شیخ کی صحبت کے بیان میں۔

دوسرا باب: اخلاق حمیدہ کے بیان میں۔

تیسرا باب: اخلاق رذیلہ کے بیان میں۔

چوتھا باب: اعمال کے بیان میں۔

پانچواں باب: احوال کے بیان میں۔

چھٹا باب: ذکر و شغل کے بیان میں۔

ساتواں باب: خواب اور کشف کے بیان میں۔

آٹھواں باب: وساوس کے بیان میں۔

نواں باب: متفرق چیزوں کے بیان میں۔

خطبہ تربیت السالک وتنجیۃ الہالک

اما بعد الحمد والصلوۃ فقد قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿ولکن کونوا ربانیین الا بہ وھو الذی یری الناس﴾ بصغار العلوم قبل کبارھا کما قال ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ.

یہ آیت بناء تفسیر مذکور تربیت دینیہ کو بلحاظ استعداد مامور بہ بتلا رہی ہے۔ جس کے مختلف ومتعدد شعبوں میں ایک خاص قسم تربیت کی علماً وعملاً قریب قریب مفقود ہو رہی ہے۔ اور وہ تربیت باطن کی ہے۔ باعتبار مقامات و احوال وافعال وآثار وارادات وخطرات کے۔ اور تجربہ ہے کہ بدون اس تربیت خاص کے اصلاح باطن کی نہیں ہوتی۔ اور جس کو بدون اس کے اصلاح سمجھا جاتا ہے وہ خود حالت غیر مقصود ہے۔ اور اس غلطی میں بکثرت مستفیدین ومفیدین مبتلا ہیں۔ الحمد للہ والمنۃ کہ شیخین جلیلین حضرت مولانا ومرشدنا الحافظ الحاج الشاہ محمد امداداللہ صاحب تھانوی ثم المکی۔ اور ان کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا وہادینا، الحافظ الحاج رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہما وعم برہما کی خدمات بابرکات کی حاضری وکثرت لزوم کی بدولت اس تربیت کے اصول صحیحہ جو گوش و ہوش تک پہنچے وہ اپنے لئے بھی اور دوسرے طالبین کے لئے بھی غلطیوں سے نکالنے والے اور تشویش وکلفت سے بچانے والے اور امر حق تک پہنچانے والے اور شفا وجمعیت کے بخشنے والے ثابت ہوئے اس لئے اپنا بھی دل چاہا اور بعض اکارم احباب نے بھی تحریک فرمائی۔ کہ اس قسم کے جو خطوط آیا کریں اور ان کے جواب جایا کریں اگر وہ نقل کر لئے جایا کریں اور جب کچھ معتدبہ حصہ ہو جایا کرے وقتاً فوقتاً شائع کر دیئے جایا کریں۔ تو مبتلی بہ کے لئے ایک نہایت بکار آمد دستور العمل تیار ہو جائے۔ چنانچہ شوال ۱۳۲۹ھ سے اس کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعائے اتم کرتا ہوں اور اس کا نام تربیۃ السالک رکھتا ہوں اور ان مضامین میں بعضے سوال و جواب کی شکل میں ہیں اس کی علامت س اور ج ہے اور بعضے جو اپنے حال کی اطلاع دیتے ہیں اور اس پر رائے ظاہر کی جاتی ہے۔ اس کو بلفظ حال وتحقیق لکھا گیا ہے۔ اور گو یہ مضامین دقیق اور لذیذ نہیں ہیں مگر نسخہ طبیبہ میں نہ غموض ہوتا ہے اور نہ کسی کو اس پر وجد ہوتا ہے۔ ایسے مضامین غامضہ علمیہ کی امداد الفتاویٰ میں نقل ہونے کا التزام کیا گیا ہے۔ اور امداد الفتاویٰ میں جو مضامین اس رسالہ کے رنگ کی نقل کر دی گئی ہیں۔ اس رسالہ میں ان کے لینے کا بھی ارادہ ہے اور ایک خط کے مضامین کو دوسرے خط کے مضامین سے متمیز کرنے کے لئے درمیان میں ایک خط فاصل بنا دیا گیا تا کہ ہر خط کے اجزاء کا تناسق سہولت سے سمجھ میں آ سکے۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

طریقت کی حقیقت

سلوک کا خلاصہ: (چند چیزیں ہیں)۔

❶ اس میں نہ کشف وکرامات ضروری ہیں۔

❷ نہ قیامت کے دن معاف کروانے کی ذمہ داری ہے۔

❸ نہ دنیا کے کاموں کے بنانے کا وعدہ ہے کہ تعویذ گنڈوں سے کام بن جائیں یا دعا سے (عدالتی) مقدمات میں کامیابی حاصل ہو جائے یا روزگار میں ترقی کا ہونا، جھاڑ پھونک سے بیماری کا چلا جانا یا کوئی (آئندہ) ہونے والی بات بتا دی جائے گی۔

❹ نہ ہی اس میں تصرفات ضروری ہیں (جو کام مرید نہ کر سکے شیخ کی توجہ کی برکت سے ہو جائے شیخ کی مرید پر ایسی توجہ ڈالنے کو صوفیاء کی اصطلاح میں تصرف کہتے ہیں) کہ پیر کی توجہ سے مرید کی خود بخود اصلاح ہو جائے، اس کو گناہ کا خیال بھی نہ آئے خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہیں مرید کو زیادہ ارادہ بھی نہ کرنا پڑے یا علم دین و قرآن کے لیے ذہن وحافظہ بڑھ جائے۔

❺ نہ ایسی باطنی کیفیت پیدا ہونے کا کوئی وقت مقرر ہے۔ کہ ہر وقت یا (خاص) عبادت کے وقت (آدمی) لذت سے سرشار رہے یا عبادت میں وسوسہ ہی نہ آئے (اور) خوب رونا آئے (اور اس میں) ایسا گم ہو جائے کہ اپنی اور دوسرے کی خبر ہی نہ رہے۔

❻ نہ ہی ذکر و شغل میں انوار کا نظر آنا یا کسی (قسم کی) آواز کا سنائی دینا ضروری ہے۔

❼ نہ اچھے اچھے خواب نظر آنا یا الہامات کا صحیح ہونا لازمی ہے بلکہ (اس کا) اصل مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے جس کا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پوری طرح چلنا ہے شریعت کے بعض حکم ظاہری ہیں جیسے نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ نکاح وطلاق، ادائے حقوق زوجین، قسم، کفارہ قسم، لین دین، مقدمات کی پیروی وشہادت، وصیت تقسیم ترکہ اسی طرح سلام وکلام، کھانا، سونا، اٹھنا بیٹھنا، مہمانی میزبانی وغیرہ ان چیزوں کے مسائل کو علم فقہ کہتے ہیں۔

بعض حکم باطنی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا، دنیا سے محبت کم کرنا، اللہ تعالیٰ کی مرضی اور ارادہ پر راضی رہنا، حرص نہ کرنا، عبادت میں دل کا حاضر رکھنا، دین کے کاموں کو اخلاص کے ساتھ کرنا، کسی کو حقیر نہ سمجھنا، خود پسندی (اپنے آپ کو اچھا سمجھنا) نہ ہونا، غصہ کو ضبط کرنا (یعنی روکنا پینا) ان کو سلوک کہتے ہیں۔

جس طرح ظاہری احکام پر عمل کرنا فرض ہے اسی طرح باطنی احکام پر بھی عمل کرنا فرض و واجب ہے نیز ان باطنی خرابیوں کی وجہ سے اکثر ظاہری اعمال میں بھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی محبت کے کم ہونے کی وجہ سے نماز میں سستی ہوگئی یا جلدی جلدی تعدیل ارکان کی رعایت کئے بغیر پڑھ لی بخل کی وجہ سے زکوٰۃ دینے اور حج کرنے کی ہمت نہ ہوئی یا کبر یا غلبۂ عصبیت کی وجہ سے کسی پر ظلم ہوگیا (اور) حقوق تلف ہوگئے۔

اگر ان ظاہری اعمال میں احتیاط کی بھی جائے تو بھی جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوتی وہ احتیاط چند دنوں سے زیادہ نہیں چلتی اس لئے نفس کی اصلاح ان دو وجہوں (یعنی باطنی خرابی کی وجہ سے ظاہر اعمال کا متاثر ہونا اور باوجود ظاہری اعمال کی احتیاط کے زیادہ دن تک ان اعمال کا نہ چلنا) کی وجہ سے ضروری ہے۔ لیکن یہ باطنی خرابیاں سمجھ میں ذرا کم آتی ہیں اور جو سمجھ میں آتی ہیں ان کی اصلاح کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہے اور جو معلوم ہوتا ہے وہ نفس کی کشاکش (کھینچا تانی) کی وجہ سے اس پر عمل مشکل ہوتا ہے۔

ان وجوہات کی وجہ سے پیر کامل کو تجویز (انتظام و بندوبست) کیا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کو سمجھ (پہچان) کر بتاتا ہے اور ان کا علاج بھی بتاتا ہے۔ اسی طرح نفس میں اصلاح وٹھیک ہونے کی استعداد، اس کے علاج میں آسانی اور اس کی تدبیر میں قوت پیدا ہونے کے لئے کچھ اذکار و اشغال بھی سکھاتا ہے۔ ذکر خود ہی عبادت ہے۔

اس لئے سالک کو دو کام کرنے پڑتے ہیں ایک ضروری ایک مستحب ضروری یہ کہ احکام شریعہ ظاہری و باطنی پابندی اور مستحب کثرت ذکر ہے۔ احکام کی پابندی سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور کثرت ذکر سے رضاء قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ سلوک کے راستے اور مقصود کا خلاصہ ہے۔

طریقت کے حقوق

(طریقت صوفیاء کا وہ طریقہ جس سے روحانی کمال حاصل ہوتا ہے)

طریقے میں داخل ہوکر جو کام کرنے پڑیں گے (وہ ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں)

1. بہشتی زیور کے گیارہ حصے شروع سے آخر تک ایک ایک حرف کر کے پڑھنے یا سننے ہوں گے۔
2. اپنی سب حالتیں بہشتی زیور کے مطابق رکھنی پڑیں گی۔
3. جو (بھی) کام کرنا ہو اور اس کا جائز و ناجائز ہونا معلوم نہ ہو تو (کرنے سے) پہلے علماء حق سے پوچھنا پڑے گا پھر ان کے بتانے کے مطابق کرنا ہوگا۔
4. نماز پانچ وقت جماعت کے ساتھ (مسجد میں) پڑھنا ہوگی۔ ہاں اگر کوئی عذر (و مجبوری) جماعت معاف

ہونے کی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ورنہ اگر بغیر عذر کے جماعت چھوٹ جائے تو اس پر نادم ہونا اور استغفار کرنا چاہئے۔

۵ اگر مال ہو اور اتنا ہو کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہے تو زکوٰۃ دینا ہوگی اسی طرح باغ کی پیداوار کا دسواں حصہ دینا ہوگا۔ زکوٰۃ کے مسائل بہشتی زیور میں مل جائیں گے اور باغ کی پیداوار کے مسائل زبانی (علماء سے) معلوم کر لئے جائیں۔

۶ اگر حج فرض ہو چکا ہو تو حج کرنا ہوگا اور اگر صدقہ اور قربانی واجب ہو تو یہ بھی کرنے ہوں گے۔

۷ اپنی بیوی اور بچوں کے حقوق ادا کرنے ہوں گے۔ ان کا (ایک) دینی حق یہ بھی ہے کہ ان کو ہمیشہ شریعت کے احکام بتائے جائیں۔ پڑھے ہوئے لوگوں کے لئے اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ دن رات میں ایک وقت مقرر کر کے تھوڑا سا بہشتی زیور شروع سے آخر تک سنا اور سمجھا دیں۔ جب ختم ہو جائے دوبارہ شروع کر دیں۔ جب تک ان کو مسائل پکے یاد نہ ہو جائیں سناتے رہیں۔ جو لوگ پڑھے ہوئے نہ ہوں وہ جو بات بھی کسی عالم سے سنیں اس کو یاد کر کے گھر والوں کو سنا دیا کریں۔

یہ کام طریقت میں داخل ہو کر چھوڑنے پڑیں گے۔

۱ ڈاڑھی منڈانا۔

۲ جب ڈاڑھی چار انگل سے کم ہو کاٹنا۔

۳ کنگھی سے ڈاڑھی اوپر کر کے رکھنا۔

۴ سر میں چاند کھلوانا (اطراف سے بال رکھ کر درمیان سے صاف کروانا)

۵ کھڈی رکھانا۔

۶ یا آگے سے منڈانا۔

۷ پائجامہ، لنگی یا کرتا، چولہ ٹخنوں سے نیچے رکھنا۔

۸ عمامہ کا شملہ آدھی کمر سے نیچے رکھنا۔

(مردوں) کو سرخ اور پیلے رنگ کے کپڑے پہننا یا ریشمی یا زری کا لباس چار انگل سے زیادہ خود پہننا یا لڑکوں کو پہنانا۔

اسی طرح (عورت و مرد دونوں کو) ناپاک رنگ میں رنگا ہوا کپڑا پہننا۔ یا کفار کا لباس پہننا۔

مردوں کو ساڑھے چار ماشہ سے زیادہ چاندی کی انگوٹھی پہننا یا سونے کی انگوٹھی پہننا یا عورتوں کو کھڑا جوتا۔ یا

مردانہ لباس پہننا، بجنے والا زیور پہننا یا ایسا باریک یا چھوٹا کپڑا پہننا جس میں بدن کھلا رہے۔

کسی عورت یا مرد کو بری نگاہ سے دیکھنا۔ عورتوں یا چھوٹے لڑکوں سے زیادہ میل جول رکھنا۔

مرد کو کسی نامحرم عورت کے پاس یا عورت کو کسی نامحرم مرد کے پاس بیٹھنا یا تنہا کسی جگہ میں رہنا یا بغیر کسی سخت مجبوری کے سامنے آنا، اگرچہ پیر صاحب اور رشتہ ہی کیوں نہ ہو اگر سخت مجبوری ہو تو اس صورت میں سر، بازو، کلائی، پنڈلی، اور گلا نامحرم کے سامنے کھولنا تو حرام ہے منہ پر بھی گھونگھٹ رہنا ہی بہتر ہے، عمدہ کپڑے اور زیور کے ساتھ تو سامنے آنا بہت ہی برا ہے۔

اسی طرح نامحرم مرد وعورت کا ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنا، بولنا ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا یہ سب باتیں چھوڑ دینا چاہئے۔

ختنہ، عقیقہ اور شادی میں جمع ہونا یا برات میں جانا ہاں عین نکاح کے موقع پر آس پاس کے مردوں کو جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کوئی کام فخر کرنے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے کرنا آج کل رسموں میں کھانا کھلانا، لینا دینا ہوتا ہے اس میں نوتہ بھی داخل ہے اس کو بھی چھوڑنا چاہئے۔

اسی طرح فضول خرچی کرنا یا کپڑے (پہننے) میں بہت تکلف کرنا یہ بھی فخر کرنے اور دکھلاوے میں داخل ہے۔

مردہ پر چلا کر رونا، اس کا تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں وغیرہ کرنا، دور دور سے ایک لمبے عرصے تک میت کی تعزیت کے لئے آنا، میت کے کپڑے شرعی طریقے سے تقسیم کئے بغیر خیرات کر دینا (میت کی میراث میں) لڑکیوں کا حصہ نہ دینا۔

حکومت وریاست والوں کا غرباء پر ظلم کرنا (لوگوں کی) جھوٹی شکایت کرنا، موروثی کا دعوی کرنا۔

رہن یا رشوت کی آمدنی کھانا (رہن کی آمدنی اس طرح کہ جب کسی نے کوئی چیز رہن رکھوائی تو اس کو کرائے پر دے کر یا اگر بکری وغیرہ ہے تو اس کا دودھ حاصل کرنا وغیرہ)۔

تصویر بنانا یا رکھنا۔ صرف شوق کے لئے کتے پالنا، پتنگ بازی، آتش بازی، کبوتر ومرغ بازی کرنا۔ اسی طرح (ان کاموں کے لئے) بچوں کو پیسے دینا۔

گانا سننا خواہ باجے کے ذریعے ہو یا بغیر باجے کے ہو اس میں گرام فون بھی داخل ہے (آج کل ٹیپ ریکارڈ وغیرہ بھی اسی میں داخل ہیں)

عرسوں میں جانا، بزرگوں کی منت ماننا (کہ اگر فلاں کام ہوگیا تو فلاں بزرگ کے نام پر کھانا کھلاؤں گا یا

خیرات کروں گا وغیرہ) فاتحہ نیاز گیارہویں متعارف طور پر کرنا۔ (اگر فاتحہ میں متعارف قیدیں نہ ہوں کہ کھانا سامنے ہونا، کسی قاری صاحب یا مولوی صاحب کو بلانا اور ان کا فاتحہ دینا وغیرہ بلکہ شریعت کے مطابق کسی بھی نیک عمل کا ثواب کسی کو دے دینا پس یہی فاتحہ ہے) رواج کے مطابق میلاد کرنا، تبرکات کی زیارت کے لئے عرس کا انتظام کرنا اور اس وقت عورتوں مردوں کا ایک ساتھ ہونا یا عورتوں کا مردوں کے سامنے آنا۔

شب برات کا حلوا لگانا، محرم کو تہوار منانا، رمضان المبارک میں ختم قرآن کے وقت ضروری سمجھ کر مٹھائی تقسیم کرنا۔

ٹونے ٹوٹکے کرنا، ستیلا (چیچک) وغیرہ کو ماننا، فال وغیرہ نکلوانا، کسی نجومی یا آسیب زدہ سے کوئی بات پوچھنا، غیبت کرنا، چغلی کرنا، جھوٹ بولنا، تجارت میں دھوکہ دینا۔

انتہائی مجبوری کے بغیر ناجائز نوکری کرنا، اسی طرح جائز نوکری میں کام خراب کرنا، عورت کا شوہر کے سامنے زبان درازی کرنا، یا بغیر شوہر کی اجازت کہیں جانا یا بغیر اجازت مال خرچ کرنا۔

حافظوں کا مردوں پر قرآن پڑھ کر یا تراویح میں قرآن سنا کر کچھ لینا، مولویوں کا وعظ پر یا مسئلہ بتا کر اجرت لینا، بحث و مباحثہ کرنا، درویشوں کی صورت مشکل والوں کو پیری مریدی کی ہوس کرنا، تعویذ گنڈوں کا کام کرنا۔

یہ مختصر فہرست کرنے نہ کرنے والے کاموں کی ہے اس کی تفصیل احقر کے رسالوں میں ملے گی۔

شیخ کامل کی پہچان

شیخ کامل وہ ہے جس میں یہ علامات ہوں۔

1. ضرورت کے مطابق دین کا علم رکھتا ہو۔
2. عقائد، اعمال اور اخلاق میں شریعت کا پابند ہو۔
3. نہ دنیا کی حرص رکھتا ہو اور نہ ہی (کسی) کمال (کے پائے جانے) کا دعویٰ کرتا ہو کیونکہ یہ بھی دنیا ہی کا حصہ ہے۔
4. کسی شیخ کامل کی صحبت میں کچھ دن رہا ہو۔
5. زمانے کے منصف علماء و مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں۔
6. عوام بنسبت خواص یعنی سمجھدار اور دیندار لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔

❼ جو لوگ اس سے بیعت ہوں ان میں اکثر کی حالت شریعت کی پیروی کرنے اور دنیا کی حرص کم رکھنے کے لحاظ سے اچھی ہو۔

❽ وہ شیخ تعلیم و تلقین (کرنے) میں اپنے مریدوں پر شفقت رکھتا ہو، ان کی کوئی بری بات سنے یا دیکھے تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو نہ یہ کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔

❾ اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہوتی ہو۔

❿ خود بھی ذکر و شغل کرتا ہو کہ بغیر عمل یا عزم عمل کے تعلیم میں برکت نہیں ہوتی ہے۔

جس شخص میں یہ علامات ہوں اس میں کوئی اور بات نہیں دیکھنی چاہئے اس سے کوئی کرامت ظاہر ہوتی ہے یا نہیں، اس کو کشف ہوتا ہے یا نہیں، جو دعا کرتا ہے قبول ہوتی ہے یا نہیں یا صاحب تصرف ہے یا نہیں کیونکہ یہ (مذکورہ) باتیں شیخ ہونے ولی ہونے کے لئے لازمی نہیں ہیں۔

اسی طرح یہ بھی نہیں دیکھنا چاہئے کہ اس کی توجہ کرنے سے لوگ مرغ بسمل (ذبح کئے ہوئے) مرغ کی طرح تڑپتے ہیں یا نہیں کیونکہ یہ بھی بزرگی کے لئے لازمی چیزیں نہیں ہیں۔ یہ ایک نفسانی تصرف (تصرف کا مطلب ہے کہ شیخ کا مرید پر ایسا باطنی اثر جس کے ذریعے سے مرید وہ کام کرنے لگے جو وہ خود نہ کر سکے) کی قوت سے کرتا ہے جو مشق کرنے بڑھ جاتا ہے یہ جو شخص متقی پرہیز گار نہ ہو بلکہ غیر مسلم بھی کر سکتا ہے۔ اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا ہے کیونکہ اس کے اثر سے جو کچھ ہوتا ہے اس کے اثرات باقی نہیں رہتے ہیں صرف ایک غبی (کم عقل والے) مرید میں جو ذکر سے بالکل متاثر نہ ہوتا ہو شیخ کے چند روز اس عمل کرنے سے ذکر قبول کرنے کا کچھ احساس و اثر پیدا ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ اثر ہمیشہ باقی رہے۔

شریعت و طریقت اور معرفت و حقیقت کی تفسیر

سُؤال: شریعت، طریقت، معرفت و حقیقت کے بارے میں بتائیں کہ ان کی حقیقت کیا ہے اور ان کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ مختصر طور پر بیان تحریر فرمائیے۔

جَواب: شریعت ان احکام کے مجموعہ کا نام ہے جن کا بندوں کو پابند بنایا گیا ہے اس میں ظاہری و باطنی سارے اعمال آ گئے۔ متقدمین (پہلے زمانے کے اہل علم) لفظ فقہ کو اس کا ہم معنی سمجھتے تھے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے فقہ کی تعریف معرفة النفس مالها و ما عليها منقول ہے (تو شریعت کے دو حصہ ہوئے ایک ظاہری اور ایک باطنی تو) پھر متاخرین (بعد کے علماء و اہل علم) کے ہاں اس کے ایک حصہ ظاہری اعمال کا نام

فقہ ہوگیا۔ اور (دوسرے) حصہ باطنی اعمال کا نام تصوف ہوگیا۔ (اب) ان باطنی طریقوں کو طریقت کہتے ہیں۔

پھر ان باطنی اعمال کے ٹھیک ہونے کی وجہ سے دل میں جو صفائی ستھرائی پیدا ہوتی ہے اس کی وجہ سے کچھ دنیاوی چیزوں کی حقیقت خصوصاً اچھے برے اعمال کی حقیقت اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقتیں خواہ وہ صفات کے لحاظ سے ہوں یا فعل کے لحاظ سے ہوں (پھر) خصوصاً اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے درمیان کے معاملات کی حقیقتیں منکشف (کھلتی اور ظاہر) ہوتی ہیں۔ ان مکشوفات (کھلنے اور ظاہر ہونے والی چیزوں) کو حقیقت کہتے ہیں۔ اس انکشاف (کھلنے اور ظاہر ہونے) کو معرفت کہتے ہیں۔ جس پر یہ چیزیں منکشف ہوتی ہیں اس کو محقق اور عارف کہتے ہیں۔

ان سب چیزوں کا تعلق شریعت ہی سے ہے۔ عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ شریعت صرف ظاہری احکام کے حصہ کو کہتے ہیں کسی اہل علم سے یہ اصطلاح منقول نہیں ہے۔ اس سے عوم کی مراد بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ ظاہری اور باطنی احکام میں جدائی اور الگ الگ ہونے کا اعتقاد ہے۔

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی تشریح

اگر کسی سچی اور حقیقی بات پر اعتقاد پکا ہو اور صرف اتنا ہی ہو تو یہ علم الیقین ہے اگر اس اعتقاد کے ساتھ انسانی حالت پر اس کا غلبہ ہو لیکن اس کو دوسری چیزوں کا احساس و خیال بھی باقی رہے تو یہ عین الیقین ہے اگر دوسری چیزوں کا احساس باقی نہ رہے تو یہ حق الیقین ہے۔ اسی کو فن تصوف کی کتابوں میں مختلف عنوان سے لکھا ہے۔

متقدمین اور محققین کے سلوک کے طریقے میں فرق اور محققین کے طریقہ کی ترجیح

سؤال: ایک گمنام خادموں میں سب سے کمترین بے کسوں (محتاجوں) کے ماویٰ وملجأ (ٹھکانہ) اور گمراہوں کے رہنما حضرت مولانا ــــــ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کی خدمت عرض کرتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

امابعد! احقر آج کچھ حال عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہے گو وہ حالات بہت ہی گندے اور شرم کے قابل نہیں اور آپ کے قیمتی اوقات کا نقصان بھی ہے۔ مگر کیا کیا جائے انما شفاء العی السوال (کہ نہ جاننے کا

علاج صرف پوچھنا ہے) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کے ہاتھ میں کیمیا (سونا بنانے کی صلاحیت) دی ہے کہ۔

ع گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنند

ترجمہ: ''(مشائخ کے پاس کیمیا کی طرح ایسی قدرت ہے کہ وہ ناپاکی کے لحاظ سے) خون کی نہر (بھی ہوتو اس) کو دریائے نیل (کی طرح پاک وصاف) بنادیتے ہیں۔'' (مفتاح ۵/۲۴۸ دفتر دوم)

امید ہے کہ حضرت والا احسن كما احسن الله اليك (کہ اچھا سلوک کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے) پر نظر کرنا نقصان کو برداشت فرمائیں گے۔ احقر کو حضرت کی صفات والی ذات سے بڑی بڑی امیدیں ہیں۔

خواہی کہ خدائے برتو بخشد باخلق خدائے کن نکوئی

ترجمہ: ''اگر چاہتے ہو کہ خدا تمہیں معاف کرے تو خدا کی مخلوق کے ساتھ نیکی کرو۔''

جناب کو معلوم ہے کہ احقر نے اچھی بری تعلیم حاصل کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بزرگوں کی جوتیاں اٹھانے کی برکت سے بھی (تعلیم کا) کچھ حصہ ملا ہے۔ اسی وجہ سے بندے کے دل کی حالت معمولی طور پر اچھی تھی (کہ) ہر بات صحیح سمجھ میں آتی تھی۔ وعظ ونصیحت اور تلاوت وغیرہ کا اثر ہوتا تھا۔ نظر ہر بات کی تہہ تک پہنچتی تھی۔

(مندرجہ ذیل خط کو حضرت تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے ۲۱ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ جس کو آسانی کے لئے ان ہی حصوں کی طرز پر ان ہی عنوان کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے)۔

❶ (ادراک فہم وعقل کا صحیح ہونا)

اب سے چھ سات سال پہلے کی بات ہے کہ اگر تھوڑی دیر بھی کسی بری صحبت میں شرکت ہو جاتی تو (اس کے) ساتھ ہی دل کو انکار اور نفرت محسوس ہوتی تھی۔ نیک صحبت اور اچھی بات سے طبیعت میں فوراً خوشی اور نشاط پیدا ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ جناب حافظ عبدالرحمٰن صاحب مراد آبادی کے ہاں جانا ہوا۔ میں اس سے پہلے حافظ صاحب کو اچھی طرح جانتا نہیں تھا۔ لیکن دل میں ایسا نیک اثر محسوس ہوا جس سے میں نے پہچان لیا کہ حافظ صاحب نیک آدمی ہیں اور ان کی صحبت اچھی صحبت ہے۔ اس کے بعد اس بات کی ہر طرح تحقیق کی اس کو صحیح پایا۔

❷ (مفید باتوں کا اثر قبول کرنا)

اسی طرح ایک مرتبہ دہلی شہر کے باہر ایک مسجد میں نماز پڑھی مسجد کے ساتھ ایک مزار تھا۔ اس مزار کی طرف

خواہ مخواہ دل کا ایسا میلان ہوا کہ بے اختیار اس کے پاس چلا گیا اور وہاں سے ہٹنے کا جی نہیں چاہا۔ اس (مزار) کا کتبہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ (یہ) حضرت خواجہ باقی اللہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا مزار ہے۔ غرض ہر اچھی بری چیز کا احساس بہت ہی صحیح ہوتا تھا۔ ہر بات کی خیر اور اس کا شر گویا نظر آتا تھا یعنی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نظر آ جاتا تھا۔

۴ حقائق واسرار کا کھلنا اور اس کو کمال نہ سمجھنا)

بہت سے مواقع ایسے پیش آئے کہ جاہلوں اور عوام سے کسی بات کے بارے میں تقریر کرنا پڑا تو بندہ نے اس بات کی ایسی باریکی اور حقیقت بیان کی کہ جس سے مخالف اور موافق دونوں (قسم کے) لوگوں کو اتفاق ہوا اور حقیقت حال واضح ہو جانے کی وجہ سے معلوم ہوا کہ یہ لفظی جھگڑا ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک مجلس میں اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ آلات موسیقی بہت سے امراض کے لئے علاج ہیں تو ایسی چیز منع کیوں ہے؟ میں نے کہا: ''یہ غور کرنا چاہئے کہ آلات موسیقی سے فائدہ کیوں ہوتا ہے۔ آلات موسیقی سے آواز پیدا ہونے کی اصل یہ ہے کہ ان میں ایک قسم کی روح ہے لوگ آج کل اس کو بجلی کہتے ہیں۔ اس بجلی کو ایک خاص طریقے سے حرکت ہوتی اور اس بجلی کی حرکت سے ہوا یا ہوا کی بجلی میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ انسانی روح کو کیونکہ جمادی (بے جان، دھات، پتھر کی) روح سے کچھ نہ کچھ مجانست (ایک جنس ہونے کی کیفیت حاصل) ہے (یعنی یہ بھی روح ہے اور وہ بھی روح ہے) یا یوں کہیں کہ انسان کے بدن میں (بھی) بجلی ہے اس لئے اس انسانی بجلی کو بھی باہر (کی بجلی جو اس کی ہم جنس اس) کی طرف میلان ہوتا ہے اسی کا نام سرور اور بدن کی قدرتی گرمی کا بھڑکنا ہے۔

انسانی روح کیونکہ اشرف (بلند وبالا) ہے اس لئے ہماری روح اس (بجلی کے) ہوائی تعلق کی وجہ سے کھنچ کر انسانی روح میں شامل ہو جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسانی روح میں آہستہ آہستہ کثافت (موٹا پن، گندگی) بڑھ جاتی ہے۔ وہ نورانیت (باقی) نہیں رہتی ہے جو انسانی روح میں ہونی چاہئے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ علوم عالیہ (قرآن حدیث کے علوم) سے مناسبت کم ہو جاتی ہے اور گھٹیا پن بڑھ جاتا ہے، افعال اور عادات وغیرہ ساری چیزوں میں پاکیزگی کی جگہ گندگی آ جاتی ہے یہاں تک کہ آہستہ آہستہ (یہ گندگی) روح سے آگے چل کر جسم پر بھی اثر کرتی ہے۔ ایسے لوگوں کو خونی اور صفراوی امراض کم ہوتے ہیں۔ بلغمی اور سب سے زیادہ سوداوی (امراض) ہوتے ہیں۔ (تجربہ اس بات کا گواہ ہے اس زمانہ میں خونی مزاج ہی باقی نہیں رہے بلکہ زیادہ تر مزاج سوداوی ہو گئے ہیں)۔

(اس لئے) یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آلات موسیقی کسی مرض کا علاج ہیں۔ صرف روح کی حرکت کی وجہ سے

جس کو دوسرے لفظوں میں سرور کہا گیا ہے ایسا خیال کر لیا گیا ہے ورنہ (حقیقت میں) ان آلات موسیقی کا نتیجہ روح اور بدن کو خراب کرنا ہے بلکہ ماہیت کا بدل جانا ہے۔ جیسا کہ شراب کے بارے میں ہے کہ نباتات (جڑی بوٹیوں) کا جلدی اثر کرنے والا صاف کیا ہوا جوہر روح میں شامل ہو کر (روح میں) کھوکھلا پن پیدا کرتا ہے۔ روح حجم کی زیادتی کی وجہ سے باہر کی طرف متوجہ ہوتی ہے اسی کا نام بدن کی قدرتی گرمی کا بھڑکنا ہے۔ جاہل لوگ اسی کو قوت سمجھتے ہیں لیکن جو روح دماغ میں کام کرتی ہے اس میں اجنبی اجزا (حصے) شامل ہونے کی وجہ سے افعال میں ان کا اثر پیدا ہو جاتا ہے اور (وہ) افعال انسانی (افعال) نہیں رہتے ہیں۔ جتنے اجنبی اجزاء دماغ میں شامل ہوتے ہیں اتنا ہی افعال میں خلل پیدا ہو جاتا ہے (یعنی جتنا نشہ چڑھتا ہے اتنا ہی اثر افعال میں ہوتا ہے) اسی کا نام نشہ ہے۔

کچھ دنوں تک شراب (مسلسل) پینے کی وجہ سے انسانی روح میں گندگی بیٹھ جاتی ہے اور افعال میں خلل (کا ہونا) طبیعت ثانیہ (یعنی یہ افعال میں خلل کا مزاج) بن جاتا ہے۔ ان علوم (عالیہ) سے انسانی طبیعت کو جو مناسبت ہوتی ہے بالکل اجنبیت ہو جاتی ہے۔ کہا تو (یہ) جاتا ہے کہ شراب تمام قوی کو قوت دینے والی ہے تو (اگر ایسا ہے تو) پھر ایسا ہونا چاہئے تھا کہ شرابیوں میں دماغی ترقی زیادہ ہوتی مگر نظر آتا ہے اور آخری نتیجہ اس کے خلاف ہے۔ انگلستان میں جہاں شراب باقاعدہ اور احتیاط سے پی جاتی ہے۔ وہاں محققین سے یہ ثابت ہوا ہے کہ (وہاں) دیوانے بہت زیادہ ہوتے ہیں ہر ۱۸۳ آدمیوں میں ایک دیوانہ کا اوسط ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ سرور اور قوت دھوکہ ہے اس کی حقیقت صرف روح کا کھوکھلا پن ہے اور حقیقت میں "لا شفاء فی الحرام" (کہ حرام میں کوئی شفا نہیں) بالکل صحیح ہے۔ ان چیزوں کے استعمال سے انسانی طبیعت بدل کر غیر انسانی بن جاتی ہے اور اخلاط (جن سے انسان کا جسم بنا ہے) میں سودا کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ لوگوں نے اس تقریر کو بہت پسند کیا اور کہا: بالکل ٹھیک ہے جو لوگ اس (شراب) کا خاص مشغلہ رکھتے ہیں وہ سوداویت کا خزانہ ہیں (بازاری لوگ وغیرہ)

اسی طرح بہت باریک باریک باتوں میں کئی مرتبہ تجربہ ہوا لیکن اس کا شکر ہے کہ اساتذہ کا قول سنا ہوا تھا کہ یہ باتیں توجہ کے قابل نہیں ہیں اس لئے کبھی ان چیزوں کو کمال نہیں سمجھا۔ اگر یہ حاصل ہوئیں تو الحمد للہ کہا اور نہ ہوئیں تو پرواہ نہیں کی۔

❻ (اچھی باتوں میں برائی اور بری میں اچھائی نظر آنا مگر اس کا مغلوب نہ ہونا)

مگر تقریباً تین سال ہوئے کہ دل میں ان کی ضد پیدا ہوئی۔ اس (پہلے ولی) پسندیدہ حالت کا ہونا یا نہ ہونا

تو کچھ توجہ کے قابل نہیں تھا مگر ضد پیدا ہونے سے ایسی بے چینی ہوئی کہ اللہ کی پناہ۔ اب یہ حالت ہوئی کہ بری باتوں میں بھلائی اور بھلی باتوں میں برائی اسی طرح نظر آنے لگی جیسے پہلے اس کا الٹ تھا۔ (لیکن) الحمد للہ کبھی (ان سے) مغلوب ہونے کی باری نہیں آئی۔

❺ (بری باتوں سے اثر ہونا اور اچھی باتوں سے نہ ہونا برائی کی طرف کھچاؤ ہونا اور اس کی کچھ مثالیں)

لیکن یہ بھی ضروری تھا کہ اچھی بات سننے سے بھی بالکل اثر نہیں ہوتا تھا اور بری بات کی ہوا بھی لگ جانے سے اثر ہوتا تھا۔ طبیعت اس (بری بات) کی طرف بے اختیار کھنچتی تھی۔ کافروں کی رسموں کی اچھائیاں، سائنس کی حالیہ تحقیقات کی ضرورت پر چاہت، ہر بات میں نیچری (قدرتی، سرسید احمد خاں کے) خیالات کی طرف داری کرنا (حمایت کرنا مددگار ہونا) حق بات کا دل پر اثر نہ ہونا۔ باطل (بات) کا فوراً اثر ہونا، نظر میں علی گڑھ کے طلباء کی وقعت (قیمت) اور اسلامی مدارس کے طلبا کی بے وقعتی (بے قیمتی) امیروں کی طرف دل کا کھنچاؤ، غریبوں سے کھنچاؤ، عزت کی خواہش، اللہ تعالیٰ کی پناہ بعض شرعی مسائل پر اعتراض اور ان میں ترمیم (اصلاح) کی ضرورت کا محسوس ہونا اور ترقی کے وہی معنی جو اہل زبان لیتے ہیں (ان ہی معنی کو صحیح سمجھنا) یہ باتیں بار بار ذہن میں آتی تھیں اور ایسی دلیل کے ساتھ اور واضح ہو کر کہ کبھی تو (یہ) شرح صدر کا درجہ ہوتا تھا۔ اس کے مقابلے میں کوئی ثبوت ذہن میں نہیں آتا تھا۔

❻ (اس کو خطرناک سمجھنا اور اس کو دور کرنے کی کوشش کرنا)

الحمد للہ! (یہ) وسوسہ کے درجہ میں ہی رہا۔ بندہ نے اس کو ہمیشہ خطرناک سمجھا۔ اپنے اختیار سے اس کو دور کرنے کی کوشش کی اور افعال تک اس کے اثر کے نہ آنے کی کوشش کی جیسے علماء صلحاء کے علاوہ عوام سے ملنا چھوڑ دیا۔ (اس حالت میں ایک بات اور دیکھی کہ اس حالت میں غیروں سے ملنے سے نقصان کم ہوتا تھا اور جاننے والوں سے زیادہ نقصان ہوتا تھا اس لئے جاننے والوں سے تنہائی اختیار کر لی) حالانکہ یہ میرے پیشے کے لئے نقصان دہ ہے۔ اخبار کا دیکھنا بھی بالکل چھوڑ دیا، آنے والوں سے کہہ دیتا کہ اپنی ضروری باتوں کے علاوہ کوئی بات نہ کریں، اسی تنہائی کو مکمل کرنے کے لئے اچکن تک پہننا چھوڑ کر طلباء کی حالت اختیار کر لی تاکہ لوگوں اور خصوصی طور پر امیروں کو خود ہی کھنچاؤ ہو جائے۔

اس کا اثر یہ ہوا کہ لوگ مولوی صاحب کہہ کر پکارنے لگے اور دوسرے الفاظ سے پکارنے میں تامل (سوچ بچار) کرتے ہیں۔ (میرے) پیشہ کو اس کا کچھ نقصان پہنچنے کا احتمال تھا اس کی پروا نہیں کی۔ اس سے پہلے دل میں کیونکہ روانی تھی اور اس وقت حالت اگرچہ الٹ تھی مگر باطل کی طرف میلان ہوتے وقت اتنی بات ضرورت

محسوس ہوتی تھی کہ یہ احساس (جواب ہورہا ہے) اس احساس کے خلاف ہے جو پہلے ہو چکا ہے۔

(خیال کا پھیر لینا) اس لئے اس کی طرف سے خیال کو جان بوجھ کر پھیر لیتا تھا۔ دوسرے کسی خیال میں لگ جاتا تھا۔ اگر وہ خیال کسی طرح بھی بھولتا نہیں تھا تو کسی دنیاوی کام میں لگ جاتا تھا جیسے خط لکھتا یا (کسی سے) بات چیت میں لگ جاتا تھا۔ اگر اس سے بھی فائدہ نہ ہوتا تو آخری علاج یہ تھا کہ دو رکعت پڑھ کر یہ دعا "اللهم يا مقلب القلوب ثبت قلبي على دينك" پڑھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سے بہت فائدہ ہوتا تھا۔ کبھی آخری علاج یہ ہوتا کہ دل میں کہتا کہ حق تعالیٰ کے احکام کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

بحمد اللہ احقر کے دل میں یہ مضمون طالب علمی کے زمانے سے ایسا بیٹھا ہوا ہے کہ گویا یقینی درجے میں ہے، اس میں کسی قسم کا خوف تک نہیں۔ کافروں کی رسموں کی اگر کوئی معقول (عقل میں آنے والا) رد اس وقت ذہن میں نہیں آتا تھا لیکن اس کو بھولنے کے لئے جان بوجھ کر اس کے خلاف زبان سے کہتا تھا۔

حالی ایجادات کو اپنے پاس تک آنے نہیں دیتا تھا حتیٰ کہ گھڑی کو بھی بغیر ضرورت کے جیب میں نہیں ڈالتا تھا۔ نیا چرہ (نیچری وہ لوگ کہلاتے تھے جو قانون فطرت پر چلتے ہوں یا جو سرسید احمد خاں کے پیرو ہوں) کی تصانیف سے بالکل بچتا تھا۔ حق سے متاثر نہ ہونے کا باوجود وعظوں میں ضرور شرکت کرتا تھا۔ علی گڑھ کے طلباء سے اگر ملاقات ہوتی تو بے توجہی سے پیش آتا تھا اور اسلامی مدارس کے طلباء سے بتکلف ملتا اور ان کے دکھ درد میں شرکت کرتا تھا۔ غریبوں کو بتکلف امیروں پر ترجیح دیتا تھا۔ کبھی ایسا ہوا کہ ایک امیر آدمی کے ہاں بلایا گیا اور اسی وقت ایک بیوہ عورت کے ہاں جانے کی ضرورت پیش آئی تو پہلے بیوہ کے ہاں گیا بعد میں امیر کے پاس گیا۔

دوسرے حب جاہ (مرتبہ، منصب کی محبت) کا ایک علاج یہ کیا کہ مجھے اور میرے ہم پیشہ دوسرے لوگوں کو کسی جگہ مشورہ کے لئے بلایا گیا۔ اس موقع پر ان لوگوں کی تجویز میرے نزدیک غلط ہونے کے باوجود ان ہی کی تجویز کو ترجیح دی اور کام ان ہی کے حوالے رکھا۔ اگر کبھی بہت ہی بے قاعدگی (بے اصولی) دیکھی تو اس کو مشورہ دے دیا مگر کام میں اپنا نام نہیں آنے دیا۔ اس سے (اگرچہ) مالی نقصان ہوا مگر اس کی پروا نہیں ہے۔

کبھی کچھ احباب کے ساتھ شکار پر جانا ہوا فائر کرنے کا میرا پہلا نمبر تھا اس کو ہٹا کر اپنا نمبر سب سے آخر میں رکھا۔ شرعی باتوں میں جہاں کہیں اختراع (نئی بات نکالنے) کا وسوسہ ہوتا تو اس کو زبردستی دل سے نکال دیتا اور دلیل کے بغیر مان لیتا۔ اگر زیادہ وسوسہ ہوا تو قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیتا اور کسی دوسرے کام میں لگ جاتا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس میں پوری کامیابی رہی۔ اور کبھی مغلوبیت نہیں ہوئی صرف وسوسہ کا ہلکا سا درجہ

ہی رہا ہوگا۔ یہ بات اساتذہ کی صحبت سے اچھی طرح ذہن میں بیٹھی ہوئی ہے کہ خدا تعالیٰ حاکم مطلق ہیں کسی قانون اور کسی مصلحت سے مجبور نہیں ہیں ان برے خیالات کے خطروں سے حفاظت کے لئے یہ سارے علاج پابندی اور بہت ہی نگرانی سے کئے۔ اگر کچھ کی کوتاہی ہوئی تو استغفار کرتا تھا۔

۷ (جب ذرا علاج سے غفلت ہوتی تو ساری محنت بے کار ہوتی)

اس سارے اہتمام کے باوجود دل میں ان کی استعداد پیدا ہوگئی تھی کہ جب ذرا سا ان کے علاج سے غفلت ہوتی تو لگتا کہ دل ایمان سے خالی ہے اور جب ذرا سا گناہ یا خلاف اولیٰ (غیر بہتر) کام ہوتا تو گویا ساری محنت بے کار ہوگئی اور دل کی ایسی ہی حالت ہوگئی جو گرم توے کی ہوتی ہے جس پر گیلا کپڑا رکھا گیا ہو جب تک اس پر گیلا کپڑا ہے تو وہ ٹھنڈا لگتا ہے اور جیسے ہی نمی ذرا کم ہوئی کپڑا بھی جل گیا۔ حقیقت پہچاننے والی وہ حالت جو اس سے پہلے تھی وہ تو بہت دور ہوگئی۔ اگر چہ اس (پہلے والی) حالت کی تمنا تو نہیں تھی کیونکہ یہ شعر سنا ہوا تھا۔

گر بعلم آئم ما ایوان اوست   در بجہل آئم ما زندان اوست

ترجمہ: ”اگر ہمیں علم حاصل ہو تو یہ ان کا ہی دربار ہے اور اگر ہم جہل میں مبتلا رہیں تو ان کا ہی قید خانہ ہے۔“

(مطلب یہ ہے کہ اگر ہمیں علم حاصل ہو تو یہ ان کی عطا ہے اور اگر ہم جہل میں مبتلا رہیں تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے۔) (یہاں جہل سے مراد وہ جہل ہے جو نقصان دہ نہیں ہے)۔ (خطبات حکیم الامت ۵/۳۹۳)

مگر یہ خوف تھا کہ معلوم نہیں انجام کیا ہونا ہے۔

اسی دوران کئی بار جناب والا کا وعظ سننے کا موقع ملا۔ مگر ایسا لگتا تھا کہ (وعظ کے) مضامین دل کے اوپر سے گزرتے چلے جاتے ہیں اور بالکل اثر نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر ہر مضمون کا رد فوراً دل میں آتا تھا اور اس (رد) کا اثر باقی رہتا۔ حق کے مقابلے میں باطل کا اثر تو تھا ہی یہ اثر برا ہی ہوتا تھا اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں محفوظ رکھے۔

۸ (باطل حق نظر آتا تھا)

ایک مرتبہ احقر نے جناب والا کے ساتھ تھوڑی دیر ریل کا سفر کیا اور یہ حال عرض کیا تو جناب نے ارشاد فرمایا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے یہ یا تو شیطان کی طرف سے غمگین کرنا ہے یا کوئی اچھی بہت اعلیٰ درجہ کی حالت پیدا ہونے والی ہے اور کوئی علم القا ہونے والا ہے۔ اس سے بہت اطمینان ہوا۔ لیکن اس بات کو بھی کافی عرصہ گزر گیا اور وہ حالت بھی کچھ بڑھتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ اللہ کی پناہ دین اسلام بھی ایک خیالی دھوکہ نظر

آتا تھا۔ دوسرے بہت سے مذاہب کچھ نہ کچھ اچھے لگتے تھے۔ ہندو مذہب کی خوبیاں ذہن میں آتی تھیں (لیکن اب وہ بالکل بھی یاد نہیں ہیں) سب سے زیادہ دہریت (خدا کو نہ ماننے والا مذہب) حق لگتی تھی اور تمام باطل مذاہب اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق حق کے مقابلے میں کچھ نہ کچھ اچھے لگتے تھے یہاں تک کہ سنیوں سے شیعہ، مقلدین سے غیر مقلدین اور بدعت کو روکنے والوں سے بدعتی خصوصاً اہل تصوف سے زیادہ اجنبیت (غیریت) تھی۔ الحمد للہ! مگر اتنا ہوش تھا کہ غیر مزاج الٹ گیا ہے۔ اس لئے یہ یقین کر لیا کہ اس وقت جو جتنا برا نظر آتا ہے وہ اتنا ہی اچھا ہے۔

یہاں پر یہ بات بھی گزارش کے قابل ہے کہ اس (بری) حالت میں تین چیزوں سے بڑا فرق آتا تھا۔ (ایک) تہجد (دوسرے) قرآن کی تلاوت خواہ کیسی ہی اور بے توجہی سے ہی کیوں نہ ہو اور (تیسرے) جناب والا کی صحبت سے (بڑا فرق آتا تھا) جس دن تہجد یا تلاوت قضا ہو جاتی تو میری موت (ہوتی) تھی۔ چوتھی بہت ہی مفید چیز سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کا شجرہ پڑھنا تھا۔ اس کو پڑھتے ہی ایک عجیب حالت ہوئی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ دل کے اوپر سے کوئی چیز چھیل دی گئی ہو اور وہ سارے خیالات کچھ دیر کے لئے ختم ہو گئے میں اس حالت کو اس سے زیادہ بیان نہیں کر سکتا دنیا سے بالکل بے رغبتی ہو جاتی تھی۔

اس حالت میں تقریباً تین سال گزر گئے۔ بزرگوں سے یہ سنا ہوا تھا کہ اچھے برے کسی قسم کے بھی واردات (پیش آنے والے احوال) کا کوئی اعتبار نہیں کرنا چاہئے اس لئے ایک قسم کا اطمینان تھا۔ ایک مرتبہ امداد السلوک کتاب میں نظر آیا کہ ”وساوس کی مثال تبخیر کی طرح ہے بہت پریشان کرنے والی چیز ہے لیکن خود کوئی مرض نہیں ہے اور نہ ہی اس کو روکنے کے علاج سے کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ اس کا ایک مادہ ہوتا ہے جس سے یہ پیدا ہوتی ہے۔ جب تک اس مادہ کو نہ نکالا جائے یہ رک نہیں سکتی۔ اس مادہ کی تلاش میں کوشش کرنا خدا کے خاص بندوں کا کام ہے۔“

۹ (ترقی کے راستے بند ہونے کی فکر)

اس تحریر کے مطابق ان خطرات کے مواد کو تلاش کرنے اور ان کو لگانے کی کوشش کی مگر جن چیزوں سے نقصان ہوا ان کو چھوڑنے کے باوجود وقتی فائدہ کے علاوہ کچھ نہ ہوا۔ اس سے اور وحشت ہوئی کہ آخر کیا ہوگا کیا میری ترقی کا راستہ بند ہی ہو گیا ہے اگر ایسی حالت میں موت آگئی تو کیسی ہوگی۔

۱۰ اختلاج اور دل کی کمزوری کے حالات)

ایک مرتبہ تقریباً ایک مہینہ شیعوں کی صحبت رہی اس سے یہ حالت اور بڑھ گئی یہاں تک کہ کمزوری کے آثار

اعضاء میں بھی نظر آنے لگے۔ ریل کی آواز سے اختلاج ہوتا تھا۔ اس کے بعد ایک دن کے لئے ڈپٹی خواجہ عزیز الحسن کے پاس مقیم رہا۔ ان کی ایک دن کی صحبت سے معلوم نہیں کیا اثر ہوا کہ بہت سکون ہوا اور یہ اختلاج وغیرہ بالکل نہیں ہوا۔ کچھ دنوں تک یہ سکون باقی رہا پھر وہی۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ دیکھتا تھا کہ یا اللہ! یہ وہی نظر ہے جو ہر چیز کو صحیح دیکھتی تھی اور اس کی حقیقت تک پہنچ جاتی تھی اب بالکل الٹ کام کرتی ہے۔ پہلے مخلوط (ملی ہوئی) باتوں سے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر لیتی تھی۔ اب (یہ حالت ہے کہ) الگ کرنا تو دور کی بات ہے دودھ کو پانی اور پانی کو دودھ دکھاتی ہے۔

اسی دوران میں ایک مرتبہ پھر حضور عالی کی خدمت میں تھانہ بھون میں (اپنی حالت) عرض کی تو جناب والا نے پوچھا کہ کیا ان کی کوئی کتاب پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے یا کوئی بری صحبت رہی ہے۔ میں نے عرض کیا: کچھ بھی نہیں ہوا۔ میں تو جہاں تک ہو سکے جان بوجھ کر ان چیزوں سے بچتا ہوں یہاں تک کہ اخبار تک نہیں پڑھتا ہوں۔ جناب نے کچھ سوچ کر فرمایا: اس کی وجہ طبیعت کی لطافت (نرمی، نزاکت خوبی) لگتی ہے اور ان شاء اللہ جلد ہی یہ حالت خود بخود ختم ہو جائے گی۔ اس ارشاد والا سے بہت تسلی ہوئی۔ اس بات کو غالباً سات آٹھ مہینے ہوئے ہوں گے۔

(اس کے بعد) تھوڑے عرصے تک اطمینان رہا۔ اس کے بعد پھر وہی سودا شروع ہوا۔ اس وقت میں نے یہ احتیاط کی کہ اپنی سمجھ کو بالکل بے اعتبار سمجھ لیا یہاں تک کہ (اگر) کوئی فقہی مسئلہ پوچھتا تو کسی دوسرے سے پوچھنے کے لئے کہہ دیتا تھا۔ گائے کے بارے میں بندہ نے جو کتاب لکھی ہے وہ اسی زمانے کی لکھی ہوئی ہے۔ بندہ کو اس کتاب پر اس وجہ سے اطمینان نہیں کہ یہ سمجھ کے الٹ جانے کے زمانے کی لکھی ہوئی ہے۔ خدا جانے کیا صحیح اور غلط قلم سے نکل گیا ہو، بہت سی جگہ جہاں یہ شک ہوا کہ یہ مضمون غلط ہے وہاں نشانی لگا دیئے ہیں۔ اسی ضرورت کی وجہ سے اس کا سارا مذہبی حصہ سنایا تھا۔ بندہ کا ارادہ اس کا طبی حصہ بھی دکھانے کا تھا مگر زیادہ اوقات کا حرج مناسب نہیں سمجھا یہ خیال بھی ہوا کہ اگر طبی مضمون میں غلطی بھی ہوگی تو کون سا گناہ لازم آئے گا۔

⓫ (اچھی بات سننے سے نقصان زیادہ ہوتا تھا)

اس حالت کے تفصیلی واقعات کہاں تک عرض کروں وعظ سننے اور کتاب پڑھنے سے بچتا تھا کہ جو اچھی بات بھی سنائی دیتی تھی اس سے اور زیادہ نقصان ہوتا تھا اس کے بجائے کبھی بری بات بھی سن کر فائدہ ہی ہوتا تھا۔

کئی مرتبہ جناب والا کے وعظ سننے کا اتفاق ہوا جس کا اثر یہ ہوتا کہ وہی پرانی باتیں ہیں جو مولوی کہتے ہیں۔ میں اس حالت کو مختصراً بتا سکتا ہوں تو اس طرح (بتا سکتا ہوں) کہ جو بات محسن الملک اور دوسرے دنیا والوں

کے دل میں تھی وہی میرے دل میں بھی آئی تھی لیکن اتنا فرق تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور بزرگوں کی دعاؤں سے میں اس (بات) سے مغلوب نہیں ہوا جس طرح وہ لوگ (اس بات سے) مغلوب ہو گئے۔اس پر اللہ تعالیٰ ہی کا شکر ہے کہ اتنا ہوش مسلسل رہا کہ یہ حالت ٹوٹی ہوئی حالت ہے (اور) جہل مرکب (دوہری جہالت کہ جاہل ہونا مگر خود کو عالم فاضل سمجھنا) سے بچا رہا۔ بہت سوچا کہ یہ کس گناہ کا وبال ہے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔

⓬ (بخل کی علامتیں اپنے اندر پاتا)

اب ایک نیا کرشمہ سنئے جناب والا کا ایک وعظ مسجد خیر نگر میرٹھ میں اس آیت پر ہوا ﴿**انما الحیاۃ الدنیا لعب ولھو وان تومنوا وتتقوا یوتکم اجورکم ولا یسئلکم اموالکم**﴾ (کہ دنیاوی زندگی تو صرف کھیل تماشا ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا ثواب عطا فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے مالوں کو نہیں مانگتے ہیں۔

جس میں بخل کی برائی اور ترکی چندہ کی تحریک تھی۔ بندہ کی ہمیشہ سے یہ عادت ہے کہ بیان کو اپنے حالات کے مطابق کرتا جاتا ہوں (کہ اس میں میرے حالات کے مطابق کہاں بات ہے اپنے اندر) جو حال بیان کے خلاف پایا اس کو خصوصی طور پر اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا اور باقی (دوسرے) مضامین معمولی طور پر سن لیتا۔اگر ایسی باتیں (جو باتیں بیان کے خلاف اپنے اندر پائیں) وہ زیادہ ہوئیں تو ان میں جتنی یاد ہو سکیں محفوظ کر لیں اور باقی کو چھوڑ دیا۔اس لئے کہ ساری باتوں کے پیچھے آدھی بھی نہ رہ جائیں۔

اس وجہ سے اس وعظ میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ مجھ میں بخل کی حقیقت ہے۔اس بات کو بیان میں اچھی طرح محفوظ کر لیا۔کئی دن تک غور سے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ مثال صحیح ہے اور بخل بہت زیادہ ہے یہاں تک کہ کپڑے صدقہ کرنا تو دور کی بات ہے پہنتے وقت ہی یہ خیال آتا ہے کہ پہنوں گا تو میلے ہو جائیں گے۔ اگرچہ اس خیال کا اثر عملی طور پر ظاہر نہیں ہوتا تھا۔(کہ میں کپڑے پہننا چھوڑتا نہیں تھا) لیکن یہ خیال آتا ضرور تھا۔(پہلے میں) ہمیشہ اس کو معمولی بات سمجھتا تھا۔اب جو آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ یہ تو ایک بری شاخ ہے جس کی جڑ جہنم میں ہے۔کوئی محتاج کپڑا مانگتا تو بہت ہی بوجھ ہوتا تھا بلکہ کسی دوسرے کو دیتے ہوئے دیکھتا تو تعجب ہوتا تھا۔جب کوئی چندہ وغیرہ دینا ہوتا تو ناگوار ہوتا تھا اگرچہ یہ کبھی نہیں ہوا کہ چندہ نہ دیا ہو۔میں غلطی سے اس کو یہ سمجھتا تھا کہ یہ ناگواری کے باوجود دینا ثواب کے زیادہ ہونے کا ذریعہ ہے۔یہ کبھی خیال بھی نہیں آیا کہ اس ناگواری کی وجہ بخل ہے۔زیور کی زکوٰۃ ذمہ میں واجب تھی اور دو سال سے ٹال مٹول ہوتا رہا جس کی وجہ صرف سستی ہے۔غرض غور کرنے سے معلوم ہوا کہ میرے اندر بخل کی صفت ہے۔

اس وعظ کو سننے کے بعد میری حالت میں ایسی تبدیلی ہوئی کہ وہ میرے بیان سے باہر ہے۔ دل کی بے چینی کی عجیب حالت ہوتی ایسا لگتا تھا کہ دل ایمان سے خالی ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی محسوس ہوتا تھا کہ یہ حالت پہلی حالت سے اچھی ضرور ہے۔ میں اگر اس کی مثال دے سکتا تو یہ دیتا کہ جیسے سرسام (ایک بیماری جس کی وجہ سے دماغ میں ورم آجاتا ہے) کے مریض کے دماغ کو دواؤں سے جب صاف کیا جائے تو اس کے حواس کی خرابی ختم ہو جاتی ہے مگر کمزوری بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور اٹھنے بیٹھنے سے بھی مجبور ہو جاتا ہے اس لئے سمجھا جاتا ہے کہ اس کو آرام نہیں ہے مگر حقیقت میں یہ کمزوری اس قوت سے اچھی ہے جس میں وہ اٹھ اٹھ کر بھاگتا تھا۔ اس کمزوری کی حالت میں اس کی طبیعت آہستہ آہستہ صحیح ہوتی جاتی ہے اور افعال صحیح ہو جاتے ہیں اگرچہ ان افعال میں کمی ہوتی ہے۔

اسی طرح مجھے یہ محسوس ہوتا تھا کہ نعوذ باللہ دل ایمان سے خالی ہے مگر معلوم نہیں کیا بات ہے کہ طبیعت اندر سے کہتی ہے کہ یہ حالت اس حالت سے ضرور اچھی ہے۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ اسی فساد کا حصہ ہے یا اس کی کچھ اصلیت بھی ہے۔

غرض بزرگوں کے اسی قول کہ واردات کا کچھ اعتبار نہیں کرنا چاہئے یاد کر کے اس (حالت) کی اچھائی برائی کی طرف نظر کئے بغیر یہی قرار دیا کہ بلا سے دل کی حالت (اچھی بری) کچھ بھی ہو بخل کے مرض سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے۔ علاج کرنے میں اختیار کا دخل ہے اور میں اسی کا مکلف ہوں کہ (مجھے اسی کا حکم ہے) اور بخل کے علاج کی طرف توجہ کی۔

۱۳، ۱۴ (بخل کا علاج خرچ سے کرنا اور اس علاج کا دوسری بیماریوں کے لئے مفید ہونا)

بتکلف (تکلیف کے ساتھ) خرچ کرنا شروع کیا۔ گھریلو اخراجات میں تنگی کر کے زکوٰۃ ادا کرنا شروع کی۔ تھوڑے دنوں میں پچاس روپے زکواۃ ادا کر دی۔ (ان دنوں) اتفاق سے جنگ روم اور بلقان کا زمانہ تھا۔ اس (پچاس روپے کی) رقم کی تملیک کر کے (تملیک کہتے ہیں کسی کو مالک بنا کر وہ رقم ایسی جگہ دلوا دی جائے جہاں زکوٰۃ استعمال نہیں ہو سکتی ہو) اس چندہ میں دلوادی کچھ روپیہ میں پہلے لے چکا تھا۔ یہ سب ملا کر سو روپے کے قریب ہو گئے تھے۔ جس دن زکوٰۃ ادا ہوئی ایک دم ایسا لگا کہ دل کی وہ کیفیت ایسی بدل گئی جیسا کہ کسی کی آنکھ موتیا کے پانی کی وجہ سے اندھی ہو گئی ہو اور وہ سالوں تک اور نابینا رہ کر بصارت سے ناامید ہو چکا ہو پھر ایک دم ڈاکٹر اس کی آنکھ میں سے (موتیا کا) پانی نکال دے کہ اس کو بلا مبالغہ نیا جنم ملتا ہے اور وہ اندھیرے کے بجائے نور کے عالم میں آجاتا ہے۔ ایسا لگا دل میں بالکل پریشانی نہیں ہے اور صرف ایک قسم کا سکون ہے۔ ساری باتیں

سیدھی سمجھ میں آتی ہیں۔

مگر ایک قسم کی تھکن ضرور ہے جیسے سرسام کے مریض کو زبردست بیماری کے بعد ایک دم صحت حاصل ہو جائے کہ اس کے افعال میں صلاحیت تو ہو جاتی ہے مگر کمزوری (باقی) رہتی ہے بلکہ ایسا لگتا ہے کہ اس کی (یہ موجودہ) حالت اگرچہ اچھی حالت ہے لیکن اس (حالت) سے ایک قسم کی اجنبیت ہے جیسا کہ کسی کی کوئی چیز عرصے سے کھوئی ہو اور ایک دم مل جائے تو اس کو (اس چیز کو) پہچاننے میں کچھ وقت لگتا ہے یا جیسے کوئی بہت ہی اندھیرے میں دیر تک رہنے کے بعد ایک دم روشنی میں نکل آئے تو اس کی آنکھ خیرگی (چکا چوند تیز روشنی کی وجہ سے آنکھوں کا جھپکنا) کرنے لگتی ہے۔

پہلے تو یہ خوف ہوا کہ یہ کوئی دوسری اس سے بری حالت نہ ہو جس کو میں پہچان نہ سکا ہوں مگر دو دن بعد یقینی طور پر محسوس ہوا کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ حالت اچھی ہی ہے۔ پھر بھی میں نے نفلیں اور سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر (یہ) دعا مانگی۔

"ربّ ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنك سلطانا نصیرا ۞"

ترجمہ: "اے میرے رب! مجھے خوبی کے ساتھ پہنچایئے اور مجھے خوبی کے ساتھ لے جایئے اور مجھے اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجئے جس کے ساتھ نصرت ہو۔"

اور اس خوف کی وجہ سے کہ ایسا نہ ہو کہ میں کسی غلطی میں نہ پڑ جاؤں اس کی طرف کچھ بھی توجہ نہیں کی۔ لیکن یہ غور کرتا رہا کہ یہ نفع کس چیز سے حاصل ہوا۔ بہت سوچنے کے بعد یہی سمجھ میں آیا کہ وہ زکوٰۃ میں تاخیر اور بخل کا وبال تھا۔ زکوٰۃ کے ادا ہونے سے حق تعالیٰ نے یہ فضل فرمایا۔ اس وقت اس آیت کے معنی سمجھ میں آئے۔

﴿وویل للمشرکین الذین لا یوتون الزکوٰة وهم بالاخره هم کافرون﴾

ترجمہ: "ہلاکت ہو مشرکین کے لئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں اور آخرت کے دن کا انکار کرتے ہیں۔"

⑲ (بخل کے علاج سے جو نفع حاصل ہو اس کے شکریہ کے لئے خرچ کی نیت کرنا اور نفس کے جھگڑے کے باوجود اس پر عمل کرنا)

اس کے شکریہ میں میں نے مزید پچاس روپے ترکی چندہ میں دینے کا پکا ارادہ کر لیا۔ صدقہ میں اگرچہ چھپا کر کرنا افضل ہے مگر اس چندہ کے لئے اعلان کرنے کو زیادہ اچھا سمجھا تا کہ (اس سے چندہ کے لئے) حرکت اور

ترغیب ہو۔ ایک تقریب میں رواجی خرچوں کی جگہ یہ رقم اظہار کے ساتھ دی اور جلسہ والوں سے بھی کہا کہ یہ رقم تقریب میں اس لئے دے رہا ہوں کہ آپ لوگ بھی تقریبات میں اس کو رواج دیں۔

اس وقت میرے عزیز و اقارب اور برابر کے لوگ موجود تھے۔ ان لوگوں کو معلوم تھا کہ میں تنگی سے گزارہ کرتا ہوں۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ ان لوگوں کے سامنے چندہ دینے سے یہ لوگ سوچیں گے کہ یہ مالدار ہے اور ہم سے چھپاتا ہے۔ یہ خیال بھی آیا کہ اس وقت رقم میرے پاس موجود بھی نہیں ہے اپنے ذمہ کر لینا ٹھیک نہیں ہے ادا ہوں یا نہ ہوں۔ تیسرے یہ خیال بھی آیا کہ یہ لوگ (شاید) میری تعریف کریں اور اس سے (میرے اندر) عجب پیدا ہو۔ مگر میں نے کہا: جب نیت کر چکا تو اس کے خلاف کرنا کہیں یہ آیت مجھ پر سچی نہ ہو جائے۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝﴾

(سورہ توبہ آیت ۷۵ تا ۷۷)

تَرجَمَہ: ”اور ان میں بعض آدمی ایسے کہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے عطا فرما دے تو ہم خوب خیرات کریں اور ہم خوب نیک کام کریں سو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دے دیا کہ وہ اس میں بخل کرنے لگے اور روگردانی کرنے لگے اور وہ تو روگردانی کے عادی ہیں سو اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا میں ان کے دل میں نفاق پیدا کر دیا جو خدا کے پاس جانے کے دن تک رہے گا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹے ہیں۔“

آج جس قید سے خدا خدا کر کے میں نکلا ہوں دوبارہ نہ پھنس جاؤں۔ معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صاف ہونا چاہئے۔ عزیز و اقارب مالدار سمجھیں گے تو کیا ہوگا اور عجب وغیرہ (کا خیال) یہ سب نفس کی شرارتیں اور ڈرانے والی چیزیں ہیں۔ اگر اس وقت غلطی ہوگئی تو شرمندگی کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوگا اور ترکی چندہ کی تحریک کا حکم کیسے پورا ہوگا۔ غرض ان سب مواقع میں نفس کا دھوکہ سمجھ کر اور (آیت) ”من یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب“ (تَرجَمَہ: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (اور تقویٰ اختیار کرتا ہے تو) اللہ تعالیٰ اس کے لئے (تنگی سے) راستہ نکال دیتے ہیں اور ایسی جگہ سے اس کو رزق عطا فرماتے ہیں کہ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا ہے) پر نظر کر کے بغیر تردد کے اعلان کے ساتھ پچاس روپیہ اپنے ذمہ کر لیا۔

اس میں قدرتی بات یہ پیش آئی کہ جب لوگوں نے ایک نئی بات دیکھی اور چندہ کے لئے مفید بھی ہے تو اکثر (لوگوں) نے واہ واہ کی جس سے عجب کے خیال کی تصدیق ہوئی۔ مجھے خیال آیا کہ کسی تقریب میں ترکی چندہ کے لئے دس پانچ روپے سے زیادہ کوئی نہیں دیتا ہے اور میں نے پچاس روپے کی رقم دی۔ میں نے اگرچہ اس خیال کی بالکل پرواہ نہیں کی کیونکہ یہ (عجب کا) خیال (پچاس روپے) دینے کے بعد ہونے والا تھا نہ کہ دینے کی وجہ سے ہونے والا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس (خیال) کا قدرتی علاج بھی پیدا ہوگیا وہ یہ کہ اسی وقت مجمع میں سے ایک شخص نے کہا: یہ کوئی (نئی) بات نہیں ہے ابھی ایک قصبہ میں ایک رئیس کے ہاں تقریب ہوئی۔ جس میں مٹھائی کے خرچ کا اندازہ پانچ سو روپیہ لگایا گیا۔ انہوں نے مٹھائی کو روک کر پورا پانچ سو روپیہ ترکی چندہ میں دے دیا۔ اسی طرح ایک قدرتی علاج یہ بھی ہوا کہ اسی وقت ایک بیوہ عورت نے پندرہ روپے (چندہ کے لئے) بھیجے۔ ان دونوں رقموں کے سامنے میری رقم مقدار اور کیفیت دونوں میں کوئی چیز نہیں تھی۔ میں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

⓫ (چند واقعات جن سے بخل کے مرض کا ختم ہونا معلوم ہوا)

الحمدللہ ثم الحمدللہ! اس کے بعد غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اب بخل بہت کم ہے۔ جس طرح (پہلے) طبیعت خرچ کرنے سے رکتی تھی اب نہیں رکتی ہے۔ ایک دن میں مسجد سے آرہا تھا کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ میں ننگے پاؤں ہوں۔ میں نے فوراً اپنا جوتا اس کو دے دیا اور غور کیا کہ طبیعت رکتی ہے یا نہیں تو اب الحمدللہ رکاوٹ نہیں تھی۔ ایسے بہت سے موقعوں پر طبیعت کا امتحان کیا (تو معلوم ہوا کہ) اب وہ بات نہیں ہے۔ اگر کچھ بخل باقی ہوگا بھی تو میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہوں۔

⓬ (حرص کے کم ہونے کو باطن کی صحت کی دلیل بنانا)

بندہ کے ذہن میں اور بیماری میں فرق کرنے والی کھانے کی حرص کی ایک عادت تھی۔ اس حدیث کے مطابق کہ مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں سے کھاتا ہے۔ بہت جگہ غور سے دیکھا کہ جس قوم میں کھانے کی بہت ساری قسمیں اور اہتمام زیادہ ہوتا ہے تو ان کی حالت کبھی اچھی نہیں پائی۔ علی گڑھ کالج اور اسلامی مدارس میں صاف واضح فرق موجود ہے۔ ایک سفرائی (بیرونی، ولدیتی) وکیل کھانے میں سات سو روپیہ ماہانہ خرچ کرتا ہے۔ بندہ نے (اپنے بارے میں) بہت دفعہ غور کیا کہ (اپنی) پچھلی حالت میں کھانے کی حرص اور اہتمام کی ضرورت گویا حقیقتاً ذہن میں آئی تھی اور ان صلحا پر جن کے کم کھانے کے قصے مشہور تھے ایک قسم کا اعتراض رہتا تھا۔ جیسے خواجہ علاء الدین صاحب رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ بندہ اس سے سمجھتا تھا کہ دل میں کفر کا بیج ہے۔

الحمدللہ اب وہ (حالت) نہیں ہے۔ اب اگر دستر خوان پر پلاؤ قورمہ اور دال دونوں چیزیں ہوں تو دونوں برابر لگتے ہیں اور طبیعت پیٹ بھر کھانے سے کم کھانے کو ترجیح دیتی ہے۔ اب وہ وجوہات بھی جو زیادہ کھانے کی ذہن میں تھیں یاد نہیں ہیں۔

۱۸ (پہلے والی حالت کا دوبارہ لوٹ آنا)

غرض جب سے زکوٰۃ ادا ہوئی ہے حالت بھی پلٹ گئی ہے۔ اب الحمدللہ بات سیدھی سمجھ میں آتی ہے اور اچھی (بات) اچھی اور بری (بات) بری محسوس ہوتی ہے۔

(اب) اہل علم سے رغبت اور امراء (امیروں) سے بے رغبتی ہے۔ اب بری صحبت یا اخبار پڑھنے سے بھی وہ اثر نہیں ہوتا ہے جو پہلے ہوتا تھا بلکہ اب تو بری صحبت سے بھی اچھی بات حاصل ہو جاتی ہے۔ (اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اب بری صحبت سے بچنے کو ضروری نہیں سمجھتا ہوں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ ضروری سمجھتا ہوں مگر حقیقی بات کا بیان ہے) کہ اگر پہلے کبھی بے اختیار بھی بری صحبت کا اتفاق ہو جاتا تو بجلی کی طرح (تیزی سے) برا اثر سرایت کر جاتا تھا اور اس (بری صحبت والوں) پر اپنا اثر تو کہاں (دور کی بات ہے) اس سے اثر نہ لینا بھی ناممکن تھا۔ الحمدللہ اب بری صحبت سے ایسا نہیں ہوتا ہے۔ اثر تو بالکل نہیں لیتا ہوں بلکہ کبھی اپنا اثر ہی آ جاتا ہے اور طبیعت حق بات کو لے لیتی ہے اور باطل کو چھوڑ دیتی ہے۔ جو حالت اس سے پہلے تھی اس کا الٹ ہو گیا تھا تو اب الحمدللہ وہ (پہلے والی صحیح) حالت دوبارہ لوٹ آئی اور ساتھ ہی یہ اضافہ بھی ہوا کہ پہلے شر کا علم نہیں تھا اب شر کا علم بھی ہے کہ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں اور لوگوں میں جو شر سے واقف نہیں ہوتا ہے وہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

۱۹ (اس ساری سرگذشت کی چند وجوہ)

اس طویل خط کے لکھنے سے اپنا یا جناب کا وقت ضائع کرنا مقصود نہیں ہے (بلکہ) تین ضرورتوں کی وجہ سے اس کی جرات (ہمت) کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ اس خوشی میں جس کو میرا دل ہی جانتا ہے آپ جیسے مربی (تربیت کرنے والے) کو کیسے شامل نہ کروں کہ اگر۔

ع خار و گل ہمہ پروردہ تست

ترجمہ: ''پھول ہوں یا کانٹے ہوں سب آپ کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔''

اور (اس حدیث) ''من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ'' (کہ جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا) کو کیسے بھول جاؤں۔

میں بے رو در یا (بغیر رعایت اور دھوکے) کے عرض کرتا ہوں کہ جناب والا کا شکریہ میں اس سے زیادہ ادا نہیں کرسکتا۔ ؎

از دست گدائے ناتواں نیا بدہیچ   جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

ترجمہ: ''ایک کمزور فقیر سے تمہیں مخلص دعا کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔''

مجھے وہ وقت بھی یاد ہے کہ جب پریشانی زیادہ ہوتی تھی اور کچھ بات بن نہیں پاتی تھی تو بے اختیار یوں دعا کرتا تھا۔

''اللھم ارحمنی بحق اشرف علی وبحق امداداللّٰہ وبحق رشید احمد وبحق اولیاء ك وبحق حبیبنا محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم''

ترجمہ: ''کہ اے اللہ! اشرف علی، امداداللہ، رشید احمد، اپنے ولیوں اور ہمارے حبیب محمد ﷺ کے واسطے سے مجھ پر رحم فرمایئے۔''

دوسری ضرورت یہ تھی کہ مجھے بتایا جائے کہ میرا یہ خیال صحیح ہے یا نہیں کہ زکوٰۃ کا دینا اس (نفع) کا سبب تھا ایسا نہ ہو کہ سبب کوئی دوسرا ہو اور مجھے اس کی خبر بھی نہ ہو اور یہ نفع وقتی ہو اور سبب کے باقی رہنے کی وجہ سے مرض دوبارہ لوٹ آئے۔

تیسری ضرورت یہ ہے کہ بندہ کو یہ خیال آیا کہ جب زکوٰۃ کا ادا نہ ہونا جو ایک ظاہری عمل ہے یہ اثر رکھتا ہے تو دل کے اعمال جو اس سے زیادہ ضروری ہیں وہ کیا اثر رکھتے ہوں گے۔

۲۰ (اپنی حقیقت حال کے بارے میں علاج کے ساتھ پوچھنا خصوصاً عجب اور حسد کے بارے میں)

میں جناب والا کا دامن پکڑتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ جس سے مجھے معلوم ہو کہ میرے اندر کیا کیا مرض ہیں اور ان کے کیا علاج ہیں تاکہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کو دور کرنے کی کوشش کروں۔ اپنا عیب خود کو نظر آنا مشکل ہے اور دوستوں کی عادت ہے کہ کسی بات کی تعریف تو منہ پر کر دیتے ہیں لیکن (کوئی) عیب نہیں بتاتے ہیں۔ وہ اس کو عیب پوشی (عیب چھپانا) سمجھتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ دوستی نہیں ہے اصلاح کو چھوڑنا ہے۔ کبھی کوئی ایسا دوست بھی ملا جس نے مجھے کسی بات پر ٹوکا اور میں نے غور کیا تو وہ عیب حقیقت میں مجھ میں موجود تھا تو اس کی اصلاح کر لی۔ میں اسی کو حقیقی دوستی سمجھتا ہوں۔

جب ساتھیوں اور دوستوں کی یہ حالت ہے تو اپنا عیب کیسے معلوم ہو اس لئے میں نے اندازوں سے اپنے بارے میں لوگوں کے خیالات معلوم کئے کہ اگرچہ وہ منہ پر نہ کہیں مگر حقیقت میں (میرے بارے میں) ان کے

خیالات کیا ہیں؟ بعض لوگوں کا خیال تو میرے بارے میں یہ تھا کہ وہ مجھے متکبر سمجھتے ہیں۔ یہ خیال بعض میرے عزیز رشتہ داروں کا ہے۔ میں نے جتنا غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس کی وجہ (میرا) کم بولنا اور کسی شکوہ شکایت میں (ان کے ساتھ) شامل نہ ہونا ہے۔ اپنے معمولات کی پابندی کے ساتھ میں لوگوں سے اتنا میل جول نہیں کرسکتا ہوں جتنا وہ مجھ سے چاہتے ہیں۔

کسی کے برے بھلے میں پڑنے کا نتیجہ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے کہ کسی کی بلاوجہ کی شکایت کو صحیح کہو یا اس کی مخالفت کرو۔ صحیح کہنا جھوٹ ہے اور اس میں کسی کی غیبت یا بہتان شامل ہے۔ (اسی طرح) مخالفت اگر اپنے بڑے کے ساتھ ہے تو بے فائدہ ہے اور اگر بڑے سے ہے تو بے فائدہ ہونے کے ساتھ بے ادبی بھی ہے۔ مخالفت کی صورت میں بھی بات کہیں سے کہیں نکل کر غیبت بہتان اور بہت سی برائیوں تک پہنچ ہی جاتی ہے۔

اس عرصہ میں تجربہ ہوا کہ جاننے والوں سے اس ٹوٹی ہوئی حالت میں زیادتی ہوتی ہے اور غیروں سے نقصان کم پہنچتا ہے۔ اس وجہ سے بھی جاننے والوں سے دوسروں کے مقابلے میں علیحدگی رہی۔ اس (علیحدگی کی) وجہ سے ان کو یہ خیال ہوا ہوگا۔ مگر میں نے اس کی زیادہ پرواہ نہیں کی کیونکہ اس کی وجہ میں سمجھ چکا تھا۔ کسی کی زبان کہاں تک پکڑی جاسکتی ہے۔ ان سے الگ رہنے میں اس سے زیادہ کیا نقصان ہے کہ (مجھے) متکبر کہہ لیں گے۔ غیروں سے کیونکہ نقصان کم پہنچتا ہے اس وجہ سے ان سے بولنے چالنے میں دل کشادہ رہتا ہے اس لئے یہ لوگ مجھے متکبر نہیں کہتے ہیں بلکہ غریب لوگ مجھ سے زیادہ مانوس ہیں۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن سے مجھے بہت دفعہ تکلیف پہنچی مگر میں نے ان سے کبھی برائی تک بھی نہیں کی۔ وہ میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں اور میں ان کے پیچھے مسلسل نماز پڑھتا ہوں۔ غرض غیر مجھے متکبر نہیں کہتے ہیں۔ معلوم نہیں کون سا خیال صحیح ہے یہ تو ایک ایسا مرض ہے کہ جس کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے کہ مجھ میں ہے اور میرا خیال ہے کہ نہیں ہے۔

ایک مرض اور ایسا ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ مجھ میں نہیں ہے اور میرا خیال ہے کہ مجھ میں ہے وہ مرض حسد ہے۔ جب اپنے ساتھیوں میں کسی کو کوئی نعمت ملتے دیکھتا ہوں تو کچھ ناگوار (ناپسند) ہوتا ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ فوراً محسوس ہو جاتا ہے کہ یہ حسد ہے۔ میں اس کا علاج یہ کرتا ہوں کہ اس کو اس نعمت کے ملنے میں رکاوٹ بننے کے بجائے اگر میں اس کے حاصل ہونے کے لئے کچھ کرسکتا ہوں تو اس کوشش میں لگ جاتا ہوں کہ یہ نعمت اس کو مل جائے۔ اتنا کہ جس سے مجھے کوئی نقصان اور حرج بھی نہ ہو۔ اب تک میں نے اپنے نفس سے دھوکہ نہیں کھایا ہے پھر بھی یہ خیال آتا ہے کہ دل پر اتنا اثر بھی کیوں ہوتا ہے۔ اگر یہ حسد ہے تو اس کا کوئی مناسب علاج

ارشاد فرمائیں۔

اسی طرح کا ایک مرض احقر میں عجب بھی ہے جو لوگوں کو معلوم نہیں ہے اور مجھے معلوم ہے۔ جب اپنے ہاتھ سے کوئی کام اچھا ہو جاتا ہے تو خواہ مخواہ دل چاہتا ہے کہ کوئی دیکھے اور تعریف ہو۔ جتنا ہوسکتا ہے اس کا علاج کرتا ہوں۔ مگر بعض صورتیں ایسی پیدا ہوتی ہیں کہ ان کا علاج سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ جیسے میرے پیشہ والا جب کوئی کام میں غلطی کرتا ہے اور میں صحیح کرتا ہوں تو اپنے بارے ضرور اچھا خیال پیدا ہوتا ہے۔ جب وہ صاف غلطی کررہا ہے تو اپنے کام کو غلط اور اس کو صحیح کیسے کہوں۔ پھر بھی اتنا کرتا ہوں کہ اگر وہ مشورہ میں شریک ہوگیا اور اس سے غلطی ہوئی اگر غلطی زیادہ بڑی نہ ہو جس سے صاف نقصان کا خوف نہ ہو تو اپنے کام کو غلط اور اس کو صحیح کہہ دیتا ہوں اور خود ہاتھ روک کر کام اس کے حوالے کر دیتا ہوں۔

یہ میرے پاس انتہائی (آخری درجہ کا) علاج ہے۔ اس میں مالی نقصان بھی ہوتا ہے مگر اس پر بھی یہ خیال ہوتا ہے کہ جب اپنے کام کو صحیح اور دوسرے کے کام کو غلط سمجھ لیا تو یہ عجب ہو ہی گیا۔ مالی نقصان بھی ہوا اور اصل بیماری باقی رہی۔

ان چند امراض کا احساس تو مجھ کو ہوا۔ ”وعلم الامراض عند طبیبها“ (کہ مرضوں کا علم تو ان کے طبیب کے پاس ہوتا ہے) میں جناب والا کی ذات پر بڑا بھروسہ رکھتا ہوں۔ اس مرتبہ بھی کہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب تھانہ بھون حاضر ہوں گا۔ میری یہ حاضری صرف زیارت کے لئے نہیں ہوگی بلکہ طالب علم والی ہوگی۔ عید الفطر کے قریب آنے کا ارادہ ہے۔ زیادہ دیر اس خط کے لکھنے میں ہی ہوئی۔ اس وقت جو کچھ الٹا سیدھا خیال میں آتا گیا لکھ کر روانہ کرتا ہوں۔ عبارت اور اس کے آپس میں جوڑ کو دیکھے بغیر ملاحظہ فرمائیں۔ ایسے برے حالات کے بتانے سے بھی شرم آتی ہے مگر کیا کروں نتواں نہفتن درد از طبیباں۔ ؎

ترجمہ: ”طبیبوں سے درد چھپایا نہیں جاسکتا ہے۔“

زانکہ تو برخار گلشن کنی — دیدۂ ہر کور را روشن کنی

ترجمہ: ”ہر کانٹے کو پھول اور ہر اندھی آنکھ تو ہی روشن کرسکتا ہے۔“

اب میں اپنی بات ختم کرتا ہوں اور سلام عرض کرتا ہوں اور اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ اور خوب جاننے والے ہیں کے حوالے کرتا ہوں اور صلاۃ وسلام تمام انسانیت کی بہترین شخصیت (محمد ﷺ) اور ان کی آل اور ان کے صحابہ کرام پر ہو۔

جواب: حمد وصلاۃ کے بعد جواب میں عرض ہے کہ یہاں چند باتیں جن کو پہلے سمجھنا چاہئے جو نیچے ذکر کی جاتی

ہیں۔
پہلی بات: (تصوف کے) اس راستے میں اصل مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اللہ تعالیٰ کی قربت ہے۔ جتنی باتوں کا اس (رضا و قرب) میں حصہ ہے اتنا ہی ان کے کرنے کا حکم ہے اور حصہ کے درجہ (کہ کس چیز کا کتنا حصہ اس) کے بتانے کا کام شارع کا ہے۔ خواہ صاف بتائیں یا دلالت کے طور پر بتائیں جس کا علم صحیح قیاس (اندازہ) سے ہوتا ہے۔

اسی طرح وہ چیز جس سے بچا جائے اور اصل بری چیز (اس راستے میں) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اللہ تعالیٰ سے دوری ہے خواہ صاف صاف ہو یا دلالت کے طور پر ہو جیسا کہ اوپر مامور بہ (جس کے کرنے کا حکم ہے) میں ذکر کیا گیا ہے۔ ایک بات سوچنے کی یہ ہے۔

دوسری بات: یہ ہے کہ جتنی باتوں کا اللہ تعالیٰ سے قریب یا دور ہونے میں حصہ ہے وہ سب اختیاری باتیں ہیں۔ ان میں کوئی بھی غیر اختیاری نہیں ہے۔ اس آیت کے یہی معنی ہیں ﴿**لا يكلف الله نفسا**﴾ (ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ہیں۔“)۔

تیسری بات: یہ ہے اختیاری باتوں میں دل کی ظاہری اور باطنی باتیں سب شامل ہیں۔ قرآن وحدیث کو تلاش کرنے اور وجدان سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہے کہ ظاہری باتیں اعضاء و جوارح کے اچھے یا برے اعمال ہیں۔ باطنی باتیں دو قسم کی ہیں۔ جن باتوں کا اللہ تعالیٰ سے دور ہونے میں حصہ ہوگا وہ یہ ہیں برے اعمال اور باطل عقائد اور برے اخلاق یہی باتیں ہیں جن کو نہ کرنے کا حکم ہے۔

چوتھی بات: یہ ہے کہ جو دوسری بات سے اور مستقل بھی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جو باتیں اختیار سے باہر ہیں (یعنی بے اختیاری ہیں) اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے یا دور ہونے میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ ہی ان کے کرنے کا حکم ہوگا اور نہ ان کے نہ کرنے کا حکم ہوگا۔

پانچویں بات: یہ ہے کہ غیر اختیاری باتوں کی بہت سی قسمیں ہیں لیکن جن سے بعض پر اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے یا دور ہونے کے سبب کا شبہ ہوتا ہے وہ صرف چند قسمیں ہیں۔ (ان میں سے) اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کے بارے میں ایک پسندیدہ حالات اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے ہوئے کمالات ہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ سے دور ہونے کے بارے میں وساوس و ڈرانے والے خیالات یا قبض کی بعض قسمیں یا گناہ کی طرف قوی یا کمزور درجہ کا میلان اور چاہت کا ہونا ہے۔

ان غیر اختیاری باتوں پر اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے اور دور ہونے کی نفی کرنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ان

سے اللہ تعالیٰ سے قریبی یا دوری نہیں ہوتی ہے۔ (یعنی یہ چیزیں بالکل ہی قریب اور دوری میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہیں بلکہ) یہ بات ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو (کسی) عمل یا صرف (اپنے) فضل سے قریب بنالیا ہو اور اس کو بعض اپنے عطا کردہ کمالات کے ساتھ نواز دیا ہو۔

اسی طرح یہ بات بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو (کسی) برے عمل (کی وجہ) سے مردود بنایا ہو اور اس کو بعض غیر اختیاری آزمائشوں میں مبتلا کر دیا ہو مگر یہ آزمائشیں دوری کا سبب نہ ہوں اگر چہ دوری کی وجہ سے ہوں جن کا علاج صرف (ان) دور کرنے والے اعمال کے چھوڑنے سے ہوسکتا ہے۔

ان باتوں کے جاننے کے بعد یہ جاننا چاہئے کہ آپ کی سرگزشت کا خلاصہ چند مضامین ہیں۔

۱ ادراک فہم وعقل کا صحیح ہونا۔

۲ مفید باتوں کا اثر قبول کرنا۔

۳ حقیقتوں اور چھپی ہوئی باتوں کا کھلنا اور اس کو کمال نہ سمجھنا۔

۴ اس کے بعد اچھی باتوں میں برائی اور بری باتوں میں اچھائی کا نظر آنا مگر اس سے مغلوب نہ ہونا۔

۵ اچھی باتوں سے اثر نہ ہونا اور بری باتوں سے اثر ہونا اور برائی کی طرف کھنچاؤ کا ہونا اور اس کی کچھ مثالیں۔

۶ مگر ساتھ ہی اس وسوسہ کو خطرناک سمجھنا اور اس کو دور کرنے کی کوشش کرنا۔ اس دور کرنے کے بعض طریقوں کی کچھ تفصیل اور اس میں خیال کو پھیلانے سے کام لینا بھی ذکر کیا اور اس مبالغہ کی کچھ جزئیات لکھی ہیں۔

۷ جب ذرا علاج سے غفلت ہوئی تو ساری محنت ضائع ہونا سمجھنا۔

۸ باطل کا حق نظر آنا۔

۹ ترقی کے راستے بند ہونے کی فکر کا ہونا۔

۱۰ اس کے بعد اختلاج اور دل کی کمزوری کے کچھ آثار ذکر کئے ہیں۔

۱۱ اچھی بات سننے سے نقصان زیادہ ہوتا تھا۔

۱۲ بخل کا اپنے اندر معلوم ہونا۔

۱۳ بخل کا علاج خرچ سے کرنا۔

۱۴ اس علاج کا دوسری بیماریوں کے لئے مفید ہونا۔

۱۵ بخل کے علاج سے جو نفع حاصل ہو اس کے شکریہ کے لئے اور خرچ کی نیت کرنا اور نفس کے جھگڑنے کے

باوجود عمل کرنا۔

- چند واقعات جن سے بخل کے مرض کا ختم ہونا معلوم ہوا۔
- حرص کے کم ہونے سے باطن کی صحت کی دلیل بنانا۔
- پہلے والی حالت کا دوبارہ لوٹ کر آنا۔
- اس ساری سرگذشت کی چند وجوہ۔
- اپنی حقیقت حال کے بارے میں علاج کے ساتھ پوچھنا خصوصاً حسد اور عجب کے بارے میں۔

میں نے ان سارے مضامین کو بہت ہی دلچسپی اور گہرائی سے ایک ایک حرف کر کے بلکہ اکثر جگہوں کو دوبارہ پڑھا۔ میں اس بارے میں جو کچھ سمجھا ہوں وہی لکھنا بھی چاہتا ہوں۔ اس کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ہوں اور نہ ہی کرتا ہوں کہ بس صحیح وہی تشخیص اور وہی تجویز ہے (جو میں نے کی) لیکن انتہائی خیر خواہی اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی کہ جتنا سمجھ میں آئے اس کو پیش کرنے سے نہ رکا جائے اور جو اپنے لئے پسند کیا جائے وہی دوسرے کے لئے پسند کیا جائے۔

جس طرح طب میں مسالک (طریقے اور راستے) مختلف ہیں اور آپ مثلاً طبیب ہیں مرض کے لئے خصوصاً محبوب مریض کے لئے وہی طریقہ استعمال کریں گے جو آپ کے نزدیک سب سے زیادہ راجح اور مفید ہوگا۔ پس اسی اصل کے مطابق میں بھی لکھنا چاہتا ہوں۔ "فاستمعوا وان رفیتم فاتبعو" (کہ سنو اگر پسند آئے تو اس پر عمل کرو) عارفوں کا ارشاد ہے کہ طرق الوصول الی اللّٰہ بعدد انفاس الخلائق (کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستے لوگوں کی تعداد کے برابر ہیں)۔

اسی لئے ہر زمانے میں اگرچہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے اصلی کلیات بدلے نہیں گئے مگر کلیات کی حفاظت کے باوجود ان کلیات کے بہت سے علاج کے طریقوں کی جزئیات میں مزاج وطبیعت، استعداد پیش آنے والے اسباب کے مختلف ہونے کے مطابق ہر زمانہ اور ہر شخص کے لئے بہت ہی بدلتے رہتے ہیں۔ میں نے جو طریقہ اپنے مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے سمجھا اور اس کو بہت سے مریضوں کے لئے اپنی آنکھوں سے مفید دیکھا جس کی وجہ سے اس کو مجرب المجرب (تجربہ کی گئی چیز کا مزید تجربہ کیا گیا) کہنا بالکل صحیح اور یقینی ہے۔

اس (طریقے) کا خلاصہ وہی ہے جس کو پانچ باتوں میں مختصر طور سے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ مگر پھر بھی پوری طرح عمومی انداز میں اور آسان الفاظ میں اور فائدہ کے پوری طرح حاصل ہونے کے لئے کچھ تفصیل سے اگرچہ وہ بھی مختصر ہی ہو عرض کر دیتا ہوں۔ آپ نے جو جو تنگیاں، صعوبتیں

(سختیاں) گھاٹیاں اور آزمائشیں لکھی ہیں یہ تو سو حصوں میں سے ایک حصہ بھی نہیں ہے جو جو بعض لوگوں کو پیش آتی ہیں (اس وقت کچھ بعض کے احوال یاد آ گئے اور ان احوال نے مجھے سر سے پاؤں تک ہلا دیا کہ مشکل سے خود کو سنبھال کر لکھنا بند نہیں کیا)۔ مگر وہ ان سب پریشانیوں کو محبوب کی (عطا کی ہوئی) نعمت سمجھ کر زبان حال سے مترنم ہوتے (گنگناتے) ہیں۔

خوشا وقت شوریدگان غمش　　اگر ریش بینند وگر مرہمش

دما دم شراب الم در کشند　　اگر تلخ بینند دم درکشند

ترجمہ

❶ اس (محبوب) کے غم میں مبتلا رہنے والوں کے لیے کیا ہی خوش نصیبی ہے چاہے زخم لگے یا مرہم ملے۔

❷ (اللہ تعالیٰ کے یہ عاشق) درد کی شراب مسلسل پیتے رہتے ہیں کسی قسم کی کڑواہٹ محسوس کرتے ہیں تو بھی خاموش رہتے ہیں۔

(یعنی یہ لوگ مصیبتوں اور پریشانیوں میں اللہ تعالیٰ سے گلہ شکوہ نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کو اپنے محبوب کی طرف سے سمجھ کر خوش ہوتے ہیں ان کو کسی پر ظاہر نہیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو کر خاموش رہتے ہیں۔)

اور صبر کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر کر کے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں اور اپنے کام کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں اور کوئی علاج نہیں کرتے ہیں۔ یہی علاج نہ کرنا ہزاروں علاج سے زیادہ کام آتا ہے اور اس اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے کی برکت سے نتیجہ وہ نصیب ہوتا ہے کہ ''مالا عين رات ولا اذن سمعت ولا حظر علي قلب بشر اى فمن لا يفعل كذلك'' (کہ جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، نہ کسی کان سے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر اس کا خیال آیا جس آدمی نے ایسا مجاہدہ نہیں کیا ہوگا)۔

جو لوگ استدلال یعنی دلیل پکڑنے والے ہیں ان کو اس کے بعد بھی تحقیق کا انتظار رہے گا اس کی شرح (و تفصیل) علمی اصول سے کرتا ہوں اگرچہ آخر میں اس کا تعلق بھی فطری ذوق اور وجدان (احساس) سے ہی ہے اور ہر استدلال کا آخر فطرت ہی ہوتی ہے۔ وہ شرح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی میں کم زیادہ دو چیزیں ایسی پیدا کی ہیں (کہ وہ) ساری عمر ختم نہیں ہوتی ہیں۔ ایک علوم کے بارے میں خیال دوسرے اعمال کے بارے میں نفس کا میلان۔ نہ ان (چیزوں) کا ہونا اختیاری (چیز) ہے اور نہ ہی ان کا باقی رہنا کوئی اختیاری چیز ہے۔ اس لئے ان کا ختم ہونا اور زائل ہو جانا بھی اختیاری نہیں ہے یہاں تک کہ حدیث میں ایک قصہ کے بارے میں آپ

ﷺ کا فرمان ہے کہ جو چیز (عورت کی شرم گاہ) اس عورت (یعنی بیوی) کے پاس ہے وہی اس (دوسری) عورت (جس پر نظر پڑنے کی وجہ سے شہوت کا غلبہ ہوا ہے) کے پاس ہے۔ ایک جگہ ارشاد مبارک ہے کہ میں (بھی) بشر ہوں بھول جاتا ہوں جس طرح تم لوگ بھول جاتے ہو اور میں (بھی) غصہ کرتا ہوں جس طرح تم غصہ کرتے ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ وحی کے نہ آنے کے زمانے میں (اتنے غمگین و پریشان ہوتے کہ) آپ یہ ارادہ فرماتے کہ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرالیں۔

اتنا فرق ہے کہ عوام کو بعض خیالات اور وساوس کی زیادتی سے گناہوں کی طرف میلان اور چاہت کی وجہ سے غلبہ (اور عمل کرنے کی چاہت) کی باری آجاتی ہے خواہ (وہ اس غلبہ اور تقاضہ پر) عمل کریں یا نہ کریں اور خواص کو جو مجاہدہ کر چکے ہوں یا مجاہدہ کے برابر استغراق کا حال (ڈوبنے کی کیفیت) وغیرہ ان پر غالب کر دیا جاتا ہے یا ان کی طبعی قوتیں کمزور کر دی جاتی ہیں اور (ان وساوس کی) زیادتی اور (عمل کرنے کی) چاہت کی باری نہیں آتی ہے یا اس (عمل کی چاہت کی باری) کبھی کبھی آجاتی ہے مگر (وہ خیال) گزرتا ہوا یا تھوڑی دیر ٹھہر کر خطرہ (خوف) اور ہلکا اور کمزور سا گناہ کا میلان پیدا ہو جاتا ہے مگر (اس پر) عمل (کرنے سے) بچنے کے لئے بھی ہمت اور ارادے ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسی طرح کرنے پر بھی قدرت ہوتی ہے (کہ وہ اس گناہ کو کر سکتا ہے) لیکن عام آدمی جس نے مجاہدہ نہیں کیا ہے اس کو اس (وسوسہ) کی مخالفت اور اس کو دور کرنے میں مشقت اور تکلیف کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مجاہد جو حقیقت میں مجاہدہ کر چکا ہو یا مجاہدہ تو نہ کیا ہو مگر مجاہد کی طرح ہو اس (وسوسہ) کو دور کرنے اور مخالفت میں آسانی سے کامیابی ہوتی ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو یہ بات (مخالفت اور دور کرنے کی صلاحیت) مجاہدے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو جاتی ہے۔ ان وجہوں سے وہ (حضرات) کبھی کسی خیال (اور وسوسہ) سے مغلوب نہیں ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کی طبعی قوتوں میں کوئی کمزوری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان میں سے نفس کے جھگڑنے کا مادہ نکال دیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کے شرح صدر (سینہ کھلنے) کے قصہ میں جس چیز کا آپ کے قلب مبارک سے نکال دیا جانا آیا ہے وہ یہی (نفس کے جھگڑنے کا مادہ نکال دیا جانا) لگتا ہے (ممکن ہے کہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام سے اس مادہ کے نکلنے کا دوسرا کوئی طریقہ ہو۔) اور حدیث میں جو "نعم ولکن اسلم" (ہاں مگر میں محفوظ رہتا ہوں) آیا ہے اس کی وجہ یہی ہے (نفس کے جھگڑنے کے مادہ کا نکال دیا جانا ہی) لگتی ہے۔ (پوری حدیث یہ ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شیطان انسان کے جسم میں رگوں میں خون کی

طرح چلتا ہے تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا شیطان آپ کی رگوں میں بھی دوڑتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! مگر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اس لیے میں محفوظ رہتا ہوں۔) یہی انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے مسئلے کا خلاصہ ہے۔ ہمیں بچنے کے لئے ارادہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کام پر ہی قدرت نہ رہے جیسا کہ اوپر مجاہدہ کرنے والوں کی خصوصیت میں لکھا ہے (کہ مجاہدہ کرنے والوں کا نفس مغلوب ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود عمل سے بچنے کے لئے ارادے ہی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کو نفس کے جھگڑنے کا مادہ کے نکل جانے کے باوجود اختیار ختم نہیں ہو جاتا ہے وہ بھی ارادے سے ہی بچتے ہیں)۔

غرض عام آدمی کے دل میں وسوسہ رکنا زیادہ ہے اور گناہ کی طرف میلان چاہت کے درجہ میں ہوتا ہے اور خواص میں سے یہ دونوں درجے (وسوسہ کا رکنا اور گناہ کی طرف میلان کا چاہت کے درجہ میں ہونا) حقیقی یا حکمی طور پر ختم ہو جاتے ہیں۔ یعنی اکثر نہیں ہوتے ہیں اور کبھی کبھی ہونے سے وہ بھی خالی نہیں ہیں۔ یہ احتمال مرنے تک ان میں بھی باقی رہتا ہے اور انبیاء علیہم السلام میں یہ چیز ان کی کوشش کے بغیر ہی ختم کر دی جاتی ہے۔

اس کے بعد اب (سنئے کہ) سالکوں اور تربیت کرنے والے شیوخ کا طریقہ مختلف ہے بعض تو ہر ہر وسوسے کو دور کرنے کے لئے اور ہر ہر بری عادت (جس سے ظاہری باطنی گناہ کی چاہت پیدا ہوتی ہے) کے ختم کرنے کے لئے علاج کرتے ہیں اور بتاتے ہیں۔ ہر وقت دل اور نفس کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔ جب کبھی کوئی مرض دیکھتے ہیں تو پھر نیا علاج کرتے ہیں۔ احیاء العلوم اور سلوک کی کتابوں کا یہی حاصل ہے۔

آپ کے خط سے لگتا ہے کہ آپ نے بھی یہی (ہر ہر مرض کے دور کرنے کے لئے علاج کرنے والا) طریقہ اختیار فرمایا ہے اس سے آپ کی پریشانی سخت اور قصہ لمبا ہو گیا مگر الحمد للہ کامیابی ہوئی۔ اس کامیابی کی وجہ سے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس خط کے جواب کو طویل نہ کرتا کیونکہ جو شکایت (بیماری) ختم ہوگئی اس کی تحقیق کرنا ایک زائد بات ہے (اس لئے) آخر کے صرف دو مضمونوں ۱۹، ۲۰ کے بارے میں مختصر لکھ کر ختم کر دیتا لیکن کیونکہ مجھے آگے عمل کا طریقہ بتانا ہے اس لئے اس ساری لمبائی کی ضرورت پیش آئی۔

غرض یہ کہ سلوک و تربیت کا ایک طریقہ یہ ہے۔ آپ نے تو اس کو دیکھ بھی لیا کہ اس میں کتنی مشقت ہے اور اس میں ساری مشقت کے بعد بھی آرام نہیں ملتا ہے۔ کیونکہ امراض کے دوبارہ لوٹ آنے کا خوف لگا ہوا ہے بلکہ واپسی کے خوف سے آگے خود بعض امراض کے وجود کی پریشانی اور ساتھ ساتھ ماضی پر حسرت بھی (ایک) الگ (چیز) ہے۔ غرض ہر وقت تین باتیں موجود ہیں ① ماضی کی حسرت ② (موجودہ) حال کے شبہات ③

مستقبل کا خوف۔

جب محققین مجتہدین اور طریق کے مجددین نے (ان مجددین میں سب سے کامل میرے مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ ہیں "والفضل بیداللہ یوتیہ من یشاء") کو دیکھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو الہام کے طریقے سے دکھایا کہ اس طریقہ میں مشقت بہت ہے اور محنت کے نتیجہ کے حاصل ہونے میں ایک لمبا زمانہ چاہئے۔ کبھی (اس لمبی حالت پر) مشہور مصرع سچا ہو جاتا ہے۔

ع تا تو بمن میرسی من بخدا میرسم

ترجمہ: "تو جب تک مجھ تک پہنچے گا میں خدا تک پہنچ جاؤں گا۔"

دوسری بات یہ کہ اس زمانے کے لوگوں کی قوتیں کمزور اور ہمتیں کم ہیں۔ ان ساری باتوں کو دیکھ کر اور اللہ تعالیٰ کے الہام سے تربیت کا ایک دوسرا طریقہ اختیار فرمایا۔ وہ یہ کہ ہے کہ یہ سب ماضی حال مستقبل اللہ تعالیٰ سے پردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مشاہدہ (اپنے نور سے فائدہ اٹھانے) کے لئے پیدا کیا ہے نہ ماضی مستقبل کے مطالعہ کے لئے پیدا کیا ہے رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے "ماضی اور مستقبل اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ ہے۔"

اس کے باوجود ماضی کے لئے توبہ ضروری تھی اور مستقبل پر نظر رکھنے کے لئے تقویٰ کا عزم ضروری تھا لیکن جو چیز ضروری ہوتی ہے جتنی ضرورت ہو اتنی ہی کافی ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گذشتہ گناہوں پر توبہ کی شرائط کے ساتھ خوب توبہ کرے پھر بار بار اس کے سبق کو دل میں نہ دہرائے اور مختصر طور پر مستقبل کے لئے اللہ پر توکل کرے کہ ان شاء اللہ آئندہ گناہ نہیں کروں گا۔ بس (اتنا ہی کافی ہے) اس کے بعد ہر وقت اسی قصہ میں نہ لگا رہے۔ اس سے زیادہ دوسرا کام ہے جس کو حدیث میں ان الفاظ سے فرمایا گیا ہے "راقب اللّٰہ تجدہ تجاھك" (کہ اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھو تو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے) اس (مراقبہ، دھیان) میں مشغول ہونا چاہئے۔ یعنی ذکر وفکر عمل کے وقت میں عمل کہ وہ بھی ذکر میں شامل ہے۔

خلاصہ یہ کہ (اللہ تعالیٰ کے) قرب کو مقصود سمجھے اور اس کے لئے جو راستہ ہے یعنی عقائد کے صحیح کرنے کے بعد اعمال اختیاریہ (کا اختیار کرنا) جس وقت جو عمل ہو خواہ یہ (عمل) ظاہری ہو جیسے نماز، زکوٰۃ، وغیرہ خواہ باطنی ہو جیسے خوف شکر رضا و عجز وغیرہ اور ذکر وفکر بھی عمل کا ایک فرد (حصہ، جزء) ہے۔ پس اسی میں اکثر اوقات مشغول رہنا چاہئے۔ جو اسباب (اللہ تعالیٰ سے) دوری کے ہیں یعنی ظاہری گناہ یا باطنی (گناہ) ان سے بچتے رہنا چاہئے۔ اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ قرب کے اسباب پیدا کرنے کی فکر کرے اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے

دوری کے اسباب کو ختم کرنے کی فکر میں رہے۔

اختیاری باتوں میں جن میں کوتاہی ہو جائے اور اس کو نقصان دہ اور بڑی چیز سمجھے اور اس کی اصلاح کرے اور جو غیر اختیاری باتیں ہیں ان کے ہونے نہ ہونے کی طرف توجہ ہی نہ کرے اور اس کی اصلاح کی بھی زیادہ کوشش نہ کرے جیسے اگر کسی ضروری عمل میں رہ گیا تو اس کی قضا کرے اور اگر کوئی گناہ ہوگیا تو اس سے استغفار کرے اور پھر اپنے کام میں مشغول ہو جائے۔ اسی ایک بات کے پیچھے نہ پڑ جائے کہ ہائے یہ کام مجھ سے کیوں چھوٹ گیا یا یہ کام مجھ سے کیوں ہوا۔ اس (بات کو) یہ (مجتہدین وغیرہ) لوگ غلو اور مبالغہ سمجھتے ہیں جن سے کتاب وسنت نے منع فرمایا ہے۔ "لا تغلوا فی دینکم" (دین میں غلومت کرو) "من شاق شاق اللّٰہ علیہ" (جو خود کو مشقت میں ڈالے اللہ تعالیٰ اس کو مشقت میں ڈال دیں گے اور اس سے نباہ نہ ہو سکے گا) "سددوا وقاربوا واستقیموا ولن تحصوا" (کہ ٹھیک ٹھیک چلو اور میانہ روی اختیار کرو اور جمے رہو اور تم دین کو انتہا تک کبھی احاطہ نہ کر سکو گے یعنی اگر یہ ہوس ہو کہ تم دین پر غالب آ جاؤ اور کوئی چھوٹی بات بھی تم سے نہ رہ جائے تو تم ایسا بالکل بھی نہیں کر سکو گے) "من علیہ النوم فلیرقد" (کہ جس کو نیند کا غلبہ ہو وہ لیٹ جائے) "لا تفریط فی النوم انما التفریط فی الیقظۃ" (کہ نیند میں کوئی قصور نہیں ہے بلکہ قصور تو بیداری میں ہے)۔

عارف شیرازی فرماتے ہیں۔ سخت میگرد جہاں بر مرد ماں سخت کوش۔

ترجمہ: "سختی کرنے والوں سے جہاں سختی کرتا ہے۔"

اس غلو اور مبالغہ کا اثر اس وقت کی (موجودہ) قوتوں اور ہمتوں پر خصوصی طور پر یہ ہوتا ہے کہ مایوسی بہت جلد ہی اپنا رنگ لاتی ہے اور سالک کو بے کار کر دیتی ہے۔ کبھی جان اور کبھی ایمان پر اتنا اثر پہنچتا ہے۔ جان پر تو اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کی صحت خراب ہو جاتی ہے اور خیالات کی زیادتی سے سودا بڑھتا ہے۔ ایمان پر تو یہ اثر ہوتا ہے کہ علاج اور عمل میں مبالغہ کے باوجود گمان کے مطابق کامیابی بالکل شفاء حاصل نہ ہونے یا دیر سے حاصل ہونے میں یا حاصل ہو کر ختم ہو جانے سے اور امراض کے بار بار لوٹ آنے سے اللہ تعالیٰ سے تنگی اور شکایت پیدا ہو کر ناگواری اور ناراضگی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہمیں سر مارتے (محنت کرتے) ہوئے اتنے دن ہو گئے اور "والذین فینا لنھدین سبلنا" (کہ جو لوگ ہمارے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھائیں گے) کے وعدے خدا جانے کہاں گئے۔ ہزاروں آدمی جان یا ایمان سے اس راستے میں ہلاک ہو گئے ہیں۔

(ایسے لوگوں کے ساتھ) ایک مرض ہر وقت یہ لگا رہتا ہے کہ وہ اپنے عمل کو پہنچا ہوا اور اپنی محنت وکوشش کو کامیاب سمجھ کر ہمیشہ نتیجہ کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔عمل کا پلہ اللہ تعالیٰ کی ''عطاء'' دین سے بڑھا ہوا سمجھتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود کو کبھی کامیاب نہیں سمجھتے ہیں اس لئے ناشکری ہی میں مبتلا رہتے ہیں۔اگر اپنے گمان کے مطابق کامیاب بھی ہوگئے تو اگر وہ کامیابی پھر ختم ہوگئی کیونکہ ایسی تبدیلیاں ساری عمر رہتی ہیں (تو ان کو) دوبارہ وہی تنگی اور پریشانی شروع ہو جاتی ہے۔ان کا سلسلہ ساری عمر میں بھی ختم نہیں ہوتا ہے۔(اس صورت میں) ان کا یا دوسرے کا نفس دیکھ کر یہ کہتا ہے کہ اس راہ خدا سے خدا ہی بچائے کہ اس میں مصیبت کے علاوہ راحت کا کوئی نام ہی نہیں ہے۔دیکھ لیجئے کتنا بڑا خطرناک طریقہ ہے۔اور خوف لازمی بھی (یعنی خود کو بھی) ہے اور متعدی بھی (کہ دوسرے کو بھی ہوتا ہے)۔

اس لئے اس غلو کے نقصان اور خرابیوں کو دیکھ کر ان لوگوں (مجتہدین) نے یہ تجویز کیا کہ ان باریکیوں اور گہرائیوں کو بالکل نظر انداز کر دے۔اگر کوئی اچھا خیال ہو تو اس کو کمال نہ سمجھے اور نہ ہی اس کے باقی رہنے کی تمنا کرے اور نہ اس کے فوت ہونے پر حسرت کرے۔اگر کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اس کو دور کرنے کے لئے محنت نہ کرے (بلکہ اس وقت) ذکر کی طرف بہت مبالغہ سے نہیں بلکہ معمولی طور پر متوجہ ہونا کافی ہے خواہ وہ (وسوسہ) دور ہو یا نہ ہو اور اس (طریقہ) سے (وہ) وسوسہ دور ہو ہی جاتا ہے۔مگر اس شخص کو بہادری سے اس پر بھی تیار رہنا چاہئے کہ اگر چہ وہ وسوسہ دور (ہو یا) نہ ہو ذکر اللہ تعالیٰ سے قرب کے ارادے سے نہ کے وسوسہ کو دور کرنے کے لئے کرے۔اگر قبض کی حالت پیش آئے تو اس کو برا نہ سمجھے اس کے ختم ہونے کی فکر اور تمنا نہ کرے۔

خلاصہ یہ کہ (ہمیشہ) اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بھاگتا رہے۔جو بات اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہو (وہ سب وہ احکام ہیں جن کو کرنے کا حکم کیا گیا ہے خواہ وہ واجب ہوں یا مستحب ہوں) اس پر عمل کرتا رہے۔اگر (کوئی حکم) فوت ہو جائے قضا کرے۔یہ بہت ہی آسان ہے مشکل نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین میں کچھ تنگی نہیں کی ہے۔

(اور) جو بات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے (وہ سب احکام جن میں بچنے کا حکم کیا گیا ہے) اگر یہ ہو جائیں تو استغفار کرے۔خود کو خواص میں سے نہ سمجھے کہ عام حالات کے پیش آجانے سے گھبرائے اور نہ ہی جلدی نتائج کے حاصل ہونے اور نہ مستقبل میں اونچے درجات کے ملنے کا طالب رہے۔میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اعمال کی توفیق اور آخرت میں جنت عطا فرمائے اور دوزخ سے نجات عطا فرمائے۔

بس (یہ) ہوگیا مسنون سلوک۔ اگر یہ شبہ ہو کہ وساوس اور گناہوں کی طرف میلان نقصان دہ نہیں ہے بلکہ نقصان دہ تو صرف عمل ہے یہ بات تو مجاہدہ کے بغیر بھی حاصل ہو سکتی ہے پھر مجاہدہ کیوں کرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں اس کے لئے مجاہدہ فرض و واجب نہیں ہے۔ مجاہدہ میں صرف یہ فائدہ ہے کہ گناہوں کے میلان کے مقابلے میں زیادہ مشقت نہیں ہوتی ہے نفس آسانی سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ جو مجاہدہ نہیں ہوتا ہے اس کو بہت مشکل پیش آتی ہے۔ بس (صرف) مجاہدہ کا یہ ہی فائدہ ہے باقی یہ نہیں کہ میلان ہی ختم ہو جائے۔ میں اس کی یہ مثال دیتا ہوں کہ گھوڑا شائستہ (سدھایا ہوا) ہوکر بھی شوخی (شرارت) کرتا ہے مگر شائستہ ہونے کی وجہ سے جلدی قابو میں آجاتا ہے۔ اس کے برخلاف جو گھوڑا شائستہ نہ ہو اس کو قابو میں کرنے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے۔

وساوس، قبض اور گناہوں کے میلان کا فائدہ

اب (آخر میں) وساوس کے کچھ فائدوں اور بھلائیوں، قبض کی کچھ اقسام اور گناہوں کی طرف میلان کے سالک کے لئے مفید ہونے کو بیان کر کے اس کو ختم کرتا ہوں۔ ان چیزوں میں چند الطاف رحمانیہ (اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں) ہیں جن کو دیکھ کر آزمائش میں مبتلا آدمی بے اختیار یہ کہہ کر تسلی حاصل کرے گا۔

"الا لا یجارن اخو البلیه فللرحمن الطاف خفیه"

مصیبت میں مبتلا شخص رونا دھونا اور شکایت نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ مہربان کے یہاں بہت نعمتیں چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔

ن کے فائدے مندرجہ ذیل ہیں۔

❶ اس شخص کو کبھی عجب نہیں ہوتا ہے۔ (ہمیشہ) سمجھتا ہے کہ میں بدحال ہوں۔

❷ ہمیشہ ڈرتا رہتا ہے۔ اپنے علم اور عمل پر کبھی فخر نہیں ہوتا ہے یہ سمجھتا ہے کہ میرا علم، عمل اور حال کیا چیز ہے اس کی حقیقت دیکھ چکا ہوں۔

❸ اگر یہ گھاٹی سے گزر چکا ہے تو شیطان کے مقابلے میں اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے ڈرتا نہیں ہے کہ بس اس سے زیادہ کیا کرے گا۔ اس سے گزرے بغیر لطیف الطبع (نازک طبیعت والے) کو ہر نقصان دہ صحبت تک سے خوف ہوتا ہے جس کو میں نے ایک بار بیان کیا تھا کہ "اس کی وجہ لطافت طبع (طبیعت کی نزاکت) لگتی ہے۔"

❹ اگر مرتے وقت اچانک حالت پیش آجاتی ہے تو پریشان ہو کر نجانے کس کس خیال میں مرتا ہے۔ اگر اس گھاٹی سے گزر چکا ہوتا ہے تو اس حالت کو برداشت کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر اس (موقع) وقت بھی ایسا ہوا تو پریشان اور بدگمان نہ ہوگا اطمینان سے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں جان دے گا۔

❺ یہ شخص محقق ہو جاتا ہے۔ دوسرے مبتلا کی مدد آسانی سے کر سکتا ہے۔

❻ اپنے اوپر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھتا ہے۔

❼ اس حدیث کے معنی اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے کہ مغفرت بندے کے عمل سے نہیں ہوگی (بلکہ) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوگی۔ اس کے علاوہ بہت سے فائدہ ہیں کو شمار نہیں کئے جا سکتے ہیں۔

میں نے اسی مجموعہ کو کہا تھا کہ ''کوئی اچھی حالت پیدا ہونے والی ہے۔''

امید ہے کہ عبارت میں جوڑ نہ ہونے کے باوجود بھی ان شاء اللہ آپ اس مضمون کو اپنے مضمون کے حصوں کے مطابق ترتیب دے کر ساری مشکلیں حل کر لیں گے مجھے ہر ہر حصہ پر ترتیب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن آخر کے صرف مضمون یعنی ۱۹، ۲۰ کیونکہ یہی سوال سے مقصود بھی ہیں۔ دو چار جملے خصوصیت اور تعیین کے ساتھ لکھ دینا مفید لگتا ہے۔

آپ کا کہنا دوسری (آگے تک) اس کے بارے میں میں کہتا ہوں! ''نہ سبب کی فکر کیجئے اور نہ ہی واپس لوٹ آنے کا خوف کیجئے۔ بس نفس سے یہ کہہ دیجئے ''ان عدتم عدنا'' کہ اگر تم دوبارہ ایسی شرارت کرو گے تو ہم وہی علاج کریں گے۔

آپ کا کہنا ''تیسری ضرورت'' (آگے تک) میں اس بارے میں کہتا ہوں: نہ امراض کی فکر کیجئے اور نہ دوبارہ لوٹ آنے کی فکر اور نہ ہی تفصیلی علاج وغیرہ کی فکر میں رہئے۔ آپ کا کہنا ''اس میں تکبر ہے'' آپ کا کہنا ''حسد ہے'' آپ کا کہنا ''عجب ہے'' میں ان سب کے بارے میں کہتا ہوں کہ: ''اس فکر چھوڑ یئے اگر فرض کریں کہ ہے بھی تو ان اخلاق کے مادہ کا ہونا نقصان دہ نہیں ہے بلکہ ان پر عمل نقصان دہ ہے اور عمل بھی ایسا جو جان بوجھ کر ہو ورنہ صرف وہ عمل کا وسوسہ ہے عمل نہیں ہے۔

اب یہاں پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ آپ کو اور خود کو اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کے حوالے کرتا ہوں۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے اور آپ کے لئے حسن خاتمہ کی امید کرتا ہوں۔ وہی ہر بات اور ہر جگہ اپنے بندوں پر نعمتوں سے فضل کرنے والے ہیں۔ اشرف علی (رَحِمَهُ اللهُ تَعَالىٰ) نے اس (عبارت) کو ایک ہی بیٹھک میں لکھا ہے جس کی مقدار تین گھنٹے تھی۔

مرید کو پیر سے فائدہ ہونے کے لئے دونوں کے مزاج کا ایک ہونا شرط ہے

حَالؒ: حضرت اقدس! السلام علیکم وعلی من لدیکم۔ حضور والا کو یہ تو معلوم ہوگا کہ بندہ محتاج سلسلہ فلاں سے منسلک ہے اور ایک شیخ سے بیعت ہوا کہ ان جیسا ظاہری باطنی کمالات والا آج تک نظر سے نہیں گزرا۔ ان کے اخلاق کا اخلاق محمدیہ ہونے کا اعتراف نہ صرف ان کے سلسلہ (اور ان سے تعلق رکھنے) والوں کو ہے بلکہ دوسروں کو بھی ہے۔ مگر افسوس بدقسمتی سے اپنی غفلت کی عادت کی وجہ سے اس ذات کہ جس سے روحانی و جلالی جمال ظاہر ہوتا ہے فائدہ نہ اٹھا سکا۔

حضرت مولانا ــــــ قدس سرہ کی محبت کا نقش دل پر ابھی تک مضبوط (جما) ہوا ہے اور یہ یقین ہے کہ ساری زندگی رہے گا۔ بڑے بڑے نامور مشائخ نظر آئے مگر واللہ ثم باللہ مولانا کے عشر عشیر (دسواں حصہ) بھی نہ لگے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ یہ میری محرومی ہے یا ایک دن یہ چنگاری سینکڑوں من غفلت کے ڈھیر سے نکلے اور میرے وجود کو جلا ڈالے گی۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام   بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

تَرجَمَہ: ''سارا عالم گھوم پھر چکا اور محبوبوں کی محبت آزما چکا ہوں ــــــ بہت ساری حسینائیں دیکھ چکا ہوں لیکن تو (ان سب سے مختلف) کوئی دوسری ہی چیز ہے۔''

لیکن اس کے باوجود مولانا کی حیات ظاہری میں دل کچھ اس زمانے کے شیخ العالم اور شیخ کل جو حرم محترم میں تھے ان کی طرف مائل تھا۔ اگرچہ اپنے پیر ہی کو حصول فیض کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ چنانچہ میں نے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی خدمت میں ایک کارڈ اپنے (حضرت کی) زیارت کے شوق اور دعا کی درخواست لکھ کر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور بھیجا۔

زبان پر خدایا یہ کس کا نام آیا کہ
میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

اگرچہ اس کارڈ کا جواب نہیں ملا اور چند ماہ بعد حضرت حاجی صاحب کا وصال ہوگیا، مگر وصال کے بعد بندہ نے ایک خواب دیکھا جس سے پورا یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خواب اس کارڈ کا جواب ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد ہی ایسا موقع عطا فرمائیں کہ میں بالمشافہ (آپ کے سامنے بیٹھ کر یہ) خواب عرض کروں اور پھر (انتہائی) ادب کے ساتھ (آپ سے) التجا کروں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس خواب کی تعبیر پوری

فرمائیں جواب آپ کے قبضہ میں ہے۔لکھ کر اس خواب کو بیان کرنے سے غیرت روک رہی ہے۔

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم — گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

ترجمہ: ''میں (شرم کی وجہ سے) اپنی آنکھ اور کان سے غیرت ختم کر دوں —— نہ تجھ کو دیکھوں نہ تیری بات سنوں (یعنی مجھے شرم آ رہی کہ خواب بیان کروں)۔''

حضرت مولانا انتقال فرما گئے۔مولانا کے بعد دنیا اندھیری نظر آتی ہے۔اس تاریکی میں چاروں طرف دیکھتا اور اندھوں کی طرح تلاش کرتا ہوں مگر اس میں نا امیدی اندھیرے کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آتا ہے۔ رہ رہ کر دل سے کہتا ہوں۔

تہی دستاں قسمت را چہ سود از رہبر کامل — کہ خضر از آب حیواں تشنہ می کرد سکندر را

ترجمہ: ''رہبر کامل سے انہیں کیا فائدہ حاصل ہو جن کی قسمت میں ہی کورا پن لکھا ہو خضر بھی سکندر کو آبحیات سے پیاسا ہی لائے۔''

(مطلب یہ ہے کہ اگر قسمت ہی کوری ہو تو کسی شیخ کامل سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔)

مگر وہ خواب کچھ نہ کچھ امید دلاتا اور تسلی دیتا ہے کہ ''لا تقنطوا من رحمة اللّٰه'' (کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو) (میرے) حضرت جن پر میری روح اور میرے ماں باپ قربان ہوں کی زندگی میں مجھے شروع میں انسان کی کمزوری کی وجہ سے آپ کے بارے میں کچھ شکوک تھے جن کا اظہار میرے لئے شرم و عیب کا سبب ہے۔مگر الحمدللہ ثم الحمدللہ مظفر نگر میں جمال جہاں آراء (وہ حسن جو جہاں کو زینت بخشے) دیکھنے سے وہ (شکوک کا) اندھیرا رحمت کے نور (روشنی) سے بدل گیا۔حضور کی زیارت کے وہ سارے وہم و خیال جو دل کے لئے پردہ بنے ہوئے تھے نکال کر پھینک دیتے۔

اے خدا قربان احسانت شوم — ایں چہ احساں است کہ قربانت شوم

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تیرے احسان پر قرباں ہو جاؤں یہ کیا احسان کہ تجھ پر قرباں ہو جاؤں۔''

(جب سے دیکھا ہے) اس وقت سے دل میں جو آگ ہے وہ روزانہ بڑھ رہی ہے۔وہ چنگاری جو حضرت مرشدی قدس سرہ نے دل میں پیدا کر دی تھی اور جس پر دنوں کے گزرنے اور غفلت کی عادتوں نے راکھ کے تودے جما دیئے تھے اب پھر دل کی انگیٹھی میں سے حضور کی زبردست بجلی والی کشش کی وجہ سے نکلنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے اب (میرے بارے میں) بے پروائی اور بے غرضی سے کام نہ لیجئے اس راستے کو گم کر دینے والے کی مدد (و رہنمائی) فرمایئے اور جس نہ ختم ہونے والی دولت کی (طلب و) خواہش نے وقت کی کامل

شخصیت کے مبارک ہاتھ میں میرا ہاتھ دیا تھا۔ (لیکن) میں پھر بھی اپنی بدقسمتی کی وجہ سے اس دولت سے محروم رہا اللہ تعالیٰ کے لئے وہ (ہمیشہ نہ ختم ہونے والی دولت تو مجھے) عطا کر دیجئے کیونکہ آپ کے شیخ طریقت کی وصیت بھی خواب کے ذریعے میرے بارے میں ہے اس وقت میری حالت بالکل اس شعر کے مطابق ہے۔

دوگونہ رنج عذاب ست جاں مجنوں را ۔۔۔ بلائے صحبت لیلیٰ وفرقت لیلیٰ

ترجمہ: ''مجنوں کی جاں کوتو دوہرا عذاب ورنج ہے ـــــ لیلیٰ کی جدائی کی مصیبت بھی اور صحبت کی نزاکت بھی۔''

مدرسہ اسلامیہ میں حضور اقدس کی زیارت کا شوق (لکھا) اس کے بعد ملازمت کی موجود پریشانیاں (مثلاً تنخواہ کا وقت پر نہ ملنا یا کبھی کبھی چندہ وصول کرنے جانا) لکھ کر مشورہ طلب کیا تھا کہ مسجد کی امامت بہتر ہے کہ مدرسہ میں پڑھانا اور آخر میں اپنے خط کے طویل ہونے کی معذرت چاہی تھی۔

تحقیق: آپ کا خط جو بغیر تکلف کے صحیفۂ صدق (سچا خط) کہنے کے لائق ہے (میرے) دل کے کھلنے کا سبب ہوا اس لئے میں یہ (بات) ضروری سمجھتا ہوں جو کچھ دل میں آیا ہے وہ صحیح صحیح بتادوں۔

وہ چند باتیں یہ ہیں۔

1. اس (سلوک کے) راستے میں ہر صاحب طریق (شیخ وپیر) کا طریقہ الگ الگ ہوتا ہے۔
2. فائدہ کے لئے دونوں کے مزاج کا ایک ہونا شرط ہے۔
3. شیخ بنانے میں جلدی کرنا اس راستے میں منع ہے۔
4. لمبی صحبت اٹھائے بغیر کسی کا مزاج معلوم نہیں ہوتا ہے۔
5. میرا مزاج مولانا مرحوم کے مزاج سے بہت سی باتوں میں الگ ہے۔

یہ سب ابتدائی باتیں تھیں۔ اب مقصودی بات عرض کرتا ہوں۔ مجھے کسی بھی مسلمان کی خدمت سے انکار نہیں ہے۔ لیکن (اوپر بیان کی گئی باتوں کی وجہ سے بات یہ ہے کہ) آپ کے لئے فائدہ اسی میں ہے کہ آپ (مجھے شیخ بنانے کی) تجویز میں جلدی نہ کیجئے (یہ تیسری بات ہے) کیونکہ شاید میرا مزاج آپ کے مزاج سے جدا ہو۔ (یہ پہلی بات ہے) جس کی وجہ سے آپ کو فائدہ نہ ہو (یہ دوسری بات ہے) بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ملاقات بار بار کی جائے اور پرکھا جائے یا لمبی خط وکتابت کی جائے جو ملاقات کی طرح ہے کے حکم میں ہے۔ (یہ چوتھی بات ہے) اس لئے اگر آپ مولانا مرحوم کے مزاج میں رنگے ہوئے ہوں گے تو میرے مزاج سے دلچسپی نہیں ہوگی (یہ پانچویں بات ہے) اگرچہ آپ مجھ سے بدگمان بھی نہیں ہوں گے (اور یہ اختلاف) اجتہادی یا

فطری (کوشش اور طبیعت کے) اختلاف کی وجہ سے ہو۔ اگر (آپ مولانا کے) پورے رنگ میں نہ رنگے ہوں گے یا اس میں کچھ تبدیلی آگئی ہوگی اور حالات کے بدلنے سے ایسا ہو بھی جاتا ہے تو (پھر) شاید آپ کو مجھ سے مناسبت ہو جائے۔ اس کے بعد جو رائے اختیار کی جائے گی وہ شمار کے قابل ہوگی۔

اگر ایسا نہ ہو تو شاید آپ کو (مجھے شیخ بنانے کے بارے میں) اپنی رائے بدلنی پڑے اور اس بات کو ظاہر کرنے سے بدمزگی پیدا ہوگی اور اگر اس بات کو چھپایا جائے تو (دل کے) تنگ ہونے اور دھوکہ میں پڑنے کا سبب ہوگی یہ دونوں ہی باتیں نقصان دہ ہیں۔

اس جگہ کی مناسبت سے بغیر پوچھے ہی اپنے مزاج کے بارے میں چند باتیں بتا دیتا ہوں۔ ان بہت سی باتوں میں چند باتیں یہ ہیں۔

❶ میری توجہ خواب کی طرف نہیں ہوتی ہے۔

❷ میں تصرفات سے خوش نہیں ہوتا ہوں۔

❸ رسموں کے پیچھے نہیں چلتا ہوں۔ اگر چہ وہ اس میں مباح ہی کیوں نہ ہوں۔

❹ میرا مزاج اعراض کرنے والے کے پیچھے نہ پڑنا ہے۔

❺ مجھے صرف اعمال کا اہتمام ہے حالات کا نہیں ہے۔

❻ میرے نزدیک مجاہدہ گناہوں کو چھوڑنا اور مباح کاموں کو کم کرنا ہے نہ کہ مباح کاموں کو چھوڑنا ہے (مباح کام وہ کہلاتے ہیں جن کے کرنے اور نہ کرنے میں کوئی ثواب نہیں ہوتا ہے اور نہ کوئی پکڑ ہوتی ہے) اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

❼ سنجیدگی کے نہ ہونے سے مجھے تنگی ہوتی ہے۔

آخری بات کے (تدریس یا امامت میں کون سی چیز اختیار کی جائے) بارے میں عرض یہ ہے کہ میں تعلیم (یعنی تدریس) کے کام کو سب سے زیادہ پسند کرتا ہوں جبکہ تنخواہ میں پریشانی نہ ہو۔ چندہ کی وصولی کو سب سے برا سمجھتا ہوں۔ اگر چندے کی وصولی کے بغیر تدریس نہ ملے تو آخری درجہ امامت وغیرہ ہے۔

تھوڑی تھوڑی بات کے بارے میں مشورہ دینا معمول کے خلاف ہے (اس لئے اوپر مجموعی طور پر قاعدے بیان کر دیئے ہیں تھوڑی تھوڑی باتوں کو) ان (قاعدوں) کے مطابق سمجھ لیجئے (آخر میں جو خط کے لمبے ہونے کی معذرت چاہی تھی اس کے بارے میں عرض ہے کہ) ضرورت کی وجہ سے خط کے لمبے ہونے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

پہلا باب

بیعت وصحبت شیخ کے بیان میں

بیعت کی غرض دین کی اصلاح ہے

حال: حضرت کے بیعت فرمالینے کے بعد ہی حضرت والا کے تصرف کی برکت سے غلام کے گھر میں جن کا کاموں میں رکاوٹ ڈالنا ختم ہوگیا ہے۔ سال سے بھی زیادہ کا بخار بھی ختم ہوگیا ہے۔ اب نہ مریضہ کو تکلیف ہے اور نہ ہی بچہ پر کچھ اثر ہے۔ (یہ) غلام رمضان کے آخر میں کچھ بیمار ہوگیا تھا۔ بیماری اور کمزوری کی وجہ سے اب تک (ذکر وشغل کی) محنت نہ ہوسکی، جس کی وجہ سے ذکر میں جو توجہ اور دھیان حاصل ہوا تھا ختم ہوگیا اور شوق وذوق بھی مٹ گیا۔

میری بڑی سالی کو اپنی بہن کی حالت سن کر آپ سے بیعت ہونے کا بہت شوق پیدا ہوا ہے۔ ان کا اپنے میاں سے جھگڑا چل رہا ہے اس لئے میں نے ان کو (میاں بیوی کے آپس کے) معاملے کی اصلاح کرنے کے لئے نصیحت کر دی ہے اور یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس کے بعد حضرت کو لکھوں گا۔ ان کو (بیعت کی) جلدی ہے جیسا حضرت ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: مریضوں کی صحت یابی سے خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائیں اور ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھیں۔ لیکن (آپ کی اہلیہ کی) بہن کو جو اس (ٹھیک ہونے کے) قصے سے بیعت ہونے کا شوق ہوا ہے یہ ان کی ناواقفی کی علامت ہے۔ نہ یہ (بیعت کے بعد ٹھیک ہونا) کوئی کمال کی بات ہے اور نہ ہی اس کا باطن سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی بیعت سے یہ بات یقینی ہے کہ صحت حاصل ہوگی بلکہ صحت ہونے میں بیعت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

بیعت تو دین کی اصلاح کے لئے ہے اس لئے ان کو بیعت ہونے کے اسباب کی حقیقت بتا دی جائے (کہ یہ دین کی اصلاح کے لئے ہے نہ کہ دنیاوی کاموں کے بننے کے لئے ہے) پھر ان کی جو رائے ہو۔

(آپ کے حال کے بارے میں ارشاد ہے کہ) ذوق وشوق اور توجہ اور دھیان (جو آپ نے ذکر کئے) یہ

مقصد نہیں ہے (بلکہ مقصد تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اس لئے) مقصد رضا الٰہی سمجھے۔

جس پیر کے اکثر مرید بے نمازی ہوں وہ قابل بیعت نہیں

سؤال: جس پیر کے اکثر مرید بلکہ تقریباً تمام ہی بے نمازی ہوں تو کیا وہ شخص بیعت کی صلاحیت رکھتا ہے؟

جواب: صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔

پیر کے اختیار میں ولایت دینا نہیں ہے

سؤال: کیا ولایت ایسی چیز ہے کہ پیر (میں) تجھ کو امانت حوالے کرتا ہوں کہہ کر دے سکتا ہے؟ (یا نہیں)

جواب: ولایت ایسی چیز نہیں ہے لیکن بعض اوقات ایسا ہو سکتا ہے لیکن ولایت دینے میں اس کا کچھ دخل نہیں ہے۔

کبیرہ گناہ کرنے سے بیعت ختم نہیں ہوتی ہے

حال: اس بے کار کا جہاز کبیرہ گناہوں کے سمندر میں غرق ہو رہا ہے۔ یہ گناہ گار ذلیل آج کل بری عادتوں میں مبتلا ہو گیا ہے یعنی کچھ کبیرہ گناہ بار بار توبہ کے باوجود ہو گئے۔ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کی سوانح سے کبیرہ گناہوں کے کرنے سے بیعت کا ختم ہو جانا معلوم ہوا اس سے اور بھی زیادہ پریشانی میں ہوں۔ (آپ) اپنی خاص توجہ اور ہمت اس ذلیل کی جانب کر کے اس کے دل کی اصلاح فرمائیں اور اس کے (حالات کی) خبر لیں۔

تحقیق: (گناہ کبیرہ سے) بیعت ختم ہو جانا میرے نزدیک صحیح نہیں ہے اگر حضرت قدس سرہ سے منقول ہے تو پھر مطلب بیعت کی برکات کا ختم ہونا ہوگا اور اگر بیعت ہی ختم ہونا ہے تو یہ فرمان (بیعت کے ختم ہونے میں) دلیل نہیں ہے۔

(آپ کی طرف توجہ کرنے اور خبر لینے کے بارے میں ارشاد ہے کہ) جو کام آپ کے کرنے کا ہے میں اس میں کیا خبر لوں۔

طالب کو اپنی خستہ حالی بھی شیخ کو بتانا چاہئے

حال: اکثر (میرا) دل اپنی حالت بتانے کو چاہتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ خیال بھی آتا ہے کہ ان بکواس باتوں کو کیا بتاؤں جب کہ مجھ سے کچھ ہوتا بھی نہیں ہے۔ اس لئے عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

تحقیق: ضرور بتانا چاہئے۔ (یہ بھی شیطان کا دھوکہ ہی ہے کہ بدحالی کیا بتائی جائے تاکہ نہ حالت بتائے اور نہ ہی اصلاح ہو اور حالت مزید خراب ہو جائے اس لئے بتانا چاہئے بلکہ بتانے میں تواضع زیادہ ہے اس لئے کہ اچھی حالت بتانے میں تو عجب و کبر کا خوف بھی ہوسکتا ہے جو اس میں نہیں ہے۔ بندہ)

شیخ کی صحبت گناہوں سے نفرت پیدا ہونے کا طریقہ (وذریعہ) ہے

حال: میری حالت کچھ عرصے سے بہت خراب ہوگئی ہے۔ شرم اگرچہ حالت بتانے سے روک رہی ہے لیکن پھر بھی خدمت اقدس میں پیش کرتا ہوں کیونکہ طبیب سے چھپانا بہت ہی نقصان دہ ہے۔ وظائف وغیرہ کے لئے میرے کچھ اوقات مقرر تھے وہ چھوٹ گئے ہیں، طبیعت گناہوں کی طرف مائل ہوگئی ہے اور جن بری باتوں سے مجھے نفرت تھی اب ان سے نفرت محسوس نہیں کر رہا ہوں۔ میرے لئے دعا فرمائیے اور کوئی وظیفہ وغیرہ پڑھنے کے لئے بتائیے جس کی برکت سے میرا یہ نقصان ختم ہو جائے۔

تحقیق: یہ باتیں دور رہ کر پیدا نہیں ہوتیں (کہ گناہوں سے نفرت اور طبیعت کا میلان ان کی طرف ختم ہو جائے وغیرہ) بلکہ کچھ دن یہاں (میرے پاس) رہنا ضروری ہے لیکن آنے سے پہلے وقت کی تعیین کے لئے مجھ سے مشورہ کیجئے گا۔

مرشد سے بے حجاب ہو کر (یعنی بغیر شرم ولحاظ کے) فائدہ اٹھانا چاہئے

حال: یہ بندہ جو وحشت میں مبتلا ہے عرض کرتا ہے کہ آج کل طبیعت پر وحشت ہے لیکن غلبہ نہیں ہے۔ میرے حضرت! میرا کوئی خیال باقی نہیں رہتا ہے ایسے وہم آتے ہیں جو عقل سے دور نہیں ہوتے بلکہ عقل ہی باقی نہیں رہتی ہے۔ وہ کام جو ضروری اور جائز ہیں جن کی ہر آدمی کو ضرورت ہوتی ہے جو نہایت آسانی سے ہو سکتے ہیں انتہائی مشکل نظر آتے ہیں اور کرنے کی ہمت وجرات نہیں ہوتی ہے۔

میرے حضرت! کیا میں پتھر ہوں کس سے کہوں کون (میری) سنے گا، مجھے خشکی اور بیماری بھی ہے معلوم نہیں کیوں ہے باوجود یہ کہ دوسرا کوئی تعلق نہیں اور اگر دوسرا کچھ تعلق ہو تو یہ بات برداشت نہیں ہوتی ہے لیکن خود کو کہاں چھوڑوں۔ اگر (ذکر وشغل کا) کچھ ذوق پیدا ہوتا ہے تو لوگوں کی رہنمائی کا خیال آتا ہے (جس سے وہ ذوق باقی نہیں رہتا) اگر طبیعت میں تنگی ہوتی ہے تو ہر ایک سے نفرت ہوتی ہے (اس لئے) کسی بات کو قرار نہیں

ہے۔ بھلا جس میں دو الٹ باتیں (جیسے دن رات) جمع ہوں اس آدمی سے کیا ہوسکتا ہے۔

خدا کی قسم! میں بے کار ہوں مجھے اپنی کوئی چیز ایسی معلوم نہیں جس سے میں فائدہ حاصل کروں۔ خدا کی قسم! میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ کون کون سی بات کہوں اور کہاں تک کہوں میرا رب جانتا ہے۔ میرے حضرت! میں بے بس ہوں، قلم بھی بے کار ہے، کچھ سمجھ نہیں آتا جب غلبہ ہوتا ہے تو کچھ نہیں رہتا ہے، جہاں پڑا رہوں پڑا رہوں۔ آپ کے پاس آتا ہوں کچھ کہہ نہیں سکتا ہوں۔ وہ وحشت کے غلبے کے دن نہیں ہوتے۔ آپ فرماتے ہیں کچھ کروں لیکن کیا کروں، جو کچھ لکھا سچ لکھا لیکن غلط لکھا مجبور ہوں۔ اپنے حضرت صاحب سے شرم آتی ہے کہ وہ کیا فرمائیں گے۔ وہ واقعی کامل ہیں لیکن میں خود خراب ہوں، مجبور ہوں، بے وقوف ہوں، مجبور ہوں، رحم کے قابل ہوں، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور اب گھر جا رہا ہوں۔

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ قال الشیرازی۔

شیخ سعدی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے فرمایا:

چند آنکہ گفتم غم باحبیباں درماں نہ کردند مسکین غریباں
ماحال دل را با یار گفتیم نتواں نہفتن درد از طبیباں

تَرجَمَہ

❶ درد اپنا کہہ سنایا ہم نے اپنے دوستوں سے —— کچھ مداوا ہوسکا نہ ان غریبوں سے ہمارا۔

❷ آخر اپنا درد ہم نے اپنے یاروں سے کہا —— چھپ سکا نہ درد آخر یوں طبیبوں سے ہمارا۔

جب تک کسی ایک کی مان کر نہیں چلیں گے اور اس سے (کوئی بات کہنے میں) کوئی شرم و لحاظ نہیں کریں گے اور اس کے علاوہ سب کو کچھ نہیں سمجھیں گے کچھ نہیں ہوگا۔ میں ہمیشہ یہی کہتا ہوں پہلے شاید تفصیل سے نہیں کہتا تھا اب تفصیل سے کہتا ہوں۔

ع دو دل بودن بجز بے حاصلی نیست

تَرجَمَہ: ''دو دل رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔''

بے تکلف بات یہ ہے کہ اگر اپنے مرشد سے (آپ کو) پورا پورا اعتقاد ہے اور ان کو بھی (آپ سے) شفقت ہے تو ان سے شرم و لحاظ ختم کیجئے اور سب سے منہ موڑیئے اگر (دونوں آپ کے اعتقاد اور ان کی شفقت میں) کسی ایک چیز میں کمی ہے تو پھر جس سے بھی اطمینان ہو اس کی آزادی سے اطاعت کیجئے اور مرشد صاحب کو برکت کے لئے رکھیے۔

جو پیر شریعت کا اتباع نہ کرتا ہو اس کی بیعت جائز نہیں ہے

حال: میری ہمشیرہ ایک بدعتی شخص کے نکاح میں ہیں مگر ان کے عقائد بفضلہ تعالیٰ بہت اچھے ہیں۔ ان کا شوہر ان کو ایک بدعتی سے بیعت کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ میرے بہنوئی خود بھی مجاور اور پیرزادہ قوم میں سے ہیں۔ وہ پیر جن سے بیعت ہونے کو کہتے ہیں عرس بھی کرتے ہیں اور میرے بہنوئی ان کے کشف کے متعلق بہت ساری کرامات بیان کرتے ہیں۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ ان پیر صاحب سے کہو کہ اگر تم رسول اللہ ﷺ کو دکھا دو تو بیعت کرلیں گے۔ انہوں نے دکھانے کا وعدہ کرلیا ہے۔ اگر وہ دکھادیں تو کیا ان سے بیعت کرلینا جائز ہے؟ کیا کوئی خلاف شرع شخص اگر رسول اللہ ﷺ کو دکھا دے تو اس سے بیعت جائز ہے یا یہ اس کے کامل ہونے کی دلیل ہے؟

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

جناب رسول اللہ ﷺ کو دکھا دینا اگر خیالی طور پر ہو بھی جائے تو یہ (اللہ تعالیٰ کے ہاں) مقبولیت کی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ ایک قسم کا تصرف ہے۔ (جو کوئی کمال نہیں ہے)، جب تک (کسی پیر میں) اصل معیار یعنی شریعت کا اتباع اور (اس کی) صحبت کی برکت نہ دیکھی جائے اس وقت تک بیعت جائز نہیں ہے۔

تکمیل کی علامت

حال: تین دن سے میرے دل میں کسی قسم کا تردد اور کوئی پریشانی معلوم نہیں ہوتی ہے بلکہ ہر وقت اطمینان رہتا ہے۔

تحقیق: یہ تکمیل کی علامت ہے مبارک ہو۔

بیعت کی اجازت اور اہلیت کی شرط

حال: (میری) عرصے سے یہ خواہش تھی کہ کچھ دن آپ کی خدمت میں رہ کر اپنے باطن کی اصلاح کروں لیکن اللہ تعالیٰ کی جانب سے اب تک یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ کچھ اہل وعیال کا خیال اور کچھ اپنی کم مائیگی (بے حیثیت و بے بساطی کی کیفیت) بھی رکاوٹ بنتی رہی۔ اس تحریر کا سبب یہ ہوا کہ بعض لوگ مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں اور میرے ذریعے سے (آپ کے) سلسلہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو آپ کی طرف رہنمائی کرتا ہوں (کہ وہ آپ سے بیعت ہو جائیں) اس کے جواب میں وہ لوگ کہتے ہیں: ''ہم میں اتنی طاقت

نہیں کہ ہم وہاں جائیں اور (پھر دوسرے یہ کہ) مولانا صاحب (حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ) تشریف فرما ہوتے ہیں تو بیعت نہیں کرتے اور اپنے پاس بلاتے ہیں۔ اس لئے یہ طریقہ آسان ہے کہ ہم تمہارے ذریعے سلسلہ میں داخل تو ہو جائیں گے۔

(ان کے مجھ سے بیعت ہونے کی) یہ صورت (مجھے) بغیر بیعت کی اجازت کے ممکن نہیں ہے اور اجازت باطنی استعداد کے بغیر مشکل ہے۔ آج کل لوگوں کے خیالات رسمی بیعت کے زیادہ ہیں (اس لئے) یہ خیال آتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ شریعت کے خلاف لوگوں کے پھندوں میں پھنس کر ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں۔

تحقیق: باطن کی اصلاح اگر اس لئے کی جائے کہ میں لوگوں کو بیعت کروں گا تو ایسے شخص کے باطن کی اصلاح کبھی نہ ہوگی، تکبر ہمیشہ ساتھ لگا رہے گا۔ اس لئے اس سے توبہ کیجئے پھر اصلاح فائدہ مند ہو سکتی ہے۔

رہا یہ کہ لوگ کسی کے ہاتھ میں پھنس جائیں گے اور اس خیال کی وجہ سے ہر شخص بیعت کی اجازت مانگنے لگے تو کچھ دنوں بعد یہی وجہ دوبارہ پیش آئے گی جس کی وجہ سے یہ اجازت دی گئی تھی (کہ پھر کچھ لوگ آپ سے دور ہوں گے پھر ان کے کسی ہاتھ پھنسنے کے خیال سے ان کے قریب کسی کو اجازت دینی پڑے گی اسی خطرے کی وجہ سے آپ کو اجازت دی گئی تھی)۔

دوسری وجہ اگر بیعت کی اجازت کے لئے اہلیت شرط ہے تو سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ شخص اپنے آپ کو اہل نہ سمجھے۔ اس لئے (ان دونوں حالتوں میں سے) بیعت کی اجازت لینے کی ضرورت وگنجائش کسی حال میں بھی نہ ہوئی۔ (اپنے اندر) اخلاص پیدا کیجئے۔

نسبت ایک ہی ہے

سُؤال: معلوم ہوتا ہے کہ نسبتیں بہت ساری ہیں۔

جَواب: نسبت ایک ہی ہے۔ اس کے رنگ مختلف ہیں۔ کسی کو خشیت (اللہ تعالیٰ کے خوف کی کیفیت) ہوتی ہے۔ کسی کو محبت ہوتی ہے اور کسی کو حضور مع اللہ (ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کا دھیان) ہوتا ہے۔ استعداد کے مطابق یہ کیفیتیں باقی رہتی ہیں۔

نسبت سلب نہیں ہوتی ہے

سُؤال: کیا نسبت سلب کرنے سے سلب ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جَواب: اصل نسبت جس کو حضور مع اللہ (اللہ تعالیٰ کا ہر وقت دھیان) کہتے ہیں وہ کسی کے سلب کرنے سے کسی

طریقہ سے بھی سلب نہیں ہوتی ہے لیکن اگر گناہ ہونے کی وجہ سے سلب ہو جائے تو وہ دوسری بات ہے۔

ہاں وہ کیفیت شوقیہ جو سالک کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو جاتی ہے جو لوگ اس کو سلب کرنے کی مشق کرتے ہیں وہ اس کو سلب کر سکتے ہیں۔ جس طرح خوشی کے وقت اگر کوئی غم پیدا ہو جائے تو وہ خوشی کی کیفیت چلی جاتی ہے اور ایک قسم کی اداسی ہو جاتی ہے۔ (لیکن وہ شوقیہ کیفیت) پھر ذکر کی برکت سے دوبارہ واپس آ جاتی ہے۔

نسبت بغیر مجاہدہ کے بھی حاصل ہوتی ہے

سوال: عام مسلمان جو قلب کو پاک اور صاف کرنے میں مشغول نہیں ہوتے ہیں ان میں صاحب نسبت ہوتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ بعض لوگ ان میں مہذب، اخلاص اور اعمال کے اعتبار سے بہت اچھے اور ایمان اور تقویٰ میں کامل ہوتے ہیں۔

جواب: عام مسلمانوں میں سے بعض لوگ ان لوگوں سے بھی اچھے ہوتے ہیں جو سالہا سال نفس کی پاکی، ریاضت، مجاہدہ کے بعد نسبت حاصل کرتے ہیں اور پھر بھی ناقص کے ناقص ہی رہتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق اتنا ہوتا ہے کہ ریاضت کرنے والوں کو اس نسبت کے حاصل ہونے کا علم ہو جاتا ہے اور ان لوگوں کو نسبت ہونے کا علم نہیں ہوتا ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہوتے ہیں۔

صاحب نسبت کی پہچان کا طریقہ

سوال: اللہ والے اور صاحب نسبت کے پہچاننے کا کوئی خاص طریقہ ہے یا صرف اعمال واحوال سے پہچانے جاتے ہیں؟

جواب: (یہ لوگ اپنے) اعمال اور احوال سے بھی پہچانے جاتے ہیں۔ لیکن احوال میں تھوڑے کشف کی بھی ضرورت ہوتی ہے (اس کا طریقہ یہ ہے) کہ اپنے آپ کو تمام خیالات سے خالی کر کے اس کی طرف متوجہ ہوں پھر جو حال اپنے اندر معلوم ہو وہی نسبت اس صاحب نسبت میں ہے۔ صرف کشف سے بھی اس کا ادراک ہوتا ہے۔

پہچاننے کا بہترین طریقہ اعمال سے پہچاننا ہے کہ اس (شخص) میں شریعت کا اتباع پوری طرح ہو یعنی استقامت کے ساتھ ہو یہ تو اس کے کامل ہونے کی علامت ہے۔ تکمیل کی علامت اس کی صحبت کا موثر ہونا ہے۔

سلوک کی انتہاء ابتدا کی طرح ہے

سوال: سلوک کی ابتدا میں سالک کے دل پر بہت سے احوال پیش آتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ دن بدن ان کا

غلبہ ختم ہو جاتا ہے اور سالک کی حالت بھی عام لوگوں کی طرح ہو جاتی ہے حالانکہ اوراد وغیرہ وہی رہتے ہیں۔ شاید صوفیوں کے ہاں جو مشہور ہے کہ سلوک کی انتہا ابتدا کی طرح ہوتی ہے اس کے یہی معنی ہیں۔

جواب: ہاں اس کے یہی معنی ہیں۔ وہ احوال جو قلب پر شروع میں پیش آتے ہیں عادت بن جاتے ہیں جو چیزیں عادت بن جاتی ہیں ان میں جوش وخروش نہیں ہوتا۔

نسبت اور رضا میں فرق

سوال: نسبت کے لئے ضروری اور لازمی بات یہ ہے کہ سالک کو شریعت کے احکامات پورا کرنے میں ایسی مہارت اور مضبوطی حاصل ہو جائے کہ یہ اعمال اس کی طبیعت کا حصہ بن جائیں (جس کا نتیجہ یہ ہو) کہ یہ اعمال سالک سے بغیر تکلیف و مجبوری کے ہونے لگیں۔ اور رضا میں بھی یہی بات ہوتی ہے کہ (شریعت کے احکام پر) دل میں ناگواری اور شکایت نہ ہو تو دونوں میں کیا فرق ہوا۔

جواب: پہلی صورت اعمال اختیاریہ میں ہے یعنی وہ اعمال جو بندے کو خود کرنے پڑتے ہیں جیسے نماز، روزہ ذکر وغیرہ میں آسانی ہو جائے اور تکلیف نہ ہو اور ناگواری نہ ہو، دوسری صورت احوال غیر اختیاریہ میں ہے یعنی جو انسان خود نہ کرتا ہو جیسے کوئی بلا و مصیبت پیش آ جائے تو اس میں ناگواری اور شکایت نہ ہو۔

شیخ کی توجہ کا اثر

سوال: اولیاء اللہ کے حالات میں اکثر یہ بات ملتی ہے کہ فلاں شیخ نے فلاں شیخ کو ایک نظر اور ایک توجہ میں ولی اور اللہ والا بنا دیا اور تکمیل کر دی اس کا مطلب کیا ہے؟ کیا اس میں اپنے تصرف سے تکمیل کی قابلیت و استعداد پیدا کر دی یا ایک ہی نظر میں پوری تکمیل کر دی اور کامل اللہ والا بنا دیا۔

جواب: ایک نظر میں ولی اور خدا رسیدہ بنا دیا کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ان اعمال کے کرنے کی صلاحیت و استعداد پیدا ہو جاتی ہے جو آدمی اپنے اختیار سے کرتا ہے (جیسے نماز روزہ ذکر وغیرہ لیکن) تکمیل نہیں ہوتی ہے۔

احقر یعنی جامع ملفوظات کہتا ہے۔ (یہاں چند باتیں ہیں)

پہلی بات: ایک نظر میں تکمیل کے لئے قوی صلاحیت و استعداد کی ضرورت ہے (کہ جس کی تکمیل کی جائے اس میں کامل استعداد ہونی چاہئے ورنہ) تصرف کرنے والے کے تصرف کا کچھ بھی اثر نہ ہوگا۔

دوسری بات: یہ بات کسی ولی کی دعا یا خلاف عادت کہیں کسی ولی سے ہوگئی ہو تو اور بات ہے ورنہ تھوڑی بہت ریاضت، مجاہدہ کی مشغولی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا ہے۔

تیسری بات: یہ بات ہمیشہ نہیں ہوتی ہے کہ جب چاہا جس کو چاہا ولی بنا دیا کوئی یہ خیال کر کے کسی شیخ پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھے کیونکہ یہ فعل اور تصرف شیخ کے اختیار میں نہیں ہے کہ ایک نظر میں ولی بنا دے بلکہ اس کا بھی ایک وقت ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کسی ولی سے ایسا کرا دیتے ہیں۔

آں دعائے شیخ نے چوں ہر دعا است　　فانی است و گفت او گفت خدا ہست

ترجمہ: "یہ دعائے شیخ ہے ایسی کہ فانی نہیں ــــ ان کا فرمان رب کے فرمان سے باہر نہیں۔"

سالک کو چاہئے کہ وہ اپنے کام میں لگا رہے اس خیال میں آ کر ریاضت و مجاہدہ نہ چھوڑ بیٹھے یہ بات بہت ہی کم ہوتی ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے۔

کارکن کار بگذار از گفتار　　اندریں رہ کار باید کار

ترجمہ: "کام کرو کام باتیں بنانا چھوڑو ــــ اس راستے میں کام ہی تمہارے کام آ سکتا ہے۔"

ضرورت نہیں یاں کسی گفتگو کی

فقط چاہیے کام اس راستے میں

ولایت کے معنیٰ

سوال: ولایت کا کیا مطلب ہے؟

جواب: (اللہ تعالیٰ کے ہاں) قبولیت کو ولایت کہتے ہیں اور نسبت بھی اسی کو کہتے ہیں۔

اعمال کی اصلاح کرنا واجب ہے لیکن یہ بیعت پر موقوف نہیں ہے

حال: سالکین راہ تصوف کے قبلہ و کعبہ کی جانب سے (بندہ کو) والا نامہ شرائط کی فہرست کے ساتھ موصول ہوا جناب نے بندے کو آسمانوں سے گزار کر رحمت کے سائے میں پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بندہ کی رہائش کیونکہ ایک جگہ نہیں تھی اس لئے تردد میں تھا کہ خط کے جواب کے لئے کہاں (کا پتہ دوں اور کہاں) منتظر رہوں۔ اسی وجہ سے خط کا جواب دینے میں تاخیر ہوئی ورنہ لحہ بھر بھی تاخیر نہ کرتا امید ہے کہ معاف فرمائیں گے۔

اب کچھ فراغت کا وقت ہاتھ آیا ہے تو حضرت کے والا نامہ کا جواب لکھ رہا ہوں۔ میں نے آپ کی ارسال کی ہوئی تمام شرائط پڑھی ہیں ان کو میں دل و جان سے قبول کرتا ہوں۔ لیکن سفر کی حالت میں کچھ احکام پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے جیسے بہشتی زیور کا گھر والوں کو سنانا اور بعض ممنوع باتیں جن سے حضرات نے روکا ہے بندے میں

تھیں لیکن شرائط کے ملنے سے پہلے حضور کی دعا کی برکت سے اب وہ بندے سے بہت دور ہیں۔ بعض ممنوعات کے لئے نفس کو روکنے کی طاقت بندے میں نہیں ہے اسی لئے پیر کامل اور طبیب ماہر کی تلاش تھی۔

اب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربان ہو گئے ہیں۔ اگر حضرت مہربانی فرمائیں تو کچھ تعجب نہیں کہ بندے کا مقصد حاصل ہو جائے (جس کی وجہ سے) روح اور جسم کے مسام روشن اور خوشبودار ہو جائیں۔

ع یک نظر فرما کہ مستغنی شوم زابنائے جنس

ترجمہ: "ایک نظر فرما کر غیر سے بیگانہ کیجیے۔"

خلاصہ یہ ہے کہ بندہ تمام شرائط پر پورا عمل بھی نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی ان کو چھوڑ سکتا ہے۔ پھر بھی حضرت کے دربار سے ناامید نہیں ہے۔ اس لئے امید ہے کہ آپ جناب آیت کریم ﴿لا تقنطوا من رحمة الله﴾ "اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو" پر نظر فرما کر اس نفس کے مریض کو اپنے لطف و کرم کی دوائی سے شفا بخشیں گے۔

مرض دارم عصیاں لادوائے مگر الطاف تو باشد طبیم

ترجمہ: "گناہوں کے لاعلاج مرض میں مبتلا ہوں —— شاید تیری مہربانیاں میری طبیب ہو جائیں۔"

ہاں نفس کی اصلاح کرنے کے لئے فرشتہ صفات حضرت والا کو اپنا طبیب کامل اور پیر مکمل خیال کر کے ایک خط حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں، اب قوی امید ہے کہ اس غریب و فقیر کو اپنی درگاہ فیض سے ناامید نہیں فرمائیں گے۔

طریقت سلوک کی کتاب سے پہلا سبق تعلیم فرما کر خوش فرمایا اور امتیاز بخشا۔

تحقیق: بیعت واجب نہیں ہے لیکن اعمال کی اصلاح واجب ہے اور واجب کو مقدم کرنا واجب ہے (یعنی اعمال کی اصلاح واجب ہے اور بیعت واجب نہیں ہے اس لئے اعمال کی اصلاح کو پہلے کرنا چاہئے) اگر اعمال کی اصلاح کا دارومدار بیعت پر ہو تو پھر بیعت بھی واجب ہے ورنہ واجب نہیں ہے۔ (اصلاح کا) کام شروع فرمائیں اور اپنی حالت کی اطلاع فرماتے رہیں جب مناسب سمجھوں گا بیعت سے انکار نہیں کروں گا۔

بزرگوں کے حالات کا مطالعہ شیخ کی صحبت کا بدل ہے

حال: احقر ابھی تک موضع بہادر گنج میں درس و تدریس میں مشغول ہے۔ نفس کا کھنچاؤ بے ہودہ باتوں کی طرف

اور روح کا کھنچاؤ نیکیوں کی طرف ہے۔اسی کھینچا تانی میں عمر کے قیمتی اوقات گزر رہے ہیں۔ ہر وقت دل یہ چاہتا ہے کہ کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ نفس مغلوب ہو جائے، ذکر الٰہی سے غفلت نہ ہو دل میں وسعت کی صورت دکھائی دے لیکن اس کے لئے غالباً شیخ کی صحبت کی ضرورت ہے۔ بیوی بچوں کے خرچ کا وجوب ایسا ہے کہ وہ خدمت شیخ سے رکاوٹ ہے اس کے لئے کیا تدبیر ہے؟

تحقیق: ایسی حالت میں بزرگوں کے حالات اوران کے اقوال کا مطالعہ لازمی طور سے کرنا بھی ان شاء اللہ شیخ کی صحبت کے بدلے مفید اور کافی ہے۔اگر میرے مواعظ مستقل مطالعہ میں رہیں تو ان شاء اللہ یہ سب شکایات دور ہو جائیں گی۔

شیخ کی صحبت کی ضروت

حال: اس احقر اور خطا کار نے جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم ومغفور سے جو جناب مولانا رشید احمد رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے شاگرد تھے بیعت ہوکر فیض حاصل کیا تھا۔لیکن وہ چند سال بعد انتقال فرما گئے۔اس بندہ پر کچھ خواب میں اور کچھ جاگنے کی حالت میں عجیب وغریب حالات پیش آنے شروع ہوگئے، چند دن کے بعد دیوانہ ہوگیا۔نماز چھوڑ بیٹھا اور موت کے قریب ہوگیا اور شہر سے باہر چلا گیا۔ بدعات اور خلاف شرع باتیں بھی مجھ سے ہوئیں۔

اسی عرصے میں مولوی عبدالرحمٰن ثانی جو حضرت اقدس کے مرید اور شاگرد ہیں کے پاس گیا اوران سے اپنا حال بیان کیا کہ میرا حال بہت خراب ہوگیا ہے لیکن جب بھی جزاء الاعمال کا مطالعہ کرتا ہوں کچھ صحت حاصل ہوتی ہے۔ اس وقت مولوی عبدالرحمٰن ثانی صاحب نے کہا: ان حالات کو حضرت اقدس (حضرت تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی) کی خدمت میں پیش کرنا چاہئے اس کے علاوہ اصلاح کی کوئی صورت مجھے معلوم نہیں ہے۔اس لئے ہاتھ باندھے ہوئے حضرت کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ بندہ کو اپنے غلاموں میں سمجھ کر (اصلاح حال کے لئے) ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: پہلے گزرے ہوئے حالات لکھنا کافی نہیں ہے آج کل کے تازہ حالات لکھیں کہ اب کیا حال ہے اور صحت کیسی ہے۔طبیبوں میں سے کسی سے رابطہ کرکے باقی بیماری کا علاج شروع کردیں اوراس کی خبر دیں۔

اس کے بعد ان صاحب کا دوبارہ یہ خط آیا

حال: آج کل بندے کا حال یہ ہے کہ ایک شخص مولوی حسن علی صاحب ثانی نے جو خلاف شرع یعنی برہنہ رہتا

اور نماز نہیں پڑھتا ہے بعض اوقات بندے کے پاس آکر شریعت کے خلاف کچھ باتیں کرنے کے لئے بتائیں۔ اس کے بعد آج کل بندے میں تین باتیں پیدا ہوگئی ہیں۔ ایک بندے کے چہرے پر سفید اور کالے بادل کی طرح (ایک نشان سا) نکل آیا ہے جس کی وجہ سے عجیب وغریب باتیں دیکھتا ہوں۔ دوسرے جس طرف دیکھتا ہوں درخت وغیرہ انسان کی طرح نظر آتے ہیں۔ تیسرے بندے کی نظر میں ہر وقت حقہ (ڈبیا) یا کیڑوں یا انسان کی طرح (یہ چیزیں) سامنے رہتی ہیں۔ یہ سب باتیں بندے سے کس طرح دور ہوں گی۔ بندہ نوازی فرما کر مطلع فرمائیں۔ ایک طبیب مقرر کیا تھا لیکن یہ چیزیں دور نہ ہوئیں۔ بندے کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔

تحقیق: طبیبوں سے رجوع کرنے کا مشورہ میں نے جسمانی امراض کے لئے دیا تھا لیکن نفسانی امراض جس میں اہم (مرض) خیال کا فاسد ہونا ہے۔ اس کے (علاج و) اصلاح کا طریقہ صرف عاقل وکامل (شیخ) کی صحبت ہے اگر وہاں میسر ہو تو اس کے اختیار کرنے کا اہتمام کریں ورنہ اگر ہمت اور وسعت ہو تو یہاں آنے کا ارادہ کریں کہ یہاں بفضلہ تعالیٰ عاقل اور کامل لوگوں کا مجمع ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو تنہائی ایک بڑی دولت ہے اور تمام اشغال کو چھوڑ کر قرآن کی تلاوت اور بندے کے مواعظ کا مطالعہ کریں اور خوش مزاج اور اپنی طبیعت کے مطابق صالحین کی صحبت اختیار کریں پھر اپنے حال کی خبر دیں۔

پیر کے نوازنے کا کیا مطلب ہے؟

سؤال: (پیرو) مرشد جب کسی سے خوش ہوتے ہیں تو اس کو نوازتے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ مرید جتنا بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات پورا کرتا جائے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوتا جائے گا۔ اس لئے ہر حکم کے پورا کرنے پر اس کی قبولیت بڑھتی رہتی ہے پھر پیر کے نوازنے کا کیا مطلب ہے؟ جیسے شاہ بھیک اور شاہ ابوالمعالی رحمہ اللہ علیہما کا قصہ میں نے خود میں حضرت کے وعظ میں سنا ہے کہ خوش ہوئے اور بلا کر لقمہ کھلا دیا۔ اس لقمہ کے کھاتے ہی ان پر فیض باری تعالیٰ ہوا اسی طرح دوسرے بزرگوں کے قصے بھی ہیں ٹوپی پہنا دی یا خرقہ پہنا دیا تو ان کا قلب روشن ہوگیا یا کوئی پیالہ دیا تو ولایت عطا ہوگئی۔

جواب: یہ سب مجاہدات اور احکامات کے پورا کرنے کے بعد ہوتا ہے جیسا کہ مطالعہ کے سبق سمجھنے کی خوب استعداد ہو جاتی ہے پھر بھی سمجھنے کا فیض استاد کی طرف کیا جاتا ہے۔

ہر شخص کی تربیت اس کی استعداد کے مطابق ہوتی ہے

حال: افسوس (ہے کہ) دل کسی کام کا نہیں رہا ہے۔ قوتیں کمزور ہوگئی ہیں۔ (بال جو) سیاہ (تھے) سفید ہونے

لگے ہیں لیکن دل میں اسی طرح سیاہ و تاریکی ہے اور اعمال میں (بھی) غفلت ہے طبیعت کی پیدائشی آزادی سونے پر سہاگہ کا کام کر رہی ہے۔ طبیعت کو شروع ہی سے فساد پسند ہے۔ حالت نیک ہو یا بد دونوں میں فساد ساتھ رہتا ہے۔ بڑھاپا قریب آنے لگا ہے لیکن جنون کا وحشت پیدا کرنے والا فساد بڑھ رہا ہے۔

بجوش آورد پیری بیشتر در عشق خون ما　　قد خم کار ناخن کرد باداغ جنون ما

ترجمہ: ''بڑھاپے نے ہمارے عشق کے خون میں اور جوش پیدا کر دیا —— کبڑے پن نے ہمارے جنون کے داغ کے ساتھ ناخن کا کام کر دیا۔''

کبھی کبھی بغیر کسی وجہ کے وعظ میں رقت ہوتی ہے آنکھوں میں پانی آ جاتا ہے مگر اس وقت یہ بھی خیال آتا ہے کہ رونے سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال　　صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

ترجمہ: ''عرفی! اگر رونے سے محبوب کا وصال حاصل ہوتا —— تو اس وصال کی تمنا میں ہم سو سال رو سکتے ہیں۔''

(مطلب یہ ہے کہ صرف رونے سے کام نہیں بنتا ہے بلکہ کام بننے کے لیے کام کی ضرورت ہے۔)

(اس خیال کے بعد) پھر آنسو پی جاتا ہوں اور برداشت کرتا ہوں۔

گراں افتادہ لنگر کوہ درد سینہ فرسارا　　خدا صبر دہد دلہائے از جا رفتۂ مارا

ترجمہ: ''ایک بھاری بوجھ ہمارے بوسیدہ سینوں پر آ پڑا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو صبر دے جو (بوجھ کی وجہ سے) اپنی جگہ سے ہٹ چکے ہیں۔''

عمر رفت و سفر عشق بآخر نرسید　　گریہ آغاز بنا کامےء انجام کنیم

ترجمہ: ''عمر گذر گئی مگر عشق کا سفر مکمل نہیں ہوا —— مقصود کے حاصل نہ ہونے پر ہم نے رونا شروع کر دیا۔''

جنوں را کار باقی است بامشت غبار ما　　کہ بازیگاہ طفلاں می شود خاک مزار ما

ترجمہ: ''ہمارے جنوں کو ہماری مٹی سے ابھی کام باقی ہے —— ہماری قبر کی مٹی بچوں کے کھیلنے کی جگہ ہے۔''

سر آمد زندگی وز نارسائی ہائے خود دستے　　بزلف او نزد بخت پریشاں روزگار ما

ترجمہ: ''زندگی پوری ہوئی مگر ہماری ہی کمی کی وجہ سے اس کی زلف سر نہ ہوتی اس لیے ہم پریشان

ہیں۔"

نہ جاں را وصل دلخواہی نہ دل را قوت آہے　　من حسرت نصیب از زندگانی تہمتے دارم

ترجمہ: "نہ جاں کی چاہت ہی پوری ہوتی ہے نہ دل میں آہ برداشت کرنے کی قوت ہے میں اپنی بدنصیبی ہی کو برا بھلا کہتا ہوں۔"

نہ در کنعاں نہ در نہ در بازار مصرش می تواں دیدن　　بیاباں گرد حیرت کرد شوقش کارواں ہارا

ترجمہ: "نہ کنعاں میں نہ مصر کے بازار میں تجھے دیکھا جاسکتا ہے ــــ تیرے دیدار کے شوق نے کاروانوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔"

ولنعم ما قال العارف الجامی قدس سرہ.

عاشقاں از ہیبت تیغ تو سر پیچیدہ اند　　جامی بیچارہ راچوں دیگراں پند اشتی

ترجمہ: "عاشقوں نے تیری تلوار کی ہیبت سے سر پھیر لئے ــــ تم جامی بے چارے کو کیوں دوسروں کی طرح سمجھتے ہو۔"

حال دل را بایار گفتیم　　نتواں نہفتن درد از حبیباں

ترجمہ: "اپنا درد ہم نے اپنے یاروں سے کہا ــــ چھپ سکا نہ درد آخر یوں طبیبوں سے ہمارا۔"

تحقیق: ہر شخص کی تربیت اس کی استعداد کے مطابق ہوتی ہے۔ اس کیفیت سے آپ کی تربیت ہورہی ہے۔ خدا کا شکر کیجئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کے انتظار میں رہیے۔

حال: یہ تمام احوال جو اوپر بیان ہوئے ان میں ایک بات رہ گئی تھی کہ آپ سے دلی لگاؤ ہے اور آپ کو دیکھنے سے خوشی، سکون اور اطمینان ہوتا ہے۔

تحقیق: ان شاء اللہ یہ (کیفیت تو) شفاعت کی چابی اور ہدایت کا چراغ بنے گی۔

نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھنا مفید ہوتا ہے

حال: یا کوئی اور (صورت و) تدبیر آپ ارشاد فرمائیں تاکہ (میں اس پر) عمل کروں۔ میں نے اپنی طرف سے یہ تدبیر اختیار کی ہے کہ اپنے ہم خیال حضرات سے کثرت سے ملتا ہوں اور سب سے زیادہ کثرت سے ...... سے ملتا ہوں۔ ان کے ہاں مجھے کچھ تسلی بھی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ اکثر نیکی ذکر اور اچھی باتیں فرماتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات کو بھی اکثر اوقات پڑھتا رہتا ہوں۔ دعوات عبدیت کے حصے بھی اکثر پڑھتا رہتا ہوں۔ ان تدبیروں

سے تسکین تو ہوتی ہے لیکن بہت کم۔ آگے جو آپ کا ارشاد ہو (میں اس پر) عمل کروں گا۔

تحقیق: ہاں یہ بہت اچھا معمول ہے۔ اپنے خواجہ صاحب یا کسی ہم خیال سے تنہائی میں ملئے، جب مجمع زیادہ ہو جائے اٹھ جایئے۔

راقم عرض کرتا ہے کہ میرا کانپور جانا ہوا۔ وہاں یہ سارے جواب میں نے (حضرت قدس سرہ سے) زبانی کہہ دیئے جس سے بہت ہی فائدہ ہوا۔

ڈر کا علاج اور شیخ کا تصور کرنا (پہلے یہ خط آیا تھا)

حال: یہ ناچیز آپ کا خادم ہے۔ (ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ) دو جوگی بیٹھے تھے۔ اس دن آپ کا وعظ سنا تو اس وقت بھی جوگی نظر آئے تھے۔ میں ڈر کر آپ کے سامنے رونے لگا۔ آپ نے تسلی دی پھر ڈر ختم ہو گیا۔

آج ایک فقیر کو دیکھ کر ڈر گیا بہت پریشانی ہے اور کام کرنے میں دل نہیں لگتا ہے۔ وظیفہ سبحان اللّٰہ و الحمد للّٰہ (آخر تک) ۲۵ مرتبہ اور اگر کوئی کام وغیرہ نہ ہوا تو سو مرتبہ پڑھتا ہوں۔

امید ہے کہ میرے لئے کوئی مناسب علاج یا دعا ارشاد فرمائیں گے۔ اور میں اردو کی مناجات بھی پڑھتا ہوں۔

اس کا جواب یہ دیا گیا

(تم) درود شریف پڑھ لیا کرو اور میرا تصور کر لیا کرو۔ تصور اس وقت کا کیا کرو جب میں وعظ کہہ رہا تھا۔ اور پھر حال کی اطلاع دو اور یہ خط بھی ساتھ ہی بھیجنا۔

اس جواب کے بعد پھر یہ خط آیا

جناب والا نے جو (علاج) میرے لئے تجویز فرمایا تھا اس سے مجھ کو فائدہ ہوا اب جوگی کبھی نظر نہیں آتا ہے اور دہشت بھی نہیں ہوتی ہے۔ صرف سینہ میں کچھ گرمی محسوس ہوتی ہے۔ حضور نے یہ بھی کہا تھا کہ جو حالت ہو اس کو اپنے خط کے ساتھ میرے پاس بھیجنا۔ اس لئے اپنی حالت خط کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

پھر یہ جواب دیا گیا

کچھ فائدہ ہونے سے دل خوش ہوا۔ الحمد للہ، درود شریف اور تصور (جس کے بارے میں پہلے لکھا گیا تھا) کرتے رہو۔ گاجریں تراش کر اس پر شکر ڈال کر رات کو شبنم میں رکھ کر صبح کھا لیا کرو اور پھر اطلاع دو۔

طالب کا خود ہی علاج مقرر کرنا برا ہے

(پہلے یہ خط آیا)

سُؤال: عرض ہے کہ گناہ سے محفوظ رہنے کا کوئی مراقبہ بتایئے اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس کی برکت اور حضرت کی دعاؤں کی برکت سے گناہوں سے محفوظ رہوں۔

اس کا جواب یہ دیا گیا۔

جَواب: کیا آپ خود ہی اپنے لئے طریقہ علاج تجویز فرما سکتے ہیں؟ افسوس (ہے کہ) جو علاج میں نے بتایا یعنی ہمت اس کو ردی کر دیا اور خود (اپنا علاج) تجویز کیا تو آپ خود ہی شیخ ہیں پھر دوسرے سے کیوں پوچھتے ہیں۔

پھر یہ خط آیا۔

حَال: میرے خط کے جواب میں (آپ کا) ہدایت نامہ ناراضگی اور غصّہ سے بھرا ہوا ملا، بہت شرمندہ ہوں اور معافی کا امیدوار ہوں۔

بالکل بھی نہ تو اپنا علاج تجویز کرنے کا حق ہے اور نہ ہی خود (بندہ) شیخ ہے اور نہ حضرت کے فرماتے ہوئے علاج کو کم کرنے ردی کیا ہے اور نہ کر سکتا ہے بلکہ خدا کا شکر ہے کہ حضرت کے ارشاد کی قدر و قیمت دل میں بہت زیادہ ہے اور خدا کرے ایسا ہی رہے (آمین) خلاصہ یہ کہ معاف فرمایا جائے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا۔

معافی کو معافی ہی ہے۔ میں کوئی بدلا تھوڑی لے رہا ہوں لیکن کیا غلطی کو بھی نہ بتایا جائے اب بھی یہ نہیں بتایا کہ اس علاج پر عمل بھی کیا یا نہیں فضول باتوں سے خط بھر دیا اس (بات) کا بھی افسوس ہے۔

سلسلۂ امدادیہ کی امتیازی شان

حَال: عرض یہ ہے کہ کبھی حقوق العباد (کی ادائیگی) کے بارے میں دل پر ایسا بوجھ ہوتا ہے کہ لگتا ہے کہ جان (اسی) غم میں گھلی جا رہی ہے۔ جب تک ان حقوق کی ادائیگی کی صورت نہیں بنتی چین نہیں آتا ہے۔

تحقیق: مبارک ہو۔ یہ حالت سنت کے مطابق ہے اور سلسلۂ امدادیہ کی جداگانہ شان ہے اور یہی اس (سلسلے) کی قبولیت کی علامت ہے۔

شیخ کی طبعی عادتوں میں اتباع کرنے کا حکم

حَال: شیخ کی جو طبعی عادتیں ہیں اگر مریدان کا اتباع کرے تو یہ باعث ثواب ہے یا نہیں؟

تحقیق: اجر (ملنے) کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

حال: (یہ اتباع) مفید ہے یا نہیں؟

تحقیق: بلاواسطہ تو مفید نہیں ہے بواسطہ مفید ہے۔ کیونکہ یہ (اتباع شیخ سے) محبت ہونے کا ذریعہ ہے یا محبت ہی کا اثر ہے اور (شیخ سے) محبت کا مفید ہونا ظاہر ہے۔

حال: شریعت کے اعتبار سے تو کوئی مخالفت نہیں ہے؟

تحقیق: شریعت کی مخالفت کی کوئی وجہ نہیں ہے ہاں اس میں ایسا مشغول ہونا جو دوسرے ضروری کاموں میں خلل کا ذریعہ ہو تو یہ نقصان دہ ہے۔

حال: اس (اتباع) سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ برابر کا شبہ تو نہیں ہوتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے حرکات وسکنات میں اتباع کرنے میں اجر ہے اور صحابہ محبت کی وجہ سے طبعی عادتوں میں بھی آپ ﷺ کی اتباع کرتے تھے۔

تحقیق: اوپر اجر کی نفی کی گئی تھی اب (اس سے رسول اللہ ﷺ سے) اتباع کا شبہ نہیں رہا۔

حال: خلاصہ یہ کہ میری طبیعت بھی چاہتی ہے کہ جیسے آپ چلتے ہیں چلوں، جیسے آپ گردن مبارک کو بائیں طرف کبھی کبھی سینہ کی طرف جھکا دیتے ہیں اسی طرح جھکاؤں، جیسے آپ ڈاڑھی پھاڑ کر رومال سے پونچھتے ہیں۔ پونچھوں، نماز سے فارغ ہوکر جب حضرت منہ پھیر کر بیٹھتے ہیں تو ہاتھ سے بعض دفعہ کرتا ہٹایا کرتے ہیں میں بھی ہٹایا کروں۔ یہ ساری ادائیں مجھے بہت اچھی لگتی ہیں اگر کچھ حرج نہ ہو تو اجازت فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! مجھ میں حضرت کے اخلاق وعادات اور طرز وانداز پیدا کردے حضرت بھی دعا فرمادیں۔

حضرت کی محبوبیت اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ جو وظائف میں نے حضرت سے خود اجازت لے کر پڑھنا شروع کئے تھے اب جی چاہتا ہے کہ سب چھوڑ دوں، اور حضرت جو پانچ وقت کی نماز کے بعد (وظائف) پڑھتے ہیں میں بھی پڑھا کروں اور بڑے بڑے معمولات جیسے ہیں ویسے ہی باقی رکھوں اس بارے میں حضرت کیا فرماتے ہیں؟

دعائے حزب البحر ہر نماز کے بعد پڑھتا تھا اسے بھی ایک ہی مرتبہ پڑھتا ہوں۔ اس سے دل اس وجہ سے نہیں اٹھ گیا ہے کہ حضرت نے فرمایا میں نہیں پڑھتا (بلکہ) اس وجہ سے اٹھ گیا کہ اس کے پڑھنے والوں کو لوگ بزرگ سمجھتے ہیں اور جس (چیز) سے بزرگی ٹپکے (اگر) وہ شرعاً ضروری نہ ہو تو (میں) اس کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ اس کے بارے میں جو (بات) میرے لئے مناسب ہو ارشاد فرمائیں۔

(اسی طرح آپ) جو معمولات نمازوں کے بعد پڑھتے ہیں اگر وہ میرے لئے مناسب ہوں تو ایک پرچہ پر لکھ دیں یا جہاں آپ کے یہ معمولات لکھے ہوں تو اس سے مطلع فرمائیں۔ کیا کروں حضرت کو تکلیف نہ دیتا مگر طبیعت بہت دنوں سے اس بات کو چاہ رہی ہے اس وجہ سے تکلیف دی معاف فرمایئے گا۔

تحقیق: میرے نزدیک یہ انہماک (بہت مشغولی) ہے۔

شیخ کی صحبت کا شوق رکھنا اور خط وکتابت کرنا بھی شیخ کی صحبت کے برابر ہے

حال: (میرا) جی بہت چاہتا ہے کہ میں آپ کی صحبت حاصل کروں لیکن بہت سارے مشاغل مہلت نہیں دیتے۔

تحقیق: (شیخ کی صحبت کا) یہ شوق بھی نفع (پہنچانے) میں (شیخ کے) قریب رہنے کے برابر ہے خصوصاً جبکہ (شیخ سے) خط وکتابت بھی ہوتی ہو۔

حضرات مشائخ کو سورۃ اخلاص کا ایصال ثواب کرنا

حال: ایک بات جو یاد نہیں رہی تھی وہ یہ ہے کہ بندہ کا کئی سال سے یہ معمول ہے کہ روزانہ وتر کے بعد تین تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی، حضرت مولانا محمد قاسم، حضرت مولانا رشید احمد، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا میاں جی نور محمد، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم ولایتی قدس اللہ اسرارہم کی ارواح طیبہ کو اس کا ایصال ثواب کرتا ہوں (روزانہ ۴۵ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنا ہے اور آخر میں یہ کہہ دینا کہ اے اللہ! اس مجموعہ کا ثواب ان بزرگوں کی ارواح کو پہنچا دے) اس معمول میں کچھ حرج تو نہیں ہے۔

تحقیق: قاعدے سے تو کوئی حرج نہیں ہے، مگر آپ کے سوال سے آپ کے ذوق کا پتہ چلا جو میرے ذوق کے مطابق ہے اس لئے اپنے ذوق کے بارے میں بتاتا ہوں اگر آپ کا بھی یہی ذوق ہو تو ویسے ہی ان سب حضرات کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور درجات کی بلندی کے لئے دعا کیا کیجئے۔

میرا ذوق یہ ہے کہ اس عمل سے دل کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کو ثواب بخشا جائے تو ان کی ارواح طیبہ خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کر کے یا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے میری طرف متوجہ ہو کر مجھے باطنی نفع یا اس نفع کی ترقی کا سبب بنیں گی۔ اس لئے میں اس کو توحید خالص کے خلاف سمجھتا ہوں۔ ان حضرات کے ادب کے بھی خلاف کہ ان کو ثواب اپنی غرض کے لئے بخشا جائے۔

اس سلسلے میں میری ایک تفصیلی تحریر ہے جو تتمہ ثانیہ امداد الفتاویٰ میں طبع ہو چکی ہے۔

بیعت جلدی کرنا یا نہ کرنا شیخ کی قلبی توجہ پر موقوف (منحصر) ہے

حَالؔ: عرض (حال) یہ ہے کہ اکثر لوگ جن کو اپنے مشائخ سے بیعت کرنے اور (لوگوں کی) تربیت کرنے کی اجازت نہیں ملی ہے اس کام کو آسان سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ پیر بننا کیا مشکل ہے۔ واقعی رسمی پیری اور سجادہ نشینی تو ایک بڑی مزیدار بادشاہت ہے لیکن اس کی حقیقت ایک مشکل ترین کام ہے خصوصاً جبکہ سامنے والا قلب سے حقیقت پہچاننے سے دور اور صرف رسم و رواج کا پابند ہو۔ عوام کی عقیدت اور محبت بھی (کسی) خرابی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

اسی لئے بیعت کرنے سے ایک حد تک بچتا ہوں بلکہ بعض اوقات تو (جو) لوگ بیعت ہو چکے ہیں ان کو بھی چھوڑنا پسند کرتا ہوں لیکن یہ بات کیونکہ اہل طریق (مشائخ تصوف) کے ہاں پسندیدہ نہیں ہے اس لئے خود صبر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

جلدی بیعت کرنے میں بعد میں بڑی خرابی نکلتی ہے۔ جن تمام باتوں کی آپ شکایت فرمایا کرتے تھے ان کو بالکل صحیح دیکھتا ہوں۔

ایک ایک قطرہ کا مجھے دینا پڑا حساب   خون جگر ودیعت مژگان یار تھا

(یعنی خون جگر یار کی آنکھوں میں امانت تھا جس کے بہنے سے امانت ضائع ہوتی اور حساب ہر قطرہ کا دینا پڑا کیونکہ وہ صرف آنسو نہیں تھے)۔

دوسری طرف بدعتی اور گمراہ لوگوں کی بہتات (بیعت کرنے کے لئے) اتنی مجبور کر دیتی ہے کہ دل چاہتا ہے کہ جو بھی بیعت ہونے کی درخواست کرے اس کو بغیر سوچ بچار کے فوراً بیعت کر لیا جائے اس سے کچھ ہو نہ ہو گمراہ لوگوں کے پنجوں سے تو وہ چھوٹ ہی جائے گا۔ غرض اس قسم کے تردد میں دل گرفتار ہے۔

پھنسانا تھا دل کو کیسوئے پیچاں میں پھنس گیا
قسمت میں ہو جو پیچ تو کیوں کر نہ بل پڑے

شب تاریک بیم موج گرداب چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا

تَرجَمَہ: ”خوفناک اندھیری رات میں موجیں یوں حائل ہیں —— ساحل کے بے فکر لوگ ہمارا

حال کیا جانیں۔"

(مطلب یہ ہے کہ ہم تو کسی کو بیعت کریں یا نہ کریں کے پیچ و تاب میں پھنسے ہوئے ہیں آپ چوں کہ اس راہ سے گذر چکے ہیں اس لیے ہمیں بتائیے کہ ہم کیا کریں)۔ (خطبات حکیم الامت بتصرف ۸۴/۱۱)

اس بارے میں جو بھی ارشاد عالی ہو اس کو نجات کا سبب خیال کروں گا۔

تحقیق: جس وقت کوئی بیعت کی درخواست کرے اس وقت بیعت کرنے اور نہ کرنے میں جس چیز کا دل چاہے ان شاء اللہ خیر اسی میں ہوگی۔

شیخ کو کسی حال کے نہ ہونے کی خبر دینا بھی مفید ہے

حال: آج کل اپنا کوئی حال نہیں ہے۔

تحقیق: (شیخ کو) اس (کیفیت یعنی کسی حال کے نہ ہونے) کی اطلاع کرنا بھی مفید اور نفع والا ہے کبھی اس میں بھی کوئی بات ہوتی ہے۔

اپنے شیخ کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہئے

حال: ایک بات یہ بھی (عرض) ہے کہ دنیا میں کسی سے دین کے بارے میں فائدہ حاصل کرنے کا خیال نہیں ہوتا ہے۔ دل میں یہ یقین ہے کہ جو کچھ دنیا میں (میرے فائدے کے لئے ہیں) صرف حضور ہی ہیں حالانکہ دنیا میں بہت بزرگ ہوں گے مگر دل کسی اور کی بزرگی کا اعتقاد نہیں رکھتا ہے۔ دوسرے سے فیض حاصل ہونے کے خیال ہی سے (اس طرح) نفرت ہوتی ہے جس طرح شرک و کفر سے نفرت ہوتی ہے۔ کسی بزرگ کو حضور کے مقابلے میں بزرگ سمجھنا ایسا لگتا ہے جیسے کفر کا خیال ہوتا ہے۔ اگر بزرگوں کے لئے ایسا خیال کرنا برا ہے تو حضور (آپ) میرے دل کی اصلاح کے لئے دعا فرمائیں۔

تحقیق: محبت کی شدت کی وجہ سے انسان اس طرح حد سے بڑھ جانے پر مجبور ہے۔ اس میں اصل بات صرف اتنی ہے کہ اپنے شیخ کو یہ سمجھنا چاہئے کہ میری کوشش سے ان سے زیادہ کوئی فائدہ پہنچانے والا مجھے نہیں ملے گا۔ بس اتنا اعتقاد رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جان بوجھ کر تصور شیخ (یعنی شیخ کا خیال) کرنے کا نقصان دہ ہونا

سوال: حضور والا کا اذکار میں خیال کرنا بندے کو فائدہ دیتا ہے۔ اگر حضرت کا حکم ہو تو میں اس تصور کو مسلسل

کرتا رہوں۔

جواب: شیخ کا تصور کرنا خصوصاً نماز میں جان بوجھ کر کرنا خلاف سنت ہے اور بعض حالات میں بہت ہی نقصان دہ ہے۔ ہاں اگر بغیر ارادے کے خیال آ جائے تو بھی اس کو باقی رہنے نہ دیا جائے (بلکہ اس وقت) ذکر یا مذکور کی طرف مزید توجہ کر لینی چاہئے۔ اگر پھر بھی باقی رہے تو یہ حالت مبارک ہے اس کو نعمت سمجھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کیونکہ یہ بہت زیادہ محبت کی وجہ سے ہے۔ دوسرے گندے خیالات کی طرح اس کو دور کرنا ضروری نہ سمجھا جائے کیونکہ جو خیال اللہ تعالیٰ سے روکنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے خیال کے برابر نہیں ہے (کیونکہ شیخ کا خیال اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا ذریعہ ہے نہ کہ دوسرا خیال اسی لئے اس کو دور کرنا ضروری نہ سمجھا جائے)۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی ہو تو دوبارہ پوچھ لی جائے۔

بیعت ہونے کا مناسب صحیح طریقہ

حال: میں جناب مولانا "...... (سے بیعت ہو کر) ان کے حلقہ (مریدین) میں داخل ہوا تھا۔ کچھ عرصہ تک حلقہ میں شامل رہا۔ اب مولانا کے یہاں حالت بہت کمزور ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے (کچھ حالات یہ ہیں)

کشف ایسا یقینی سمجھا جاتا ہے کہ اس پر ملازمین کو احکامات جاری کئے جاتے ہیں، پوچھا جاتا ہے: کیا دیکھا۔

دیوبندیوں کو گندے عقیدہ والا کہا جاتا ہے۔

میلاد شریف میں قیام کیا جاتا ہے اور کئی آدمی سلام پڑھتے ہیں۔

مدرسہ کے سالانہ جلسے میں پھول لٹائے جاتے ہیں۔

ایک صاحب کو کشف ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ تشریف لائے ہیں پھول اٹھاتے ہیں یا پھول اکٹھا کر کے اپنی گود میں رکھ لئے جاتے ہیں۔

ایک شخص مولانا کے خاص ملازموں میں ہے، وہ نماز نہیں پڑھتا ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے صرف ایک عیب ہے کہ نماز نہیں پڑھتا ہے۔

ان خرافات کو کہاں تک بیان کر کے جناب وقت خراب کروں۔ میں نے اب (ان کے) حلقہ سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ اسم ذات جس قدر ہو سکتا ہے پڑھ لیتا ہوں اور جناب سے اپنی مدد کی امید کرتا ہوں کہ مجھ کو

بیعت سے مشرف فرمائیں جیسا حکم فرمائیں گے اسی طرح عمل کروں گا۔ فقط

تحقیق: آپ ایک دفعہ (بیعت میں) جلدی کر کے پچھتا رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ دوسری مرتبہ بھی پچھتانا پڑے۔ اس لئے بیعت کرنے میں جلدی کرنا صحیح نہیں ہے۔ (بلکہ بیعت کرنے کی) اچھی صورت یہ ہے کہ جس سے بیعت ہونے کا ارادہ ہو پہلے اس کے پاس ایک دو مہینے قیام کیا جائے۔ جب دل اچھی طرح مطمئن ہو جائے تو بیعت کی درخواست کرنی چاہئے۔ درخواست کے وقت اگر دوسرے کا دل بھی مطمئن ہوگا تو وہ قبول کرے گا ورنہ اگر اس نے کوئی عذر کیا تو (اس کے پاس) اور قیام کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس طرح کرنے سے دوسرے کا انکار طویل نہ ہوگا۔ ایسی بیعت کا لطف دیکھنے کے قابل ہوگا۔ یہ طریقہ (بالکل) ٹھیک نہیں ہے کہ جس کو سنا اس کے پیچھے چل دیئے بقول شاعر۔

من قاش فروش دل صد پارہ خویشم　　لختے برداز دل گزرد ہر کہ زپیشم

ترجمہ: ”راستے میں بیٹھا ہوں دل کے سو ٹکڑے لیے ـــــ جو گذرتا ہے سامنے سے جاتا ہے اک لیے۔“

(یعنی ہر راہ رو کے پیچھے نہیں چلنا چاہیے بلکہ پہلے سوچ بچار سے ایک کے پیچھے چلنا متعین کرنا اور پھر اس کے پیچھے چلنا چاہیے۔)

متعلقین پر (خلاف شرع کاموں کی وجہ سے) غصہ کرنے کا حق مقتدی (یعنی سربراہ، راہنما، پیشوا) کو ہے

حال: احقر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ابھی تک اپنے وظیفہ کو اہتمام سے پورا کر رہا ہے۔ لیکن میرا حال مختلف قسم کا رہتا ہے۔ (پتہ نہیں مجھے) کیا ہو جاتا ہے کہ گھر والوں کو شرع کے خلاف چلنے کی وجہ سے ان پر غصہ کرتا ہوں اور برداشت نہیں کر سکتا ہوں۔ یہاں تک کہ یہ حالت ہوگئی کہ سب گھر والے مجھ سے خفا اور ناراض ہو گئے۔ حضرت والد صاحب بھی (اس وجہ سے) غمگین ہیں بلکہ مجھے دیوانہ سمجھتے ہیں۔ میری حقیقت حال بھی دیوانوں کی طرح ہو جاتی ہے۔ گاؤں میں دشمن بھی بہت ہیں کبھی دل میں خیال آجاتا ہے شاید کسی نے مجھ پر جادو کیا ہے کہ اپنے مربیوں سے لڑتا جھگڑتا رہتا ہوں، ان لوگوں کو دیکھ نہیں سکتا ہوں اور کبھی دل میں رحم بھی آجاتا ہے۔

لیکن گھر کے علاوہ دوسری جگہوں پر حالت اچھی رہتی ہے مگر گھر میں جا کر وہی حال ہو جاتا ہے۔ اس وقت پردیس میں حال اچھا ہے۔ مدرسہ میں پڑھانے سے بھی طبیعت اچھی رہتی ہے۔ مدرسہ کا کام تلاوت قرآن اور

مناجات مقبول کے بعد کرتا ہوں۔ ذکر کے وقت میں اگر (مدرسہ کا کام) نہ کروں تو طلبہ کو پڑھانے کا دوسرا وقت نہیں ملتا ہے اس لئے کیا ذکر تلاوت اور مناجات کے بعد تھوڑی دیر فاصلہ کر کے کر لیا کروں (جیسے) تلاوت قرآن اور مناجات کے بعد گھنٹہ دو گھنٹہ طلبہ کو پڑھانے کے بعد باقی وظیفہ جو چھ ہزار مرتبہ ذکر اللہ ہے کر لیا کروں؟

تحقیق: اپنے متعلقین پر غصہ ہونے کا حق گھر کے مربی (تربیت کرنے والے) اور پیشوا کا ہے۔ آپ (ابھی) خود اپنے کام سے فارغ نہیں ہوئے (اس لئے ابھی) آپ کے لئے کسی سے الجھنا صحیح نہیں ہے۔ اگر مدرسہ میں دل مطمئن رہتا ہے تو مدرسہ میں زیادہ رہا کیجئے۔ ذکر سبق کے بعد بھی مفید ہوگا۔

طالب میں اپنا علاج خود کرنے کے بجائے خود کو حوالے کرنے کی صفت کا ہونا ضروری ہے

حال: میں نے پہلے خط میں دلائل الخیرات اور ربنا اتنا الخ کے پڑھنے کی اجازت کے لئے لکھا تھا۔ اس سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میری آخرت درست ہو جائے۔ بزرگوں کے ارشاد کے مطابق جو کام کیا جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتے ہیں۔ میں پڑھتا تو رہتا ہوں جو ثواب سے خالی نہیں ہے لیکن (بات یہ ہے کہ) ایک خود کسی نسخہ کو استعمال کرنا ایک قلم کے حکم سے اس پر عمل کرنا اس میں بہت بڑا فرق ہے۔

تحقیق: جو آپ نے اجازت مانگنے کی جو وجہ لکھی ہے وہ صحیح ہے۔ مگر اس کا طریقہ یہ نہیں ہے جو آپ نے اختیار کیا کہ خود نسخہ تجویز کر کے طبیب سے اجازت مانگی بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس سے (آدمی کو) اعتقاد ہو اس کے سامنے اپنی پوری حالت پیش کر کے خود کو اس کے حوالے کر دیا جائے کہ جو نسخہ میرے لئے تجویز کیا جائے گا میں اس کو استعمال کروں گا۔ آپ کا کوئی خط اس مضمون کا نہیں آیا اس لئے میں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا ہوں جب ایسا خط آئے گا تو ان شاء اللہ مشورہ دوں گا۔

شیخ کے بیعت نہ لینے کی وجہ سے متکبرانہ (تکبر والی) ناراضی کا علاج

ایک صاحب کا خط آیا جو بیعت نہ ہونے کی وجہ سے ناراض اور شکایت کر کے چلے گئے تھے۔

حال: منبع الجود والکرم حضرت مولانا مولوی شاہ اشرف علی صاحب سلمہ ربہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ من جانب بندہ...... آپ کی برکت سے بھرپور خدمت میں شرف ملاقات کے بعد واپس آیا ہوں۔ اب دوبارہ یہ ناچیز ایک خواب تعبیر معلوم کرنے کے لئے بھیجتا ہے اور امید کرتا ہے کہ جناب

اس خواب کی تعبیر بیان فرمائیں گے۔ خواب یہ ہے۔

بندہ نے شب جمعہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس نیت سے درود شریف پڑھا کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے حبیب ﷺ کی زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ بندہ سو گیا۔ بندے نے جو خواب دیکھا وہ یہ ہے۔

میں نے آپ کو ایک بالا خانہ میں پایا۔ جب آپ نیچے آتے ہیں تو میں روتا ہوا نیچے آتا ہوں جب آپ اوپر تشریف لاتے ہیں تو میں روتا ہوا اوپر آتا ہوں۔ اسی طرح آپ نیچے آتے ہیں و میں بھی روتا ہوا نیچے آتا ہوں اور (آپ کے) رعب کی وجہ سے (آپ سے) بات نہیں کر سکتا ہوں اور قریب (بھی) نہیں ہو سکتا ہوں۔ آخری سیڑھی سے اترتے وقت میری طرف چنگاریاں آرہی ہیں، ض اور ان سے (یہ) آواز آرہی تھی کہ یہ تجھے جلا دیں گی۔ میں نے کہا: اس سیڑھی کی پناہ میں میں اس کے شر سے محفوظ ہوں۔ اور آپ کو صرف یہ کہتے ہوئے سنا "میں سمجھوں گا"۔

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ: میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہاں آئے تھے بہت سوچنے سے چند باتیں ذہن میں آتی ہیں۔

❶ آپ ان دو شخصوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے ایک ہی خط میں (بیعت ہونے کی) درخواست لکھی تھی، اور میں نے مشورہ دیا تھا کہ خط الگ الگ آنا چاہئے۔

❷ آپ نے آتے ہی میرا خط دکھایا تھا اور دو روپیہ پیش کیا تھا جس کے لینے سے میں نے عذر کیا تھا۔ اور آپ کے اصرار پر آپ کو منع کر دیا تھا۔

❸ آپ نے بیعت (کرنے) کے لئے اصرار کیا اور میں نے بیعت کی شرائط بیان کیں۔ جس میں غالباً یہ بھی تھا کہ (بیعت ہونے میں) جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ آپ نے پھر اصرار کیا (اس پر) میں نے انکار کر دیا۔ آپ کو (میرا انکار کرنا) برا لگا اور آپ اسی حالت میں اٹھ کر کھڑے ہوئے اور چلے گئے۔ باہر آکر میری شکایت کی۔

اب معلوم نہیں میرے ذہن میں جو باتیں آئی ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں اگر صحیح نہیں ہیں تو اپنی پوری پہچان کرائیے تاکہ میں آپ کو پہچان سکوں۔ خواہ میرا خیال صحیح ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں اصل خط بھی جواب کے ساتھ آنا چاہئے تو جواب دوں گا۔

اس جواب پر جو اوپر دیا گیا ان صاحب کا دوسرا خط آیا

حال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ من جانب...... جناب کے ذہن میں جو باتیں آئی ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ بندہ وہی خادم ہے جس سے ایسے موقع پر (جب کسی آرزو کے چاہت کے باوجود پوری نہ ہونے پر دل پر بوجھ کی

وجہ سے) جو بے ادبی کی حرکتیں ہو سکتی ہیں بندے سے بھی ہوئیں۔ آئندہ سچے ارادے اور خلوص دل سے جو فرمائیں گے کرنے کے لئے تیار ہوں۔ معلوم نہیں کہ جناب نے اصل خط کون سا سمجھا ہو اس لئے دونوں اس خط کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ (یہ بات) معلوم نہیں کہ آپ کو اپنی حرکتوں کا بے ادب اور بدتمیز ہونا خواب کے علاوہ کسی عقلی دلیل سے بھی ہوا ہے یا نہیں اگر صرف سے خواب ہی سے معلوم ہوا ہے تو خواب شرعی دلیل نہیں ہے۔ آپ ڈریں نہیں (بلکہ) بے فکر رہیں۔ یہ انگارے تو کیا چیز ہیں اگر کوئی خواب میں خود کو دوزخ میں جلتا ہوا بھی دیکھ لے اور ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا حکم بھی سن اور اس کی حالت شریعت کے مطابق بھی ہو تو بھی وہ خواب کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر آپ اپنی غلطی کو شرعی دلائل کی وجہ سے سمجھتے ہیں تو اس کی کیا صورت ہے لکھئے اور وہ غلطیاں کیا ہیں؟ اور کس وجہ سے (ان کو غلطی) سمجھا ہے (لکھئے) اگر جواب بھیجا جائے تو یہ دونوں خط پھر بھیج دیئے جائیں۔

اس کے بعد پھر ان صاحب کا یہ خط آیا

بندہ کو اپنی غلطی کا احساس خواب کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ شرعی دلیل کی وجہ سے ہوا ہے اور وہ شرعی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کچھ بات کے وقت ان دونوں حضرات کی آواز کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند ہونے پر ادب سکھانے کے لئے کہ آپس میں بات کرتے وقت بھی اپنی آواز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ ہونے دو یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿**یایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصوٰتکم فوق صوت النبی الخ**﴾ کیونکہ آپ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانشین (خلیفہ و نائب) ہیں اس لئے معلوم ہوا کہ ایسے الفاظ جو بندہ نے کہے آپ کی شان کے مناسب نہیں تھے۔ اپنی اس غلطی کی معافی چاہتا ہوں۔

ع بر کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ: ”کریموں کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔“

اس خط کا یہ جواب دیا گیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ یہ آیت خصوصی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وارد ہوئی ہے۔ (اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے) علاوہ کسی دوسرے کے لئے یہ حکم ثابت کرنا قیاس (شرعی

اندازے) کے خلاف ہے۔ جو قیاس شرعی دلیل بن سکتا ہے وہ صرف مجتہد کا قیاس ہے اور یہ قیاس مجتہد سے منقول نہیں ہے تو پھر اس دلیل کو شرعی دلیل کیسے کہہ سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو آدمی رسول اللہ ﷺ کا جانشین نہیں ہے اس کو بلاوجہ زبان سے تکلیف دینا اور شکایت کرنا آپ کے نزدیک شرع کے خلاف نہیں ہے۔ اس لئے اگر آپ کا یہی اعتقاد ہے تو یہ بالکل غلط ہے اس پر قرآن کریم کی بہت سی آیات اور بہت سی احادیث شاہد (-گواہ) ہیں۔ اگر آپ کا یہ اعتقاد نہیں ہے تو پھر تکلیف نہ دینا اور شکایت نہ کرنا صرف رسول اللہ ﷺ کے جانشین کے ساتھ خاص کیوں ہے (بلکہ یہ حکم تو خواہ جانشین نبوی ہو یا نہ ہو سب کے لئے ہے) پہلے یہ بات بتایئے پھر کچھ عرض کروں گا۔

اس کے بعد پھر ایک ناپسندیدہ مضمون کا خط آیا جس کا مختصر جواب دیا گیا اس کے بعد پھر یہ خط آیا۔

معدن الفتوت والبرکات سلمہ ربہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ من جانب...... (آپ کا نوازش نامہ (خط) آیا۔ جس کے بارے میں حقیقتاً کہتا ہوں کہ وہ (میرے) مرجھائے ہوئے دل پر ایسا تیر نشانہ پر لگنے کی طرح ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ اس کا اثر سوتے جاگتے کسی حالت میں بھی ختم نہیں ہوتا ہے۔ آپ نے کس درد اور نرمی کے ساتھ (لکھا کہ) بندہ اس مرغ کی طرح تڑپ رہا ہے جس کو آدھا ذبح کیا گیا ہو۔

عرض ہے کہ (اپنی) خدمت عالی میں حاضر ہونے کی اجازت عطا فرمایئے تو بہتر ہے ورنہ دروازہ نہیں چھوڑوں گا۔ تھانہ بھون میں یا آس پاس جہاں فرمائیں گے ٹھہرا رہوں گا اور دروازہ نہیں چھوڑوں گا۔

حضور نے جو الفاظ فرمائے ہیں وہ یہ ہیں "ان بعض الظن اثم" (اثم مکرر "حرج کس کا ہوا۔" آپ کے نزدیک جو بہتر مراد ہے وہ بندہ کو معلوم نہیں اور اثر بندے پر طاری ہے۔

جواب: اگر (میرے پاس آنا ہو تو) تکبر کو طاق میں رکھ کر اور ہر قسم کی ذلت (اٹھانے) کے لئے تیار ہو کر اور میرے تمام سوالات جو پچھلے خط میں تھے اور جو نئے ہوں ان کے جوابات دینے کے لئے تیار ہو کر اور جن سوالوں کا جواب نہ آئے ان میں یہ کہنے کے لئے کہ "میری سمجھ میں نہیں آتا" کہنے کے لئے تیار ہو کر آؤ تو منع نہیں ہے۔ یہ خط اور پچھلے سارے خط لا کر پیش کرنا ہوں گے۔

شیخ کا طالب کو اصلاح کے لئے باطنی امراض کے بارے میں تنبیہ کرنا

ایک عالم جو کسی شیخ طریقت کے خلیفہ بھی ہیں سے حضرت والا کی شان مقدس میں بے احتیاطی سے ایک

تحریری غلطی ہوئی پھر معافی کی درخواست کی۔ اس صورت حال میں دونوں طرف سے خطوط آنے جانے کا اتفاق ہوا۔ دونوں طرف کے یہ خطوط جو بہت ہی مفید ہیں ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

عالم صاحب کا خط

سیدی و مولائی دام مجدکم۔ خادمانہ مسنون سلام کے بعد اس وقت مولانا صاحب ـــــ کا خط مبارک آیا۔ میں ممدوح (مولانا تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ) کا بہت ہی احسان مند ہوں کہ انہوں نے تفصیل کے ساتھ میری غلطی پر مجھے تنبیہ فرمائی اور سچی ہمدردی اور اخلاص کا حق ادا فرمایا۔ دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ بحمد اللہ (اللہ تعالیٰ نے) ایسے دوست عطا فرمائے ہیں جن دوستوں کی ہر مسلمان کو تمنا ہوتی ہے۔ مولانا ممدوح کے لئے بھی دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس اخلاص کے بدلے دونوں جہاں کی برکتیں عطا فرمائیں۔

اب جناب کی خدمت میں عرض ہے کہ مجھے اپنی غلطی کا حقیقتاً یقین ہوا کہ جن سنی سنائی یا لکھی ہوئی باتوں کی وجہ سے میرا یہ خیال ہوا جو میری تحریر جس کا نام ـــــ ہے میں ہے (وہ سنی سنائی یا تحریری باتیں) شریعت کے لحاظ سے قابل اعتماد نہ تھیں۔ نہ ہی ان کی وجہ سے ایسا خیال کرنا صحیح اور جائز تھا۔ اس لئے (میں) حق تعالیٰ شانہ سے اپنے گناہوں کی توبہ کرتا ہوں۔ (میں) جناب سے اپنی غلطی کی معافی چاہتا ہوں جو جناب کے لئے رنج اور شکایت کا سبب بنی۔ (اس سے) پہلے خط میں جو معافی مانگی تھی اس کو جناب نے معافی مانگنے کی صورت پر شمار فرمایا تھا۔ حقیقت میں غلطی کی وجہ صاف اور واضح نہ ہونے کی وجہ سے وہ غلطی اور خطا (جان بوجھ کر) یقینی طور سے نہیں ہوئی تھی۔ اب مولوی صاحب کے خط سے شکایت کی وجہ معلوم ہوئی اور اپنی غلطی کا (اب) یقین ہوا (جو پہلے نہیں تھا) کہ حقیقت میں جب تک کوئی بات شرعی طور پر پوری طرح ثابت نہ ہو جائے اس کا یقین یا کسی کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔

اور الحمد للہ کہ آپ حضرات سے تعلق کی وجہ سے یہ نعمت نصیب ہے کہ اپنی غلطی پر اڑنا یا اس کے اقرار سے رکنا یا کوئی بہانا بنانا اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا اور کبر کے شبہ والا ہے۔ اس لئے نہ اس کی توبہ سے عار ہے نہ اقرار سے تنگی ہے۔ اللہ گواہ ہے اس کا دل اقرار کئے ہوئے ہے کہ میں خطاؤں سے خالی نہیں ہوں اسی لئے خطا کے تسلیم کرنے میں کبھی رکاوٹ بھی نہیں ہوتی۔ آپ حضرات کا دامن اس لئے نہیں پکڑا کہ وہ اٹھارہ بیس برس کے بعد خدانخواستہ چھوٹے۔ قلب میں اس تعلق کی خاص قدر ہے اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو آپ حضرات کے تعلق ہی کی وجہ سے ملا ہے۔ حق تعالیٰ اس میں برکت بخشے اور اسی پر دنیا سے اٹھائے۔

حضرت والا سے ادب کے ساتھ اتنی درخواست ضرور ہے کہ (میں) چونکہ ضعیف و مریض ہوں اس لئے زیادہ غم و پریشانی کو برداشت کرنا مشکل ہے۔ یہ تو یقینی بات ہے کہ آئندہ بھی کوئی خطا ولغزش ہو تو بعید نہیں لیکن اگر حضرت بزرگانہ و مربیانہ پرانے تعلق کی وجہ سے صاف یوں فرمادیں کہ ''یہ تیری غلطی ہوئی اس کو تسلیم کر اور توبہ کر۔'' انشاء اللہ کبھی بھی انحراف نہ ہوگا۔ جناب کا اپنے لئے مربی و آمر و ناصح (تربیت کرنے والا، حکم کرنے والا اور نصیحت کرنے والا) ہونا زبان نہیں بلکہ دل تسلیم کئے ہوئے ہے۔ آئندہ جس طرح بھی حضرت کی مصلحت ہو مقصود اظہار حال ہے مشورہ دینا نہیں ہے۔ خدا کرے کہ میرے لئے خطا کا زمانہ گناہوں کے نیکیوں سے بدل جانے کا زمانہ نہ بنے۔ جناب کے دیگر روحانی اکابر کے تعلق روز افزوں اور موجب برکات بنتے ہیں والسلام نعم الختام میں عزم عرض کرتا ہوں اور جناب سے دعا چاہتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس قسم کی دیگر غلطیوں سے محفوظ رکھے اور بچنے کی توفیق بخشے۔

حضرت مولانا صاحب قبلہ کی طرف سے جواب

مشفقم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا عنایت نامہ ملا اگرچہ ضابطہ تو یہی تھا کہ اس کے بعد صرف اس کے کہ ''میں نے معاف کردیا'' کے علاوہ اور کچھ نہ عرض کرتا مگر چونکہ آپ نے اپنی محبت بلکہ اپنے کمال سے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ''صاف یوں فرمایا کریں کہ یہ تیری غلطی ہوئی'' جس میں درخواست یا کم از کم (کہنے کی) اجازت ہے کہ میں کچھ عرض کردیا کروں۔ اس لئے وہ تو عرض ہے ہی کہ میں نے دل و جان سے معاف کردیا اور اب میں دل سے ویسا ہی خادم ہوں، باقی اس کے علاوہ اس اجازت کی وجہ سے اور بھی کچھ عرض ہے مگر یہ عرض اس وقت مفید اور رہنمائی کے قابل ہوسکتی ہے جب کہ میں تو اتنی ہی بے تکلفی سے عرض کروں جتنا اپنے مرید سے کہتا ہوں اور آپ جواب اتنی ہی سچائی اور اخلاص کے ساتھ دیں جتنی سچائی و اخلاص سے حضرت مولانا...... مدظلہ کو دیتے۔ یہ تشبیہ صدق وخلوص کے اعتبار سے ہے نہ کہ تعظیم و اعتقاد کے اعتبار سے ہے۔ واللہ شہید علی ذلک اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہیں۔

اب وہ عرض بتاتا ہوں آپ کی معذرت کا خلاصہ دو ایسی باتیں ہیں جن کو ملانے سے تیسری بات جو کہ نتیجہ اور اصل ہے وہ سمجھ میں آتی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کا میری طرف ان باتوں کی نسبت کرنا شرعی دلیل کے بغیر تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ کسی شرعی دلیل کے بغیر کسی کی طرف کوئی بات منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔ ان دونوں باتوں سے تیسری بات جو ان دونوں کا نتیجہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا وہ بات میری طرف منسوب کرنا جائز نہیں تھا پھر آپ نے غلطی کے معلوم ہونے کو فلاں مولوی صاحب کے خط کی وجہ سے بتایا ہے۔ (کہ آپ کو فلاں

صاحب کے خط کی وجہ سے غلطی معلوم ہوئی) اب میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ یہ دونوں باتیں تو میرے پہلے خط میں بھی صاف طور سے موجود تھیں (جس کی وجہ سے میرے خط ہی سے آپ کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے لیکن) پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ میرے خط سے تو معلوم نہ ہوا اور فلاں مولوی صاحب کے خط سے معلوم ہوا۔ کیونکہ سوچنے کے باوجود میرے خیال میں اس کی کوئی وجہ نہیں آئی اس لئے میرے ذہن میں تین احتمال آئے اور یہ بدظنی بغیر دلیل نہیں ہے بلکہ کسی ایک احتمال کے یقین کے بغیر آپ سے پوچھا کرتا ہوں ممکن ہے کہ کوئی چوتھی بات نکل آئے۔

یہ میرے احتمالات طبیب کی اس تشخیص کی طرح ہیں جس میں اس کو یقین نہ ہو۔ اس لئے باتیں وہ مریض سے پوچھے کہ تم نے کیا کیا فلاں چیز کھائی تھی، یا تم ہوا میں نکلے تھے۔ (اب) اگر مریض نے چھپایا تو وہ اپنا نقصان کرتا ہے اور طبیب کو اگر جواب سے کچھ چھپانے کا شبہ ہو گیا تو اس کو جھوٹا گمان کرنا تو دلیل کے بغیر جائز نہیں لیکن علاج سے منع کر دینا جائز ہے۔ اسی طرح اگر اس خط کے جواب میں مجھ کو سچائی کا اندازہ ہوا تو میں اس حکم کی تعمیل آئندہ بھی کر سکوں گا کہ میری غلطیوں پر متنبہ کر دیا کرو ورنہ اس خدمت سے منع کر دوں گا جس میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے کہ میرا فائدہ اس پر موقوف نہیں نہ آپ کا نقصان ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے معالج اللہ تعالیٰ سلامت رکھے موجود ہیں۔

وہ تین احتمال یہ ہیں۔

❶ ایک یہ کہ اب بھی دل سے غلطی کا یقین نہیں ہوا اور صرف فلاں مولوی صاحب کے فوائد پر متوجہ کرنے سے یہ معذرت عمل میں آئی۔

❷ دوسرا یہ کہ میرے خط سے بھی سمجھ میں آ گیا تھا مگر قبول کرنے سے عار آئی اور اب بھی اس طرح نباہا کہ اشرف کے خط سے نہ سمجھا تھا اس لئے اب بھی رجوع نہیں کرتا کیونکہ دعوے سے رجوع کرنا عار کی بات ہے اس لئے غلطی کے اعتراف کے باوجود اس عار کو اب بھی گوارا نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے خط کی طرف اس معلوم ہونے کو منسوب فرمایا۔

❸ تیسرا یہ کہ واقعی میرے خط سے سمجھ میں نہ آیا تھا اور اب سمجھ میں آ گیا تو اس صورت میں دونوں خطوں کے نہ سمجھ میں آنے میں برابر ہونے کے باوجود یہ فرق ہونا (کہ میرے دونوں خطوں سے تو سمجھ میں نہیں آیا اور فلاں مولوی صاحب کے خط سے سمجھ میں آیا) اس کی وجہ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ میرے خط کے وقت غصہ اور دل میں کھوٹ تھا اس لئے مجھ کو اپنا خیر خواہ نہ سمجھا تھا اور میری محبت دل میں نہ تھی وہ سمجھنے کا حجاب ہو گیا۔ اور

مولوی...... کو اپنا خیر خواہ سمجھا اور ان کی محبت دل میں تھی تو اس فرق کا سبب صرف جماعت بنانا وگروہ بندی کے غلبہ کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے کہ مجھ کو دوسرے سلسلہ کا سمجھا اس لئے تعلق کم ہوا اور ان کو اپنے سلسلہ کا سمجھا اس لئے تعلق پورا تھا تو حق پر چلنے والے کے لئے ایسی جماعت اور گروہ بندی کیسی ہے۔ یہ ممنوع بات تو تیسرے احتمال میں تھی۔ پہلے احتمال میں ریا تھی اور دوسرے میں تکبر ظاہر ہے اس کی وجہ بتائی جائے۔

دوسری بات عرض کے قابل یہ ہے کہ جو شخص ذرا بھی زبان کے فہم اور جذبات کو سمجھتا ہوگا۔ وہ آپ کی اس عبارت سے کہ ''یہ نعمت نصیب ہے کہ اپنی غلطی پر اڑنا یا اس کے اقرار سے رکنا یا بہانا بنانا اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے اور کبر کے شبہ والا ہے۔ اس لئے نہ اس کی توبہ سے عار ہے۔ نہ اقرار سے تنگی ہے۔'' دو باتیں سمجھے گا ایک یہ کہ اس موقع پر کہ ایک شخص کے سامنے جس پر بہتان باندھا تھا معذرت کرتے ہوئے جتنی عاجزی اور شرمندگی دل پر سوار ہونی چاہئے اس کے ہوتے ہوئے یہ قواعد کلیہ قلم سے نہیں نکل سکتے۔ یہ تو نہایت فرصت کی باتیں ہیں۔ اس (کے سمجھنے) کا معیار یہ ہے کہ اگر یہی غلطی آپ سے مولانا مدظلہ کی شان میں ہوگئی ہوتی تو معذرت کے وقت ایسے جملوں کے لکھنے کی آپ کی ہمت ہوتی بلکہ خط ہی لکھنے کی ہمت نہ ہوتی۔ پریشان ہوکر دوڑتے اور پاؤں پکڑتے۔ سچ یہ ہے کہ یہ طریقہ بالکل بتاتا ہے کہ آپ کا قلب پریشان نہ ہوا تھا تو بس یہ (دل کا پریشان نہ ہونا) بھی ایک کمال کا دعوی ہے اور دعوی بھی غلط ہے اور اس غلط دعوی پر اللہ کو گواہ کیا گیا ہے غلط ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرے خط کے بعد یہ اقرار کیوں نہ ہوا۔ کیا اتنا مسئلہ شرعیہ آپ کو معلوم نہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ معلوم ہونے کی ضرورت ہی نہیں تھی اور بتانے کے بعد معلوم ہو جانا ضروری تھا پھر یہ قول وفعل میں تناقض نہیں تو اور کیا ہے۔

تیسری عرض یہ ہے کہ اس زمانہ میں آپ کے جو اقوال سنے گئے اور نیز آپ کی جو وضع اور ہمیشہ کی شان ہے وہ کبر سے خالی نہیں اس کا علاج کیجئے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اب تو آپ کی سمجھ میں آیا ہوگا کہ ذکر وشغل اصلاح واخلاق کے لئے کافی نہیں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ جن لوگوں کی تقریرات وتحریرات سے آپ نے اپنا غلطی میں پڑنا تحریر فرمایا ہے۔ ان کے بارے میں یہ درخواست ہے کہ اگر وہ لوگ مجھ سے بیعت نہیں تب تو میں ان کے نام معلوم نہیں کرتا کہ نہ ان کی شکایت ہے نہ ان کی اصلاح میرے سپرد ہے۔ اگر وہ (مجھ سے) بیعت ہیں تو ان کے نام معلوم ہونے میں میرا تو کوئی فائدہ نہیں لیکن ان کی اصلاح کے فائدہ کے لئے بتانا ضروری ہے تاکہ ان کو بھی اصلاح الزام اور جھگڑے کے طریقے سے بتاؤں۔

اگر آپ خود اب (مجھ سے) محبت کا اور خاص تعلق کا دعوی نہ کریں تو اس صورت میں آپ کو اظہار پر مجبور

نہیں کرتا ہوں لیکن اگر دعوی اب بھی باقی ہو تو اس کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے کہ (آپ) اس درخواست کو قبول کریں اور اپنی سوچی ہوئی مصلحتوں کو کچھ نہ سمجھیں۔ اگر محبت اور خاص تعلق کا دعوی نہیں ہے تو یہ دوسری بات بھی نہیں ہے۔ والسلام۔

طالب علم کا اپنے علم کو کافی سمجھنا برا ہے

ایک طالب علم کا خط بعض علمی تحقیقات پوچھنے کے بارے میں آیا تھا۔ اس کا یہ (مندرجہ ذیل) جواب دیا گیا۔

جواب: (جہاں تک) مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ اس سے پہلے آپ نے مجھ سے (اپنے) باطن کی اصلاح کے بارے میں تعلق قائم کیا تھا۔ اگر میری یاد صحیح ہے تو اگر اب بھی آپ کا باطنی اصلاح کا ارادہ ہے تو اس کے آداب میں ایک ادب یہ بھی ہے کہ جو علوم غیر ضروری ہوں وہ اس سے (یعنی جس شخص سے باطنی اصلاح کا تعلق ہو) نہ پوچھے جائیں۔ اگر اب آپ کا باطنی اصلاح کا ارادہ نہیں ہے تو پھر اس سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے دوبارہ (اپنا خط) بھیج دیجئے۔

حال: (آپ کا) نامہ عالی آیا (جس بات کی طرف آپ نے توجہ دلائی) پہلے ذہن میں نہیں تھی اب ذہن میں بیٹھ گئی ہے۔ اگرچہ میں نے پہلے بھی مخالفت نہیں کی تھی (کہ مجھے یہ بات معلوم ہونے کے باوجود میں نے علمی تحقیقات کے متعلق آپ سے سوال کیا) لیکن اس طرح (پھر بھی) مجھے معلوم نہیں تھا۔ لیکن یہ اصول ہمارے لئے اچھے رہبر ہیں۔

اب میں نے یہ ارادہ کیا ہے بلکہ شروع بھی کر دیا ہے کہ روزانہ مغرب یا عشاء یا اللہ تعالیٰ توفیق دیں تو رات کے آخری حصہ میں پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ جس طرح ہو کر لیتا ہوں اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائیں۔ میرا دماغ کمزور ہو گیا ہے اس لئے اتنی تعداد مقرر کی ہے اور یہ (نفی اثبات) بھی (درمیانی آواز سے) نہ بالکل آہستہ نہ زیادہ آواز سے کہ کسی دوسرے کو معلوم ہو (اس طرح) جہاں تک ہو سکے تنہائی میں اور ضرب ہلکی حرکت سے لگا کر کرتا ہوں۔ یہ باتیں حضرت کو (اپنے بارے میں) خبر دینے کے لئے عرض کی ہیں۔

تحقیق: جس طرح اس مضمون کے ذہن میں آجانے سے مجھے خوشی ہوئی اسی طرح اس بات پر افسوس بھی ہوا کہ یہ طلب کیسی (طلب) ہے کہ نصیحت (وتربیت) کرنے والے کی بات کو اتنی لاپروائی اور بے توجہی سے دیکھا جاتا ہے کہ وہ بات صاف ہونے کے باوجود ذہن میں نہیں آتی ہے تو ایسی (لاپروائی اور بے توجہی کی) حالت میں نصیحت (وتربیت) کرنے والے کا دل (نصیحت وتربیت کے لئے) کیا بڑھے گا۔

حضرت اس کا سبب اکثر یہ ہوتا ہے کہ طالب اپنے علم (ہی) کو کافی سمجھتا ہے جس کی وجہ سے دوسری بات کی دل میں اہمیت وحیثیت نہیں ہوتی ہے۔ اگر بات یہی ہے (کہ طالب علم اپنے ہی کو کافی سمجھنے کی وجہ سے دوسرے کی بات کو بے اہمیت وحیثیت سمجھتا ہے) تو اس (طالب) سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے راستے کا کوئی چور نہیں ہے۔

شیخ میں بجلی کی قوت ہونا خیال کرنا صحیح نہیں ہے

سؤال: اللہ تعالیٰ آپ کی بجلی والی قوت کچھ اس (بندے کی) طرف بھی پھیرے کہ جس سے اس ناکارہ کی دین ودنیا سنور جائے۔ واللہ! میرا اس دنیا میں کوئی دوست نہیں ہے ایک صرف آپ ہی کے بھروسے پر بے فکری ہے۔

جواب: آپ سے محبت کی وجہ سے شکوہ کرتا ہوں کہ آپ نے مجھ میں بجلی کی قوت کے ہونے کا گمان کیا اور اس کو اپنی طرف پھیرنے کے لئے لکھا۔ آپ نے (ہماری) اچھی قدر (وعزت) کی۔ ہم کو تو اس پر ناز (گھمنڈ) ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی برکت سے ان شعبدوں (جادوگری، فریب دھوکہ) سے محفوظ رکھا۔ آپ نے ہمارے سارے ناز پر پانی پھیر دیا۔ اگر آپ سے محبت نہ ہوتی تو کچھ شکوہ (شکایت) نہ ہوتا اور بجلی والی قوت کو دین سنوارنے میں کیا حصہ ہے بلکہ (اس سے) اکثر دنیا بھی بگڑتے ہوئے دیکھی ہے۔

شیخ کی محبت کامیابی کی کنجی ہے

حال: بفضلہ تعالیٰ معمولات جاری ہیں۔ الحمد للہ کسی دن بھی ناغہ نہیں ہوتا ہے۔ (رات) ڈیڑھ دو بجے اٹھ جاتا ہوں اور صبح تک (ذکر و اوراد میں) مشغولی رہتی ہے۔ کبھی عجیب حال ہوتا ہے کہ معلوم بھی نہیں ہوتا کہ سب معمولات جاگنے کی حالت میں کئے ہیں یا سونے کی حالت میں کئے ہیں کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ اس پر غم اور افسوس ہوتا ہے اور (اس پر) استغفار کرتا ہوں۔

اور کیا عرض کروں کوئی حال نہیں ہے اور نہ ہی کوئی کیفیت ہے۔ جس کی وجہ سے خط لکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اگر کسی چیز کو نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں تو وہ یہ ہے کہ دل میں آپ کے خادموں کی محبت بہت زیادہ محسوس کرتا ہوں یہاں تک کہ اب تو اپنے والدین کی محبت سے بھی زیادہ محسوس کرتا ہوں اور اسی کو (اپنی) نجات کا سبب اور سعادت کی کنجی یقین کرتا ہوں اور کیا عرض کروں احقر کے لئے دعا فرمائیں۔

تحقیق: آپ کہتے ہیں کہ (آپ کی) کوئی حالت اور کیفیت نہیں ہے۔ ڈیڑھ بجے رات سے صبح تک (ذکر و

اوراد) میں مشغول رہنے کے سامنے کیفیت اور حال کیا چیز ہے۔ کبھی تواضع کرنا نعمت کی ناشکری ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر کیجئے اور استقامت اور برکت کی دعا کیجئے اور کام میں لگے رہئے۔ حالات سے اطلاع دیتے رہئے اگرچہ وہ حالت آپ کے نزدیک اطلاع کے قابل ہی نہ ہو۔

بے خبری کی حالت میں جو (اذکار ہو جانے کی) حالت لکھی ہے اگر وہ نیند کے غلبہ کی وجہ سے ہے تو وہ ایک طبعی چیز ہے جو نہ تو قابل تعریف ہے اور نہ ہی بری ہے۔ اگر نیند کے غلبہ کی وجہ سے نہیں ہے تو یہ بے خبری ذکر کے آثار کی وجہ سے ہے جو پسندیدہ ہے اگرچہ (یہ حالت) مقصود نہیں ہے۔

آپ نے جو محبت کا ذکر کیا ہے وہ حقیقت میں (سلوک کے) راستے کی شرط ہے اور منزل تک پہنچنے میں بہت زیادہ مددگار ہے اگرچہ جس سے محبت کی جائے وہ اس کے لائق نہ ہو مگر محبت کرنے والے کو اس کے اعتقاد کی وجہ سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔

خودرائی (اپنی رائے پر چلنا سلوک کے) راستے میں بری چیز ہے

حَال: حضرت! فرق نہ ہونے سے میری مراد نماز کی طرح ہے کہ جس طرح نماز ظاہری برائیوں سے روکنے کے لئے خاص ہے اسی طرح اوراد باطنی برائیوں سے روکنے کے لئے خاص ہیں۔ اوراد پڑھنے کے باوجود مجھے نفسانی امراض سے نہیں روکتے ہیں تو (ان میں) ضرور کوئی کمی ہے۔ اوراد کے پڑھنے سے میری غرض اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کچھ نہیں ہے نہ (میرا مقصد) کشف و کرامات ہے، نہ لوگوں میں عزت چاہنا ہے اور نہ کوئی دوسرا مقصد ہے۔ مطلب کو پہنچنے سے میری مراد اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہے

تحقیق: "ان الصلاۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر" کی تفسیر آپ نے خود تراش لی ہے اور اسی بنیاد پر اپنے شبہ کی بنیاد رکھی ہے جو بناء الفاسد علی الفاسد (یعنی فاسد کی فاسد پر بنیاد رکھنا) ہے۔ کیا آپ نے ایسے نمازی نہیں دیکھے جو بے حیائی اور برے کاموں میں مبتلا ہیں شاید وہاں آپ کو قرآن پر اشکال ہوا ہوگا (کہ نماز کے بے حیائی کاموں سے روکنے کے باوجود لوگ ان میں مبتلا ہیں تو نماز میں نقص ہے) اگر اشکال ہوا ہے تو پہلے اس کو دور کرنا چاہئے۔ اگر اشکال نہیں ہوا تو اشکال کی جگہ کے ہوتے ہوئے (کہ نماز کے باوجود بے حیائی اور برے کام موجود ہیں) اشکال کیوں نہیں ہوا۔ (اور جب اشکال نہیں ہوا تو) اشکال کا جو جواب آپ کے ذہن میں (اشکال نہ ہونے کی صورت میں) ہے (اشکال ہونے کی صورت میں) بھی وہی جواب سمجھ لیجئے۔

مطلب کو پہنچنے کی جو تفسیر آپ نے کی ہے ٹھیک ہے اس کے لئے دعا کرتا ہوں۔

اس کے بعد یہ خط آیا

بحمد للہ میرے دل سے سارے اشکال اچھی طرح ختم ہو گئے۔ اب اگر کوئی کمی مجھ میں ہے تو اپنی کمی کی وجہ سے ایک خدشہ ہے کہ جب اوراد پڑھنے کے لئے بیٹھتا ہوں تو یہ خیال اور وہم فوراً آ جاتا ہے کہ تیرا کوئی رہنما اور پیشوا ایسا نہیں ہے کہ جس سے تجھے تعلق اور نسبت حاصل ہو (ایسی حالت میں) تو مقصد و مراد کو کیسے حاصل کر سکتا ہے۔

یہ خیال اس قدر زیادہ ہو جاتا ہے کہ سارے ذکر پر سوار ہو جاتا ہے۔ پھر وظیفہ کے بعد اس ذلیل خیال پر بہت نادم اور غمگین ہو جاتا ہوں لیکن یہ خیال پھر بھی جاتا نہیں ہے۔ اب یہ خیال نماز میں بھی آنے لگا ہے۔ مجھے اس حالت پر اکثر ایسا غصہ آ جاتا ہے کہ (جی چاہتا ہے کہ) کوئی چاقو چھری لے کر خود کو ہلاک کر لوں لیکن اس حال میں خود کو نہ پاؤں واللہ! اس کا کوئی مفید علاج فرمایئے اگر سلسلہ میں منسلک (شامل) کر لیں تو شاید بے حد مفید ہو جیسا حکم فرمائیں تابعدار رہوں۔

جواب: اشکال ختم ہو جانے سے خوشی ہوئی۔ اب آپ کو ایک نیا وہم ہوا ہے کہ جب تیرا کوئی رہنما و پیشوا نہیں تو تو مقصد و مراد کو کیسے حاصل کر سکتا ہے۔ (تو اب سمجھئے) تعلق سے (آپ کی) مراد صرف تعلق ہے یا خاص تعلق؟ اگر (تعلق سے آپ کی مراد) صرف تعلق ہے تو تعلق نہ ہونا سمجھنا غلط ہے کیونکہ آپ کی تعلیم اور نصیحت کرنے کے لئے ایک شخص موجود ہے۔

اگر (تعلق سے) خاص تعلق مراد ہے تو مقصد، مراد کے حاصل ہونے کا سبب اسی (تعلق) کو سمجھنا غلط ہے کیونکہ کسی چیز پر کوئی حکم لگانے کے لئے کسی صحیح دلیل کا ہونا ضروری ہے (کہ آپ نے خاص تعلق کی وجہ سے مقصد مراد کے حاصل ہونے کا حکم لگایا ہے تو اس حکم لگانے کی (کوئی وجہ) دلیل کا ہونا ضروری ہے (بے وجہ اور دلیل کسی چیز پر کوئی (حکم لگانا صحیح نہیں ہے) اس لئے اگر آپ کے پاس (اس حکم کی) کوئی صحیح دلیل ہے تو پیش کیجئے اور اگر نہیں ہے تو یہ حکم (دلیل کے بجائے) صرف وہم کا حکم ہے (کیونکہ صرف وہم کا حکم غلط ہوتا ہے اس لئے) آپ اس کو غلط سمجھیں۔

اگر پھر بھی یہ خیالات آتے رہیں تو یہ طبعی (طبیعت کی وجہ سے) ہے جو باطن کے لئے کوئی نقصان دہ نہیں ہے۔ جیسے فرض کریں کہ جسمانی امراض بہت ہو جائیں جس کی وجہ سے اطباء جواب دے دیتے تو اس شخص کے بارے میں کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص مقصود و مراد کو حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ اگر آپ اس کو لازم سمجھ لیں

(کہ یہ شخص کامیاب نہیں ہوگا) تو شریعت کا یہ حکم کہ مریض پر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت زیادہ نازل ہوتی ہے کہاں جائے گا۔ (آپ) اس میں بار بار غور کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مرض ختم ہو جائے گا۔

آپ اپنی رائے پر چلنے کی وجہ سے ہمیشہ پریشان رہے ہیں اور اب تک آپ کی آنکھیں نہیں کھلی ہیں۔ (اس لئے) اگر آپ اپنی خیر چاہتے ہیں تو اپنی رائے سے کوئی کام نہ کریں۔ اپنے ذمہ اس سے زیادہ کوئی کام نہ سمجھیں کہ جس سے (آپ کو) اعتقاد ہو اس کو اپنے حالات کی اطلاع کرتے رہیں اور وہ جو رائے دے اس کو مان کر چلتے رہیں اور اپنے نفس کو ناکامی پر راضی کریں۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو آپ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکیں گے۔

خط کے آخر میں آپ نے اپنا (ایک) علاج تجویز فرمایا ہے کہ اگر اس سلسلہ میں داخل کر لیں تو شاید فائدہ ہو جائے گا (اس لئے آپ) تو ایسے مریض کی طرح ہو گئے جو طبیب کے نسخہ لکھنے کے بعد ایک نسخہ خود لکھ کر طبیب کو دکھاتا ہے کہ نسخہ شاید یہ زیادہ فائدہ دینے والا ہے۔

نفس کا محاسبہ کرنا اور شیخ کو اس کی اطلاع کرنا

حال: (اپنے) نفس سے محبت کو ختم کرنے کے لئے خادم کا (یعنی میرا) خیال لکھا (میں) اپنے حالات (جیسے) پانچ وقت نماز جماعت سے پڑھی یا بغیر جماعت پڑھی، ادا پڑھی یا قضا پڑھی عشا کی نماز کے بعد وظیفہ کلمہ شریف چھ سو مرتبہ پڑھا یا نہیں پڑھا اور چھ رکعت نماز نفل وتر سے پہلے پڑھی یا نہیں پڑھی (یہ سب) لکھ لیا کروں اور تین چار دن بعد حضور کی خدمت میں بھیج دیا کروں۔ آہستہ آہستہ نفس پر سختی کرتا جاؤں (اس طرح) نفس خود بخود عادی ہو جائے گا۔ اس سے میری غرض بلاوجہ حضرت کا وقت لینا نہیں ہے صرف چند سطور ہوں گی (لیکن اس کی وجہ سے) نفس حساب اور حساب لینے والے کے خوف سے شرارت سے باز آجائے گا (خصوصاً جبکہ) حساب لینے والا آپ جیسا ہو، اگرچہ مریض کا کوئی حق نہیں ہے کہ وہ طبیب کو رائے دے، مریض کا دل اکثر چیزوں کا چاہا کرتا ہے اور طبیب کو اختیار ہوتا ہے جو چاہے حکم کرے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے یہ گزارش کی ہے۔ چند دنوں سے یہ گزارش کرنے کا ارادہ تھا طبیعت کو روکتا رہا آخر مجبور ہو کر یہ گزارش کرنا ہی پڑی۔ اگر مزاج عالی کے خلاف ہو تو تنبیہ فرمائیں۔

جواب: بہت بہت مبارک ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ (اس سے) فائدہ ہوگا۔

(شیخ کو اپنی) حالت کی اطلاع کرنے کا مفید ہونا

حال: اس نالائق سے ایک بہت بڑی خطا یہ ہوئی کہ جب سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں صرف

ایک مرتبہ اپنا حال عرض کیا ہے۔ اس خطا کی انتہائی ادب کے ساتھ معافی چاہتا ہوں۔ آئندہ کے لئے عہد کرتا ہوں کہ (اپنے) حالات کی جلدی جلدی اطلاع کرتا رہوں گا۔ حضور والے کے کرم سے معافی کی قوی امید ہے۔ آئندہ ایسی خطا نہیں ہوگی۔

تحقیق: اطلاع کرتے رہنا بے حد مفید ہے۔

شیخ کی محبت کا (سلوک کے) راستے میں بے حد مفید ہونا

حال: کل سے حضور والا کی محبت کا بہت غلبہ ہے۔ دل چاہتا ہے کہ حضور پر اپنی جان قربان کردوں، اگر اپنے بدن سے کھال اتار کر حضور کو اس کا جوتا پہنا دیا جائے تو دل ٹھنڈا ہو۔ اب جی چاہتا ہے کہ اپنے عشق اور اپنی محبت کو حضرت کی طرف منسوب کروں۔ یعنی خود کو عاشق (اور حضرت کی معشوق) کہوں۔ حضرت کے اتباع کو (اپنے لئے) اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا سبب سمجھتا ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ میری تمام باتیں، کام اور تمام حرکات و سکنات حضور والا کی جیسی ہو جائیں اور میرا دل بھی حضور کے دل کی طرح ہو جائے تاکہ میں بھی وہی باتیں پسند کروں جو حضور کو پسند ہوں۔

تحقیق: یہ (یعنی شیخ سے ایسی) محبت سلوک کے راستے میں بہت ہی مفید ہے۔

شیخ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا

حال: کل جمعہ کی نماز کے بعد سے یہ دل چاہ رہا ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں ایک پگڑی پیش کروں۔ حضرت والا اس کو اپنے سر پر باندھیں اور میں اپنی آنکھوں سے حضرت کے سر پر وہ پگڑی دیکھوں۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ یہ خیال خود بخود اچانک پیدا ہوگیا ہے جو ارشاد فرمائیں گے ویسا ہی کروں گا۔

تحقیق: دو چار دن کے بعد اگر دوبارہ یہ بات پیدا ہو تو بہت سستی قیمت والی پگڑی پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر دوبارہ یہ بات پیدا نہ ہو تو خود پیدا کر کے نہ لائی جائے۔

شیخ کے کپڑوں سے برکات کا حاصل ہونا

حال: آج فلانی صاحبہ ۲ بجے رخصت ہوئیں۔ یہ بات عجیب ہے کہ وہ جب سے یہاں تشریف لائیں تھیں دل میں عجیب سکون، تر و تازگی اور اطمینان پیدا ہوا۔ میں نے اس کو خیال سمجھ کر توجہ نہ کی۔ ایک دن خواجہ صاحب نے بھی کہا: میری حالت بھی یہی کہ مجھے اپنی حالت میں اس دن سے بڑا فرق محسوس ہوتا ہے۔

تحقیق: پہلے سمجھئے کہ لباس دو قسم کا ہوتا ہے۔

❶ لباس شرعی جس کو شریعت نے لباس کہا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿هن لباس لكم وانتم لباس لهن﴾ کہ وہ (بیویاں) تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔

❷ لباس عرفی جو لوگوں کی بول چال میں لباس ہو جیسے شیخ جو لباس پہنتا ہو وہ لوگوں کے عرف میں شیخ کا لباس ہوتا ہے۔

(اب سمجھئے کہ) جس شخص سے دینی تعلق ہو (جیسے شیخ) تو اس کے لباس سے (جو کہ لباس عرفی ہے) برکت محسوس ہوتی ہے۔ جبکہ اس لباس کا تعلق صرف جلد سے ہوتا ہے (باطن سے نہیں ہوتا ہے) زیادہ لمبا بھی نہیں ہوتا ہے (جس طرح بیوی کا تعلق تاحیات اور ہر دم ہوتا ہے تو جب اس لباس عرفی سے برکت محسوس ہوتی ہے تو) لباس شرعی (جو کہ بیوی ہے) سے زیادہ برکت محسوس ہونی چاہئے اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ اس (لباس) کا تعلق باطن سے ہوتا ہے دوسرے لمبا بھی ہوتا ہے۔ (اس لئے اس سے برکت کا حاصل ہونا کوئی دور کی بات نہیں ہے)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا وجدان (معلوم کرنے کی قوت) اور مشاہدہ (آنکھوں دیکھا حال) تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندی خود کچھ بزرگی والی خاص صفات رکھتی ہے تو اس صورت میں برکت کے حاصل ہونے کے بہت سارے سبب جمع ہو گئے۔

(شیخ سے) آسانی کی درخواست کرنا فضول (وبے کار) ہے

سؤال: بندہ کو دماغی کمزوری کی بیماری ہے جس کی وجہ سے تلاوت و ذکر رکے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے خصوصاً ذکر و تلاوت کرنے کو دل بہت چاہتا ہے۔ ہر وقت یہ خیال ہوتا رہتا ہے کہ عمر اب بہت کم رہ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کے طریقے معلوم کر کے کچھ عاقبت کی فکر کروں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور نجات کا سامان ہو۔ کوئی آسان یا مشکل طریقہ جس سے دماغی محنت نہ ہو بتائیے۔ آئندہ ہمیشہ تفصیل سے معمولات اور حالت پابندی سے لکھا کروں گا۔ ابھی چند وجوہات کی وجہ سے نہیں لکھ سکتا۔

جواب: افسوس! کہ آپ نے کوئی بھی کام کی بات نہیں لکھی۔ یہ فرمائش خوب کی کوئی آسان یا مشکل طریقہ جس میں دماغی محنت نہ ہو بتایا جائے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ آسان طریقے کے ہوتے ہوئے مشائخ طریقت اللہ تعالیٰ کے بندوں کو مصیبت میں ڈالتے ہیں۔ اگر آپ کا یہ خیال ہے تو ایسے لوگوں سے پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اگر یہ خیال نہیں ہے تو اس (آسانی کی) فرمائش کے کیا معنی ہیں اس جہالت کا علاج اور کسی طریقہ کا تعین

بغیر پاس رہے ممکن نہیں ہے۔

آپ کو اختیار ہے اگر آپ کو مجھ سے تسلی نہ ہو تو خوشی سے اجازت ہے کہ جس شیخ سے چاہیں بیعت ہو جائیں مگر اللہ تعالیٰ کے لئے وہ شیخ النار (جھنمی) نہ ہوں شیخ النور (نور والے) ہوں۔ امید ہے کہ آپ کی طرف کوئی فضول مضمون نہ آئے گا۔ ضروری خدمت کرنے سے کوئی انکار نہیں ہے۔

شیخ سے حسن ظن کا مفید ہونا

حَالؒ: اس سے پہلے خط میں میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ حضور والا نے جو حسبنا اللّٰہ کا بلا تعداد پڑھنا بتایا تھا تو مجھے اس کا خیال ہی نہیں رہتا ہے بہت ہی کم کبھی کبھی جب یاد آ جاتا ہے تو پڑھ لیتا ہوں۔ ابھی تک وہ (پہلا) خط آپ تک نہیں پہنچا ہوگا کہ خود بخود دل سے حسبنا اللّٰہ جاری ہو گیا اور ساتھ ساتھ زبان پر بھی جاری رہا۔ اس کو حضور کی کرامت کے علاوہ اور کیا سمجھا جائے اور (ہو بھی) کیا سکتا ہے۔

جَوَابؒ: (حسبنا اللّٰہ کے دل اور زبان پر) جاری ہونے کی وجہ خواہ کچھ بھی ہو لیکن آپ کو اس حسن ظن سے فائدہ ہوگا۔

شیخ کے اتباع کی ضرورت

حَالؒ: میں عجب معذوری کی حالت میں ہوں۔ اپنی بدقسمتی پر آنسو بہاتا رہتا ہوں۔ بہتری کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے۔ کمترین نے اپنے ایک دوست کے پاس جناب کی تصنیف کردہ ایک دو کتابیں دیکھیں۔ دل میں جناب کی تمام تصنیفات منگوا کر مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ ''بہشتی زیور'' حصہ اول، دوم سوم، ''الاجتہاد'' اور ''تعلیم الدین'' تو پوری پڑھ چکا ہوں۔ قصد السبیل بھی آج ختم ہو چکی ہے۔ اصلاح الرسوم اور فروع الایمان ابھی مطالعہ میں ہیں۔

ان کتابوں کے مطالعہ سے طبیعت میں کچھ اطمینان حاصل ہوا ہے لیکن کبھی پھر وہی ناامیدی ہو جاتی ہے۔ اس لئے عرض ہے کہ کوئی مناسب علاج تجویز فرمایا جائے۔

تَحْقِیق: کسی پکے (معتبر) صاحب حال و کمال سے پکا تعلق پیدا کر کے اس کا اتباع کیا جائے۔

شیخ کی توجہ کا مطلب

سُوَالؒ: میں حضور کی توجہ اور دعا کا امیدوار ہوں۔ حضور کی توجہ جب تک میرے حال پر نہیں ہوگی میں کامیاب

نہیں ہوسکتا ہوں اور نہ ہی مجھ میں کچھ اثر ہوسکتا ہے۔
جواب: توجہ کا (کیا) مطلب (ہے) صاف لکھئے اور یہ بھی کیا وہ میرے اختیار میں ہے یا آپ کے اختیار میں ہے۔

سلوک کی راہ کے اصول جاننے کا مطلب

حال: آج حضرت کے ملفوظات نمبر۱۲ میں دیکھا کہ سلوک کی راہ کے اصول جانے بغیر صرف ذکر پر قناعت کرنے سے جمعیت (دل کا ایک طرف یکسو ہونا) حاصل نہیں ہوسکتی جس کے بغیر کوئی کام بھی صحیح نہیں ہوتا ہے۔
تحقیق: اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پہلے تمام اصول جانے پھر ذکر شروع کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کام کرتا رہے اور حالات کی اطلاع دیتا رہے۔ اس اطلاع میں ہی اصول کی تعلیم ہوتی جائے گی۔ جتنے اصول معلوم ہوئے ان کی پابندی کی جاتی رہے۔

مقصود سمجھنے سے پہلے بیعت نہیں ہونا چاہئے

حال: ایک ہفتہ ہوا میں ہمیر پور (واپس) آگیا ہوں۔ جو اذکار آپ نے بتائے تھے وہ پابندی کے ساتھ ادا کر رہا ہوں۔ ذوق وشوق اب تک پیدا نہیں ہوا ہے جیسی حالت تھی ویسی ہی اب ہے۔ حضور کی توجہ اور دعا کا محتاج ہوں۔ مجھ میں سنت کے اتباع اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے پیدا ہونے کے لئے دعا فرمائیے۔
تحقیق: یہاں میرے (پاس خانقاہ میں رہنے) کے زمانے میں آپ کو اپنی حالت کی بہت جلدی جلدی اطلاع دینی چاہئے تھے۔ بہت سے سوالات کا حل بالمشافہ (آمنے سامنے) اچھا ہو جاتا ہے۔ اب اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ آپ کام میں لگے رہیں اور (اپنے) حالات کی اطلاع دیتے رہئے وقت کے اعتبار سے جو مناسب ہوگا تعلیم دیتا رہوں گا۔

ایک بات سے میرا دل بہت تنگ ہوتا ہے وہ یہ کہ آپ کے اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک ذوق وشوق بھی مطلوب ہے جو نہ آپ کے اختیار میں ہے اور نہ ہی میرے اختیار میں ہے۔ اس کا فیصلہ آپ کو بیعت سے پہلے کرنا چاہئے تھا۔ (اور بیعت سے پہلے بیعت ہونے نہ ہونے کے) پرکھنے کے زمانے میں جب آپ نے (ذوق وشوق کے) آثار نہیں دیکھے تو آپ کو یہ بات بتانی چاہئے تھی اس پر میں جو جواب دیتا اور وہ جواب وہی (ذوق وشوق کا) بے اختیاری ہونا ہی تھا۔ اس کے بعد اگر آپ کا دل اس جواب کو قبول نہ کرتا تو آپ کو بیعت نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اگر دل قبول کر لیتا تو اب (ذوق وشوق کے) نہ ہونے پر (آپ کو) شکایت نہ

ہوتی۔

جب آپ نے بار بار بیعت کی درخواست کی تو مجھے دھوکہ ہوا کہ آپ کو (میرے سے بیعت ہونے میں) اپنے مطلوب کے حاصل ہونے کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ اسی لئے آپ (بار بار) درخواست کر رہے ہیں۔ مجھے غیب کا علم نہیں تھا کہ آپ (اپنے) دل میں کیا لیے بیٹھے ہیں۔ اب آپ اپنے خیال میں مجھے ان کیفیات کے پیدا کرنے کا ذمہ دار سمجھتے ہیں (اس لئے) اب میں آپ سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ میں نے (ذوق وشوق کے ہونے کی) کب ذمہ داری لی تھی یا کب کہا تھا کہ یہ (سلوک کے) راستے کی لازمی چیزیں ہیں۔ آپ نے اس منشی کی طرح حساب لگا لیا ہے جس نے یہ کہا تھا کہ ”لکھا جوں کا توں (تو پھر) کنبہ ڈوبا کیوں“ کہ اب جب وہ (ذوق و شوق کے) آثار جن کے ہونے کا آپ نے گمان کیا ہوا تھا پیدا نہیں ہوئے تو (آپ کو) شکایت ہوئی (کہ کیوں نہیں ہوئے اب) ایسی حالت میں اگر ذوق وشوق کا ہونا غیر اختیاری کہا جائے تو (اس صورت میں) طالب کا نفس اس جواب کو حیلہ بہانا سمجھتا ہے۔

بس یہی تنگی کا سبب ہے۔ اب آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ تفصیل سے (سوچ بچار کر کے) اس مسئلے کا فیصلہ کر لیں کہ آپ اس (سلوک کے) راستے میں کیا چاہتے ہیں اور کس کس نتیجہ کے پیدا ہونے کی آپ کو امید ہے۔ (پھر) میں بھی بے تکلف بتا دوں گا کہ کیا کیا باتیں ہونے والی ہیں اور کن کن باتوں کے ہونے میں شک ہے۔ اس کے بعد آپ کو اختیار ہوگا کہ اس (یعنی میری) دوکان سے اپنی چیزیں خریدیں یا دوسری دوکان تلاش کریں اور مجھے بھی یہ اختیار ہوگا کہ اس خریدنے والے کو اپنی دوکان پر بٹھاؤں یا آگے (دوسری) دوکان پر بھیج دوں۔

اب آپ کی سمجھ میں آیا کہ میں نے پہلی بار آپ کو بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ (تشویش کا پیدا ہونا) اس انکار کا سبب ہے۔ اسی لئے میں اکثر لوگوں کو بیعت کرنے سے انکار کر دیتا ہوں تا کہ نہ طالب (بیعت ہونے والے) کو دھوکا ہو اور نہ مجھ کو دھوکا ہو گول مول قصہ سے دونوں کو بدمزگی ہوتی ہے۔ بہت جلدی جواب دیجئے اور اس جواب کے ساتھ یہ خط بھی اسی طرح واپس بھیجئے۔

شیخ سے قریب اور دور ہونے میں فرق

حَال: اس وقت عجیب بات عرض کرتا ہوں کہ جب تک میں حضرت کی خدمت سے دور رہتا ہوں تو اکثر جوش وغیرہ کا حال رہتا ہے اور جب حضرت کی خدمت میں جاتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ کسی نے جلتی آگ پر پانی ڈال

دیا۔ حضرت کے سامنے جا کر لذت تو بہت حاصل ہوتی ہے مگر یہ جوش وخروش طبیعت میں نہیں رہتا ہے۔ معلوم نہیں کیا بات ہے۔

تحقیق: (شیخ سے) دور ہونے میں شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور قریب ہونے میں انس (رغبت اور میلان) ہوتا ہے۔ هذا هو مقتضى سلامة الفطرة ويكون خلافه بعارض۔ فطرت سلیمہ کا تقاضہ یہی ہے اور اس کے خلاف ہونا کسی وجہ سے ہوتا ہے۔

شیخ کے اتباع کا معنی

سوال: حضرت کی خدمت میں انتہائی ادب کے ساتھ صرف یہ عرض کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے لیے مجھے صرف بارہ تسبیح کی جہرا (آواز سے) یا اخفا (بغیر آواز کے) اجازت مرحمت فرما دیجئے۔ میں یہ وعدہ کرتا ہوں ایسی جگہ ذکر کروں گا کسی شخص کو اطلاع نہ ہوگی اور چلتے پھرتے ذکر خفی ہی کرتا رہوں گا۔

اگر حضور والا اجازت نہ فرمائیں تب بھی میں راضی ہوں کیونکہ دل بہت بے قرار ہے اس لئے عرض کر دیا۔ آئندہ جو حضور کی مرضی ہو وہی صحیح ہے۔ مریض کا دل تو بدپرہیزیوں کو چاہا ہی کرتا ہے لیکن اگر طبیب (بھی) منظور کرے تو مریض کی تو موت ہی آ جائے۔

جواب: جزاک اللہ! اتباع کا یہی معنی ہے اور یہی اتباع کامیابی اور نجات کی چابی ہے میں آپ کو دوبارہ تمام کارخانے (ذکر واوراد) کے شروع کرنے کی اجازت دے چکا ہوں۔

بندگی کی علامات اور سنت کا طبیعت میں سرایت کرنا

حال: ہفتہ دس دن سے دل میں خود بخود یہ بات پیدا ہوئی کہ (اپنے) باطنی حالات حضور کو بتا کر علم کی ترقی اور باطنی درجوں کی بلندگی حاصل ہونے کی درخواست کروں۔ اس لئے اس بات کے پیدا ہونے کی وجہ سے کچھ جھوٹ موٹ عرض کرتا ہوں۔ اب یہ حالات جیسے (بھی) ہوں خواہ مذمت کے لائق یا تعریف کے قابل ہوں (سب) حضور کی توجہ اور نور فیض کا نتیجہ ہیں ورنہ دودھ پیتے بچے کی کیا حیثیت ہے کہ اس سمندر میں غوطہ لگائے جس کا کنارہ ہی نہ ہو۔ جزاک اللہ آمین ثم آمین۔

(حالات یہ ہیں) اللہ تعالیٰ کے فضل سے طبعی طور پر عبادت کا شوق اور گناہ سے نفرت پیدا ہوگئی ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو (اللہ تعالیٰ کے ہاں) پوچھ کا سبب اور چھوٹی سے چھوٹی خیر کو نجات کا سبب سمجھتا ہوں۔ اگرچہ ہر لمحہ غفلت اور گناہ ہی میں گزرتا ہے۔ دل ذکر سے بے حد مانوس ہوگیا ہے، اب زیادہ دیر تک

(ذکر نہ کرنے کی) مہلت نہیں دیتا ہے۔ جاگنے کی حالت میں پانچ دس منٹ کی غفلت بھی دل پر بہت بھاری ہے۔ کسی چیز کی طرف دیر تک متوجہ رہنے سے بے چینی شروع ہو جاتی ہے۔ (ذکر میں) مشغول نہ ہونے کی حالت میں بھی قوت یادداشت کے اعتبار سے ذکر اور جس کا ذکر کیا جاتا ہے کے ساتھ ایک خاص تعلق اور لگاؤ رہتا ہے۔ (ذکر کی) مشغولی میں نہ تنگی ہوتی ہے اور نہ طبیعت اکتاتی ہے پوری طرح دلی توجہ (ذکر کی طرف) رہتی ہے۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذوق وشوق، اسی کی جلن اور نرمی کے احساس اور خوشی اور بے خودی کی حالت، علم اور یقین اللہ تعالیٰ سے خوش رہنے اور اللہ تعالیٰ کے حکم ماننے اور ان کی محبت و انسیت میں ترقی محسوس ہوتی ہے۔

تصور اسم ذات کا رہتا ہے، وساوس اور (کسی بھی قسم کے پیش آنے والے) خوف کو اسی سے دور کرتا رہتا ہوں۔ طلب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کی ہے اور صفات پر ذرا بھی نظر نہیں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ جن صفات کے مالک ہیں رحم وکرم، وغیرہ میرے ساتھ ان صفات کا معاملہ فرمائیں گے بلکہ مقصود ومطلوب صرف ذات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق ہو جائے۔

ذکر حبیب (اللہ تعالیٰ) کے ذکر کے سامنے دنیا کی تمام لذتوں پر مٹی ڈالتا ہوں۔ بے کار بے فائدہ بات پر شرمندگی ہوتی ہے۔ خاموش اور تنہا رہنا پسند ہے۔ (لوگوں کے) مجمع اور جماعت وغیرہ سے زبردستی روک دیا گیا ہوں۔ طبیعت بر بسط (یعنی کشادگی) غالب ہے ضبط (تنگی کی حالت) پر آسانی کے ساتھ قدرت حاصل ہے۔ خود کو کچھ نہ سمجھنے اور کم سمجھنے کا غلبہ ہے اور حالت یہ ہے کہ اگر (میرے) اختیار میں ہو تو خود زمین میں دھنس جاؤں۔ (کسی قسم کے کچھ ہونے کے) دعویٰ کے خیال تک بھی نہیں ہوتا ہے۔

دل میں یہی بات بیٹھی ہوئی ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے ہاں) پوچھ ہوگی تو صاف یہی کہہ دوں گا کہ اے اللہ! سر سے پاؤں تک کمیوں سے بھرا ہوا اور بالکل مفلس (کنگال) ہوں، میرے پاس صرف مغفرت کی امید کے کچھ نہیں ہے۔ کشف وکرامات دل میں بالکل بے قیمت ہیں۔ خلوت سے زیادہ خدمت ہی پسند ہے اسی کی توفیق کی دعا ہے۔

دوست (اللہ تعالیٰ) کی جدائی کی وجہ سے دل بے قرار ہے۔ زندگی سے دل بیزار ہے۔ دنیا میں رہنے سہنے سے سخت بے چینی ہے۔ ہجرت (یعنی دنیا سے جانے) کے شوق کے ولولے سے دل بھرا ہوا ہے۔ مدینہ طیبہ میں مرنے کی خواہش ہے۔ (کسی) بلا اور مصیبت میں بے قراری اور پریشانی نہیں ہوتی ہے بلکہ کبھی کبھی تو پریشانی کی طلب پیدا ہو جاتی ہے۔ تھوڑا سا تعلق اگرچہ ضروری ہو وہ بھی بھاری لگتا ہے یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی

بوجھ لگتے ہیں۔ دنیا والوں سے پوری طرح فراغت حاصل ہے نہ کسی سے کوئی خوف ہے اور نہ ہی کوئی امید ہے اور نہ ہی کسی کے تعریف کرنے اور برائی کرنے کی پرواہ ہے۔ ہمت اور قوت میں اضافہ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ ہے۔ ہر صورت میں ان کو اپنا شفیق ہی سمجھتا ہوں۔

بس احقر کے تکلیف اور ریا کی تحریر ختم ہوئی۔ جو حالات اصلاح کے قابل ہوں امید کہ ان کی اصلاح فرمائی جائے گی۔ ؎

ماحال دل را با یار گفتیم نتواں نہفتن درد از طبیباں

ترجمہ: ''آخر اپنا درد ہم نے اپنے یاروں سے کہا ـــــ چھپ سکا نہ درد آخر یوں طبیبوں سے ہمارا۔''

(ایک بات اور یہ ہے کہ) احقر اگرچہ نفس کے وساوس بالکل بے فکر ہے لیکن پھر بھی اس ملعون کی نیت اور ارادوں سے کبھی سخت تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے۔ فقط

تحقیق: ماشاء اللہ (تمام) حالات بلند ہیں۔ سب کا خلاصہ خالص بندگی کا حاصل ہونا اور سنت کا (طبیعت میں) اتر جانا ہے۔ مبارک ہو۔

شیخ سے روحانی قرب کی صورت حال

حال: میں ایک غریب شخص ہوں۔ حضور کی تصانیف کے مطالعہ سے (حضور کو) دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو دیکھنے کا شرف عطا فرمایا میرے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بہتری ہونے والی ہے حضور کی ذات و برکات سے وہ بھی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے۔ آپ کی شفقت کے بھروسے پر اب میں گھر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ دوبارہ حضور کی خدمت میں آنے کی امید نہیں ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آنے جانے کا خرچہ چھتیس روپے ہے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے کا خرچہ بھی ہے۔ اس خیال سے دل ناامید ہو جاتا ہے۔ میرے حق میں جو بہتر ہو حضور تجویز فرمائیں۔

تحقیق: جسمانی طور پر دور ہونا نقصان دہ نہیں ہے۔ روحانی قرب اس طرح رہتا ہے کہ ہمیشہ حالات کی اور جو کچھ تعلیم کیا گیا تھا اس کی اطلاع لازمی کی جاتی رہے۔

شیخ کی صحبت کا مفید ہونا اگرچہ کام تھوڑا ہو

حال: تقریباً بیس دن سے طبیعت ایسی کمزور ہے کہ شمار کرنے کے قابل (ذکر و شغل کی) محنت نہیں ہوتی۔

اتفاق سے میرے دینی دنیاوی سارے مشاغل دماغی ہیں۔ اس لئے معدہ اور دماغ دونوں میں خرابی محسوس ہوتی ہے اور کبھی تکلیف ہوتی ہے۔ خط بھیجنے کا عرصہ بھی اسی وجہ سے لمبا ہوگیا ہے خاص طور پر ایسے وقت میں ہے کہ حال کی جگہ بدحالی ہو۔ اگرچہ (ذکر و شغل) بالکل نہیں چھوڑا ہے۔

تھانہ بھون میں غالباً بارش کا موسم ختم ہونے کے قریب ہوگا اور سردی کا موسم شروع ہوگیا ہوگا۔ اس لئے مجاہدہ رہا ہے کہ (ملازمت سے) رخصت لے کر حاضر خدمت ہوں لیکن وہاں آنے کے بعد محنت ہی محنت ہے۔ اس لئے خیال ہوتا ہے کہ شاید (اور محنت) برداشت نہ ہوسکے اور یہ معاملہ اقدم رجلا واوخر اخری کہ ایک قدم آگے بڑھاتا ہوں تو دوسرا پیچھے ہٹاتا ہوں کا ہے۔ اب جیسے حضرت کی رائے سنوں گا اور عمل کروں گا۔ بظاہر حاضری میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے۔

تحقیق: غمگین نہیں ہونا چاہئے ایسی باتیں سب کو پیش آتی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان سے کوئی نقصان نہیں ہے اور المعذور ماجور لامازور (کہ معذور آدمی کو ثواب ملتا ہے نہ کہ اس کو گناہ ہوتا ہے) دماغی کمزوری کو یہاں آنے میں رکاوٹ نہ سمجھا جائے اگر کام زیادہ نہ بھی ہو تو پاس رہنا بھی مفید ہے جس کا فائدہ بھی شمار کے قابل نہیں ہوتا ہے۔

کامیابی کی ابتداء

حال: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بندہ آج کل چوبیس ہزار مرتبہ اسم ذات اور بیس ہزار مرتبہ استغفار اور ایک پارہ قرآن شریف روزانہ پڑھ لیتا ہے۔ تہجد کے بعد دوازدہ تسبیح (بارہ تسبیح) پڑھتا ہے۔ (اسی طرح روزانہ) بلاناغہ دوسری تصانیف جیسے تعلیم الدین وغیرہ کے ساتھ ساتھ ایک وعظ کا مطالعہ کرتا ہے۔

حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ استقامت (ہمیشگی) عطا فرمائیں کیونکہ نفس کی شرارت کی وجہ سے کبھی کبھی گڑبڑ ہوجاتی ہے۔ جب کبھی انسان غالب آجاتا ہے مقررہ کام میں کمی آجاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرماتے ہیں تو میں غالب آکر کمی پوری کر لیتا ہوں۔ غرض ہر وقت کشمکش رہتی ہے مگر ایسے وقت میں حضور جو مثنوی کا شعر پڑھتے ہیں۔

اندریں رہ می تراش و می خراش ۔۔۔ تادم آخر دمے فارغ مباش

ترجمہ: ''راہ طریقت میں جہد مسلسل ہوتا ـــــ کہ عمر کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔''

یاد کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

تحقیق: یہ سب کامیابی کی ابتداء ہے۔

حال: دل کی حالت بہت اچھی لگتی ہے۔ (میرے) حضرت! ایسا لگتا ہے کہ ذکر کی برکت سے دل میں ایک نور ہے۔ جس کی وجہ سے مجھے (اپنے) سارے عیوب نظر آتے ہیں۔

تحقیق: (یہ) بڑی رحمت ہے۔

حال: اسی لئے میں پرسوں بیٹھے ہوئے ذکر کر رہا تھا اور گذشتہ گناہوں کا خیال نظر کے سامنے تھا۔ (مجھے) معلوم ہوا کہ میرے اندر تکبر کا ایک ایسا مرض ہے جس کی وجہ سے یہ سب گناہ ہوتے ہیں۔ مجھے دین و دنیا کے نقصانات اسی مرض کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں نے (اپنے گناہوں کی) اللہ تعالیٰ سے بہت ہی عاجزی اور رو کر معافی مانگی اور پکا عہد کیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ دین یا دنیا کے کسی بھی کام میں تکبر نہیں کروں گا۔ تواضع اختیار کرنے کا اقرار کر کے تواضع شروع بھی کر دی ہے۔ حضرت بھی دعا فرمائیں۔

تحقیق: دل اور جان سے دعا ہے۔ آپ نے بالکل ٹھیک سمجھا۔

حال: ایک اور گزارش یہ ہے کہ اکثر اوقات تنہائی میں رہتا ہوں دنیا کے کام کاج سے فراغت کے باوجود خلوت طویلہ (لمبی تنہائی) حاصل نہیں ہوتی ہے جی گھبراتا ہے۔ خلوت طویلہ کی ضرورت اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ اس سے دل کی ایک عجیب حالت ہو جاتی ہے جو ذکر اللہ میں معین و مددگار ہوتی ہے۔ خلوت کے بعد دل پریشان ہو جاتا ہے۔

اس لئے میری گزارش ہے کہ اگر حضور تجویز فرمائیں تو چالیس دن کے لئے تھانہ بھون حاضر ہو جاؤں۔ (میری) حالت یہ ہے کہ دنیا کے کاروبار نہ ہونے کی وجہ سے (معاش) تنگی بہت ہے۔ مقروض بھی زیادہ ہوں یہاں تک کہ تقریباً دس ہزار روپیہ قرض دینا ہے اور بھی بہت سی مشکلیں ہیں یہ بھی عرض ہے کہ یہ قرض سودی نہیں ہے بلکہ رعائتی ہے۔ (اب) اگر ایسی حالت میں اجازت ہو تو حاضر ہو جاؤں۔

تحقیق: اگر اس قرض کے علاوہ قرض لینے میں کوئی اور نقصان نہ ہو تو اتنے بڑے قرض میں اتنا اضافہ اور سہی۔

حال: حضرت! اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ مجھے اس قرض اور تنگی سے اتنا فائدہ ہوا ہے کہ ہزاروں مجاہدوں سے بھی نہ ہوگا۔ اس سے پہلے تو اس بات کا (کہ قرض و تنگی میں فائدہ ہوتا ہے) بڑوں کی ماننے کی وجہ سے اس کا قائل تھا:

درد از یار است و حرماں نیز ہم

ترجمہ: ”درد اور محرومی دونوں دوست سے ملی ہیں۔“

اور ع ہرچہ آں خسرو کند شیریں بود

ترجمہ: ”وہ بادشاہ جو بھی کرے سب میٹھا ہوتا ہے۔“

لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! اب پوری طرح تجربہ ہوگیا ہے کہ کھلی آنکھوں سے اس کا نفع دیکھ رہا ہوں۔ بلکہ موجودہ تنگی کی حالت بہت ہی رحمت لگتی ہے اس حالت میں مجھ کو اتنی لذت اور اتنا مزہ آتا ہے کہ شاید ہی کسی بادشاہ کو وہ حاصل ہو۔

تحقیق: بے شک یہ (تنگی) ایسی ہی چیز ہے۔

حال: ذکر کی برکت سے دل کو استغناء بہت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ الحمد للہ بے زر و گنج بصد حشمت قارون باشی (بغیر مال و دولت کے قارون کی طرح ہو خادموں میں رہنے) کا مضمون لگتا ہے۔

تحقیق: مبارک ہو۔

سوال: (حضرت میرے لئے) استقامت کی دعا فرمائیں۔ یہ دعا بھی فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی اور اپنے حبیب کی پوری محبت عطا فرمائیں اور پوری طرح اس کی اتباع کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ حضرت! براہ کرم میرے لئے یہ بھی دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے میں مجھے باطنی نسبت (وتعلق) بھی بہت جلدی عطا فرما دیں۔ جس سے میرے سارے عیبوں کی اصلاح ہو جائے۔

جواب: سب (کاموں کے لیے) دعائیں کرتا ہوں۔

پہلے شیخ کی وفات کے بعد دوسرے شیخ سے بیعت کرنا

سوال: (میرے) دل میں ایک خوف پیدا ہوگیا ہے وہ یہ ہے کہ (حضرت کی وفات کے بعد) حضرت کے خدام سے بیعت ہونے کے بعد کبھی کبھی دل میں خیال آتا ہے کہ میں نے جس سے بیعت کی ہے کہیں یہ (صاحب) سلوک کے بزرگوں کی مرضی کے خلاف نہ ہوں۔ دل کو پھر سمجھاتا ہوں کہ میرے مرشد تو خود ہی فرماتے تھے: جہاں اچھی چیز مل جائے لے لو اور مجھے مرشد سے بھی کوئی بری عقیدت تو نہیں ہے (کہ دوسرے کی طرف رجوع کیا) بلکہ ان کی وفات کی وجہ سے مجبوری ہوگئی ہے۔ ایک بات یہ بھی کہ میں نے جن سے بیعت کی ہے خاندانی سلسلے اور عقائد کے لحاظ سے پہلے شیخ کی طرح ہی ہیں۔ اگر کوئی برائی ہوتی تو آپ مجھ کو ضرور منع فرماتے لیکن اس کے باوجود بعض اکابر کے ملفوظات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ (یہ دوسرے شیخ سے بیعت ہونا پہلے شیخ کے) خوش نہ ہونے کا سبب ہوا جیسا کہ مرزا مظہر جاناں جان رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے ملفوظات میں لکھا ہوا ہے۔

جواب: (ملفوظات میں) کیا لکھا ہے۔ اس عبارت کے ساتھ یہ خط بھی واپس آنا چاہئے۔

سوال: بڑوں کے معاملات میں ہم جیسے کم ظرفوں کی کیا حیثیت کہ (اس میں کچھ کہیں لیکن) دل میں اک

شک سا ہوا تھا۔ اس شک کو دور کرنے کے لئے حضرت کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ آپ جو کچھ ارشاد فرمائیں اس سے میری تسلی ہو جائے گی۔

جواب: اس عبارت کا انتظار ہے۔

ان دونوں جوابوں کے بعد دونوں کا یہ جواب آیا

بندہ قصور وار بہت ہی کمزور حافظے والا ہے۔ مجھے نہ ان ملفوظات کے نام یاد رہے اور نہ ہی کہیں ان کا پتہ میں نے لکھا۔ بہت پریشانی ہوئی کہ (حضرت کو) کیا جواب دیا جائے۔ مرزا صاحب کے ملفوظات تھے اپنے خیال کے مطابق ان کو دیکھنا شروع کیا۔ جہاں غالب گمان تھا (کہ یہاں ضرور وہ عبارت مل جائے گی) دیکھا کچھ نہ ملا۔ بہت ہی شرمندگی ہوئی کہ اب کیا جواب لکھا جائے۔

اسی ناامیدی کی حالت میں ورق الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا کہ فصل در بیان استفادہ حضرت ایشاں از حضرت حافظ سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور بیان حالات و مقامات حضرت مرزا صاحب یہ کتاب مطبع احمدی ۱۲۶۹ھ ہے۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی نام نہیں ہے کیونکہ کتاب کا آخری صفحہ بھی نہیں ہے اس لئے یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ چھاپہ کہاں کا ہے۔ بہر حال اس کی عبارات ان ہی الفاظ سے نقل کرتا ہوں۔

(وہ یہ ہے) جب حضرت مرزا صاحب بڑھاپے کی وجہ سے طالبوں (مریدوں) کے حال کی دیکھ بھال کرنے کے قابل نہ رہے تو بندہ نے شیخ الشیوخ حضرت محمد عابد قدس سرہ کی طرف توجہ کی اور ان سے رجوع کیا (یعنی بیعت کی) اور حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں بھی حاضری رہی۔ حضرت کے خلیفہ شیخ صبغۃ اللہ نے حضرت کو یہ بات بتا دی۔ حضرت کی طبیعت پر بوجھ ہوا۔ حضرت نے فرمایا: تمہیں یہاں فیوض و برکات و تاثیر میں کیا کمی نظر آئی کہ تم نے دوسری جگہ رجوع کیا۔ بندہ نے عرض کیا: بندہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اونچی نسبت کے علاوہ کچھ اور مقصود نہیں ہے اور اس کا حصول بلند توجہات پر موقوف ہے اور حضرت جسمانی کمزوری کی وجہ سے یہ نہیں کر سکتے۔ (اس لئے) میں نے حضرت کے ایک بھائی سے رجوع کیا اور اخلاص و بندگی کو مضبوط کیا۔ بہر حال حضرت کی طبیعت کا بوجھ ختم نہیں ہوا۔

اس واقعہ کے بعد (حضرت کا انتقال ہو گیا اور) میں حضرت کے مزار پر حاضر خدمت ہوا۔ حضرت کو ناخوش پایا۔ حضرت نے میری طرف سے توجہ ہٹالی۔

جواب: یہ رجوع شیخ کی زندگی میں ہوا تھا۔ اس پر وہ رجوع جس کی ہم بات کر رہے ہیں اس کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں۔

سؤال: کئی سال بعد شیخ صبغۃ اللہ نے (بندے کو یہ) خوشخبری سنائی کہ حضرت نے میرے بارے میں فرمایا: ''ہم مرزا صاحب سے راضی ہیں جو کچھ انہوں نے کیا وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے'' فقیر شکر کے سجدے بجا لایا کیونکہ اللہ والوں کی رضا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔

فقیر راقم کہتا ہے: ''اس واقعہ کے بعد ایک صاحب جو حضرت محمد زبیر کے مریدوں میں سے تھے انہوں نے حضرت محمد عابد صاحب کی خدمت میں رجوع کیا۔ انہوں نے (خواب میں دیکھا کہ) حضرت محمد زبیر کی روح اس سے ناخوش ہے بلکہ (اس نے دیکھا کہ) حضرت اس پر تلوار تانے ہوئے ہیں۔ اس نے حضرت محمد عابد صاحب کی خدمت میں پناہ لی۔ حضرت محمد عابد صاحب نے فرمایا: ''آپ اتنا کیوں ناراض ہیں آپ کے خاندان میں سے ایک آدمی نے اللہ تعالیٰ کے لئے رجوع کیا ہے اس کو معذور سمجھیں۔''

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ خواب حجت نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ شاید یہ رجوع بلا ضرورت ہوا ہو تو اس پر اس رجوع کو قیاس نہیں کر سکتے جو ضرورت کی وجہ سے ہوا ہو۔

سؤال: حضرت جلال پانی پتی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کی اولاد میں سے ایک آدمی فقیر سے بیعت ہو گیا۔ اس نے حضرت کو خواب میں دیکھا کہ حضرت نے فرمایا: تم نقشبندی کیوں ہو گئے اور ہمارے طریقہ کو کیوں چھوڑ دیا۔

جواب: خواب کا حجت نہ ہونا یہ جواب تو ایک ہی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات ممکن ہے اس شخص نے پہلے طریقہ کی تحقیر کی ہو۔ اس لئے اس پر یہ غصہ ہوا۔

یہ جواب صرف طالب علمانہ حیثیت سے طریق کے تقاضے کے خلاف لکھ دیا ہے تاکہ (آپ نے جو ان خوابوں کو دلیل بنایا ہے آپ کو) اس دلیل بنانے کی حقیقت معلوم ہو جائے۔

اب جواب لکھ لینے کے بعد طریق کا حق ادا کرتا ہوں وہ یہ کہ جب شبہ میرے ہی بارے میں ہے تو میرے جواب لکھنے کا مطلب گویا (لوگوں کو) اپنی طرف بلانا اور جو لوگ کچھ شک و شبہ میں ہوں ان کو گھیرنا ہے اور یہ طریق کے خلاف ہے۔ اس لئے (آپ) یا تو دوسرے سے تحقیق کرتے اور اگر مجھ سے تحقیق فرمایا ہے تو اب دوسروں سے رجوع کیجئے۔

اس کے بعد (ان صاحب کا) خط آیا

(یا اللہ) یہ آخر رات کا (وقت) قبولیت کا وقت ہے۔ یا اللہ! میری فریاد تھانہ بھون پہنچا دے میری تر آنکھیں اور گرم دل تھانہ والے کو دکھا دے۔ حضور والا نے طریق کا حق ادا فرما دیا اور یہاں میری تمنا کی جڑ ہی کٹ گئی۔ میں تو طریق کے آداب کو نہیں جانتا تھا لاعلمی کی وجہ سے نیک نیتی سے اس اعتقاد کی وجہ سے کہ اچھا

برا جو کچھ بھی ہے جس پر مجھے عمل کرنا ہے آپ ہی سے پوچھنا چاہئے۔ میرے لئے دوسروں سے تعلق رکھنا اچھا نہیں ہے (اس لئے) پوچھ بیٹھا اور یہ نہیں سمجھا (کہ یہ پوچھنا) نقصان دہ ہوگا۔

اب معلوم ہوا کہ خطا ہوئی تو ندامت سے دل پر چوٹ لگی اپنے کردار سے توبہ اور تبری کرتا ہوں للہ قصور معاف فرمایئے۔ میں نیا شخص نہیں ہوں جو گھبرا جاؤں رجوع سے قبل بھی آپ کا تھا اب بھی ہوں اور پھر بھی رہوں گا جوتیاں کھانے کو سر حاضر ہے۔ مگر در چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ آپ مجھے رد کردیں گے تو آپ کو کیا ملے گا میرا تو بگاڑ ہو جائے گا۔ مانا کہ میری غلامی سے بھی آپ کو کیا نفع مگر میرا تو بھلا ہے ؎

بندگان از من ترا بهتر بسے　　　خواجه جو تو مرا نبود کسے
گر بخوانی یا برانی از درم　　　جزور تو نیست جائے دیگرم
از در خویشم مراں اے مانم　　　تانم خاک در تو تانم
در ہوایت مرد نم بادا نصیب　　　استجب یا من ہو نعم المجیب

ترجمہ

❶ تیرے غلاموں میں مجھ سے بہتر بہت غلام ہیں لیکن میرے لئے تجھ سے بہتر کوئی آقا نہیں ہے۔
❷ تو اپنے در سے مجھے بلائے یا بھگائے تیرے در کے علاوہ میرا کوئی در نہیں ہے۔
❸ اے میری پناہ گاہ مجھے تو اپنے در سے نہ ہٹا میں مرنے تک تیرے در کی خاک رہوں گا۔
❹ اے خوش نصیب میں تیری محبت میں مر گیا ہوں میری دعا قبول کرلے اے بہترین قبول کرنے والے۔

یہ جواب گیا

(آپ نے) جو کچھ تحریر فرمایا ہے یہ آپ کی عین بزرگی ہے۔ ورنہ واللہ میں خود کو ناکارہ سمجھتا ہوں۔ اور ایسی حالت میں جو کچھ عرض کیا تھا وہ ناخوشی یا ناپسندی کی وجہ سے نہیں بلکہ معاملہ کی بات ہے۔ اس (پوچھنے) کی صورت یہ ہوسکتی تھی کہ عام عنوان سے تحقیق فرمائی جاتی نہ یہ کہ ”تجھ سے رجوع کرنے میں میرا احتمال ہے“ اس عنوان کا تو یہی اثر ہوسکتا ہے جو ہوا کیا کروں ایسی تاثیرات غیر اختیاری ہیں۔ آپ ہی تدبیر بتایئے کہ یہ اثر دل سے نکلے اور ویسے تعلیم سے منع نہیں مگر انشراح میرے قبضہ میں نہیں۔ اب جو حکم ہو میں حاضر ہوں۔

انتخاب جواب باصواب

اس کی صورت یہ ہوسکتی تھی کہ عام عنوان سے تحقیق فرمائی جاتی۔ نہ یہ کہ مجھ سے رجوع کرنے میں یہ احتمال

ہے۔ اس عنوان کا تو یہی اثر ہوسکتا ہے جو ہوا کیا کروں ایسی تاثیرات امور غیر اختیاریہ ہیں۔ آپ ہی تدبیر بتلایئے کہ یہ اثر دل سے نکلے۔ اور ویسے تعلیم سے منع نہیں۔ مگر انشراح میرے قبضہ میں نہیں۔ اب جو حکم ہو میں حاضر ہوں۔

عرض حال گنہگار

حَالؒ:

رنگ اخلاص از فغانم داشتے ۔۔۔ سوئے اورہ چوں نہ جانم داشتے

تَرجَمَۃ: "اگر تم میرے رونے ہی کو اخلاص سمجھتے ـــــ تو جو بات تم نے سمجھی وہ نہ سمجھتے۔"

(مطلب یہ ہے کہ ان صاحب اپنے دوسرے شیخ (یعنی حضرت تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی) سے بیعت ہونے بارے میں تحقیق فرمایا کہ کیا دوسری بیعت کرنا سلوک کے خلاف تو نہیں ہے اب اگر اس کا یہ جواب دیا جاتا کہ نہیں تو اس سے یہ بات سمجھ میں آتی کہ حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی لوگوں کو اپنے سے بیعت کی طرف متوجہ کر رہے اور یہ بات طریقت کے خلاف ہے لیکن یہ بات ان صاحب کے ذہن میں اس پوچنے کے وقت نہیں تھی اس لیے انہوں نے اپنے اور اپنے ذہن میں اس بات کے نہ ہونے کو بیان کیا ہے۔

حضرت تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا یہ مفہوم سمجھنا چونکہ ان کی عبارت سے یہی بات سمجھ میں آسکتی جس کو حضرت "اس عنوان کا تو یہی اثر ہوسکتا ہے" کہہ کر بیان فرمایا ہے۔)

گناہ گاروں کے ماوی ملجا (جائے پناہ) مدظلہم العالی۔

آداب اور عاجزی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ (آپ کے) نامہ عالی (خط) کو پڑھنے کے بعد دل کی حالت بہت ہی خراب ہوگئی ہے۔ ناامیدی اور محرومی کا سماں نظر آنے لگا۔ غرض اس مرتبہ جواب میں غیر معمولی دیر ہوئی۔ کچھ سمجھ نہیں آتا کیا عرض کروں۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ تحقیق کے لئے جو عام عنوان اختیار نہیں کیا گیا اس کی وجہ صرف علم اور سمجھ بوجھ کی کمی کے کچھ بھی نہیں ہے۔ میں اس کو عین (خالص) اخلاص سمجھ رہا تھا کہ جس بات کا تعلق آپ سے ہو اس کو کسی دوسرے سے کیوں پوچھوں خواہ کسی (بھی) عنوان کے ساتھ ہو اچھی بات نہیں ہے۔ اپنا جو بھی اچھا یا برا عمل اور اعتقاد کا خیال اور احتمال ہو آپ کے سامنے آنا چاہئے۔ (میرے) بنے بگڑے سب کو آپ ہی سنواریں گے اب ہم کو دوسرے سے کیا تعلق جب کہ۔

ع سپردم تبو مایۂ خویش را

تَرجَمَۃ: "میں نے اپنی تمام پونجی آپ کے حوالے کردی ہے (کی حالت ہے)۔"

تحقیق: یہ تو بالکل ٹھیک ہے۔ مگر میں تو دوسری بات عرض کر رہا ہوں۔ میری مراد عام عنوان سے یہ ہے کہ خواہ مجھ ہی سے پوچھا جاتا مگر اس عنوان سے (پوچھا جاتا) کہ کیا شیخ کے مرید کو دوسرے شیخ سے بیعت کرنا کیسا ہے۔

حال: (میرا پوچھنا جو علم و سمجھ کی کمی کی وجہ سے عین اخلاص سمجھتے ہوئے تھا) خالص خطا نکلا اور مقدر کی بات الٹا ہی نتیجہ لائی۔ جب یہ معلوم ہوا کہ خطا ہوئی ہے تو میرے خیال میں اس کا علاج صرف تھی۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس لئے جتنی میں توبہ کرسکتا تھا توبہ کی اور اب بھی کرتا ہوں مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی میری غلطی ہے کہ جس کو (میں) اخلاص اور توبہ سمجھتا ہوں وہ نہ تو توبہ ہے اور نہ اخلاص ہے اب پریشان ہوں کیا کروں۔

کئی دن تک اس پریشانی میں رہنے کے بعد خیال آیا کہ حقیقی بات بتا کر سمعنا و اطعنا (کہ ہم نے سنا اور ہم نے طاعت کی) کہہ کر کسی غیبی اشارے کا انتظار کروں۔ میں اور کیا تدبیر کرسکتا ہوں صرف تعلیم کو ہی کیسے کافی سمجھا جاسکتا ہے خصوصاً مجھ جیسے اور استغفر اللہ کیا مجال ہے جو منہ کھولوں اور یہ کہوں کہ اللہ تعالیٰ جب توبہ قبول فرماتے ہیں تو اشقیاء (بدبخت لوگوں) کو (اپنی) دوستی کا لباس عطا فرماتے ہیں۔ (اس لئے) اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے بھی اللہ تعالیٰ کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ پھر میں ناامید کیوں ہوں۔ میں اپنے رب کی وسیع رحمت سے امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ میں (بھی) میری چاہت کے مطابق (حضرت کے دل میں) کچھ القاء فرمائیں گے۔

تحقیق: توبہ کے قبول ہونے میں کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو دوسری بات کہہ رہا ہوں کہ (جو کچھ آپ نے کہا اس کے) صحیح ہونے اور (اس پر) معذرت کے باوجود انشراح (دل کا کسی بات کے لئے کھل جانا) میرے بس میں نہیں ہے۔ یہ تو پہلے خطوط کے وقت تھا۔ (اور اب کا حال یہ ہے کہ) اب دل میں (کوئی) تنگی محسوس نہیں کرتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ واقعہ آپ کے لئے رحمت بنا ہے کہ اس سے بہت سے خیالات کی اصلاح ہوگئی ہے۔ غرض اب اطمینان رکھئے۔ ان شاء اللہ اب کھلے دل کے ساتھ خدمت کروں گا۔

ایسی درخواست جس سے شیخ کو رائے دینا محسوس ہوتا ہو نہیں ہونی چاہئے

حال: اب بندے کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ جب تک روح میں قوت نہیں ہو جب تک نیک عمل کرنا مشکل ہے۔ اس کے متعلق فیصلہ فرمادیں۔

تحقیق: (آپ نے) جو لکھا ہے وہی فیصلہ ہے۔ طالب کو صرف (اپنے) حالات کی اطلاع دینی چاہیے اور جو کرنے کے لئے کہا جائے وہی کرنا چاہئے ایسی درخواستیں جس سے (شیخ کو) رائے دینا ظاہر ہو نہیں کرنی چاہئے۔

(اللہ تعالیٰ سے تعلق و) نسبت کی ابتدا کی علامت

حَال: آج کل بندہ ناچیز کو ایسا لگتا ہے کہ میرے دل میں کوئی نئی بات پیدا ہوگئی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد ہر وقت دل میں رہتی ہے کسی وقت بھی غفلت نہیں ہوتی ہے۔

تحقیق: (اللہ تعالیٰ سے تعلق و) نسبت کی ابتدا ہے۔ مبارک ہو۔

حَال: (میرا) معمول (یہ ہے کہ) رات کو بارہ تسبیح اور دن میں بارہ ہزار مرتبہ اسم ذات (اور) کیفیت کل صبح سے (یہ ہے کہ مجھ پر) ایک حالت چھائی رہتی ہے۔ جس کو بالکل اسی طرح لکھنا مشکل ہے۔ مثال کے طور پر لکھتا ہوں۔ اگر دنیا میں کسی سے تعلق اور لگاؤ ہو جائے تو ہر وقت اسی کی طرف خیال لگا رہتا ہے۔ اس کو راضی کرنے اور اس کے ناراض نہ ہونے کا خیال ہر وقت رہتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا خیال بات جس کا اس محبوب سے کوئی تعلق نہ ہو بری لگتی ہے۔ طبیعت میں ایک قسم کی پریشانی پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی وقت اس محبوب کی طرف طبیعت متوجہ ہوتی ہے۔ میری حالت بھی یہی ہو رہی ہے کہ ایک قسم کا ایسا تعلق محسوس ہوتا ہے کہ خیال کے ہر وقت اسی طرف رہنے سے دل میں سکون اور آرام محسوس ہوتا ہے اگرچہ اس حالت میں ایک قسم کا بوجھ بھی ہے لیکن اس بوجھ سے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بلکہ چین اور آرام (ہی ہوتا) ہے۔ اگر کوئی چیز اس خیال کے خلاف پیش آتی ہے تو بہت ہی پریشانی ہوتی ہے اور فوراً اسی طرف خیال کے متوجہ ہونے سے سکون اور آرام ہو جاتا ہے۔ یہ حالت کل کی تھی۔

آج تہجد کے بعد اس حالت کے ساتھ ساتھ ایک بات اور پیش آئی کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ ہی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے ظاہر ہونے کی جگہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ (ان سے) ظاہر ہیں۔ اس کی مثال اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ جس طرح بجلی گھر میں تمام روشنیوں کا مجمع (مرکز، وخزانہ) ہوتا ہے۔ جس لالٹین (بلب وغیرہ) کو جو روشنی ملتی ہے اسی خزانے سے ملتی ہے۔ ان لالٹینوں میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ جب اس خزانے والا بجلی بند کر دیتا ہے ان لالٹینوں میں اندھیرا ہو جاتا ہے۔ دیکھنے والا جب لالٹین کو روشن دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ یہ روشنی اس (لالٹین) کی اپنی نہیں ہے بلکہ (یہ) اس بجلی کے کارخانے سے آرہی ہے۔ یہ سب لالٹین اس روشنی کے ظاہر ہونے کی جگہیں۔ (اصل روشنی ان کی نہیں بلکہ اس خزانے وکارخانے کی ہے)۔

(اس کی مثال یہ ہے کہ) کافر اللہ تعالیٰ کی صفت مضل (گمراہ کرنے والی صفت) کے ظاہر ہونے کی جگہ

ہے اور مؤمنین اللہ تعالیٰ کی صفت ہادی (ہدایت دینے والی صفت) کے ظاہر ہونے کی جگہ ہیں۔ صبح سے پستی اور نہ ہونے کی حالت بہت غالب ہے۔ پہلے جو سمجھداری تھی اب بالکل نہیں ہے۔ جو کام بھی دیکھتا یا کرتا ہوں تو یہ سمجھتا ہوں کہ کرانے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے انسان تو صرف واسطہ ہے۔

تحقیق: الحمد للہ باطنی نسبت اور فنا و توحید کی حالت شروع ہوتی ہے اللہ تعالیٰ مکمل فرمادیں۔

صحبت کی برکات

حال: حضرت کی بابرکت خدمت میں آنے سے پہلے کسی کے لئے دل میں بغض تھا کسی کے لئے محبت تھی۔ جب بھی ان لوگوں کا خیال آتا تو دل میں کسی کے لئے بغض اور کسی کے لئے محبت محسوس ہوتی تھی۔ اب دل میں ان باتوں کا پتہ ہی نہیں ہے۔ جب بھی یہ لوگ یاد آتے ہیں جیسے عام لوگ یاد آتے ہیں۔

دل میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور محبت کے علاوہ اور کچھ محسوس نہیں کرتا ہوں۔ ایسا لگتا ہے کہ دل میں جتنی بھی جگہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور محبت نے گھیر لیا ہے۔

تحقیق: مبارک ہو۔

بیعت کی اجازت

حال: احقر کا حال یہ ہے کہ آج کل جب بھی گھر سے خط آتا ہے تو اس میں غمی یا خوشی کی کوئی خبر ہو یا کوئی (آدمی) غمی یا خوشی کی خبر سناتا ہے تو جس وقت سنتا ہوں اس وقت (تو) دل پر کچھ اثر ہوتا ہے (لیکن) بعد میں اس طرف بالکل بھی خیال نہیں ہوتا ہے۔ دل میں ایک اطمینان اور سکون ہر وقت رہتا ہے۔ خیال ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رہتا ہے۔ کبھی ذکر کرتے وقت بدن کے کسی حصے میں حرکت محسوس ہوتی ہے۔ ایک دن ذکر کے دوران ایسا محسوس ہوا کہ سارے بدن میں سوئیاں چبھوئی جارہی ہیں۔

کل رات بندے نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نے بندے کو مغرب کے بعد بلایا اور میرا دایاں ہاتھ اپنی گردن پر رکھا۔ اس کے بعد حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھ پر توجہ ڈالی۔ اس وقت میرے دل کی عجیب حالت ہوئی اور ایسا لگتا تھا کہ حضرت کے سینۂ مبارک سے میرے سینہ میں کوئی چیز آرہی ہے جس کی وجہ سے میرا دل منور اور روشن ہورہا ہے۔ میں بڑے جوش میں آیا اس کے بعد حضرت نے مجھے چھوڑ دیا۔ (وہاں) ایک دو آدمی اور بھی ہیں (حضرت نے) سب پر توجہ ڈالنی شروع کی۔ اس وقت دل کی عجیب حالت ہوئی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سارا دل نور سے بھر گیا ہے۔ مجھے اس وقت خیال آیا کہ حضرت تو فرماتے تھے کہ میں کسی پر توجہ نہیں ڈالتا اور

نہ یہ میری عادت ہے اور (ساتھ ساتھ) میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ اگر یہ توجہ نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے۔ اس کے بعد میں جاگ گیا۔ طبیعت پر عجیب خوشی لگتی تھی۔ سارا دن ایک عجیب خوشی میں گزرا۔

ایک اور گزارش یہ ہے کہ بندہ کو والدین دو سال سے بلا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ رمضان شریف سے پہلے جب میں یہاں آیا تو مسلسل چار خط آئے کہ جلدی آجاؤ اور (آنے کے لئے) بہت ہی مجبور کیا۔ مگر میں نے سب کے جواب میں یہی لکھا کہ میں یہاں حضرت کی خدمت میں جب تک چھ سات مہینہ نہیں رہوں گا بالکل واپس نہیں آسکتا ہوں۔ اس پر وہ لوگ خاموش ہوگئے تھے۔ اب دوبارہ خط آنے لگے ہیں کہ جلدی آجاؤ چھ سات مہینہ کے بجائے آٹھ مہینہ ہوگئے ہیں۔ اب تمہارا کوئی عذر (بہانہ) نہیں رہا ہے۔ آج سفر کا خرچہ بھی آگیا ہے۔ (مجھے) بلانے کی وجہ یہ ہے کہ (گھر والے) میرے بڑے بھائی صاحب کی شادی کرنا چاہتے ہیں اور وہ میرے بغیر شادی نہیں کرتے۔ رمضان شریف سے پہلے جو مجھے بلایا تھا (تو اس وقت) شادی کی تاریخ طے ہوگئی تھی۔ مگر بھائی صاحب نے شادی نہیں کی اور بھاگ کر کلکتہ چلے گئے تھے اور وہاں سے خط لکھا میں اس کے (یعنی میرے) بغیر شادی نہیں کروں گا۔ اس لئے والد صاحب نے اب بہت عاجزی سے خط لکھا ہے کہ تم جیسے بھی ہو سکے جلدی آجاؤ۔

لہٰذا بندہ حضرت خدمت میں عرض کرتا ہے کہ حضرت کی اس بارے میں کیا رائے فرماتے ہیں۔ اگر بندے کے لئے یہاں اور رہنا مناسب ہو تو بندہ اور رہنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اگر جانا مناسب ہو تو چلا جائے گا۔ غرض حضرت میری مصلحت (بہتری) جس میں سمجھیں میں بھی اس میں بہتری سمجھتا ہوں۔ میں (یہ بھی) خوب جانتا ہوں کہ حضرت میری مصلحت (بہتری) والی رائے فرمائیں گے۔ اگرچہ حضرت کسی کو مشورہ نہیں دیتے مگر میں امید کرتا ہوں کہ بندہ کو اس قاعدہ میں شامل نہ فرما کر مشورہ دے کر ممنوع فرمائیں گے۔

تحقیق: سارا حال پڑھا دل خوش ہوا۔ ان شاء اللہ روزانہ ترقی ہوگی۔ اب کیونکہ جسمانی دوری نقصان دہ نہیں ہوگی اس لئے وطن (واپس) جانا بہتر ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے نام پر آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اگر کوئی سچا طالب (آپ سے) اللہ تعالیٰ کا نام اور راستہ پوچھے یا بیعت بھی ہونا چاہے تو اس کی درخواست قبول کر لیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ سے مخلوق کو نفع ہوگا۔ یہ بھی اجازت دیتا ہوں کہ اس اجازت کی خبر اپنے خصوصی محبت کرنے والوں کو کر دیں۔

خط میں لکھے ہوئے سلام کو شیخ سے نہ کہنا الزام کا سبب نہیں ہے

سوال: جتنے خط بھی احقر کے نام آتے ہیں۔ ان میں سب حضرت کو سلام کہنے کا لکھتے ہیں۔ یہ لکھتے ہیں کہ

حضرت سے کہہ دینا۔ (میں) لفظی سلام نہ ہونے کی وجہ سے کہتا نہیں ہوں۔

بلکہ جن لوگوں سے بے تکلفی ہوتی ہے ان کو لکھ دیتا ہوں کہ خود لکھو میرے ذمہ کوئی لازمی تو نہیں ہے۔

جواب: (آپ کے لئے) کوئی لازمی نہیں ہے۔

طالب کا نتیجہ کو خود تجویز کرنا ادب کے خلاف ہے

حال: بندہ جس وقت دورہ (حدیث) میں پڑھتا تھا اس وقت ایک رات حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا۔ اس وقت (میری) حالت بہت اچھی تھی اب کم ہوگئی ہے۔ اب چاہتا ہوں کہ پھر زیارت سے مشرف ہوں اور ذوق وشوق الٰہی پیدا ہو جائے۔ اس لئے دل بہت فکر مند ہے۔

تحقیق: (جب) آپ نتیجے اور نتیجوں کے (حاصل ہونے کے) طریقے خود ہی تجویز اور مقرر کر سکتے ہیں پھر تو آپ خود ہی شیخ ہیں پھر ہم ناکاروں کی طرف (کیوں) رجوع کرتے ہیں۔

مناسبت کے بغیر بیعت کرنا مفید نہیں ہے

حال: انتہائی ادب سے عرض ہے کہ اگر حضرت کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور بندہ کے لئے بھی نقصان دہ نہ ہو تو صرف برکت حاصل ہونے اور پورا تعلق پیدا ہونے کے لئے بیعت سے مشرف فرمایا جائے۔

ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

ترجمہ: ”فقیروں کو نوازنا بادشاہوں کے لئے کیا تعجب کی بات ہے۔“

تحقیق: بیعت بغیر مناسبت کے مفید نہیں ہے۔ آپ کو اچھی مناسبت نہیں ہوتی ہے۔ اوپر کی درخواست اور آگے کا مضمون بھی کی مناسبت نہ ہونے کی دلیل ہے۔

حال: اگر مرضی کے خلاف نہ ہو بلکہ مرضی ہو تو کچھ نصیحت وغیرہ یا جو طبیعت چاہے فرما کر شرف فرمایا جائے۔

تحقیق: یہ بھی مناسبت نہ ہونے کی دلیل ہے۔ روزانہ میری تفصیلی تعلیم کے بعد بھی (کیا) اس بلا تفصیل درخواست کی ضرورت باقی تھی۔

سوال: اگر کبھی کبھی فرصت ملے تو کتاب دیکھوں یا نہیں اگر دیکھوں تو کون کون سی دیکھوں؟

جواب: ساری قصد السبیل پوری طرح غور سے دس مرتبہ دیکھیں پھر پوچھا جائے۔

حال: احقر ناکارہ حضرت مولانا سے بیعت ہے۔ مرشد مرحوم کی وفات کے بعد شیخ کو تلاش کرتا رہا۔ مگر کہیں دل نہ لگا۔ اب احقر کافی عرصہ سے حضور کی تصنیفات پڑھتا ہے خصوصاً رسالہ امداد، حسن العزیز۔ اور آپ کے

مریدوں سے مل کر بھی بہت خوش ہوتا ہے۔ اس لئے بندے کی طبیعت کا میلان حضور کی طرف ہوا ہے بلکہ عرصہ سے جی چاہتا تھا مگر خط لکھنے میں نفس کی کمی رہی۔ بزرگانہ شفقت کی وجہ سے امید کرتا ہوں کہ اس احقر کو اپنے خادموں میں شمار فرما کر تعلیم و تلقین فرمائیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ (اس احقر کو) احسان اور عبدیت کا درجہ عطا فرمائیں۔ احقر کو جو دنیوی فکریں درپیش ہیں ان کی وجہ سے (فی الحال خود آپ کی) خدمت میں حاضر ہونے سے مجبور ہے۔ آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے قدم چومنے کی برکت حاصل کرے گا۔

اب احقر اپنی حالت سناتا ہے۔ کمترین کی عمر تقریباً پچاس سال ہے۔ دوکانداری پیشہ ہے۔ ضعف دماغ کا مرض بہت ہے یہاں تک کہ تھوڑی کتاب پڑھنے یا ذکر جلی کرنے سے دماغ میں خشکی اور کمزوری محسوس ہونے لگتی ہے۔ فجر کے بعد ۱۰۰ سو مرتبہ یا مغنی اور قرآن پاک ایک یا ڈیڑھ پارہ پڑھتا ہے۔ عشاء کے بعد ۱۰۰ سو بار یا وھاب ۱۰۰ سو بار لاحول، ۱۰۰ سو بار اعوذ باللہ اور ۱۰۰ بار درود شریف پڑھتا ہے۔ یہ سب کچھ مرشد مرحوم نے تجویز فرمائے تھے۔ اب آپ جو ارشاد فرمائیں اس پر عمل کیا جائے گا۔

تہجد کی نماز کے لئے بہت جی چاہتا ہے مگر پڑھ نہیں سکتا ہے۔ احقر کا نفس بہت سرکش (نافرمان) ہے۔ اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا ہے کراتا ہے۔ بندہ کو ایک بہت برا خبیث مرض حسن پرستی کا ہے اس کا علاج بھی تجویز فرمائیں۔ بندہ بہت ہی گستاخ ہے (اس لئے) جو باتیں ادب کے خلاف ہوتی ہیں ان کی معافی چاہتا ہے کیونکہ طبیب سے مرض کا چھپانا برا ہے (اس لئے سب بیان کیا)۔

تحقیق: بیعت اور تفصیلی تعلیم کا سبب (شیخ و مرید کے درمیان) مناسبت اور (مرید کا شیخ کی) صحبت (میں رہنا) ہے۔ یہ (دونوں چیزیں) ابھی حاصل نہیں ہوئی ہیں۔ رہی مختصر تعلیم وہ غائبانہ بھی ہوسکتی ہے۔ آپ فی الحال اوراد کے سلسلے میں قصد السبیل اور نفس کے امراض کے علاج کے سلسلے میں تبلیغ دین پر عمل کرنا شروع کریں۔ اگر مجھ کو (آپ کی طرف سے اپنے) حالات کی اطلاع ہوتی رہے گی تو تعلیم کا سلسلہ جاری رکھوں گا۔ یہ بھی شرط ہے کہ یہ خط بھی (اطلاع کے خط کے) ساتھ آئے۔

تہجد عشا کے بعد پڑھیں حسن پرستی کے بارے میں سوال یہ ہے کہ میلان میں تو اختیار نہیں ہے لیکن عمل میں تو اختیار ہے پھر ترک کیوں نہیں کرتے۔

شیخ سے کسی خاص شغل کی درخواست کرنا ادب کے خلاف ہے

حال: اب تک ابتدائی تعلیم و تلقین کے حاصل ہونے اور آپ کی مہربانی کی کرامت سے اللہ تعالیٰ کی جانب

سے بہت ہی فیض اور فتوحات حاصل ہوئی ہیں۔ اب (آپ کی) خدمت شریفہ عالیہ میں درخواست ہے کہ اگر آپ عنایت پر (اور) عنایت ہو جائے گی، مزید اوراد، اذکار، مراقبہ یا اشغال تجویز فرما کر (ایک اور) قدم بڑھا کر اور (اونچے) درجات میں داخل کیا جائے اگرچہ میرا اس طرح لکھنا بہت ہی گستاخی ہے۔

تحقیق: (جب یہ گستاخی ہے تو) پھر گستاخی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے حالات اور معمولات تفصیلی طور پر ہمیشہ لکھتے رہیے۔ کسی شغل وغیرہ کی خود فرمائش نہ کیجئے۔

شیخ کی محبت

حال: (اس) غلام کو خوش قسمتی سے ایک عرصہ تک (آپ کی) خدمت مبارک میں رہنے کا موقع ملا۔ کبھی کبھی زیارت بھی ہوتی ہے۔ دل میں حضور کی محبت اور قدر و قیمت ہمیشہ تمام بزرگوں سے زیادہ رہی مگر اس مرتبہ کی جدائی دل کو جس قدر بے چینی ہوتی ہے ایسی کبھی نہیں ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ جو اذکار حضور نے (بندہ کو کرنے کے لئے) ارشاد فرمائے ہیں ان کو کرتے ہوئے بھی کبھی کبھی جناب کا صرف خیال ہی نہیں بلکہ پورے جسم و صورت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے نظر آتا ہے کہ حضور استاد کی حیثیت سے بیٹھے ہوئے ہیں اور (یہ بندہ) تابعدار طالب علم کی حیثیت سے سامنے بیٹھا حضور کو سنا رہا ہے۔ اگرچہ اس حالت سے دل میں ہر وقت ایک لذت و مٹھاس محسوس کرتا ہوں۔ (اس کے باوجود) ایک شبہ کی وجہ سے بندہ کو یہ افسوس ہوتا ہے کہ کیا (بندہ کو) اس سے پہلے حضور کی سچی محبت جس کے بارے میں (اس) پرانے خادم کا دعویٰ نور الیقین کا تھا وہ حاصل نہیں تھی۔

تحقیق: (وہ نور الیقین والی محبت حاصل) تھی مگر اس وقت اس محبت کے ظاہر ہونے کے اسباب پورے نہیں تھے۔ کیا کسی خاص سال میں (درخت پر) پھل آنا اس بات کا سبب ہے کہ اس سے پہلے اس درخت میں یہ (پھل آنے کی) قوت نہیں تھی؟

شیخ کی ضرورت اور شیخ کے پاس رہنے کی شرط

حال: جناب کی خدمت عالیہ میں عرض ہے کہ (بندہ) مسکین کی اصل زبان آروی ہے۔ اس مسکین نے عربی کتابیں (پڑھنی) شروع کی ہیں۔ کنز، شرح وقایہ، فرائض شریفہ، تفسیر جلالین اور مشکوٰۃ پڑھی ہیں۔ اپنی استعداد کے مطابق اور کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں۔ احیاء العلوم کچھ استاد سے پڑھی ہے اور باقی کا خود تین مرتبہ مطالعہ کیا ہے۔

اب مجھ کو سلوک کی کتابیں دیکھنے کی خواہش ہوئی۔ کہ ابن عباد الشاذلی کی مفاخر العلیہ ابن عطاء اللہ سکندری

کی شعرانی کی التنویر فی اسقاط التدبیر و لطائف المنن للشعرانی وغیرہ کتب کا مطالعہ کرتا ہوں۔ اب میں بہت پریشانی وقلق اور بے چینی میں ہوں کہ ردالمختار میں ہے کہ دل کا علم فرض عین ہے جو احیاء العلوم میں ربع مہلکات میں بیان کیا گیا ہے علم القلب فرض عین فہو مبین فی ربع المہلکات من الاحیاء لکھا ہے اور احیاء العلوم ربع المہلکات بیان شروط الارادت ومقدمات المجاہدۃ وتدریج المرید فی سلوک سبیل الریاضۃ میں یہ لکھتے ہیں: ''فمن لم یکن له شیخ یهدیه قادة الشیطان الی طرقه لا محالة'' احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ''چار مہلک چیزیں! مرید ہونے کی شرطوں، مجاہدے کی ابتدا اور مرید کے سلوک کے راستوں سے آہستہ آہستہ محنت کے بیان میں'' اس میں لکھا ہے کہ ''جس کا کوئی شیخ نہیں ہوتا ہے تو شیطان اس کو یقینی طور پر اپنے راستے پر چلاتا ہے۔'' اب میں نے یہ دیکھ کر طلب شیخ کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ خلاصۃ التصانیف لحجۃ الاسلام امام غزالی میں لکھا ہے کہ ''استغنی الشیخ عن المتکلفین بالعلم بمتلقی عن رسول اللّٰه ﷺ فالاقتداء بمثل هذا المرشد هو عین الصواب والظفر بمثل هذا المرشد نادر الا سیما فی هذا الزمان الخ'' اہل علم کو شیخ کی ضرورت نہیں تھی رسول اللہ ﷺ سے ملنے کی وجہ سے لیکن اب اس زمانے میں ایسے شیخ کی اقتداء (اور پیروی) کرنا بالکل صحیح ہے لیکن اب ایسے شیخ کامل کا مل جانا بہت ہی مشکل ہے خصوصاً اس زمانے میں۔ اس میں بہت حیرانی ہے پھر کتاب وسنت کو پکڑ کر عمل کرنے کو گئے تو لطائف المنن کی بعض عبارات میرے دل دل کو حیران کرتی ہیں۔ وہ یہ کہ ''کانت صور مجاهدتی من غیر شیخ انی کنت اطالع کتب القوم کر سالة القشیر وعوارف المعارف والقوة لابی طالب المکی والاحیاء للغزالی ونحو ذالك وعمل بما ینقدح لی من طریق الفهم ثم بعد مدة یبدولی خلاف ذلك فاترك الاول واعمل بالثانی هذا مثال من لا شیخ'' میرے بغیر شیخ کے مجاہدے کی صورت ایسی تھی کہ میں علماء کی کتابیں پڑھتا جیسے ''ابوطالب مکی'' کی ''رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف اور قوۃ'' اور امام غزالی کی احیاء العلوم اور دوسری کتابیں تو جو مجھے سمجھ میں آتا میں اس پر عمل کرتا کچھ عرصے بعد مجھے معلوم ہوتا کہ یہ غلط ہے تو میں پہلے کو چھوڑ کر دوسرے پر عمل کرنے لگتا بس یہی مثال ہے اس شخص کی جس کا شیخ نہیں ہے۔ اور دوسری جگہ کہتا ہے۔ ''وکان امام الغزالی رضی اللّٰه عنه یقول لما اجتمع بشیخه المذکور وضیعنا عمر فانی البطالة یعنی بالنسبة لما ذاقه من احوال اهل الطریق وکان شیخ عزالدین رضی اللّٰه عنه. یقول ما عرفت الاسلام الکامل الا بعد اجتماعی علی الشیخ ابی الحسن الشاذلی رضی اللّٰه عنه فان فائدة الشیخ انما هی اختصار الطریق المرید لا غیر ومن سلك بغیر شیخ قائد قطع عمره ولم یصل الی

مقصوده لان مثال الشيخ دليل الحجاج الى مكة فى اليالى المظلمة" جب امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کی ملاقات انہی شیخ سے ہوئی اور ان کو تصوف کے احوال کی لذت حاصل ہوئی تو امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے فرمایا: ہم اپنی زندگی کی بطالہ میں ضائع کر دی۔ (اسی طرح) امام شیخ عزالدین رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے فرمایا: میں مجھے اپنے شیخ سے ملنے کے بعد ہی کامل اسلام کا علم ہوا کیونکہ مرید کے لئے سلوک کے راستے کو مختصر کرنے کے علاوہ شیخ کا فائدہ کچھ نہیں ہے۔ جو شخص سلوک کے راستے پر بغیر شیخ کے چلتا ہے وہ اپنی تو پوری کر سکتا ہے مگر مقصود تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ شیخ کی مثال مکہ کی اندھیری راتوں میں حجاج کے اپنا کی طرح ہے۔ اور جگہ فرماتے ہیں۔ "صار للناس اليوم مهم موانع لا يحصى فلذلك او جب بعض علماء الشريعة على الطالب ان يتخذ له شيخا يرشده الى طريق لا زالة هذه الموانع" آج لوگوں کے لئے بڑی بڑی رکاوٹیں ہیں اسی لئے بعض علماء نے سلوک کے طالب کے لئے شیخ کے اختیار کرنے کو ضروری قرار دیا ہے تاکہ وہ اس کی سلوک میں ان رکاوٹوں کے دور ہونے کی پڑھائی کرے۔

پھر احقر نے اوپر کی عبارت سے سمجھا کہ بزرگ کو بغیر شیخ کے تکلیف ہوتی ہے تو پھر شیخ کی وجہ سے انہوں نے نجات پائی۔ اب میں فکر میں ہوں کہ کون سا طرز عمل اختیار کروں۔ اور نہایت حیران ہوں۔ ہمارے ملک میں کچھ بزرگان ہیں ان میں سے بعضے فرماتے کہ اب شیخ کامل نہیں ملے گا پس تم کتاب وسنت پر عمل کرو۔ اس طرح عمل کرتا ہوں تو ایک وقت احیاء کے طریق سے عمل کرنے کا ارادہ ہوتا ہے۔ دوسرے وقت حکم لابن العطاء و لطائف کے طریقہ سے عمل کرنے کو دل چاہتا ہے اور تیسرے وقت کسی پر بھی عمل کرنے کو دل نہیں چاہتا ہے اسی میں حیران ہوں۔ آخر فقہ وحدیث وتفسیر پر فقط اکتفا کرنے کا ارادہ کیا۔ تو ردالمختار سے یہ معلوم ہوا کہ علم القلب فقہ وحدیث میں اچھی طرح واضح نہیں۔ اس لئے دل میں بے چینی ہے۔

ہمارے ملک میں بعض بزرگان ہیں وہ فتوحات المکیہ کا بہت مطالعہ کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں شریعت میں ایک فن فقہ ہے وہ عوام کی اصلاح کرنے کے واسطے ہے ہمارے لئے نہیں ہے اور وہ لوگوں کے دنیا کمانے میں حرام وحلال کی تمیز کرنے کے لئے انتظام کے لئے ہے ہمارے لئے نہیں ہے کہتے ہیں۔ اور جذبات میں انا عیسیٰ ومہدی کہتے ہیں۔ صحو میں تصوف وعشق الٰہی کا طریقہ بیان کرنے والے اس زمانہ میں کوئی شیخ نہیں۔ اب ہمارے شیخ پیغمبر خدا محمد ﷺ ہیں۔ پس ان کو وسیلہ قرار دے کر ہمیشہ درود شریف پڑھ کر یا رسول اللہ پکارتے رہنا چاہئے۔

اس میں بھی مجھ کو بہت حیرانی ہے کیونکہ پہلے مشائخ اور بزرگ حنفی۔ شافعی۔ مالکی اور حنبلی مذاہب میں رہے

ہیں۔ پس کیا یہ بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ اس سے دل پریشان ہوتا ہے۔ اور "قال عبدالوھاب الشعرانی رضی اللّٰہ عنہ فی اللطائف ان الکل واحد منھا امراضا لا تعرف الا بالمشافھۃ من شیخ حسے یدلا علی کیفیۃ الدرواء یخاطبنا ونخاطبہ" عبدالوہاب شعرانی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے لطائف المنن میں فرمایا ہے: مہر ایک میں ایسے امراض ہیں جو بغیر کسی زندہ شیخ کی صحبت کے نہیں پہچانے جاتے ہیں کہ ہم ان سے بات کریں اور وہ ہم سے بات کریں۔ یہ دیکھ کر میرا قلب آپ کی طرف متوجہ ہوگیا۔ کیونکہ آپ کے چند رسالوں کو دیکھ کر آپ کی خدمت میں آنے کا ارادہ ہوگیا۔ اب اپنے خاص حالات لکھتا ہوں۔

میری بستی کینور ہے۔ یہاں ایک پرانی مسجد تھی اس کو شہید کر کے نئی مسجد بنائی گئی تو خطیبان، اور جماعت میں تفرقہ ونزاع (دوفریق ہوگئے اور جھگڑا) ہوا۔ ایک فریق کہتا تھا کہ مسجد ہماری ہے دوسرا کہتا تھا کہ نہیں ہماری ہے۔ الغرض بات عدالت تک نوبت پہنچی۔ چالیس ہزار روپے مقدمہ میں خرچ ہو چکے اور ابھی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ ان لوگوں کے پاس رہنے سے میرا دل پریشان ہوتا تھا اس لئے ان لوگوں کو چھوڑ کر میں نے کینور جا کر امامت اور معلمی اختیار کر لی ہے۔ آپ کے چند رسالے خصوصاً تربیۃ السالک دیکھ کر ہر وقت آپ کی طرف متوجہ رہتا ہوں۔ اور آپ کے پاس آنے کا ارادہ نیچے ذکر کئے گئے مضمون سے واضح ہے۔ "قال ابن عباد رحمہ اللّٰہ ان الاعتساب الی الطریقۃ اخذ تدریب وتھذیبہ وفرق فی الخدمت بالمجاھۃ للمشاھدۃ والغنا فی التوحید والبقاء" اس طریق پر آپ کی خدمت میں تربیت پانے کے لئے میرا دل بہت خواہشمند ہے جیسا آپ ارشاد فرما دیں اس کو بجا لاؤں۔ اور اگر اس طرح میں بیعت کے لائق نہیں تو اس عبارت کے مطابق ابن عباد رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں:

"علم میں مشغول ہونے اور اس کے ذریعے سے نفس کا علاج کرنے کا جو طریقہ ہے اس کو صرف باہمت لوگ ہی اختیار کر سکتے ہیں رہا عام آدمی کا طریقہ وہ یہ ہے کہ وہ ایک دیانت دار، معتبر عالم کو خلوص دل سے اپنے لئے رہنما جانے اور اس میں سے اپنے مختلف حالات کے بارے میں پوچھ پوچھ کر چلتا رہے جس سے اس کو تسلی حاصل ہو اور اس کا دل مطمئن رہے اور اپنے حالات کے موافق خوب محنت کے ساتھ تقویٰ اور استقامت کو لازم رکھے۔"

مفاخر العلیہ اور قول جمیل میں لکھا ہے کہ "آدمی اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک وہ کامیاب لوگوں کو دیکھ نہ لے جس طرح آدمی علماء کی صحبت کے بغیر علم حاصل نہیں کر سکتا ہے۔" ان باتوں کی وجہ سے حضور مبارک کی خدمت میں آنے کی اجازت دیں تو ضرور آتا ہوں ورنہ احقر کے دل کو تسلی بخش بیان کی بہت آرزو

ہے اور حضرت کے پاس آنے کی بہت خواہش ہے اب حضرت جو کچھ ارشاد فرمائیں اس کی تعمیل کی جائے گی۔

احقر کی زبان چوں کہ اصلی اروی ہے اور اروی کے ترجمے ہی کی مدد سے کچھ اردو فارسی الفاظ معلوم ہوتے ہیں اور بامحاورہ استعمال نہیں آتا ہے اس لیے اگر کوئی لفظ محاورہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے شان کے خلاف ہو تو معاف فرمائیں۔

تحقیق: آپ کے حالات سے دل خوش ہوا۔ میں صاحبِ کمال نہیں ہوں اور خدمت سے انکار نہیں ہے لیکن آنے کی شرط یہ ہے کہ کچھ دن تک جو میں کہوں سنتے رہیں کوئی سوال نہ کریں اور میری باتوں میں غور کریں پھر (اس کے بعد) بولنے کی اجازت ہے۔

طریق میں (خودکو) حوالے کرنا شرط ہے

حال: اس ناچیز نے جناب کی اکثر اردو تصانیف دیکھ کر کئی بار عالیجناب کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ مگر افسوس کہ کثیر العیالی اور فکر ہمیشہ راستے کی رکاوٹ ہی رہی۔ تنگدستی کا بھلا ہو کبھی کھانے پینے کی ضروریات سے فارغ نہ ہوا۔ میں نے سایل تصوف بھی اکثر دیکھے ہیں۔ خدا جانے کیوں مجھے معارف لدنیہ و مکتوبات ام ربانی وغیرہ یا مکتوبات حضرت مولانا شاہ خلیل الرحمٰن قدس سرہ وغیرہ زیادہ پسند آئے۔ اسی وجہ سے نقشبندیہ خاندان سے ایک خاص انس پیدا ہوگیا ہے۔ لہٰذا عالی جناب سے گزارش ہے کہ اگر کوئی فلاح دارین کی صورت جناب اقدس کے وسیلے سے ہوسکتی ہے تو انکار نہ فرمایا جائے۔ اور اگر اس بدنصیب کی بدنصیبی سے غائبانہ بیعت ناممکن ہو تو کوئی وظیفہ خاص باجازت خاص عنایت فرمایا جائے جس میں بتوجہ آنحضرت علی مرتبت فلاح دارین یقینی ہو قلب نہایت تاریک دنیاوی لذتوں کا عادی اور نفس کی ترغیبات کا فرمانبردار ہے۔ خدا کے لئے اس کافر کو مسلمان فرمایئے۔ اور خدامان درگاہ میں جگہ دیجئے۔ رحم فرمایئے رحم۔

تحقیق: مجھے خصوصی طور پر خدمت کرنے سے انکار ہے۔ بات یہ ہے کہ اس طرح تخصیص کرنا حوالے کرنے کے خلاف ہے۔ حوالے کرنا ہی سلوک کے راستے میں پہلی شرط ہے۔

نسبت ڈالنے کا طریقہ

حال: حضرت نے تعلیم الدین صفحہ ۷۰ میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ (طالب حق کو) مکمل یا مختصر ریاضت کرائے جب دل (تمام) تعلقات سے خالی ہو جائے جو نسبت کے لئے لازمی چیز ہے تو پھر ذکر، شغل اور مراقبہ کرنے کو کہے۔ جس سے نسبت قوی ہو جائے۔ یہاں پوچھنے کی بات یہ ہے کہ نسبت ڈالنے کا کیا طریقہ ہے؟

تحقیق: (القاء نسبت کا طریقہ یہ ہے کہ شیخ) توجہ ڈال کر (مرید میں) ہمت پیدا کرے۔ لیکن یہ طریقہ صرف کند ذہن (اور غبی لوگوں) کے لئے ہے جن پر ذکر کا کچھ بھی اثر نہ ہو ورنہ اس میں کچھ نقصانات بھی ہیں۔

شیطان کا شیخ کی صورت میں نہ آنا اکثر ہوتا ہے نہ کہ ہمیشہ ہوتا ہے

حال: میں نے حضور کو دوبار خواب میں دیکھا۔ ایک مرتبہ تو حضور نے فرمایا: جو خواب تم نے دیکھا ہے وہ صحیح ہے۔ اس خواب سے (مجھے) یہ یقین ہو گیا کہ اس (خواب) میں میری طرف سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے۔ کیونکہ مجھے اس بات کا خوف رہتا ہے کہ میری وجہ سے کوئی گمراہی یا غلطی کی وجہ سے کوئی گناہ نہ کرے یا کسی دینی کام میں میری طرف سے کوئی غلطی نہ ہو جائے۔

اس یقین (کہ خواب صحیح ہے اور میری طرف سے کوئی غلطی نہیں ہوتی ہے) کی وجہ یہ ہے کہ حضور نے کسی بیان یا کسی جگہ (بیان میں) فرمایا تھا کہ شیطان شیخ کی صورت میں نہیں آتا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر (خواب میں) شیخ اپنے ہونے کا انکار کرے (کہ وہ میں نہیں ہوں) تو پھر یہ (شیخ کا خواب میں آکر رہنمائی کرنا) اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی اشارہ اور سامان ہوگا (کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) تو وہ غلط نہیں ہوگا۔

اگر شیخ خود اپنی صورت میں (خواب میں) ہو تو یہی مراد ہے کہ (شیخ خود رہنمائی کرے) دونوں صورتیں شیطان کے وسوسے سے محفوظ ہیں۔ یہی مقصود ہے۔

تحقیق: یہ (بات کہ شیخ کی صورت میں شیطان نہیں آتا ہے ایسا) اکثر ہوتا ہے۔ اس دعوے کے تمام اسباب خیالی ہیں یقینی نہیں ہیں۔ (اس لئے اس کا یقین نہیں کرنا چاہئے)

آنحضرت ﷺ کی محبت شیخ کی محبت کا ذریعہ ہے

حال: حضرت والا (میں) سنت کے اتباع کا بہت اہتمام کرتا ہوں۔ اگر ذرا سی بات بھی سنت کے خلاف ہو جاتی ہے تو دل میں تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کی محبت حضرت کی محبت کی طرح محسوس نہیں ہوتی ہے (لگتا ہے کہ حضرت کی محبت زیادہ ہے) اس کی وجہ سے کبھی بہت ہی قلق ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت زیادہ ہونے اور بڑھنے کے لئے کوئی طریقہ ارشاد فرمائیں۔ مجھے یہ ڈر ہوتا ہے کہ یہ میری بری استعداد کی وجہ سے نہ ہو۔ حضور اس کے لئے دعا فرمائیں۔

تحقیق: یہ صرف شبہ ہی شبہ ہے (کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی محبت کم محسوس ہوتی ہے) حقیقت میں حضور

ﷺ ہی کی محبت زیادہ ہے خود مجھ سے محبت ہونے کا ذریعہ ہی حضور ﷺ کی محبت ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اتباع سنت کی یہ کیفیت کیوں ہوتی (کہ ایک سنت چھوٹ جانے سے دل میں تکلیف ہوتی ہے)۔

رہی یہ بات کہ اس شبہ کی وجہ کیا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں ① رسول اللہ ﷺ کی محبت جس کا حکم ہے ② شیخ کی محبت۔

اب یہ سمجھئے کہ بعض چیزیں طبعی طور پر ہوتی ہیں حقیقت میں اگرچہ نہ ہوں۔

شیخ کی محبت میں ایک چیز زیادہ ہے وہ یہ کہ شیخ سے جسمانی طور سے قریب ہونا اور ملنا ملانا یہ چیز طبعی طور پر محبت اور اس کے جوش کو زیادہ کرتی ہے اس لئے شیخ کی محبت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت میں یہ چیزیں نہیں ہیں اس لئے اس کے زیادہ ہوتے ہوئے بھی وہ زیادہ محسوس نہیں ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے رسول اللہ ﷺ ہی کی محبت زیادہ ہے۔ (اس لئے پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ، رسول اللہ اور شیخ کی محبت ہونے کے لئے دعا کرنا

حال: (میرے) حضرت! میں نماز کے بعد اللہ تعالیٰ، رسول اللہ اور شیخ کی محبت کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اس میں کوئی خرابی ہو تو بتایئے۔

تحقیق: حدیث میں ہے کہ "اللهم ارزقني حبك وحب من يحب" (اے اللہ! مجھے اپنی اور جس سے آپ محبت کرتے ہیں اس کی محبت عطا فرمایئے۔ اس لئے یہ دعا سنت ہی ہے۔

رسالہ ایم فی السم سلوک کے راستے کے بیان میں

یہ ایک خط کا جواب ہے۔ جس میں ایسا وظیفہ یا طریقہ معلوم کیا گیا تھا جس سے نیک کاموں میں ترقی اور گناہوں سے دوری آسان ہو جائے۔ جس کا جواب یہ دیا گیا کہ نیک کام اور برے کام دونوں اختیاری چیزیں ہیں جن میں ترقی یا دوری کے لئے وظیفہ کا کوئی تعلق و اثر نہیں ہے۔ جو چیزیں اختیاری ہوں ان میں اختیار کو استعمال کرنے کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔ ہاں اختیار کرنے میں سہولت و آسانی کے لئے مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ ہمیشہ نفس کی مخالفت کرنے سے آہستہ آہستہ نفس کی مخالفت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ میں نے تمام فن لکھ دیا۔

نوٹ: (اس کے) آگے شیخ کے دو کام ہو جاتے ہیں۔ایک بعض نفس کے امراض کی تشخیص دوسرے مجاہدے کے طریقوں کی تجویز جو ان (بیماریوں) کا علاج ہے۔

رسالہ الظم فی الاسم اصلاح کی حقیقت کے بیان میں

(یہ ایک صاحب کو بطور خط جواب دیا گیا تھا)۔

جو چیزیں اختیاری نہ ہوں ان کے پیچھے نہ پڑنا، جو اختیاری ہیں ان کو ہمت سے کرنا، اس میں جو کمی کوتاہی ہو جائے اس پر استغفار کرنا اس کی تلافی اور توفیق کی دعا کرنا ہی اصلاح کی حقیقت ہے۔

فقط

اعمال کی اصلاح کا بیعت، ذکر اور شغل سے مقدم ہونا

حَال: خادم کو بیعت فرما کر اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لئے تعلیم و تربیت اور رہنمائی فرمائیں۔
تحقیق: اعمال کی اصلاح بیعت ذکر اور شغل سے مقدم ہے۔جس کا طریقہ معلوم کرنے کے لئے میرے کم از کم چالیس مواعظ، رسالہ اصلاح الرسوم، آداب معاشرت اور تہذیب السالکین کا مطالعہ ضروری ہے۔اس کے بغیر ذکر و شغل سب بے کار ہے۔پہلے ان (تمام کا مطالعہ کرکے ان) سے فارغ ہو جائیے۔تربیت سے کام اچھا ہوتا ہے ورنہ جس مکان کی بنیاد کچی ہوگی وہ مکان جلد ہی گر جائے گا۔اس (بات) کی طرف نہ ہی طالبوں کی اور نہ ہی مشائخ کی نظر ہے۔اسی لئے (بیعت کا) فائدہ نہیں رہتا ہے۔

شیخ کے اتباع اور حالات کی اطلاع کرنے کی ضرورت

حَال: بندہ نے آپ کے فرمانے کے مطابق جناب مولوی عبدالمجید صاحب سے قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا ہے۔
تحقیق: اللھم بارك (اے اللہ! آپ قرآن پاک پڑھنے میں برکت عطا فرمائیں)۔
حَال: خادم کے اکثر حالات تحقیق مواعظ اور تربیت السالک میں ملتی ہے۔ان حالات کی بھی اطلاع دی جائے یا نہیں۔
تحقیق: مناسب ہے کہ اپنے حال اور اس کی مواعظ یا تربیت سے جو تحقیق ہو ان دونوں کو ساتھ بھیجیں تا کہ اگر کوئی بات خصوصی طور پر کمی بیشی، تنبیہ کے قابل ہو تو بتا دیا کروں گا۔

حال: (میرے) حضرت! کوئی تدبیر ایسی نکل آئے تو اچھا ہو کہ میرا کام بھی بن جائے۔

گدائے کوئے شمائیم حاجتے داریم روا مدار کہ محروم زاستاں برویم

یکے کس نیست تو در کوئے تواش کارے نیست ہر کس انجا بامید ہوسے می آید

ترجمہ

❶ ضرورت مند فقیر ہیں تیری گلی کے ہم —— ایسا نہ کر کہ واپس محروم جائیں ہم۔

❷ وابستہ ہے تیرے در سے ہر ایک کی ضرورت —— آتا ہے یہاں ہر کوئی امید کو لئے۔

تحقیق: (مقصد و مراد تک) پہنچنے کا یہی راستہ ہے کہ کام کرتے رہیں اور خبر دیتے رہیں۔ اسی (طریقے) سے سب پہنچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پہنچادیں۔

بات کا آغاز

دکن کے ایک صاحب ایک عرصے سے بیعت و تعلق رکھتے اور خطوط بھیجتے رہتے تھے لیکن کبھی کام کی بات پوچھتے نہیں تھے۔ حضرت ہمیشہ ان کو تنبیہ فرما دیتے تھے۔ لیکن وہ پھر بھی کام سے دور کی باتیں بھر کر خط بھیجتے تھے۔ آخر میں ان کے ایک خط کا جواب حضرت نے تحریر فرمایا جو نیچے تحریر کیا جاتا ہے۔

تمام خط فضول مضامین میں سے بھرا ہوا تھا۔ آخر میں کچھ تھوڑی کام کی بات تھی۔ جس میں معمولات کے بارے میں مضمون تھا (حضرت نے تحریر فرمایا) میں مگر (آپ کے خط کا) خاتمہ ایسا خوب صورت تھا کہ واہ واہ (اتنے عرصے سے) ابھی تک بارہ تسبیح اور ایک پارہ تلاوت اور مناجات مقبول ہی کو کافی سمجھا ہوا ہے۔ اب اضافہ پوچھا جا رہا ہے۔ تنہائی کافی ملنے کے باوجود اب اضافہ کا ہوش آیا ہے۔ اب سمجھ میں آیا کہ آپ کو مجھ سے مناسبت نہیں ہے۔ (اس لئے آپ اپنے لئے) دوسرا شیخ مقرر کر لیجئے۔

اس کے بعد ان صاحب کا جو خط آیا وہ جواب کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے

حال: آج فجر کی نماز کے بعد میرے خط کے جواب میں حضرت کا خط مبارک موصول ہوا۔ حضور نے خط کے آخر میں یہ تحریر فرمایا کہ آپ کو مجھ سے مناسبت نہیں ہے دوسرا شیخ مقرر کر لیجئے۔ اس جملہ کو پڑھ کر پریشانی اور فکر سے ایک عجیب وحشیانہ حالت ہوئی ہے نہ کھانا کھایا جاتا ہے نہ کسی کام میں جی لگتا ہے۔

ابھی ظہر کی نماز کے بعد اپنے مالک حقیقی خداوند کریم کی پاک درگاہ میں بہت ہی خشوع خضوع سے دعا کی

ہے اس کی درگاہ عالی سے قوی امید ہے کہ اس بے کس (اکیلے، محتاج) بے قراری دعا قبول فرمائے گی۔ (میرے حضرت اقدس!) اس جملہ سے میری جو حالت ہوتی ہے اس کو میں بات کے لمبا ہو جانے کے خوف کی وجہ سے عرض نہیں کر سکتا ہوں۔ (میرے حضرت) اللہ تعالیٰ کے لئے (مجھے) معاف فرمائیے۔ (میں) خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں میری تلاش اور جستجو میں (مجھے) آپ سے زیادہ اس (سلوک کے) راستے میں کامل، تجربہ کار اور اپنے مریدوں پر شفقت کرنے اور اس (سلوک کے) مشکل راستے میں پوری طرح کام آنے والا کوئی نظر نہیں آیا۔ نہ ہی مجھے آپ جیسا مرشد قیامت تک مل سکتا ہے۔ خدا کے لئے اپنے دروازے سے اس ناچیز کو دور نہ کریں۔ بھلا جب مجھے آپ جیسا مرشد مل ہی نہیں سکتا بغیر کسی زیادتی کے پہلا مبالغہ سو بار قسم کھا کر کہتا ہوں اگر خط کے لمبا ہونے اور اس لمبے ہونے کی وجہ سے حضور کی ناراضگی کا خوف نہ ہوتا تو میں کئی صفحوں پر اس خط کو لکھتا۔ اگرچہ اس خط کا کچھ حصہ حضرت کو شاید پسند نہ ہوگا مگر میں اپنی اتنی حالت عرض کیے بغیر رہ نہیں سکتا (اس لئے یہ اتنی حالت تو عرض کر ہی دی)۔ اب میں مسجد میں بیٹھ کر قسم کھا کر لکھتا اور وعدہ کرتا ہوں کہ میں آج سے پوری کوشش، توجہ محنت اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس (سلوک کے) راستے کو طے کروں گا۔ اگر اس میں میری طرف سے حضور کو کوئی سستی یا غفلت معلوم ہو تو حضور (اپنے) پرانے خادموں میں شمار فرما کر جو سزا مناسب سمجھیں ضرور دیں۔ اگر حضور کے پاس رہے بغیر میری حالت اچھی نہیں ہوسکتی تو حضور مجھے اپنے پاس آنے کی اجازت دیں۔ (میں حاضر ہوں گا) اللہ تعالیٰ کی قسم آخرت کی کامیابی کے مقابلے میں مجھے دنیا کی کامیابی اور بہتری کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اس پہلے خط میں جو اضافے کی درخواست کی تھی اس دن سے ہی جو وقت کام سے بچا رہتا ہے اس میں فجر اور مغرب کے بعد ایک پارہ کی جگہ تین پارے اور ایک گھنٹہ اسم ذات پڑھتا ہوں تاکہ کوئی وقت ذکر کے بغیر نہ رہے۔

پہلے والے معمولات یہ ہیں: تہجد کے بعد بارہ تسبیح، فجر کے بعد ایک پارہ تلاوت، ظہر کے بعد حضور کے مواعظ میں سے کوئی وعظ جو حسن العزیز الامداد وغیرہ میں ہو ایک آدھ گھنٹہ اور مغرب اور اوابین کے بعد عشاء تک بچوں کو قرآن مجید پڑھاتا ہوں۔ اب یہ وقت ذکر اسم ذات کے لئے مقرر کر لیا ہے۔ آئندہ جو ارشاد فرمائیں گے عمل کروں گا۔ عشا کے بعد مناجات مقبول پھر آرام کرتا ہوں۔ باقی جو وقت نہیں لکھا وہ سرکاری مدرسہ میں بچوں کو قرآن مجید، دینیات اور اردو کے سبق پڑھانے کا ہے۔

(میرے) حضرت! پہلے کے معمولات میں اضافہ نہ کرنے کی چند وجوہات تھیں ورنہ احقر بہت کچھ اضافہ کرتا۔ اکثر دماغ کی کمزوری اور بہت سی بیماریاں تھیں۔ تندرستی، صحت کے زمانے میں قحط کی وجہ سے مدرسہ کے

اوقات کے علاوہ مغرب کے بعد قرآن مجید کی گھریلو تعلیم اجرت پر تھی۔ خیر خدا کے لئے اس مرتبہ کی خطا اور غفلت معاف فرمایئے۔ آئندہ صرف کام کی باتوں کے علاوہ فضول باتیں نہیں لکھوں گا۔

تحقیق: مجھے (آپ سے) کوئی دشمنی تو نہیں ہے۔ اگر راہ (سلوک) پر چلتے رہو تو میں خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ (آئندہ) معمولات بھی لکھو اور حالات بھی لکھو اس کے علاوہ کوئی دوسرا مضمون مت لکھو۔ ہر ہفتہ ایک خط بھیجو جو ایک صفحہ سے زیادہ نہ ہو۔

حال: میں ایک عرصے پہلے کسی وقت امروہہ میں کچھ اہل تصرف کی توجہ کے حلقے میں بیٹھا۔ مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ حضرت کے پاس دو تین دن گیا تو حالت درست ہوگئی۔ یہ حالت پہلے تھی (کہ حالت درست ہوئی) لیکن اب آفت یہ ہے کہ اس (حضرت کے پاس آنے جانے) سے بھی اثر نہیں ہوتا ہے۔ بہت سوچا تو معلوم ہوا کہ دو باتوں میں سے کوئی ایک تو ضرور ہے کہ یا تو میرا دل بہت سخت ہوگیا ہے یا شاید میرے حال پر حضرت کی عنایت پہلے جیسی نہ رہی۔

تحقیق: یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔ جب موثر (جس پر اثر ہو) میں جوش اور گرمی نہیں رہتی ہے تو اس کو (آنے جانے سے اثر ہونے) کا اثر محسوس نہیں ہوتا ہے اگرچہ اثر ہوتا ہے۔

حال: ان میں سے جو بھی ہو (مجھے) بڑی مشکل کا سامنا ہے کس طرح کام چلے:

تو بتقصیر خود افتادی ازیں در محروم　　از کہ می نالی و فریاد چرامی داری

ترجمہ: "تو اپنی ہی غلطی کی وجہ سے اس در سے محروم ہوا ہے اس لیے اب کیوں روتا ہے اور کس سے فریاد کرتا ہے۔"

مگر ؎

نفس و شیطان چو پسندید بجا ہم انداخت　　دستگیرار نشود است تہمتن چہ کنم

ترجمہ: "نفس و شیطان نے جب چاہا گمراہ کیا مجھے ——— کوئی قوی میری مدد نہ کرے تو میں کیا کروں۔"

تحقیق: سب کا حاصل یہ ہے کہ طالب کی جانب سے حالات کی اطلاع ہو اور اس پر جو مشورہ دیا جائے اس کا اتباع ہو۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کا فضل ضرور ہو جاتا ہے۔

حال: مجھے ایک پریشانی یہ ہے کہ مجھے وحشت کا ایک مرض ہے۔ ایک کام دیر تک کرنے سے گھبرا جاتا ہوں۔

پڑھانے میں ایک تو مختلف اسباق ہونے کی وجہ سے نیا پن رہتا تھا دوسرے برسوں سے اس کی عادت پڑی تھی جس کی وجہ سے دل گھبراتا نہیں تھا۔ مگر ذکر میں تھوڑی دیر بعد دل گھبرانے لگتا ہے۔ پھر ہمت (بھی) کمزور ہے۔

تحقیق: اگر قوت کمزور نہیں ہے تو ہمت تو ارادے کا نام ہے۔ جس کو فوراً کرنا اختیاری بات ہے اگر چہ گھبرانا اختیاری چیز نہیں ہے اس لئے اس کا دور کرنا بھی اختیاری نہیں ہے۔ لیکن اس کے چاہنے کے مطابق عمل نہ کرنا اور کام پورا کرنا تو اختیاری ہے۔ بس اسی کو (اختیار کرنے اور کام پورا کرنے) پر (اللہ تعالیٰ کا) فضل ہو جاتا ہے۔ ترتیب السالک کا مطالعہ کرنے سے اس بات کی شرح ہو جائے گی۔

حال: اُن باتوں کا خیال کر کے ناامیدی ہو جاتی ہے۔

تحقیق:

ع ناامیدی را خدا گردن زدہ است

ترجمہ: "ناامیدی کی اللہ تعالیٰ نے گردن ماری ہوئی ہے۔"

یہ ناامیدی راہ سلوک کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے ہے۔

حال: حضرت! اللہ تعالیٰ کے لئے میرے لئے دعا فرمائیں کہ میرے لئے کام آسان ہو جائے یا میں مقصود تک پہنچ جاؤں یا اس کی طلب میں (ہی) کام ہو جائے۔

تحقیق: یہ یا کیا (کہ یا یہ ہو جائے یا ہو جائے یا یہ ہو جائے) بلکہ یہ سارے کام ہی مطلوب ہیں۔ سب کے لئے دعا کرتا ہوں۔ مگر ان کے حاصل ہونے کا طریقہ وہی عادت کی شرط ہے (کہ ہر کام کی عادت بنالی جائے اور اس کو ہمیشہ کیا جائے) "وهو الذی قد اخبرت عنه قريبا" (اور وہ شرط عادی وہی جو میں نے ابھی قریب میں ہی بتائی ہے)۔ (وہ وحشت کے حال کی تحقیق میں ہے)۔

حال: حضرت کی توجہ سے ساری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔

ہمتم بدرقہ راہ کن اے طائر قدس کہ دراز است رہ مقصد و من نوسفرم

ترجمہ: "میری رہنمائی کیجیے اے میرے مقدس شیخ ــــ میں نیا مسافر ہوں اور میرا سفر دراز ہے۔"

تحقیق: رہنمائی کرنے کے بھی وہی معنی ہیں جو تدارک تقصیر میں گزر چکے ہیں۔

حال:

بیمن ہمت حافظ امید ہست کہ باز اری اسامر لیلای لیلۃ القمر

ترجمہ: ''حافظ کی ہمت کی برکت سے امید ہے ----- کہ پھر میں چاندنی رات میں اپنی محبوبہ سے بات کروں گا۔''

دعائے گوشہ نشیناں بلا بگر اند چرا بگوشہ چشمے ہما نمی نگری

ترجمہ: ''گوشہ نشینوں کی دعائیں بلائیں ٹالتی ہیں تم گوشہ چشم سے ہمیں کیوں نہیں دیکھتے ہو۔''

تحقیق: میں یہ کہتا ہوں کہ۔

ع چرا بدیدن ما سوئے تو نمی نگری

ترجمہ: ''ہمارے تمہاری طرف دیکھنے کو تم کیوں نہیں دیکھتے ہو۔''

شاید آپ بھول گئے ہیں کہ آپ کے متوجہ نہ ہونے کے زمانے میں کئی مرتبہ میں نے اپنے دل سے چاہا کہ کچھ کرنا چاہئے تو کیا (متوجہ نہ ہونے کے زمانے میں تو توجہ کی) اور اب متوجہ ہونے کے زمانے میں توجہ نہیں کروں گا۔

حال: میری حالت بے ڈھنگی ہے۔ اس کی وجہ سے شاید ہفتہ میں دوبارہ اطلاع کرنی پڑے۔ اگر حضرت کچھ دنوں کے لئے اس کی اجازت مرحمت فرمادیں تو بہت ہی عنایت ہوگی۔

تحقیق: ضرورت کے وقت سب کو اور آپ کو ہمیشہ اس کی اجازت ہے۔

حال: آپ کو اپنے حالات کی اطلاع دینا ضروری ہے اس لئے ہر طرح کی اطلاع دینا ضروری ہے۔ ورنہ آج کل جی یہ چاہتا ہے کہ خاموش اور (سب کچھ) بھولا ہوا رہوں۔ لیکن اطلاع دینی بھی ضروری ہے کہ اگر اطلاع نہ دی جائے تو آئندہ ترقی کا سلسلہ رک جاتا ہے۔ بلکہ جو ترقی موجود ہوتی ہے وہ بھی جاتی رہتی ہے۔

تحقیق: ہاں! اکثر یہی ہوتا ہے (کہ اطلاع دینی ضروری ہے) لیکن (آپ کے لئے) اب اتنا کافی ہے کہ جو حالت سمجھ میں نہ آئے صرف اس کی تحقیق کرلی جائے۔

حال: کبھی کبھی خواب سے دل میں خوشی ہوتی ہے کہ یہ (خواب) اچھا ہوگا۔

تحقیق: یہ خیال صحیح ہے۔ حدیث شریف میں اچھے خواب کو خوشخبری فرمایا ہے۔

حال: حضور کو ہر حالت میں اطلاع کرنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اکثر گناہ سے طبیعت رکتی ہے۔

تحقیق: یہ دل کے صحت کی طرف آنے کی علامت ہے۔ اس عادت کو ترک نہ کریں۔

حَال: حضور نے سفر سے منع فرمایا تھا۔ لیکن مجبوری کی وجہ سے تین چار دن کا ایک سفر کرنا پڑا۔ نکاح کی شرکت تھی۔ جن صاحب کا نکاح تھا وہ مجھ سے ناراض تھے۔ میرے نہ جانے سے ناراضگی میری طرف سے سمجھی جاتی حالانکہ میں ناراض نہ تھا۔ دوسری بات یہ کہ انتظامی کاموں میں کچھ خدمت میرے ذمہ بھی تھی۔ جناب (سے گزارش ہے کہ) دعا کے ساتھ اجازت عنایت فرمائیں۔ اس کی برکت سے اور ہمت بھی کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کام میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

تحقیق: دینے اور روکنے والا میں کون ہوں۔ مگر میری رائے اب بھی نہیں بدلی ہے۔ ان کا شبہ ایک کارڈ (لکھ کر اس کے ذریعے) سے دور کیا جاسکتا ہے۔ یعنی یہ طریقہ اس ناراضگی کے شبہ کو دور کرنے کا ہے۔ اگر یہ طریقہ ان کے لئے کافی نہ ہو تو آپ پر کیا ملامت ہوگی۔ ہاں اگر ان سے کسی نقصان کا خوف ہے تو اور بات ہے۔

رہا انتظامی خدمت تو وہ انتظام ہی فضول ہے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے۔ طبیب صرف مریض کی خواہش کی وجہ سے نسخہ بدلتا نہیں ہے۔

حَال: بعض مرتبہ ذکر کرتے وقت (میری) ایسی حالت ہوتی ہے کہ اپنے پاس والوں کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی ہے۔ یہ کیا بات ہے؟

تحقیق: اس طرح پوچھنا ادب کے خلاف ہے۔ طالب کے دو کام ہیں۔ ایک (اپنے حالات کی) اطلاع کرنا دوسرے اعمال کے بارے میں معلوم کرنا کہ اب میں کیا (عمل) کروں۔

حَال: (میرے خط کے جواب میں آپ کا) خط مبارک آیا۔ جس میں لکھا تھا کہ معمولات کے ساتھ حالات بھی لکھا کرو۔ ابتدا (خط) میں خواب کا کچھ حال لکھا گیا تھا۔ اس کا جواب ملا کہ ہم کو خواب کی تعبیر سے کچھ مناسبت نہیں ہے۔ اس (جواب) کی وجہ سے کچھ حالات لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

تحقیق: کیا حالات خواب ہی میں ہوتے ہیں۔ جاگنے کی حالت میں کیا کچھ حالات نہیں ہوتے ہیں؟ کیا فضول و بے کار عذر ہے۔

سُوَال: ایک صاحب نے اپنی پریشانی لکھی کہ ان کو وسوسے بہت ہوتے ہیں۔ وہ وساوس بھی ایسے تھے کہ جیسے کچھ نہ جاننے کی حالت ہو۔ یعنی شک کسی چیز میں شک پھر اس میں بھی شک کہ شک ہوا ہے یا نہیں۔ ان کو یہ

جواب دیا گیا۔

جواب: بحمداللہ مجھے وسوسے کے بارے میں اتنا تجربہ ہے کہ شاید ہی کسی کو ہو۔ اس کی بنا پر کہتا ہوں کہ یہ سارے وسوسے ہیں۔ اور (اس وسوسے) کے ہونے میں جو شک ہے کہ (یہ وسوسہ ہے یا نہیں) وہ بھی وسوسہ ہے۔ اگر میرے تجربہ کار ہونے میں شک ہو تو یہ بھی وسوسہ ہے (اس کی) بالکل پرواہ نہیں کیجئے۔ میری بات مان لیجئے۔ وسوسہ میں نجات کا راستہ بات ماننا ہی ہے۔ تحقیق کرنا نقصان دہ ہے۔ یعنی تکلیف دہ ہے۔ مگر گناہ اس میں بھی نہیں ہے۔

اس پر سائل نے یہ اطلاع دی جو نیچے لکھی جا رہی ہے۔

حال: احقر کو بہت سکون ملا۔ اللہ تعالیٰ حضور والا کو دونوں جہاں میں اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین! گویا حضور والا مجھے دوبارہ ایمان کی دولت عطا فرمادی۔ ورنہ ان وسوسوں کی وجہ سے مجھے اپنے ایمان میں بھی شک ہو گیا تھا۔

تحقیق: مبارک ہو۔

سوال: تربیت السالک کے مطالعہ سے اکثر اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ باتیں (جن کا علاج تجویز کیا جاتا ہے) ہم میں بھی ہیں۔ اس لئے یہ باتیں حضور کو لکھنے کی کیا ضرورت ہے کہ ہر شخص اپنے حالات (یعنی بیماری) کے مطابق خود (علاج) وعمل کرے۔

جواب: جس کو اس فن کی سمجھ بہت ہو صرف اس کو اجازت ہو سکتی ہے (ہر کسی کو نہیں)۔

مرید کو پیر سے فائدہ ہونے کے لئے دونوں کے مزاج کا ایک ہونا شرط ہے

حال: حضرت اقدس! السلام علیکم وعلی من لدیکم۔ حضور والا کو یہ تو معلوم ہوگا کہ بندہ محتاج سلسلہ فلاں سے منسلک ہے اور ایک شیخ سے بیعت ہوا کہ ان جیسا ظاہری باطنی کمالات والا آج تک نظر سے نہیں گزرا۔ ان کے اخلاق کا اخلاق محمدیہ ہونے کا اعتراف نہ صرف ان کے سلسلہ (اور ان سے تعلق رکھنے) والوں کو ہے بلکہ دوسروں کو بھی ہے۔ مگر افسوس بدقسمتی سے اپنی غفلت کی عادت کی وجہ سے اس ذات کہ جس سے روحانی و جلالی جمال ظاہر ہوتا ہے فائدہ نہ اٹھا سکا۔

حضرت مولانا ــــــ قدس سرہ کی محبت کا نقش دل پر ابھی تک مضبوط (جما) ہوا ہے اور یہ یقین ہے کہ

ساری زندگی رہے گا۔ بڑے بڑے نامور مشائخ نظر آئے مگر واللہ ثم باللہ مولانا کے عشر عشیر (دسواں حصہ) بھی نہ لگے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ یہ میری محرومی ہے یا ایک دن یہ چنگاری سینکڑوں من غفلت کے ڈھیر سے نکلے اور میرے وجود کو جلا ڈالے گی۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام   بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ترجمہ: ''سارا عالم گھوم پھر چکا اور محبوبوں کی محبت آزما چکا ہوں ـــــ بہت ساری حسینائیں دیکھ چکا ہوں لیکن تو (ان سب سے مختلف) کوئی دوسری ہی چیز ہے۔''

لیکن اس کے باوجود مولانا کی حیات ظاہری میں دل کچھ اس زمانے کے شیخ العالم اور شیخ کل جو حرم محترم میں تھے ان کی طرف مائل تھا۔ اگرچہ اپنے پیر ہی کو حصول فیض کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ چنانچہ میں نے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی خدمت میں ایک کارڈ اپنے (حضرت کی) زیارت کے شوق اور دعا کی درخواست لکھ کر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور بھیجا۔

زبان پر خدایا یہ کس کا نام آیا کہ
میرے نطق نے بو سے میری زباں کے لئے

اگرچہ اس کارڈ کا جواب نہیں ملا اور چند ماہ بعد حضرت حاجی صاحب کا وصال ہوگیا، مگر وصال کے بعد بندہ نے ایک خواب دیکھا جس سے پورا یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خواب اس کارڈ کا جواب ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد ہی ایسا موقع عطا فرمائیں کہ میں بالمشافہ (آپ کے سامنے بیٹھ کر یہ) خواب عرض کروں اور پھر (انتہائی) ادب کے ساتھ (آپ سے) التجا کروں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس خواب کی تعبیر پوری فرمائیں جواب آپ کے قبضہ میں ہے۔ لکھ کر اس خواب کو بیان کرنے سے غیرت روک رہی ہے۔

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم   گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

ترجمہ: ''میں (شرم کی وجہ سے) اپنی آنکھ اور کان سے غیرت ختم کر دوں ـــــ نہ تجھ کو دیکھوں نہ تیری بات سنوں (یعنی مجھے شرم آرہی کہ خواب بیان کروں)۔''

حضرت مولانا انتقال فرما گئے۔ مولانا کے بعد دنیا اندھیری نظر آتی ہے۔ اس تاریکی میں چاروں طرف دیکھتا اور اندھوں کی طرح تلاش کرتا ہوں مگر اس میں نا امیدی اندھیرے کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آتا ہے۔ رہ رہ کر دل سے کہتا ہوں۔

تہی دستاں قسمت را چہ سود از رہبر کامل   کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

ترجمہ: ”رہبر کامل سے انہیں کیا فائدہ حاصل ہو جن کی قسمت میں ہی کورا پن لکھا ہو خضر بھی سکندر کو آب حیات سے پیاسی لائے۔“

(مطلب یہ ہے کہ اگر قسمت ہی کوری ہو تو کسی شیخ کامل سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔)

مگر وہ خواب کچھ نہ کچھ امید دلاتا اور تسلی دیتا ہے کہ ”لا تقنطوا من رحمة اللّٰه“ (کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو) (میرے) حضرت جن پر میری روح اور میرے ماں باپ قربان ہوں کی زندگی میں مجھے شروع میں انسان کی کمزوری کی وجہ سے آپ کے بارے میں کچھ شکوک تھے جن کا اظہار میرے لئے شرم و عیب کا سبب ہے۔ مگر الحمدللہ ثم الحمدللہ مظفر نگر میں جمال جہاں آراء (وہ حسن جو جہاں کو زینت بخشے) دیکھنے سے وہ (شکوک کا) اندھیرا رحمت کے نور (روشنی) سے بدل گیا۔ حضور کی زیارت کے وہ سارے وہم وخیال جو دل کے لئے پردہ بنے ہوئے تھے نکال کر پھینک دیتے۔

اے خدا قربان احسانت شوم　　　ایں چہ احساں است کہ قربانت شوم

ترجمہ: ”اے اللہ! میں تیرے احسان پر قرباں ہو جاؤں یہ کیا احسان کہ مجھ پر قرباں ہو جاؤں۔“

(جب سے دیکھا ہے) اس وقت سے دل میں جو آگ ہے وہ روزانہ بڑھ رہی ہے۔ وہ چنگاری جو حضرت مرشدی قدس سرہ نے دل میں پیدا کر دی تھی اور جس پر دنوں کے گزرنے اور غفلت کی عادتوں نے راکھ کے تودے جما دیئے تھے اب پھر دل کی انگیٹھی میں سے حضور کی زبردست بجلی والی کشش کی وجہ سے نکلنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے اب (میرے بارے میں) بے پروائی اور بے غرضی سے کام نہ لیجئے اس راستے کو گم کر دینے والے کی مدد (ورہنمائی) فرمایئے اور جس نہ ختم ہونے والی دولت کی (طلب و) خواہش نے وقت کی کامل شخصیت کے مبارک ہاتھ میں میرا ہاتھ دیا تھا۔ (لیکن) میں پھر بھی اپنی بدقسمتی کی وجہ سے اس دولت سے محروم رہا اللہ تعالیٰ کے لئے وہ (ہمیشہ نہ ختم ہونے والی دولت تو مجھے) عطا کر دیجئے کیونکہ آپ کے شیخ طریقت کی وصیت بھی خواب کے ذریعے میرے بارے میں ہے اس وقت میری حالت بالکل اس شعر کے مطابق ہے۔

دوگونہ رنج عذاب ست جاں مجنوں را　　　بلائے صحبت لیلیٰ وفرقت لیلیٰ

ترجمہ: ”مجنوں کی جاں کو تو دوہرا عذاب و رنج ہے ـــــ لیلیٰ کی جدائی مصیبت بھی اور صحبت کی نزاکت بھی۔“

مدرسہ اسلامیہ میں حضور اقدس کی زیارت کا شوق (لکھا) اس کے بعد ملازمت کی موجود پریشانیاں (مثلاً تنخواہ کا وقت پر نہ ملنا یا کبھی کبھی چندہ وصول کرنے جانا) لکھ کر مشورہ طلب کیا تھا کہ مسجد کی امامت بہتر ہے کہ

مدرسہ میں پڑھانا اور آخر میں اپنے خط کے طویل ہونے کی معذرت چاہی تھی۔

تحقیق: آپ کا خط جو بغیر تکلف کے صحیفۂ صدق (سچا خط) کہنے کے لائق ہے (میرے) دل کے کھلنے کا سبب ہوا اس لئے میں یہ (بات) ضروری سمجھتا ہوں جو کچھ دل میں آیا ہے وہ صحیح صحیح بتادوں۔

وہ چند باتیں یہ ہیں۔

1. اس (سلوک کے) راستے میں ہر صاحب طریق (شیخ و پیر) کا طریقہ الگ الگ ہوتا ہے۔
2. فائدہ کے لئے دونوں کے مزاج کا ایک ہونا شرط ہے۔
3. شیخ بنانے میں جلدی کرنا اس راستے میں منع ہے۔
4. لمبی صحبت اٹھائے بغیر کسی کا مزاج معلوم نہیں ہوتا ہے۔
5. میرا مزاج مولانا مرحوم کے مزاج سے بہت سی باتوں میں الگ ہے۔

یہ سب ابتدائی باتیں تھیں۔ اب مقصودی بات عرض کرتا ہوں۔ مجھے کسی بھی مسلمان کی خدمت سے انکار نہیں ہے۔ لیکن (اوپر بیان کی گئی باتوں کی وجہ سے بات یہ ہے کہ) آپ کے لئے فائدہ اسی میں ہے کہ آپ (مجھے شیخ بنانے کی) تجویز میں جلدی نہ کیجئے (یہ تیسری بات ہے) کیونکہ شاید میرا مزاج آپ کے مزاج سے جدا ہو۔ (یہ پہلی بات ہے) جس کی وجہ سے آپ کو فائدہ نہ ہو (یہ دوسری بات ہے) بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ملاقات بار بار کی جائے اور پرکھا جائے یا لمبی خط و کتابت کی جائے جو ملاقات کی طرح ہے کے حکم میں ہے۔ (یہ چوتھی بات ہے) اس لئے اگر آپ مولانا مرحوم کے مزاج میں رنگے ہوئے ہوں گے تو میرے مزاج سے دلچسپی نہیں ہوگی (یہ پانچویں بات ہے) اگرچہ آپ مجھ سے بدگمان بھی نہیں ہوں گے (اور یہ اختلاف) اجتہادی یا فطری (کوشش اور طبیعت کے) اختلاف کی وجہ سے ہو۔ اگر (آپ مولانا کے) پورے رنگ میں نہ رنگے ہوں گے یا اس میں کچھ تبدیلی آگئی ہوگی اور حالات کے بدلنے سے ایسا ہو بھی جاتا ہے تو (پھر) شاید آپ کو مجھ سے مناسبت ہو جائے۔ اس کے بعد جو رائے اختیار کی جائے گی وہ شمار کے قابل ہوگی۔

اگر ایسا نہ ہو تو شاید آپ کو (مجھے شیخ بنانے کے بارے میں) اپنی رائے بدلنی پڑے اور اس بات کو ظاہر کرنے سے بدمزگی پیدا ہوگی اور اگر اس بات کو چھپایا جائے تو (دل کے) تنگ ہونے اور دھوکہ میں پڑنے کا سبب ہوگی یہ دونوں ہی باتیں نقصان دہ ہیں۔

اس جگہ کی مناسبت سے بغیر پوچھے ہی اپنے مزاج کے بارے میں چند باتیں بتا دیتا ہوں۔ ان بہت سی باتوں میں چند باتیں یہ ہیں۔

❶ میری توجہ خواب کی طرف نہیں ہوتی ہے۔

❷ میں تصرفات سے خوش نہیں ہوتا ہوں۔

❸ رسموں کے پیچھے نہیں چلتا ہوں۔ اگر چہ وہ اس میں مباح ہی کیوں نہ ہوں۔

❹ میرا مزاج اعراض کرنے والے کے پیچھے نہ پڑنا ہے۔

❺ مجھے صرف اعمال کا اہتمام ہے حالات کا نہیں ہے۔

❻ میرے نزدیک مجاہدہ گناہوں کو چھوڑنا اور مباح کاموں کو کم کرنا ہے نہ کہ مباح کاموں کو چھوڑنا ہے (مباح کام وہ کہلاتے ہیں جن کے کرنے اور نہ کرنے میں کوئی ثواب نہیں ہوتا ہے اور نہ کوئی پکڑ ہوتی ہے) اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

❼ سنجیدگی کے نہ ہونے سے مجھے تنگی ہوتی ہے۔

آخری بات کے (تدریس یا امامت میں کون سی چیز اختیار کی جائے) بارے میں عرض یہ ہے کہ میں تعلیم (یعنی تدریس) کے کام کو سب سے زیادہ پسند کرتا ہوں جبکہ تنخواہ میں پریشانی نہ ہو۔ چندہ کی وصولی کو سب سے برا سمجھتا ہوں۔ اگر چندے کی وصولی کے بغیر تدریس نہ ملے تو آخری درجہ امامت وغیرہ ہے۔

تھوڑی تھوڑی بات کے بارے میں مشورہ دینا معمول کے خلاف ہے (اس لئے اوپر مجموعی طور پر قاعدے بیان کر دیئے ہیں تھوڑی تھوڑی باتوں کو) ان (قاعدوں) کے مطابق سمجھ لیجئے (آخر میں جو خط کے لمبے ہونی کی معذرت چاہی تھی اس کے بارے میں عرض ہے کہ) ضرورت کی وجہ سے خط کے لمبے ہونے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

جو آدمی دین کی خدمت کر سکتا ہو اس کا دین کی خدمت کرنے سے بچنا

سُؤال: اگر خود میں دین کی خدمت کرنے کی قوت (اور صلاحیت) ہے اور خود کو اس خدمت کے قابل نہ سمجھ کر یا فتنہ میں مبتلا ہونے کے ڈر سے خدمت دین نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں پکڑ تو نہیں ہوگی؟

جَواب: (اللہ تعالیٰ کے ہاں پکڑ) نہیں ہوگی جبکہ دوسرے خدمت دین کے قابل لوگ خدمت دین کر رہے ہوں۔

سُؤال: یہ بات اس لئے عرض کی کہ (یہ) خادم اپنے وطن میں موجود مدرسہ جو اس کے زیر اہتمام ہے صرف دو ماہ کے لئے اس سے الگ ہونا چاہتا ہے۔ دوسرے حضرات نے اس کا ذمہ لے لیا ہے۔

جَواب: جب تک اس مدرسہ کا پورا حال معلوم نہ ہو (میں) کوئی مشورہ نہیں دے سکتا ہوں۔

کسی کا شیخ کی اجازت کے بغیر تعلیم کرنا

سوال: (مجھے) حضرت کا ایک ملفوظ (فرمان) یاد ہے کہ (کسی کو) اگر شیخ کسی وجہ سے (تعلیم کی) اجازت نہ دے اور مرید اپنے اندر (تعلیم کرنے کی) اہلیت (قابلیت وصلاحیت) پائے تو (اس کو) تعلیم (کرنے) کی اجازت ہے۔ (پوچھنا یہ ہے کہ) یہ (اجازت کے بغیر تعلیم کرنا) شیخ کی زندگی میں ہے یا موت کے بعد ہے۔

جواب: جب زندگی میں شیخ کو بتا کر اجازت لے سکتے ہیں تو بغیر اجازت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

سوال: اس اہلیت (قابلیت کے پرکھنے کا) پیمانہ کیا ہے؟

جواب: ذوق کی باتیں بتائی نہیں جا سکتی ہیں۔ جیسا ہوتا ہے اور قلب بھی سلیم (صحیح) ہے تو خود دل شہادت دیتا ہے شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر تربیت حاصل کرنے سے دل سلیم ہوتا ہے۔

سوال: اگر یہ معلوم ہو پھر بھی تعلیم نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی پکڑ تو نہیں ہوگی؟

جواب: پکڑ نہیں ہوگی جبکہ دوسرا کام کرنے والا قابل موجود ہو۔

(تعلیم کی) اجازت حاصل کرنے کی شرائط

ایک صاحب جن کو (تعلیم کی) اجازت دی گئی تھی ان کا پہلا خط۔

حال: مولوی...... صاحب بنگالی جو حضرت کی اجازت سے (مجھ) احقر کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ (میں) ان کی حالت بہت اچھی اور بلند پاتا ہوں بلکہ اس قابل سمجھتا ہوں کہ ان کو (تعلیم و) تلقین کی اجازت دے دی جائے۔ مجھے ان میں نسبت کے آثار (علامتیں) معلوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا مناسب (معلوم ہوتا) ہے کہ اب حضرت والا ان کو اپنی تربیت میں لے لیں۔ اگر وہ حضرت کے نزدیک بھی اجازت (دیئے جانے) کے قابل ہوں تو (ان کو) اجازت عطا فرمائیں۔

تحقیق: وہ اس وقت جا رہے ہیں۔ اتنا وقت نہیں ہے کہ اس بارے میں ان کا امتحان لے سکوں۔ لیکن اگر وہ آپ کے نزدیک اجازت دیئے جانے کے اہل ہیں تو (آپ) اپنی طرف سے اجازت دے دیں۔ کیونکہ میں نے جن کو (تعلیم کی) اجازت دی ہے ان کو اس بات کی (بھی) اجازت دی ہے کہ وہ (بھی) جس کو (تعلیم کا) اہل سمجھیں اجازت دے دیں۔ وہ اجازت ان ہی کی طرف سے ہوگی۔

"ان صاحب کا دوبارہ خط آیا"

حال: حضرت والا کے امتحان لئے بغیر مجھے مولوی صاحب کو اجازت دینے کی جرات نہیں ہوتی ہے۔ مجھے

حضرت والا کے ہوتے ہوئے خود اجازت دینے کی ہمت نہیں ہوتی ہے۔ ہاں! (میں نے) ان کی تسلی کے لئے اتنا کہہ دیا ہے کہ الحمد للہ! میرے نزدیک آپ کو تمکین کی نسبت عطا ہوگئی ہے۔ کیونکہ (یعنی یہ اس لئے کہا کہ) طالب کو تربیت کرنے والے کے بتائے بغیر قرار نہیں ہوتا ہے اور وہ خود کو محروم ہی سمجھتا ہے۔ اب آئندہ وہ حضرت والا کی خدمت میں اپنے احوال کی اطلاع کرتے رہیں گے۔ حضرت جو مناسب خیال فرمائیں ان شاء اللہ وہی بہتر ہوگا۔

تحقیق: بہت اچھا۔ جس طرح اجازت کے حاصل ہونے کے لئے نسبت (کا حاصل ہونا) شرط ہے اسی طرح ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ تربیت اور اصلاح کرنے کے طریقوں سے (بھی) واقف ہو جائے تا کہ طالبین کی خدمت کر سکے۔

شیخ کی صحبت کی ضرورت

حال: (حضرت میرے لئے) اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی صورت نکال دیں کہ کم از کم دو تین مہینہ کے لئے بالکل فارغ ہو کر حضرت کے پاس رہوں۔ کئی مرتبہ دل میں یہ بات آئی کہ آدھا دن کام کیا کروں اور آدھا دن حضرت کے پاس بیٹھا رہوں مگر ضرورتوں کی وجہ سے مجبور ہوں۔ دو بچے ایک بیوی ایک میں چار آدمی ہیں۔ بہت ہی کم خرچ رکھتا ہوں مگر ہر چیز مہنگی ہے کام ہی نہیں چلتا۔ (آنے کے بارے میں) ظاہر میں تو بالکل ناامیدی ہوگئی ہے کہ کس طرح فارغ ہو سکتا ہوں۔ مگر جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے کوئی صورت نکال دیں گے ان کے نزدیک کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ اس دعا کی سب سے زیادہ بہت ضرورت ہے۔

تحقیق: کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ بیوی کو دو مہینہ اس کے ماں باپ کے گھر ان ان سب (بیوی اور ان کے گھر والوں) کی خوشی سے چھوڑ دیا جائے۔ اس طرح آسانی سے موقع مل سکتا ہے۔

حال: احقر کافی عرصے سے (ایک) کامل پیر کی تلاش میں رہا۔ اس درمیان میں (میں نے) تین بار حضور خواب میں دیکھا جس کی تفصیل نیچے ہے۔

پہلی مرتبہ دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے خواب میں کہہ رہا ہے: تم حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ العالی کی تصوف کی کتابیں دیکھو۔

دوسری مرتبہ دیکھا کہ میں حضور بابرکت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں جہاں تھا حضور کسی کام سے وہیں

تشریف لا رہے تھے۔ اچانک (میں نے) دیکھا کہ سارا حجرہ منور اور روشن ہو گیا۔

تیسری مرتبہ دیکھا کہ حضرت والا مجھے روٹی عنایت فرما رہے ہیں۔

جب سے میں نے خواب دیکھا ہے میرا دل بہت ہی بے چین ہو گیا ہے۔ میری حالت ایسی نہیں ہے کہ میں حضور کے ہاں دو چار مہینہ قیام کر سکوں۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ دس پندرہ دن کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے برے اخلاق کی اصلاح کراؤں۔ صرف جناب کی اجازت کا انتظار ہے۔

تحقیق: اخلاق کی اصلاح کے لئے آنے کی اجازت ہے لیکن شرط یہ ہے کہ علم کے حاصل کرنے میں حرج نہ ہو۔

حال: افسوس ہے کہ وساوس پھر غالب آ جاتے۔ دل چاہتا تھا کہ اس پریشانی کے وقت میں حضور کی خدمت میں رہنا شاید میرے لئے جلدی اثر ہونے کا ذریعہ ہوتا۔ لیکن مفلسی کا خیال روک دیتا ہے۔ شاید حضور کو یاد ہو کہ خط لکھا تھا کہ نانا صاحب نے مجھے کھانے کپڑے کے علاوہ چار روپے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ میں نے بھی یہی خیال کیا تھا کہ اگر وہ اپنا وعدہ پورا کریں تو شاید حضور کی خدمت میں رہنا (مجھ) خادم کے لیے آسان ہو جائے۔ مگر افسوس دو مہینہ ہو گئے انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ اب حضور سے عرض ہے کہ میرے لئے کوئی نکلنے کا راستہ بتائیں تاکہ میں اسی پر عمل کروں۔ میرے لئے دعا بھی فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ (مجھے) ہمت مستقل مزاج اور (اعمال میں) استقامت عطا فرمائیں اور دین و دنیا کی پریشانیوں سے نجات عطا فرمائیں۔

اب نانا صاحب کے وعدے وعید کو تو دیکھ لیا۔ اب (میرا) ارادہ ہے کہ نانا صاحب کو لکھوں کہ یا تو (مجھے) چار روپیہ ماہانہ عطا فرمائیے یا میرا حساب کر کے جو کچھ مجھے دے دیجئے میں اس کا جو چاہے کروں۔ پوچھنا یہ ہے کہ حضور کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ جو حکم ہو اس پر عمل کروں۔

تحقیق: مشورہ تو کچھ سمجھ میں آتا نہیں ہے (ہاں) دعا کرتا ہوں اگر (میرے یہاں) رہنے کو دل چاہے تو کوئی تکلف نہیں ہے، ان شاء اللہ چار روپیہ ماہانہ میں دے دیا کروں گا۔

حال: اللہ تعالیٰ (مجھے) وہ دن بھی دکھائیں کہ (میں خوب) دل بھر کر (آپ کی) خدمت میں رہوں۔

تحقیق: ہاں (یہ) ہونا تو ضروری ہے ابھی (تو) ہانڈی کے نیچے آگ جلی ہے پکنا (ابھی) باقی ہے۔

طالب کو رائے دینے کا (کوئی) حق نہیں ہے

حال: حضرت میرے لئے اگر کوئی دین کی طرف مائل ہونے کی تدبیر مناسب ہو تو ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: مریض کو (اپنے علاج کے بارے میں) رائے دینے کا کوئی حق نہیں ہے ورنہ وہ (مریض نہیں بلکہ) طبیب ہوگا۔

حال: میں نے اس ابتلا (مرض، آزمائش) کے بارے میں حضرت کی جتنی (بھی) تحریرات پڑھی ہیں یاد آتا ہے کہ وہ سب ازالہ کی ہیں۔ (اس لئے مائل کرنے کی تجویز کی رائے دی ہے)۔

تحقیق: ﴿بل كذبوا بما لم يحيطوا بعلمه ولما ياتيهم تاويله﴾

ترجمہ: ''بلکہ انہوں نے جھٹلایا اس چیز کو جس کو اپنے علم سے احاطہ نہ کر سکے (یعنی علم سے نہ سمجھ سکے) اور ابھی تک ان کے پاس اس کی حقیقت نہیں آئی ہے۔''

حال: (ان تمام تحریرات کا ازالہ والا ہونا اور علاج کی تدبیر کے مائل کرنے کا ہونے کی وجہ سے) خیال ہوتا ہے کہ شاید مائل کرنے کی تدبیر (اس لئے فرمائی) کہ اس میں خرابیاں بھی ہو سکتی ہیں۔

تحقیق: طالب کا خیال ہی کیا کیا پدی کیا پدی کا شوربہ۔

حال: (میرے) حضرت! مجھے آپ کی دعا اور توجہ کی بہت ہی ضرورت ہے۔ (اس لئے) اگر کوئی ایسی صورت ہو جس سے حضرت (مجھ پر) مہربان ہو جائیں تو ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: لم افهم ما اردتم به: اس (سوال) سے آپ کا جو مقصد ہے وہ میں نہیں سمجھا۔

حال:

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں   می دہد یزداں مراد متقیں

ترجمہ: ''تو جو چاہتا ہے چاہ لیتا ہے خدا ــــــ مراد متقیوں کی پوری کر دیتا ہے خدا۔''

مراد ماہمہ موقوف یک کرشمہ تست   ز دوستان قدیم قدر ایں رہی دریغ مدار

ترجمہ: ''تیرے ایک کرشمے سے ہماری مرادیں بر آئیں ــــــ تو اپنے پرانے یاروں سے انکار نہ کر۔''

تحقیق: انکار نہ کرنے کو (اگر) انکار سمجھ لیا جائے تو اس کا کیا علاج ہے۔

حال: حضرت نے بندے کے لئے جو اوراد اور ذکر کے وظیفہ ارشاد فرمائے یا قصد السبیل سے (دیکھ کر کرنے کے لئے) فرمائے تھے (وہ سب) الحمدللہ! کرتا ہوں۔ (اب مزید عرض یہ ہے کہ) کوئی مراقبہ تحریر فرما دیجئے جو (میرے) بے چین دل کی تسکین کا ذریعہ ہو جائے (میری) طبیعت (بھی) گھبراتی ہے اس کے بارے میں پہلے بھی لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی تدبیر فرمایئے۔

تحقیق: مراقبہ کا مناسب یا مفید ہونا یا گھبراہٹ کو مرض سمجھنا اور اپنی رائے سے ہے اس کے علاج کے لئے مراقبہ کو تجویز کرنا اس کا آپ کو کیا منصب (رتبہ، درجہ) حاصل ہے۔ کیا یہ (مرض کو تشخیص کر کے علاج تجویز کرنا) ایسا ہی نہیں ہے کہ مریض طبیب سے کہے کہ میرے لئے کوئی سہل تجویز کر دو۔ پھر تو ایسا شخص خود ہی طبیب ہے مریض کہاں ہے۔ مرض کی تشخیص کرنا ہی بڑا کام ہے اور باقی تشخیص کے بعد دوا کی تجویز تو کتابوں سے معلوم ہو سکتی ہے۔ جب مرض ہی کی تشخیص کر لی تو علاج بھی کتابوں میں مل جائے گا۔ طبیب اور پیر سے علاج و دوا پوچھنا فضول ہے۔ باطنی احوال کے بتانے کے علاوہ کوئی اور سوال نہیں کرنا چاہئے۔

شیخ کے علاوہ کسی کو (اپنے) معمولات نہیں بتانا چاہیے

سؤال: آپس میں بعض دوست ایک دوسرے کو اپنے معمولات بتاتے ہیں یعنی ہم یہ کرتے ہیں یہ (معمولات دوسروں کو بتانا) کیسا ہے؟ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ اپنے معمولات کسی کو نہیں بتانا چاہئے۔

جواب: نہیں بتانا چاہئے۔

سؤال: مبتدی سالک (جو راہ سلوک کی ابتدا میں ہو) کو اپنی کوئی حالت یا خواب شیخ کے علاوہ (اپنے) کسی بھروسے والے یا بغیر بھروسے والے کو بتانا چاہئے یا نہیں۔

جواب: نہیں بتانا چاہئے۔

سؤال: ان ہی سلوک کی راہ کے دوستوں میں سے ایک صاحب نے فرمایا تھا کہ حضرت مولانا مدظلہ سے دو زادہ (بارہ) تسبیح کی اجازت لے کر شروع کرو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ (اس سے) اللہ تعالیٰ کی رضا اور صحبت کی منزلیں جلدی طے کر لو گے۔

اگر میرے حال کے مناسب ہو تو بندہ ڈرتے ڈرتے ان کی اجازت کی درخواست کرتا ہے ورنہ (یعنی اگر میرے حال کے مناسب نہ ہو تو) اپنی جہالت اور کم سمجھی کو اس غلطی کا سبب سمجھ کر معافی کی درخواست کرتا ہے۔

﴿والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس﴾

ترجمہ: ''غصہ کو پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے''

تحقیق: ان دوست کو منع کر دیجئے کہ (مجھے) مشوروں سے معاف رکھئے۔ مجھے (اجازت طلب کرنا) طبیعت

پر بوجھ محسوس ہوا۔ صرف اپنے معمولات لکھ دیا کیجئے جو مناسب ہوگا تعلیم کر دیا جائے گا۔

پیر کو کسی سے سلام اور پیغام بھجوانا اور ادب کا مدار عرف (عام بول چال) ہونا

سُوال: (میں رسالہ) النور کو بھی پڑھتا ہوں۔ اس میں پیر کے حقوق کے سلسلہ میں چند حقوق نمبر وار بیان کئے گئے ہیں۔ ان حقوق میں دو حقوق احقر کی سمجھ میں نہیں آتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ پیر کو کسی کے ذریعے سلام اور پیغام نہیں پہنچانا چاہئے۔

حدیثوں میں اس یہ بات ثابت ہے (کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پہنچاتے تھے)۔

جواب: حدیث میں جائز ہونا ثابت ہے نہ کہ واجب ہونا۔ مشائخ حدیث کے مقابلے سے بچنے کے لئے اس کے جائز ہونے کا انکار نہیں کرتے (بلکہ) اس کو خلاف ادب کہتے ہیں۔ ادب کا مدار عرف پر ہے۔ زمانے کے بدلنے سے مدار بدل سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مزاح فرمایا کرتے تھے۔ اب بزرگوں کے ساتھ مزاح کرنا ادب کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔

پیر کے بیٹھنے کی جگہ کی طرف نہ تھوکنا

سُوال: دوسرا نمبر یہ کہ پیر جس جگہ بیٹھتا ہو اس طرف اگر شیخ موجود نہ بھی ہو تو تھوکنا نہیں چاہئے۔ یہ بات حدیث لا تطرون کے صاف خلاف ہے۔ (حدیث لا تطرون کا مطلب یہ ہے کہ میری تعریف کرکرنے میں مبالغہ نہ کرو)۔

جواب: اطراء شرعی حد سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں اگر کوئی شخص ادب کی وجہ سے ایسا کرے اور عقیدے میں کوئی خرابی نہ ہو (کہ اس کو واجب یا ثواب کی چیز سمجھتا ہو) تو وہ شرعی حد سے کہاں نکلا ہے۔

سُوال: (یہ باتیں) جمادی الاولیٰ یا جمادی الاخری کے رسالہ میں ہیں۔

جواب: میں نے دیکھا نہیں ہے۔ اگر ہو تو اس صورت میں یہ جواب ہے۔

شیخ کو ہدیہ دینے کی شرائط

حَال: خدمت سے مقصد یہ ہے کہ اگر خدمت قبول کی جائے تو اپنی پاک اور طیب کمائی سے جب بھی اور جتنا بھی دل میں بھیج دیا کروں۔

تحقیق: اس (ہدیہ بھیجنے) میں چند شرطیں ہیں۔

1. (ہدیہ بھیجنے کی) پابندی نہ ہو۔
2. (ہدیہ) اتنا زیادہ نہ ہو کہ (قبول کرنا) طبیعت پر بوجھ ہو۔
3. (ہدیہ سے) یہ مقصد نہ ہو کہ میری یعنی پیر کی توجہ (ہدیہ دینے والے کی طرف) زیادہ ہوگی۔

سؤال: اپنی حالت بتانا چاہتا ہوں الحمدللہ! اب حضرت کی بابرکت توجہ کی وجہ (میری) توجہ اپنے باطنی امراض کی طرف ہونے لگی ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

حال: ایک بات پوچھنے کی یہ ہے کہ بعض دوست کبھی کبھی میرے لئے جو ہدیہ بھیجتے ہیں میں نے اپنے نفس کو لالچ سے بچانے کے لئے ان ہدیوں کو واپس بھیجنا شروع کر دیا ہے۔ ایک صاحب کا خط آیا کہ میں جب سہارنپور آیا تھا تو مجھے تم سے خوشی ہوئی تھی۔ میں تمہارے لئے ایک جوتے کا جوڑا بھیجوں گا۔ میں نے ان کو جواب لکھ دیا کہ (اگر تمہارے خط میں) میری طرف سے خوشی ہونے کا ذکر نہ ہوتا تو میں اس ہدیہ کو قبول کر لیتا مگر (اس ذکر کرنے کی وجہ سے) اخلاص میں کچھ شک ہو گیا ہے۔ (کہ آپ کو میری طرف سے خوشی ہوتی اور اس کی وجہ سے یہ ہدیہ بھیجنا چاہتے ہیں) آپ صرف بدلہ کے لئے (یہ ہدیہ) بھیجنا چاہتے ہیں اس لئے اگر ہدیہ آئے گا تو میں واپس کر دوں گا۔

چنانچہ ابھی تک تو آیا نہیں اگر آئے گا تو واپس کرنے کا ارادہ ہے۔

تحقیق: (آپ کی) رائے بالکل صحیح ہے۔ اخلاص میں شک کیا اخلاص کا نہ ہونا یقینی ہے۔ افسوس ہے کہ لوگ اہل دین کو کیسا حقیر (چھوٹا) سمجھتے ہیں۔

حال: لیکن ہدیہ واپس کرنے سے بعض دوستوں کو رنج ہوتا ہے۔ وہ تقسیم خلوص کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ظاہری طور پر ان کے دعوے کو جھٹلانے والی کوئی چیز نہیں ہوتی ہے۔ ایسے ہدیوں کے بارے میں کیا کروں؟

تحقیق: صرف جھٹلانے والی کوئی چیز نہ ہونا کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ اپنے دل کی سکون و اطمینان کے ساتھ گواہی بھی ہونا چاہئے کہ اس میں اخلاص ہے۔ اس وقت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ اس ہدیہ کی حیثیت زیادہ نہ ہو اور اصل ہدیہ کی پابندی نہ ہو اور ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ اس ہدیہ کا قریبی سبب صرف جس کو ہدیہ دیا جائے اس کی محبت ہو نہ کہ اس کے کسی دنیاوی یا دینی بڑے کے تعلق کی وجہ سے

ہو ہاں اگر کوئی دور کا سبب ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (اس کی مثال یہ ہے) جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت نبوت کی وجہ سے ہے لیکن ان کو ہدیہ دینے کا سبب محبت تھی نہ کہ نبوت خوب اچھی طرح سمجھ لو۔

بیعت مناسبت کے بعد کرنا چاہئے

تحقیق: (آپ کے) سلسلے (مریدین) میں داخل ہونے کو دل چاہتا ہے۔ اس وجہ سے اصرار نہیں کرتا کہ شاید کمترین اس لائق نہ ہو ورنہ (حضرت کے) اس آستانے کے علاوہ غلام کا کوئی (دوسرا) ٹھکانا نہیں ہے۔ چاہے تو حضور اپنے سلسلہ میں داخل فرمائیں یا یونہی رہنے دیں۔ آپ سے اعتقاد کے بارے میں اتنا عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کسی دوسرے سلسلہ میں بیٹھنے اٹھنے سے طبیعت بوجھل ہو جاتی ہے۔

تحقیق: جس بات سے آپ کو خوشی ہو (یعنی بیعت ہونے یا ایسے رہنے سے) بندہ کو کوئی انکار نہیں ہے۔

پیر مرید میں مناسبت ہونے کی ضرورت

سوال: بندہ...... فلاں صاحب سے کچھ (ذکار اوراد وغیرہ) پوچھ لیا کرتا تھا۔ وہ ہمارے مسلک کے خلاف ہیں اور میں ان کی رائے کے خلاف ہوں اس لئے اب ان کو تکلیف دینا چاہتا ہوں اور نہ ہی طبیعت چاہتی ہے۔ اس لئے آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ جناب (خود ہی اذکار وغیرہ مجھے) بتا دیا کریں یا کسی دوسرے کے حوالے (زیر تربیت) فرمائیں جن سے پوچھ لیا کروں۔

جواب: (تمہیں بتانے میں) مجھے کیا انکار ہے تم سے تو اولاد کی طرح تعلق ہے۔ ابھی مولوی فلاں صاحب کے حوالے کرتا ہوں۔ یہ پرچہ ان کو دکھا دینا۔ وہ تمہیں تعلیم کر دیں گے۔ جب ان کو پچیس مرتبہ اپنے حالات بتا دو تو بعد میں اگر دل چاہے تو مجھ سے پوچھ لیا کرو اور اس کی بھی اجازت ہے کہ اگر چاہو تو ان ہی سے پوچھتے رہو۔

سوال: حضور (میری اس) غلطی کو (مجھے) بتا دیں اور معاف (بھی) فرما دیں کہ جس کی وجہ سے مجھے (حضور نے خط میں) لکھا ہے کہ آپ کو حضرت مولانا...... سے تعلق رکھنے سے جلدی فائدہ ہوگا۔ اس (فرمان) کی وجہ میری کوئی ایسی بات تو نہیں ہے جو حضور کی طبیعت کے خلاف ہو یا کوئی دوسری خاص بات ہے کہ بندے کے لئے حضرت مولانا...... کی صحبت دین کے بلند فہم (پیدا ہونے) کے لئے بہت جلد اثر کرنے والی ہے۔ (اگر یہ بات ہے تو) حضور سے عرض ہے کہ حضرت مولانا سے (کیا) یہ عرض کروں کہ بندہ کو حضرت مولانا اشرف علی صاحب زید مجدہ نے حضور کی خدمت میں بھیجا ہے یا خود ہی اپنے طور پر رہنے کا خیال ظاہر کروں۔

جواب: خدانخواستہ (میرے) اس مشورہ کا سبب نہ ناراضگی ہے اور نہ کوئی غیبی راز ہے۔ (بلکہ) بات صرف یہ ہے کہ میرے مزاج میں تنگی ہے اور دوسرے حضرات کے اخلاق میں وسعت (کشادگی زیادہ) ہے اس لئے اس تنگی کی وجہ سے میرے اور آپ کے مزاج میں مناسبت نہیں ہوتی ہے اور نفع کے لئے مناسبت شرط ہے۔ جہاں توسع (کشادگی) ہے وہاں چھوٹے چھوٹے واقعات سے اثر نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے مزاج میں مخالفت نہیں ہوتی ہے (کہ چھوٹی چھوٹی باتیں نظر انداز ہو جاتی ہیں تو اگر مزاج میں مخالفت ہو بھی تو ختم ہو جاتی ہے اس لئے اگر وہاں فائدہ کی امید ہے۔

رجوع کرنے کے مضمون میں آپ کو اختیار ہے خواہ میرا نام لیں خواہ خود ہی اپنا خیال ظاہر کریں۔

حال: (اور مجھے) بعض بزرگوں سے محبت تھی وہ بھی کمزور ہوگئی ہے پہلے کبھی کبھی میں سمجھتا تھا یہ جو بعض بزرگوں سے محبت ہے یہ اپنے شیخ کی محبت میں رکاوٹ ہوگی (مگر اب) وہ بھی نہیں رہی الحمدللہ! یکسوئی ہے۔

تحقیق: توحید (کا) مطلب یہی ہے اصل یہ ہے کہ آپ پر پہلے ظاہریت کا غلبہ تھا اس لیے ان ہی بزرگوں سے مناسبت تھی جن پر ظاہر کا غلبہ ہے۔ حاجی صاحب! سچ کہتا ہوں اہل باطن آج کل بہت کم ہیں الا ماشاء اللہ۔

اب (حال یہ ہے کہ) آپ پر باطن کا غلبہ شروع ہونے لگا ہے اللہ تعالیٰ اس کو مکمل فرمائیں۔ میں ان آثار سے بہت خوش ہوا۔ یہ آپ کے دل سے حجاب (پردہ) کے ہٹنے کے آثار ہیں جو میرے اور آپ کے درمیان حائل تھا اب اس مناسبت کی برکات انشاء اللہ تعالیٰ آپ دیکھیں گے مگر آپ خود ان برکات وغیرہ کے منتظر نہ رہیں سب کی نفی کریں۔

دوبارہ بیعت کرنا

سوال: اب میری ایک عرض یہ ہے کہ کافی دنوں سے میرا جی چاہتا تھا کہ میں حضرت سے بیعت (ہونے) کی درخواست کروں لیکن اب تک اسی لئے رکا رہا کہ میں نے مفتی احمد علی صاحب مرحوم سے اپنا (بیعت ہونے) کا ارادہ ظاہر کیا تھا مگر حضرت نے انکار فرمایا: (میں) حضرت حاجی صاحب کے مریدوں کو بیعت کرنا خلاف ادب سمجھتا ہوں۔ اب میرے دل میں اس خواب سے مزید حرکت پیدا ہوئی کہ معلوم ہوتا ہے کہ بیعت معیت اور اعتقاد سے اونچی چیز ہے کیونکہ میں نے حضرت والا کا نام مبارک لیا مگر کافی نہیں ہوا۔ (اس لئے) اگر حضرت کی مصلحت کے خلاف نہ ہو تو حضرت والا مجھ کو (ظاہر) صورت کے اعتبار سے بیعت فرمالیں حقیقت میں تو بیعت ہے ہی اور اگر چہ آپ پہلے پسند نہیں فرماتے تھے مگر وہ جوش کا زمانہ تھا اس وقت دوسری حالت تھی۔

جواب: اگر استخارہ کرنے کے بعد بھی بیعت ہونے کا رجحان ہو تو اطلاع دیجئے۔

حال: (مجھے) بعض بزرگوں سے کچھ محبت تھی وہ کم ہوگئی ہے۔ پہلے کبھی کبھی میں سمجھتا تھا کہ (مجھے) جو کچھ بزرگوں سے محبت ہے شاید وہ حضور کی محبت میں رکاوٹ ہو اب وہ بھی نہیں رہی ہے۔ الحمد للہ یکسوئی ہے۔

تحقیق: توحید کا مطلب یہی ہے اصل (بات) یہ ہے کہ پہلے آپ پر ظاہر کا غلبہ تھا اس لئے آپ کو ان بزرگوں سے زیادہ مناسبت تھی جن پر ظاہر کا غلبہ ہے۔ حاجی صاحب! سچ کہتا ہوں باطن والے لوگ اس وقت بہت کم ہیں الا ماشاء اللہ۔ اب اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ باطن کا غلبہ شروع ہونے لگا ہے، اللہ تعالیٰ مکمل فرمائیں۔

مجھے ان آثار (وعلامات) سے بہت خوشی ہوئی۔ یہ آثار آپ کے دل سے ان پردوں کے ہٹنے کے ہیں جو میرے اور آپ کے درمیان تھے۔ اب آپ اس مناسبت کی برکات دیکھیں گے۔ مگر آپ خود ان برکات کا انتظار نہ کریں اور ان کو کچھ نہ سمجھیں۔

شیخ سے مناسبت نہ ہونے کے اسباب

حال: (رسالہ) النور میں دو جگہ بعض خادموں کے بارے (لکھا ہوا) دیکھا کہ حضور نے فرمایا تم کو مجھ سے مناسبت نہیں ہے۔ جب (سے) یہ (لکھا ہوا) دیکھا ہے (مجھے) بہت ہی ڈر لگتا ہے کہ اگر خوانخواستہ یہ بات میرے ساتھ پیش آ جائے تو (میرا) زندگی گزارنا ہی مشکل ہو جائے گا۔ آہ یہ وہ میرا داغ ہے جو دشمن کو بھی نہ ملے۔

یہ ڈر اپنے معمولات میں سستی اور استقامت کے نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ حضور (میرے لئے) دعا فرمائیں ان شاء اللہ حضور کی دعا مقبول ہے۔

تحقیق: (آپ کے معمولات کی سستی دور ہونے اور استقامت کے لئے) دعا کرتا ہوں۔ مناسبت کا نہ ہونا بات نہ سمجھنے یا نہ ماننے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب یہ بات نہ ہو تو کوئی ڈر کی بات نہیں ہے۔

”طالب کے اخلاق کو بیعت کرنے میں دیکھنا چاہئے نہ کہ تعلیم کرنے میں دیکھنا چاہئے“

سوال: ہمارے پاس دو شخص آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ بتاؤ۔ اکثر لوگوں میں اخلاص کم نظر آتا ہے، بعض

لوگ تو ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ذکر و اذکار وغیرہ پوچھ کر چلے جاتے ہیں لیکن کرتے نہیں ہیں۔ اس لئے میں نے ان (دو شخصوں) سے کہا: اس وقت آپ کا آنا دوسرے کام کی وجہ سے ہوا ہے اگر کبھی خاص اسی کام کے لئے آئیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ جو بزرگوں کا بتایا ہوا ہے بتا دوں گا۔ کچھ مدت گزر گئی وہ نہیں آئے اسی طرح تحریر سے یہ (بھی) معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں میں اخلاص کم ہے۔

مگر مجھے (اس طرح لوگوں کو واپس کرنے سے) یہ ڈر لگا ہوا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ تو مجھ سے ناراض تو نہیں ہو جائیں گے۔ اس سے بھی ڈر لگا کہ کہیں یہ حضور کے حکم کی مخالفت تو نہیں ہو جائے گی حضور نے مجھے اس خدمت کا حکم فرمایا ہے۔ دل پر اس وقت ایک بوجھ اور شرم کی کیفیت بہت ہوتی ہے کہ کیا ہم اس لائق نہیں ہیں۔

ان میں سے ایک شخص ہمارے بزرگوں کے معتقدین میں سے تھا۔ میرے ذہن میں آیا کہ جو لوگ ہمارے بزرگوں کے نسل در نسل صرف نام کے معتقدین ہیں ان کو ہمارے بزرگوں کے علاوہ کسی دوسرے (بزرگ) کے پاس جانا ایک عار (عیب) لگتا ہے اس لئے یہ دوسروں کے پاس نہیں جاتے۔ لوگوں کے یہ کہنے سے بھی ڈرتے ہیں کہ (لوگ کہیں گے) اپنے مرشدوں کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس گئے۔ میرے خیال میں آیا کہ اس عار کی وجہ سے ان لوگوں کو ہم سے فائدہ نہیں ہوگا تو ایسے لوگوں کو دوسرے حضرات کے پاس جانے کی ترغیب دی جائے تو بہتر ہے۔

(پوچھنے کی بات یہ ہے کہ) کیا میرا یہ خیال صحیح ہے یا غلط اور بیعت اور تلقین میں لوگوں کے اخلاص اور کام کرنے کی اچھی نیت دیکھنے کے لئے (بیعت میں) تاخیر کرنا صحیح ہے یا نہیں یا جو لوگ آئیں ان کو ان کے کہنے پر فوراً بغیر سوچ اور تاخیر کے بیعت اور تلقین کی جائے۔

جواب: آپ کی سمجھداری اور اخلاص سے (مجھے) بہت خوشی ہوئی۔ میرے نزدیک بیعت کرنے میں تو ان سب خیالات کی رعایت کرنا اچھا ہے مگر تعلیم کے لئے کسی خیال کی طرف توجہ نہ کریں۔ (جو بھی آئے) سب کو طریقہ بتا دیں اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ اخلاص پیدا ہونے کی امید ہے۔

گناہ کرنے سے بیعت کا نہ ٹوٹنا

سوال: اگر کوئی شخص کسی پیر کا مرید ہے اور اس سے کوئی گناہ کبیرہ زنا یا کوئی حرام کام ہوا تو کیا اس سے بیعت باقی رہتی ہے یا (ٹوٹ جاتی ہے جس کی وجہ سے) دوبارہ بیعت ہونے کی ضرورت ہے۔

جواب: اس (حرام کام کرنے) سے بیعت تو نہیں ٹوٹتی ہے مگر اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔ جیسے اگر کوئی بہت

بد پرہیزی کرے تو اس سے اس کی زندگی تو ختم نہیں ہوتی ہے لیکن اس سے قوت اور صحت ایسی خراب ہو جاتی ہے کہ اس کی حالت موت سے بھی خراب ہو جاتی ہے۔

شیخ کے پاس آنے کی شرط

حَال: کبھی دل سے یہ شوق بہت پیدا ہوتا ہے کہ تہجد کے بعد ان لوگوں کی طرح کچھ ذکر کیا کروں جو اپنے مرشد کے سامنے بیٹھ کر ان کے ارشاد کے مطابق ذکر کرتے ہیں۔ اس وقت فوراً یہ خیال بھی آتا ہے کہ مجھ جیسا بھی کوئی بدقسمت اور گناہ گار دنیا میں نہیں ہوگا کہ تقریباً بیعت ہوئے نو سال ہو چکے ہیں ابھی تک حضرت کی خدمت میں خانقاہ میں حاضر نہ ہو سکا۔ بڑی حسرت ہوتی ہے کہ نہ دین کا رہا اور نہ ہی دنیا کا رہا ہوں۔ دنیاوی تعلقات میں روزانہ زیادتی ہوتی جا رہی ہے۔ خانقاہ میں حاضر ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پانچ لڑکیاں عطا فرمائیں ہیں۔ ان کی شادی کرنے کی بہت ہی فکر ہے۔ آج کل لوگوں کے رہنے سہنے کے طور طریقے دیکھ کر بہت ہی افسوس اور بے چینی ہوتی ہے کہ لوگ غریبوں کو پوچھتے تک نہیں ہیں تو شادی بیاہ کون کرتا ہے۔ اگر حضور کی خوشی ہو تو کسی طرح بھی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت کے پاس کچھ دن رہوں۔

تحقیق: اگر معاش (گذر بسر کی چیز) سے اطمینان ہو یعنی چند دنوں کے لئے آئیں ان کے لئے اگر کچھ (گذر بسر کے) بندوبست کا انتظام ہو تو خبر دیجئے تا کہ مشورہ دوں۔

مرید کرنے کے لئے اہلیت کا ہونا شرط ہے

سُؤال: عام لوگوں میں سے ایک شخص اپنے شیخ سے تعلیم وتلقین لیتا ہے۔ کسی رات اپنے محلّہ کی مسجد میں نم آنکھوں اور سینہ پر بوجھ لئے ہوئے سویا ہوا تھا۔ اچانک اس نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: "اے شخص اٹھ اور مولوی عبدالرحمٰن کے پاس جا کر ان سے مرید ہو جاؤ۔ یہ شخص نیند سے بیدار ہوا اور میرے پاس آیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کے مطابق مجھے تلقین کرو۔ میں یہ بات سن کر حیران رہ گیا میں نے کہا: میں کہاں اس قابل کہ رسول اللہ ﷺ مجھے حکم کریں کیوں کہ میں اپنے میں اس کام کی صلاحیت نہیں پاتا ہوں۔ اب میں (آپ کی خدمت میں) بھیگی آنکھوں اور ننگے سر (یعنی انتہائی عاجزی سے) عرض کرتا ہوں کہ بندہ کے لئے اس شخص کے بارے کیا بہتر ہے فرمائیں۔ ہدایت کا سورج ہمیشہ روشن رہے۔

جَواب: اس شخص کا شیخ کہاں ہے اور اس کی کیا حالت ہے؟ صرف تلقین کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے اور

بیعت کرنے کے بارے میں جب آپ کو نہ دیکھ لوں اور آپ میں کچھ نہ دیکھ لوں میں کچھ کہہ نہیں سکتا ہوں۔ کیونکہ خواب شرعی حجت نہیں ہے اور بیعت کے لئے صلاحیت کی ضرورت ہے۔

بیعت کی ضرورت

حَالؔ: (مجھے) اس بات کا یقین تھا کہ جو کام سنت نبوی کی طرف لے جاتا ہو وہ (کام اللہ تعالیٰ کے ہاں) قبول ہے۔ (لیکن) بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ تصوف کا نام تک نہیں جانتے (لیکن) پھر بھی دن رات عبادت میں مصروف رہتے اور رسول اللہ ﷺ کے نام پر قربان ہو جاتے ہیں۔ اگر تصوف کے بعد بھی نتیجہ یہی ہو تو بیعت ہونے سے کیا کوئی نیا فائدہ ہوتا ہے (یا) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیعت اسلامی کافی ہے۔

تَحْقِیقؔ: یہ یقین صحیح ہے۔ بیعت ہونے کی ضرورت عمومی طور پر نہیں ہے (کہ ہر کسی کے لئے بیعت ہونا ضروری ہے) لیکن (بات یہ ہے کہ) اس (دن رات عبادت کی مشغولی والی) حالت کے باوجود نفس کو دھوکہ ہوتا ہے اور بعض چھپے ہوئے امراض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بغیر کسی پکے چار پیر کے بتائے بغیر سمجھ میں نہیں آتے۔ اگر سمجھ میں آ بھی جائیں تو ان کا علاج سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ اس لئے (شیخ کا ہونا اور) شیخ سے تعلق ہونا ضروری ہے۔

شیخ سے مناسبت نہ ہونے کی علامات

حَالؔ: ایک بڑے ہی نقصان کی بات اور بڑا برا اور مہلک مرض مجھ میں ہے اور ایک عرصہ سے ہے۔ ہر مرتبہ خط لکھتے وقت بتاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ مگر اب بہت ہمت کر کے لکھتا ہوں۔ آپ ہی سے نہ کہوں گا تو کس سے کہوں گا۔ وہ بات یہ ہے کہ مجھے کئی جگہ حضور کی صحبت حاصل رہی ہے۔ دس بارہ مرتبہ دلی میں، دو مرتبہ تھانہ بھون میں اور سہارنپور، نجیب آباد، سولی، مراد آباد، میرٹھ اور دیوبند وغیرہ میں بھی حضور سے ملاقات ہوئی ہے۔

آپ سے عقیدت، محبت اور ہر وقت آپ کا خیال رہنے کے باوجود میری حالت بہت عجیب ہے اور یہ خبیث مرض مجھ میں ہے کہ آپ کے سامنے آپ کی عقیدت و محبت کم ہو جاتی ہے اور آپ کے پیچھے ذوق و شوق اور بہت انسیت اور محبت ہوتی ہے مگر جیسے ہی آپ کی صورت (مبارکہ) دیکھی اور کچھ دیر پاس بیٹھا تو وحشت ہوتی ہے اور طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔

اس کی وجہ کیا ہے اس کی وجہ سے بہت پریشان رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے جلد ہی اس کا علاج فرمائیے۔ یہ حالت بہت ہی خطرناک ہے میں تو سمجھتا ہوں۔

ع صحبت عیسیٰ بنائے خر کو انسان کس طرح

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

ناقص کا صفا کیش سے نہ مطلب برآئے جو کور ہو اسے عینک سے کیا نظر آئے

خدا کے لئے جلدی سے (میری) خبر لیجئے میری تو حالت ایسی ہوگئی ہے جیسے عارف شیرازی فرماتے ہیں۔

زروئے دوست دل دشمناں چہ دریابد چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا

ترجمہ: ''دوست کے چہرے سے دشمنوں کے دل کو کیا حاصل ہوگا ــــ بجھا ہوا چراغ کہاں اور آفتاب کی شمع کہاں۔''

کیا ظاہر میرا دوست اور باطن دشمن ہے (یا) حضرت سے جدائی (ہی) بہت مفید ہے اور ملنا بہت ہی نقصان دہ ہے۔ ملنے کی تمنا اور شوق بہت بڑھا ہوا ہے ہر وقت تسلی دیتا ہوں کہ۔

زود باشد کہ بباید سلامت یارم اے خوش آں روز کہ آید سلامت برما

ترجمہ: ''یقیں کامل مجھے اب جلد ہوگا میرا کام کیسا پیارا دن ہوگا جس میں ہوگا میرا کام۔''

جواب: یہ (حالت) محبت وعقیدت کی کمی (کی وجہ سے) نہیں ہے بلکہ مناسبت کے نہ ہونے کی وجہ سے وحشت ہے۔ اس وحشت کی وجہ محبت کی کمی کا شبہ ہوتا ہے۔ مناسبت زیادہ پاس نہ رہنے اور مزاج نہ پہچاننے کی وجہ سے ہے۔ مزاج نہ پہچاننے ہی کی وجہ سے آپ سے بعض کام مزاج کے خلاف بھی ہوجاتے ہیں جس سے آپ کے دل پر کچھ وحشت ہوجاتی ہے۔

اس کا علاج ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ کوئی نقصان دہ چیز نہیں ہے۔ لیکن علاج کے ضروری نہ ہونے کے باوجود بھی اگر علاج کے لئے دل چاہتا ہے تو (میرے) پاس زیادہ رہنے یا بار بار آنا جانا لازمی کرلو۔

شیخ سے محبت کا ہونا اللہ تعالیٰ سے محبت ہونے کی علامت ہے

حال: کچھ دن ہوئے ایک مرتبہ نماز کے درمیان حضور کا اور اللہ جل شانہ کا خیال آیا۔ نماز کی توفیق عطاء کرنے پر اللہ تعالیٰ کا احسان ذہن میں آیا اور سیدھے راستے پر حضور کے فیض سے چلنے کی وجہ سے حضور کا خیال آیا (یعنی اللہ تعالیٰ اور حضور کا دونوں کا خیال آیا) تو حضور سے ایسی محبت محسوس ہوئی کہ جیسے حضور کا تصور میرے دل کے اندر سرایت کر گیا کہ میرے دل میں صرف حضور ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خیال اتنا نہ رہا جتنا حضور کا تھا (یعنی دونوں خیالوں میں حضور کا خیال زیادہ رہ گیا)۔

نماز کے بعد حیرت میں ڈوبا رہا کہ یہ بات کیا ہے (کہ اللہ تعالیٰ پر حضور کا خیال غالب آیا) کئی دنوں سے لکھنے کا ارادہ تھا کہ حضور کو لکھوں لیکن اس ڈر سے کہ یہ اچھی بات نہیں ہے نہیں لکھا۔ پھر یہ خیال آیا کہ اگر اچھی بات بھی نہیں ہے تو بھی حضور سے عرض کرنی چاہئے۔ اس لئے التجا کی کہ حضور میرے دل کی اصلاح کے لئے خصوصی طور سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے (مجھے) صراط مستقیم پر جمائے رکھیں۔ ﴿ان القلوب بين الاصبعين من اصابع الرحمن يقلبها كيف يشاء﴾ (کہ دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں ان کو جیسے چاہے پلٹ دیتے ہیں) کا خیال کر کے طبیعت بہت بے چین رہتی ہے۔

تحقیق: یہ کیفیت کوئی خراب کیفیت نہیں ہے اس لئے اس کے علاج کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ نہ جاننے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے کم ہونے کا خیال پیدا ہوگیا ہے ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کی محبت زیادہ (اور غالب) ہے۔ (اللہ تعالیٰ کی محبت کے زیادہ ہونے کی) دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی آپ سے کہے کہ ان دو محبتوں میں سے جس کو پسند کرو صرف ایک محبت ہی رہ سکتی ہے تو اس وقت یقینی طور پر اللہ تعالیٰ ہی کی محبت رہ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے غالب ہونے کی یہ واضح دلیل ہے۔ یہ (اللہ تعالیٰ کی) محبت طبعی ہونے کے باوجود عقلی محبت کی طرح ہے (کہ اگر عقل کے اعتبار سے دیکھا جائے تو عقلی بات ہی صحیح ہے لیکن دوسری چیزوں کے مقابلے میں وہ عقلی بات کم لگتی ہے جیسے عقلی اعتبار سے اللہ تعالیٰ ہی کی محبت اصلی اور حقیقی ہے لیکن شیخ سے انس ہونے کی وجہ سے شیخ کی محبت زیادہ محسوس ہوتی ہے مگر جہاں دونوں کا مقابلہ آئے تو آدمی شیخ کے مقابلے اللہ تعالیٰ ہی کی محبت کو اختیار کرتا ہے اور کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ) اس کی علامتیں نازک ہیں (جس کی وجہ سے ہر وقت یہ محسوس نہیں ہوتی ہے اور) جس کی وجہ سے اس کے کم ہونے کا خیال پیدا ہوتا ہے ورنہ قوی یہی (اللہ تعالیٰ کی محبت) ہے۔ انسان کو بھی اسی عقلی محبت کا حکم ہے (کہ اس اعتبار سے محبت حقیقی اللہ تعالیٰ ہی سے ہو اس لئے آپ) بالکل مطمئن رہیں۔

اس کے علاوہ (ایک بات یہ بھی ہے کہ) شیخ کی محبت اللہ تعالیٰ ہی کی محبت ہے کیوں کہ شیخ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے ہی ہے وجہ یہ ہے کہ شیخ سے محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے حاصل ہونے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے تو اللہ تعالیٰ ہی شیخ کی محبت کے لئے ذریعہ ہیں (کہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہی شیخ کی محبت ہوئی) اب پہلی محبت اللہ تعالیٰ کی ہے (جو خالص ہے اس میں دوسری کوئی چیز نہیں ہے) دوسری محبت شیخ کی محبت ہے (جس میں شیخ کی محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی ہے)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو محبت اکیلی ہوگی جس میں ایک چیز صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اور وہ محبت جس میں

دو چیزیں ہوں ایک شیخ کی محبت دوسرے اللہ تعالیٰ کی محبت تو ان دونوں میں وہ محبت جو اکیلی ہوگی وہ اس محبت سے زیادہ ہوگی جس میں دو چیزیں ہوں تو اللہ تعالیٰ کی محبت شیخ کی محبت کے مقابلے میں زیادہ ہوگی۔

شیخ اور رسول کی محبت کا سعادت کی کنجی ہونا

حَال: جس وقت رسول مقبول (ﷺ) اور آپ کا ذکر سنتا ہوں رونے کی ایک حالت ہو جاتی ہے اور ضبط سے کام لینا پڑتا ہے۔

جَواب: یہ حالت تو اعلیٰ درجہ کی حالت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت پھر شیخ کی محبت کامیابی کی چابی ہے۔ مبارک ہو۔

حَال: (مجھے اپنے) دل میں حضور والا کی محبت بہت ہوتی ہے۔ حضور کبھی اپنی طبیعت کے ضعف وغیرہ کو بیان فرماتے ہیں تو اس وقت دل میں تیر سا لگ جاتا ہے اور دل سے یہ بات نکلتی ہے کہ "لا زالت شموس فیوضکم" کہ آپ کے فیوض کے سورج کبھی غروب نہ ہوں حتیٰ کہ ہم ہی حضور سے پہلے مر جائیں۔

تحقیق: ان شاء اللہ یہ معلم کی صحبت مقصود تک پہنچنے کی چابی ہے جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں۔

شیخ کی محبت

حَال: بفضلہ تعالیٰ ایک چیز پہلے سے مجھے حاصل تھی مگر آج کل اس میں زیادتی ہے اور وہ چیز حضور کی محبت ہے۔ بس یہی جی چاہتا ہے کہ (حضرت کے) چہرۂ مبارک کو دیکھتا رہوں۔ اگر حضرت کا رعب نہ ہوتا تو پیشانی مبارک پر بوسہ دیتا، سینہ سے لپٹ جاتا اور پیروں پر لوٹتا۔

تحقیق: شیخ کی محبت کامیابی کی چابی ہے۔

حَال: بس (میری) یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی محبت میں اور ترقی نصیب فرمائیں۔ جی چاہتا ہے کہ مجھے حضرت کی طرح چلنا، بات کرنا، طریقہ اور انداز نصیب ہو جائے۔ اس کے حاصل ہونے کے لئے حضرت دعا فرمائیں۔

تحقیق: دل و جان سے (دعا کروں گا)۔

حَال: اس محبت کی وجہ سے التماس ہے کہ حضرت عصر کی نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر جو پڑھتے ہیں، جو پیشانی پر لکھتے ہیں اور جس دعا میں محبت پڑھتے ہیں مجھے بھی (ان کی) اجازت عطا فرما دیں۔ اگر تکلیف نہ ہو تو ان

(سب چیزوں) کا فائدہ بھی بتا دیں۔ میں نے لوگوں سے یہ دونوں دعائیں معلوم کر لی ہیں۔

تحقیق: (آپ کے معلوم کر لینے کے باوجود بھی) میں دوبارہ لکھ دیتا ہوں۔

سر پر ہاتھ رکھ کر "بسم اللّٰہ الذی لا الہ ھو الرحمن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم والحزن" **ترجمہ:** میں نے اللہ تعالیٰ کے نام سے نماز ختم کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ اے اللہ! "آپ مجھ سے فکر و رنج کو دور کر دیں۔" یہ دعا حصن حصین میں ہے اور اس کا فائدہ اس کے ترجمہ سے ہی ظاہر ہے۔

پیشانی پر صرف لفظ لکھتا ہوں اور اس کا فائدہ کسی دلیل سے معلوم نہیں ہے بچپن سے پڑھنے کی عادت ہے۔

جس دعا میں محبت ہے وہ دعا یہ ہے کہ "اللھم اعط محمد الوسیلۃ واجعل فی المصطفین محبتہ فی العالمین درجتہ وفی المقربین دارہ" قاضی ثناء اللہ صاحب نے کسی تصنیف میں فائدہ لکھا ہے بچپن میں دیکھا تھا اب یاد نہیں ہے۔

حال: اس پہلے والے خط میں جو شکایت (بیماری، الجھن) لکھی تھی کہ معمولات ادا کرتے وقت (ایک) بوجھ سا محسوس ہوتا ہے۔ الحمد للہ وہ شکایت اب ختم ہوگئی ہے۔ (اسی طرح اس سے پہلے والے خط میں جو حضرت کے پاس ہے) لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت کی برکت سے نماز کے ہر رکن میں ایک خاص لطف نصیب ہوتا ہے۔ التحیات درود اور دعا میں ایک خاص کیفیت ہوتی ہے اور جب حضرت تکبیرات انتقال ادا کرتے ہیں تو کلیجہ اچھلنے لگتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک نئی بات یہ ہوئی کہ جب اسم ذات وغیرہ سے فارغ ہوا مناجات مقبول جو آج صبح نہیں پڑھی تھی اس کو بھی پڑھ کر فارغ ہو کر اپنے حجرہ کی طرف چلا تو ایسا لگا کہ کسی نے پکڑ کر روک لیا اور حضرت کی محبت کا جوش پیدا ہوا اور رونا شروع ہو گیا اور بار بار یہ شعر زبان پر جاری ہو گیا۔

آنا نکہ بنظر خاک را کیمیا کنند — آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

ترجمہ: "مٹی جن کی اک نظر سے سونا ہو جائے ـــــ کاش کہ ان کی نظر ہم پہ ہو جائے۔"

اپنے دل کو بہت سمجھاتا رہا کہ حضرت نے تو بہت نظر کی (جس کی وجہ سے) تم کیا تھے اور کیا ہو گئے یہ سب حضرت کی نظر نہیں تھی تو اور کیا تھا۔ دل کی طرف سے جواب ملتا تھا کہ بے شک حضرت کی نظر تھی۔ مگر تمنا اور زیادہ

(نظر ہونے) کی ہے اور یہ اشعار بھی پڑھتا تھا۔

ایکہ تو ہر خار را گلشن کنی دیدہ ہرکور را روشن کنی

ترجمہ: "تو ہی کانٹے کو پھول بناتا ہے ـــــ تو ہی اندھے کو بینا بناتا ہے۔"

آخر جب نہ رہا گیا تو حضرت کے سامنے جا کر بیٹھ گیا وہاں بھی روتا ہی رہا۔ خیال تھا کہ جب تک حضرت بیٹھے رہیں گے (حضرت کا) چہرۂ مبارک دیکھتا رہوں گا حافظ صاحب (حضرت سے) آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ اس خیال سے چلا آیا کہ شاید کوئی راز کی بات ہو۔ آنے کے بعد کھانا کھا کر سو گیا۔ دو خواب دیکھے جن کو آگے لکھتا ہوں۔

❶ خواب میں دیکھا کہ حضرت مجھے تسلی دے رہے ہیں کہ تم دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے بڑے اولیاء کے علاوہ کسی چیز سے بھی مت ڈرو۔ مگر آج جو غم لکھا اس کی وجہ خوف نہ تھا بلکہ حضرت کی محبت اپنی کمی اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا شوق وجہ تھی۔

❷ (خواب میں) دیکھا کہ بہت بڑا مجمع ہے لوگ حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ بخاری شریف شروع کرنے کی بات چل رہی ہے کہ حضرت بخاری شریف پڑھائیں گے۔ وہ جماعت جو بخاری شریف شروع کرنے والی ہے اس جماعت میں میں بھی ہوں۔ حضرت نے وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی اور تشریف لائے۔ حضرت کی داڑھی جتنی ہوتی ہے اس سے کچھ بڑھی ہوئی ہے اور ہر طرف سے برابر تراشی ہوئی نہیں ہے بلکہ کہیں سے بڑی اور کہیں سے چھوٹی ہے۔ چہرہ مبارک حضرت کا بہت نورانی ہو رہا ہے۔ حضرت بیٹھے اور بخاری شریف شروع کروائی۔ بخاری کی عبارت پڑھنے والے کوئی اور صاحب تھے جن کو میں پہچانتا نہیں تھا۔ حضرت نے عجیب عجیب نکتے بیان فرمائے جن کو یاد نہ رہنے کی وجہ سے میں بیان نہیں کر سکتا ہوں۔ تقریر میں یہ بات بھی آئی کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر تدبیر پر غالب آتی ہے۔ (ان خوابوں کی) تعبیر بیان فرمایئے۔

تحقیق: ان شاء اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطنی طور پر سنت کے اتباع اور اس کی برکتیں حاصل ہوں گی۔

حال: میرے ماوی (میرا ٹھکانہ) تو آپ ہی ہیں۔ میں نے حضرت کی باتیں مختصر طور سے تقریباً دو سو سے زیادہ جمع کر لی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان سے دنیا و آخرت میں بہت فائدہ حاصل کروں گا۔

تحقیق: اگر دل چاہے تو ان (باتوں) کو صاف لکھ کر مجھے دکھا دیجئے۔ نظر ثانی (دوبارہ دیکھنے) سے وہ باتیں معتبر بھی ہو جائیں گی اور دوسروں کے فائدہ کے قابل بھی ہو جائیں گی۔

حَال: خادم کی خواہش یہ ہے کہ حضرت کے معمولات اور طور طریقوں کے کچھ اصول معلوم ہو جائیں تو اپنی لاحق ہوئی باتیں بتانے میں بہت آسانی ہوگی۔ مثال کے طور پر حضرت کے معمولات کے دو چار اصول لکھتا ہوں ① لایعنی (غیر ضروری) اور فضول (چیزوں) سے بچنا۔ ② دل کو خالی رکھنا (یعنی کسی شخص یا کسی چیز سے جی نہ لگانا دلی تعلق نہ رکھنا)۔ ③ اوقات کا انضباط رکھنا (یعنی ہر کام کے لئے وقت مقرر کرنا اور اس کام کو اسی وقت مقررہ پر کرنا)۔ ④ مخلوق کو فائدہ پہنچانا اور نقصان پہنچانے سے بچنا۔ امراء (مالداروں) کا جان بوجھ کر احسان نہ لینا۔ اسی طرح اور معمولات بھی ہیں جو مجھے معلوم نہیں یا یاد نہیں ہیں۔

ان معمولات کے معلوم ہونے کے بارے میں گزارش ہے کہ اگر یہ کسی تصنیف میں لکھے ہوئے ہیں تو اس تصنیف کے بارے میں بتا دیں یا اگر بلا تکلف حضرت خود اپنے قلم مبارک سے دو چار معمولات تحریر فرما دیں کہ میں اس کو اپنی ساری عمر کے لئے تعویذ بنا لوں۔

تحقیق: پہلے تو مجھے اتنی فرصت نہیں ہے (کہ میں تحریر کروں) دوسرے ایک وقت میں اتنی چھوٹی چھوٹی باتیں کہاں یاد آ سکتی ہیں۔ اس کو لکھنے (اور محفوظ کرنے کا) طریقہ یہی ہے کہ دیکھتے جائیں اور (جو معمول و اصول مل جائے اسے) لکھتے ہیں۔ پھر بھی مولوی محمد مصطفیٰ صاحب نے معمولات اشرفی کے نام سے ایک اچھا خاصا مجموعہ لکھا ہے اس سے کافی مدد ملنے کی امید ہے۔

حَال: (ذکر و شغل کے) معمولات (الحمد للہ) آسانی کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ گھریلو کام کاج زمینداری کی طرف سے دل کو ایک قسم کی نفرت اور لاپروائی ہوتی جا رہی ہے۔ آج کل مزاج میں غصہ زیادہ ہو گیا ہے۔ اگر شریعت کے خلاف کوئی بات گھر والوں یا کسی دوسرے میں دیکھتا ہوں تو سختی سے بات کرتا ہوں۔ گھریلو کاموں میں بھی اکثر جھنجلا کر جواب دیتا ہوں۔ اپنے ذاتی بناؤ سنگھار یا مال و جائداد کے بڑھانے کی دل میں بالکل کوئی خواہش نہیں ہے۔ نہ ہی اس کی کوئی کوشش کرتا ہوں، ہاں نماز کے بعد یہ اللہ تعالیٰ سے دعا ضرور کرتا ہوں کہ (اے اللہ!) آپ نے مجھے جو کچھ (مال وغیرہ) عطا فرمایا ہے اس کو (ہمیشہ) باقی رکھئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتنا سرمایہ اور اتنی جائیداد میرے گذر (بسر) کے لئے کافی ہے۔

اکثر جب کسی کام میں الجھن (اور پریشانی) پیش آتی ہے کہ عدالت جانا پڑے گا تو خیال آتا ہے کہ ان سب مسائل (جھگڑوں، جھمیلوں) سے خود کو الگ کر لوں۔ مگر والدہ اور اہلیہ کے اصرار کی وجہ سے کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہوں، میرے علاوہ دوسرا کوئی اور شخص کام کرنے والا نہیں ہے۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں: تمام کاروبار خراب ہو

جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا ہو جاتا ہے کہ عدالت تک جانا ہی نہیں پڑتا ہے اور کام بھی ہو جاتا ہے۔

لباس کی حالت یہ ہے کہ پہلے شیروانی اور انگریزی بوٹ وغیرہ استعمال کرتا تھا مگر جب سے حضور والا کے لباس کو دیکھا ہے (لباس میں) وہی طریقہ اختیار کر لیا ہے اور اس کے استعمال سے بہت ہی لطف (مزا) آتا ہے۔ لوگوں نے پہلے (اس لباس کا) بہت مذاق اڑایا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھی اس ناکارہ کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ زمینداری وغیرہ کرتے ہوئے طبیعت اس لئے اکتا جاتی ہے کہ نجانے کون سا کام نہ چاہتے ہوئے بھی شریعت کے خلاف ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اگرچہ جس قدر ہو سکے احتیاط کرتا ہوں۔

تحقیق: ماشاء اللہ تمام حالات پسندیدہ ہیں۔

حال: (ان تمام حالات کے باوجود) صرف اپنے اس خیال پر تقویت ہے کہ تو ایک ایسے فیض کے چشمہ تک پہنچ گیا ہے کہ "آنکہ واخاک رابنظر کیمیا کنند"۔

ترجمہ: "وہ لوگ جو اپنی نگاہوں سے خاک کو سونا بنا دیتے ہیں۔"

یہ وہ جگہ ہے جہاں سے کوئی سچے یقین، سچے اعتقاد اور سچی پیاس والا اپنی پیاس بجھائے بغیر نہیں آتا ہے۔

تحقیق: خیر میں کیا چیز ہوں۔ یہ سب حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی برکتیں ہیں جو ایک بے حس نل سے جاری ہیں۔

تربیت کرنے والے شیخ کی ہر خرابی کا طالب پر اثر نہ کرنا

حال: میرے دل میں ایک خیال آتا ہے کہ میری عملی حالت بہت خراب ہے۔ جو لوگ اچھے اعتقاد اور اعتبار سے مجھ سے تعلق رکھتے ہیں اگر ان کو میری صحبت سے (میری عملی خرابی کی وجہ سے) میری صحبت کا برا اثر پڑے تو یہ میری طرف سے (ان کو) دھوکہ ہوگا یہ خیال کبھی ایسا آتا (اور زیادہ ہو جاتا) ہے کہ دل چاہتا ہے کہ تعلیم و تربیت کا کام چھوڑ دوں۔

موقع موقع کے پیش آنے والے مسائل پوچھے جائیں تو اگر (معلوم و) یاد ہو تو بتا دوں ورنہ خاموش رہوں۔

پھر یہ خیال آتا ہے کہ آپ مصلحتوں کو مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے مجھے جو اجازت عطا فرمائی ہے اس کی مصلحت میری عقل سے اونچی ہو جو ابھی میری سمجھ میں نہیں آتی ہے۔

غرض یہ کہ میں اس کام کو اللہ تعالیٰ کے بھروسے اور اپنی طرف سے نیک امید پر کرتا ہوں اور اس کام میں دلیل کے بغیر آپ کی تقلید کرتا ہوں۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے اس کام کو آخرت میں مفید بنائیں

اور اس کام میں ہر قسم کی گمراہی اور ہر فتنے سے میری حفاظت فرمائیں۔ اس خیال کے بارے میں جو اوپر لکھا ہے آسان سا کوئی تسلی بخش جواب دیں تو عنایت (مہربانی) ہوگی۔

تحقیق: یہ خیال اس سلوک کے راستے کے سب بزرگوں کو ہوتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ کوئی بھی اپنی حالت کو اچھا نہیں سمجھتا ہے اس کے باوجود سب یہ (تعلیم و تربیت کی) خدمت کر رہے ہیں۔ سب کے نزدیک اس کی ایک اتفاقی وجہ یہی ہے کہ تربیت کرنے والے کی ہر خرابی کا اثر دوسرے شخص پر نہیں ہوتا ہے بلکہ (جس خرابی کا اثر ہوتا ہے اس میں) ایک تو یہ ہے کہ جو خلاف شرعی کام کھلم کھلا ہو خواہ زیادہ ہو یا کم ہو اور اس پر شرمندگی اور اس کا کوئی علاج نہ ہو (دوسرے یہ کہ) یا کوئی عقیدہ اور نیت میں کوئی خرابی ہو جیسے دھوکہ دہی اور مال و عزت و شہرت کی محبت وغیرہ حسن ظن کا اثر غالب اور نفع کا سبب بنا رہتا ہے۔

شیخ سے فائدہ حاصل کرنے کی شرط

حال: بندہ جناب والا کا معتقد جناب کے علم کی وجہ سے ہے اور آپ سے محبت آپ کے اخلاق کی وجہ سے ہے۔ باقی ایسی محبت جو پیر و مرید کے درمیان ہوتی جو کہ لوگوں میں مشہور ہے ایسی مجھ میں نہیں ہے۔ اس لئے عرض یہ ہے کہ ایسی محبت نہ ہونا فائدہ حاصل کرنے میں کمی کا سبب ہے یا نہیں ہے۔

تحقیق: (کوئی) کمی کا سبب نہیں ہے۔ فائدہ حاصل کرنے کا سبب عقلی محبت ہے نہ کہ طبعی محبت ہے۔

بیعت ہونے میں جلدی نہ کرنا

حال: خادم نے اس سال جمادی الثانی کے مہینہ میں ایک خط لکھ کر بھیجا تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ اس خادم کو بیعت کر کے اپنے حلقۂ غلامی میں داخل کر لیں۔ سلوک کے راستے میں جو کچھ (بندے کے لئے) ارشاد فرمائیں گے دل و جان سے عمل کروں گا۔ اس کے جواب میں (آپ نے) ارشاد فرمایا تھا کہ (آپ کے) حالات (معلوم ہونے) سے دل بہت خوش ہوا۔ (اور) آپ فی الحال قصد السبیل میں سے عالم مشغول کا دستور العمل موقع بموقع مطالعہ شروع کر دیں اور حالات اور معمولات کی اطلاع دیتے رہئے۔ ان شاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا بیعت کرنے کی (ابھی) جلدی نہیں ہے۔

حضرت کے ارشاد کی وجہ سے جتنا ہوسکتا ہے قصد السبیل سے عالم مشغول کے خاص دستور العمل کے (مطالعہ) کی پابندی ہو رہی ہے۔ مگر (یہ سب کچھ) بے مزہ ہو رہا ہے۔ اس لئے گزارش ہے کہ اس خادم کو حلقۂ غلامی میں لے کر بیعت سے سرفراز فرمائیں۔ دنیا میں حضور کے علاوہ کوئی مددگار نہیں ہے۔ میری دینی حالت

بہت بری ہے۔ امید ہے کہ حضرت اس دور رہنے والے کی مدد فرما کر بیعت فرمائیں گے اور صرف اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے باطنی مرض کا علاج فرمائیں اور اپنے حلقۂ غلامی میں داخل فرمائیں گے۔

تحقیق: اس (یعنی مطالعہ کی پابندی ہوتی ہے لیکن مزہ نہیں آتا) سے معلوم ہوا کہ لطف (ومزہ) کے لئے بیعت کی جاتی ہے اس لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ لطف (ومزہ) خود کوئی مقصودی چیز نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ بیعت سے یہ بات پیدا ہو جائے (یعنی لطف ومزہ آ جائے) ضروری نہیں ہے۔

موت کے بعد بیعت کا نہ ہونا

حال: زید کو کسی شیخ سے بہت ہی عقیدت تھی۔ لیکن ان سے (بیعت ہو کر) تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا کہ زید کی موت کا وقت قریب آ گیا تو شیخ کو تار کر کے آنے کے لئے عرض کیا۔ شیخ جب تشریف لائے تو اس وقت تک زید کا انتقال ہو گیا۔ ہاں زید نے ایک کام یہ کیا کہ شیخ کے نام ایک خط لکھ دیا کہ میں آپ سے بیعت ہوں۔ اب وہ شیخ زید کو اس خط کے ذریعے سے بیعت کر سکتا ہے یا نہیں۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ بیعت کا مقصد تعلیم و تربیت ہے وہ تو اب ہو نہیں سکتی ہے۔ صرف اپنے سلسلہ کے بزرگوں کے فیوض و برکات کے حاصل ہونے کی امید پر (بھی) سلسلہ میں داخل کر لینا مناسب ہے یا نہیں؟

تحقیق: شیخ زید کو بیعت نہیں کر سکتا ہے۔ باقی برکت کے لئے شیخ کا زید کی بیعت کو قبول کرنا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو زید کی محبت اور اعتقاد کی وجہ سے اصل ہو گئی ہے۔ (اس لئے بھی بیعت کی ضرورت نہیں ہے)

جو بیعت لینے کا اہل نہ ہو اس کو بیعت نہیں لینا چاہئے

سوال: ایک مرتبہ حافظ فلاں صاحب نے جو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بھی ہیں فرمایا تھا: اگر تم سے کوئی بیعت ہونا چاہے تو اس کو فوراً بیعت کر لیا کرو تو اچھا ہے۔ ان کے اس فرمان کے اعتماد پر میں نے بہت سارے لوگوں کو بیعت کر لیا۔ اب بھی کبھی کبھی ایسا موقع آ جاتا ہے کہ لوگ (بیعت کرنے کے لئے) اصرار کرتے ہیں۔

میں لوگوں کو بیعت کرنے کا خود کو اہل نہیں سمجھتا نہ مجھے خود کو پیر کہلوانے کا شوق ہے اور نہ ہی یہ شوق ہے کہ بیعت کرنے کے ذریعے (لوگوں سے) کماؤں۔ مگر کبھی کبھی ایسے مواقع آ جاتے ہیں کہ (لوگ بیعت ہونے کے لئے اصرار کرتے ہیں) خصوصاً اپنے رشتہ داروں کچھ مرد اور اکثر عورتیں بیعت کے لئے اصرار کرتی ہیں۔ (اس موقع پر) میں نے صرف یہ فائدہ دیکھا ہے کہ ان لوگوں کو بیعت کرنے کی وجہ سے میرے منہ سے بھی توبہ کے

الفاظ نکلیں گے، کچھ نہ ہو تو بھی یہ لوگ نماز وغیرہ کے تو پابند ہو جائیں گے اور مجھے ان کی تعلیم (وتربیت) کا موقع ملے گا ورنہ میرے رشتہ داروں میں بڑے بڑے پیر ہیں یہ لوگ ان سے بیعت ہو جائیں گے اور میرے قابو میں نہیں آئیں گے۔ ان پیروں میں جو بہت سے بڑے پیر اور خدا پرست سمجھے جاتے ہیں ان کا ایک معمولی سا کلام یہ ہے کہ۔

وہی جو متکیٔ عرش تھا خدا ہوکر اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہوکر

اس پر دوسروں کا اندازہ کر لیجئے۔

اس مصلحت (وفائدہ) کے لئے مجھے حافظ صاحب کے ارشاد کی وجہ سے بیعت کرنے کی جرات ہوئی۔ (یہ تو حافظ صاحب کی بات کی وجہ سے تھا) اب حضور آپ فرمائیں کہ میں نے کیا غلط کیا یا سب کچھ ہی غلط کیا۔ آئندہ اگر موقع آئے تو کیا کروں، بیعت کروں یا نہ کروں۔ میں یہ بھی خوب جانتا ہوں ہر کہ از خویشتن گم است کہ را پیری کند جو خود گمراہ ہو وہ دوسرے کی رہنمائی کیسے کرے گا۔

جَوَابْ: پہلے ایک مثال فرض کیجئے کہ ایک شخص (طب کے) قواعد (اور قانون) کے خلاف مطب (دواخانہ) کرتا ہے اور مریضوں کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔

دوسرا شخص بھلائی اور خیر خواہی کے لئے مریضوں کو اس مطب سے بچانے کا ذریعہ اختیار کرے کہ خود مطب کھول لے اور کہے کہ میں بھی طب نہیں جانتا ہوں میرے مطب میں یہ فائدہ ہے کہ لوگ ہونے سے بچیں گے۔ (یہ بھی کہے کہ) جس (مرض) میں خطرہ اور خوف ہو اس کا علاج اگرچہ میں بھی نہیں کروں گا مگر جن چیزوں میں خطرہ نہ ہو بتاتا رہوں گا۔ تو کیا اس بھلائی کی وجہ سے (مطب کھولنے کی) اجازت دی جائے گی یا یہ صورت مطب نہ کھولنے سے زیادہ نقصان دہ ہوگی کہ مطب نہ کھولنے کی صورت میں مریضوں کے مرنے کا سبب یہ (مطب کھولنے والا) خیر خواہ نہیں تھا لیکن اب جتنے مریض علاج نہ ہونے کی وجہ سے (کہ اس کے مطب میں علاج نہیں ہوتا ہے) ہلاک ہوں گے ان کا ذریعہ یہ خیر خواہ بنے گا۔

اگر ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے تو ان کا حکم معلوم کیجئے اگر فرق ہے تو بتایئے؟ رہی لوگوں کو گمراہی سے بچانے والی بات تو وہ زبان سے بھی ہوسکتی ہے پھر اگر کوئی نہ بچے تو وہ جانے۔

اگر بیعت کرنے کے لئے کسی کے ذہن میں یہ صورت آئے کہ بیعت کرکے کسی صحیح پیر کے پاس لے جائے تو غور وفکر کے بعد اس میں بھی کچھ خرابیاں نظر آتی ہیں۔

❶ لوگ دوسرے پیر کے پاس جائیں گے نہیں۔

۲ کچھ دن بعد لوگوں کے زیادہ مرید ہونے سے ایسے غیر کامل پیر میں خود کو کچھ سمجھنے، خود کو اچھا سمجھنے اور ریا وغیرہ چیزیں پیدا ہو جائیں گی۔

۳ تعلیم و تربیت کرتے ہوئے شرم کی وجہ سے کبھی اپنی جہالت کا اقرار بھی نہیں کرے گا۔

۴ اور ضلو فاضلوا کہ جو لوگ خود گمراہ ہوں اور دوسروں کو گمراہ کریں والا حال ہوگا۔

شیخ پر اعتراض کرنا محرومی کا سبب ہے

حال: جناب نے (ایک مرتبہ ایک) عمومی مجلس میں فرمایا تھا: ''شیخ پر اعتراض کرنا محرومی کا سبب ہے۔'' جناب عالی! واللہ! مجھے جو محبت اور عقیدت جناب سے ہے اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ لیکن خود بخود ارادے کے بغیر دل میں خیال آتا ہے کہ حضرت ایسا کیوں کرتے ہیں؟ پھر اعوذ باللہ پڑھتا ہوں کہ یہ تو اعتراض ہے پھر غور و فکر کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعتراض (حضرت سے) بداعتقادی کی وجہ سے نہیں ہوتے ہیں بلکہ صرف جو سمجھ میں نہ آئے اس کے بارے میں ہوتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا۔ اب (یہ ارشاد سننے کے بعد کہ پیر پر اعتراض محرومی کا سبب ہے) پریشان ہوں کہ میری محرومی کا سبب یہی تو نہیں ہے۔

تحقیق: یہ اعتراض کیونکہ غیر اختیاری ہے اور جتنا ہو سکتا ہے اختیار سے دفع بھی کرتے ہیں اس لئے یہ نقصان دہ نہیں ہیں۔ پھر بھی بہتر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل کو استعمال کر کے اس (اعتراض ہونے والی بات) کی حقیقت کو معلوم کر لیجئے۔

شیخ کی صحبت اور کتابی تعلیم کے فائدے

سؤال: علم کی کتابیں فقہ حدیث اور تصوف ساری موجود ہیں۔ اگر کوئی عمل کرنا چاہے تو کتابوں سے دیکھ کر عمل کر سکتا ہے تو پھر کسی خاص شخص (پیر و مرشد) کی صحبت اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ (پھر بھی صحبت اختیار کرنے کے بارے میں چند باتیں ہیں)۔

۱ میرے خیال میں کسی کی صحبت اختیار کرنے سے ایک تو بزرگوں کے سلسلہ کی برکت حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے خاص شخص اگرچہ وہی چیزیں بتاتا ہے جو کتابوں میں موجود ہیں لیکن بزرگوں کی زبان میں تاثیر ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے عمل کا شوق بڑھتا ہے۔ تیسرے (آدمی کو) اپنی استعداد (وصلاحیت) خود معلوم نہیں ہوتی ہے اور دوسرا شخص استعداد معلوم کر (کے علاج) کر سکتا ہے۔ چوتھے (آدمی کو) خود اپنے عیب کم معلوم ہوتے ہیں تو (آدمی جس کی تقلید و پیروی) کرتا ہے وہ بتاتا، سمجھاتا، خیال رکھتا اور سختی کرتا ہے۔

۲ میں (کسی) سلسلہ میں داخل نہیں ہوں اس لئے (بزرگوں کی) برکت سے محروم ہوں۔

۳ جو کچھ پوچھتا اور حالت بتاتا ہوں سب کا سب لکھ کر کرتا ہوں جو کتاب کی طرح ہوا تو زبانی فائدہ جو مقصود تھا وہ حاصل نہیں ہوا۔ (اس کی وجہ سے) یہاں (حضرت کے پاس) رہنا یا دوسری جگہ سے پوچھنا برابر ہوا۔

۴ جو کچھ معلوم کیا (پوچھا) اس کا جواب مل گیا۔ اب اس (پر عمل کرنے) کے لئے اپنی ضرورت اور استعداد خود معلوم ہونی چاہئے ورنہ (جواب میں جو عمل بتایا تھا سب) بے کار ہے۔

۵ جب تک امر و نہی اور سنت کے خلاف (عمل کرنے) پر ٹوکا نہیں جائے گا اس وقت تک پوری طرح پیروی ہونا (یعنی مرید کا شیخ کی پیروی کرنا) مشکل ہے۔ اس کے لئے سختی کی ضرورت ہے۔ (اور) بندہ اس سے بھی (سلسلہ میں داخل نہ ہونے اور شیخ کے نہ ہونے کی وجہ سے) محروم ہے۔

غرض سلسلہ میں داخل ہونے کے بارے تو میرا خیال ہے کہ جس وقت سلسلے میں داخل ہونے کے قابل ہو جاؤں گا حضرت خود (سلسلہ میں) داخل فرمالیں گے۔ ہاں اگر مناسب ہو تو (اس بات کی) اجازت عطا فرمائیں کہ اگر کچھ عرض کرنا ہو تو زبانی عرض کر دیا کروں اور امید کرتا ہوں کہ (جناب) باپ اور بزرگوں جیسی شفقت فرما کر بندے کی غلطیوں کو بتاتے رہیں گے۔

جواب: تمام خیالات صحیح ہیں جن (کے معلوم ہونے) سے دل خوش ہوا۔ (میں) روک ٹوک اس وقت کروں جب کچھ کوتاہی دیکھوں۔ میں (بھی) صرف تحریر (لکھی ہوئی کیفیت) ہی کو کافی نہیں سمجھتا ہوں بلکہ تحریری مضمون میں کوئی بات زبانی تحقیق کے قابل سمجھتا ہوں (کہ زبانی پوچھے بغیر حالت واضح نہیں ہوگی تو) کوئی وقت مقرر کر کے زبانی سن لیتا ہوں۔

(شیخ کے) پاس رہنے کے فائدے صرف وہی نہیں ہیں جو آپ نے لکھے بلکہ زبانی جو فائدے کی باتیں سنی جاتی ہیں وہ تحقیقات اور مسائل کا خلاصہ ہوتی ہیں جن کو سن کر اپنی حالت صاف ہو کر کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ اہل اللہ جو برکت والے ہوتے ہیں ان کی صحبت کا ایک فائدہ ان کی صحبت کے نفع کے ساتھ ان کے طرز عمل سے سبق حاصل کرنا بھی ہوتا ہے۔ اس لئے (آج کل) موجودہ حالات میں یہ صحبت کتاب اور عمل سے بہت زیادہ مفید ہے۔ اگر صحبت کے فائدے میں (مجھے) ذرا بھی شبہ یا کمی ہوتی تو میں کبھی بھی طالبین کے لئے تجویز نہ کرتا اور اگر (بعض لوگوں کی حالت اچھی ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں کو) منع کرنا شروع کر دوں تو دوسروں (یعنی جن کی حالت اتنی اچھی نہیں ہے ان) کی (صحبت میں نہ رہنے کی) درخواست بھی قبول کرنا پڑے گی تو صحبت کے مقرر کرنے کی ضرورتیں اور فائدے جس کی وجہ سے صحبت تجویز کی ہے سب ختم ہو جائیں گے۔ (ان تمام

باتوں پر) خوب غور کریں اور مطمئن رہیں۔

شریعت کے خلاف کرنے والے پیر سے بیعت توڑنا واجب ہے

حَال: میں ایک شخص بیعت ہوا بیعت ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ اس شخص کے عقائد خراب ہیں اور ان کا مذہب اپنا بنایا ہوا ہے۔ اس لئے ایک عجیب پریشانی میں مبتلا ہوں۔ آپ فرمائیں کہ کیا کروں بیعت توڑ سکتا ہوں یا نہیں۔

تَحقِیق: بیعت توڑ دینا واجب ہے۔

حَال: پیر صاحب کو بیعت توڑنے کی خبر کر سکتا ہوں یا نہیں؟

تَحقِیق: کسی جھگڑے وغیرہ کا خوف نہیں ہے تو بتا دینا بہتر ورنہ خود اپنا (بیعت توڑنے کا) ارادہ ہی کافی ہے۔

بیعت توڑنے کا طریقہ

حَال: بیعت توڑنے کا طریقہ کیا ہے؟

تَحقِیق: اس پیر سے تعلق نہ رکھنے کا پکا ارادہ کر لینا (ہی بیعت توڑنے کے لئے کافی ہے)۔

تربیت کے طریقوں کا مختلف ہونا

حَال: بندہ ناچیز نے کئی مرتبہ (آپ کو) خط لکھنے کا ارادہ کیا۔ کوئی نہ کوئی رکاوٹ آتی رہی۔ (ایک وجہ یہ ہوتی کہ) آس پاس میں کئی جگہ علاج شروع ہوا جس کی وجہ سے وہاں جانا پڑا۔ ایک بڑی رکاوٹ یہ (بھی) ہوئی کہ جب بھی خط لکھنے بیٹھا لکھنے کے لئے بہت ساری باتیں جمع ہوگئیں ان تمام باتوں کا لکھنا مشکل ہوگیا جس کی وجہ سے نہ لکھ سکا۔ آخر کار یہ ارادہ کیا کہ تمام باتیں خواہ نہ لکھ سکوں لیکن جتنی لکھی جا سکیں اتنی تو لکھ ہی لوں کہ اگر ساری باتیں نہ لکھی جا سکیں تو تھوڑی باتیں چھوڑی بھی تو نہیں جا سکتی ہیں۔

(حالت یہ ہے کہ بندہ) جیسا کہ (آپ کے ساتھ) کورگھپور کے سفر میں ساتھ تھا۔ (سفر کے دوران) کبھی کبھی اپنے بارے میں یہ خیال آیا کہ میری عادت وطبیعت ہی خراب ہے۔ اس کا بدلنا ممکن نہیں ہے۔ (اور) اعظم گڑھ کے وعظوں سے یہ خیال اور بھی پکا ہوگیا۔ (جس کی وجہ سے) ناامیدی کی حالت ہوگئی یہاں تک کہ ایک دن تو قریب تھا کہ حضرت سے اجازت لے کر واپس چلا جاؤں۔

لیکن جونپور کے وعظ سے کچھ تبدیلی آئی (پھر حالت میں) ترقی ہوتی چلی گئی۔ قنوج کے وعظ میں حضرت کا یہ لفظ کہ باطن کا طبیب کسی بھی مرض کو لاعلاج نہیں کہتا ہے۔ علاج کر کے دیکھو اس سے دل کو جو قوت حاصل

ہوئی ہے میں وہ بیان نہیں کرسکتا۔ میں نے مواعظ لکھتے ہوئے تمام مواعظ میں ان جگہوں پرنشان لگا لئے ہیں جن کو میں نے اپنے بارے میں سمجھا (گویا) حضرت کے اس لفظ سے جان میں جان آئی۔

اس کے باوجود میں جب بارہا غور کرتا ہوں اپنی حالت ایسی لگتی ہے کہ خدا کرے کسی کی نہ ہو۔ ساری دنیا کو کیا دیکھوں جب اپنے بھائیوں کے حالات ہی کو غور سے دیکھتا ہوں تو حیرت میں رہ جاتا ہوں۔ فلاں کی حالت تو ماشاء اللہ بہت ہی اچھی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ میں اس تک نہیں پہنچ سکتا ہوں۔ بڑے بھائی صاحب کو دیکھتا ہوں تو اگرچہ وہ اس (تصوف کے) راستے میں سستی کرتے ہیں مگران کی حالت (بھی) مجھ سے بہت بہتر ہے۔ افسوس ہے کہ سب سے گری ہوئی حالت فلاں کی ہے اس کے باوجود غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کے کچھ حالات قابل رشک (بھی) ہیں۔ رہ گیا میں تو کہنے میں سب سے آگے اور حقیقت میں سب سے پیچھے ہوں۔

میرٹھ کے ضلع اچروند کا ایک شخص جس کو میں نے آپ کے فرمانے کے مطابق ذکر بتا دیا تھا ایک مہینہ میں اس کی حالت کچھ سے کچھ ہوگئی۔ اس کو دیکھ کر تو ڈوب مرنے کو جی چاہتا ہے کہ دیکھنے میں تو میں نے ہی اس کو تعلیم کی ہے لیکن حقیقت میں میں اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا ہوں۔ یہاں ان خرابیوں کو بیان نہیں کرسکتا جو مجھ میں ہیں لیکن ہیں ضرور۔ میرا خیال ہے کہ اگر میں اعظم گڑھ کے وعظوں کو دوبارہ دیکھوں گا تو مجھ میں پھر ناامیدی پیدا ہوگی۔ بہرحال کچھ بھی ہو اب یہ ارادہ کرلیا ہے کہ ہر وعظ کے ختم پر (جن جگہوں کو اپنے بارے میں سمجھوں گا نشان لگاؤں گا پھر ان) نشان والی جگہوں کو حضرت سے پوچھوں گا۔ بندے نے اپنی باگ ڈور حضرت کے ہاتھ میں دی ہوئی ہے۔ اب صرف دعا یا حضرت کا وسیلہ ہے۔

تحقیق: مجھے آپ کا خط پڑھ کر آپ سے ہمدردی کے لئے پریشان ہونے کے بجائے میں دل ہی دل میں بہت ہنسا اور آپ کے خود طبیب ہوتے ہوئے ان خیالات سے متاثر ہونے پر تعجب ہوا۔ کیا آپ نے اس بات کو کبھی دیکھا نہ ہوگا کہ ایک شخص جس کی نبض اور اس کا پیشاب دیکھ کر آپ نے اسے تندرست کہا۔ اب اگر وہ شخص آپ کے ساتھ سفر میں ہے۔ آپ سفر میں صحت اور مرض کے موضوع پر عام تقریریں کریں تو وہ (جس کو آپ صحت مند کہہ چکے ہیں) خود کو مریض نہیں سمجھے گا یا آپ کی ہر وقت روک ٹوک پر جو آپ احتیاط اور شفقت کی وجہ سے اس نیت سے کریں کہ موجودہ اچھی حالت باقی رہے اور صحت کی تکمیل ہو جائے۔ وہ (صحت مند آدمی) اس روک ٹوک پر غور کرنے کے بعد اس کے ذہن میں اپنی بد پرہیزی کا خیال پکا نہ ہو جائے گا۔ (اب جب اس کے ذہن میں ان تقریروں کی وجہ سے) اپنے مریض ہونے اور بد پرہیز ہونے کا خیال پکا ہوگیا تو آپ کا اس پر صحت مند ہونے کا حکم لگانا صحیح ہوگا یا اس کا اپنے اوپر مریض ہونے کا حکم لگانا صحیح ہوگا (بالکل اسی طرح جب میں آپ کو

روحانی اعتبار سے صحت مند کہہ چکا ہوں پھر ان تقریروں کی وجہ سے آپ کا خود کو مریض سمجھنا صحیح ہے یا میرا آپ کو صحت مند کہنا صحیح ہے)۔

حضرت! جس طرح طب کے فن کے اعتبار سے کوئی آدمی بھی صحیح (تندرست، صحت مند) نہیں ہے اسی طرح (باطنی) تربیت کے فن کے اعتبار سے کوئی بھی تربیت یافتہ کامل نہیں ہے اس کی اصل یہ ہے کہ ہر شخص کی صحت اس کے خاص مزاج کے اعتبار سے ہے۔

شیخ کا ڈانٹ ڈپٹ کرنا

سؤال: میں نے ایک جگہ (لکھا ہوا) دیکھا ہے کہ اولیاء اللہ کا ایک گروہ ایسا ہوتا ہے جو اپنے کو ملامتیہ لقب کہلاتے ہیں۔ ظاہری حالت دیکھنے والے ان کے کاموں کو برا سمجھتے ہیں اور اسی کی وجہ سے ان پر لعن طعن کرتے ہیں۔ مگر ان کامل اللہ والوں کو (لوگوں کے) اس (لعن طعن) کی بالکل پرواہ نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ جان بوجھ کر ایسے کام کرتے ہیں جس سے لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوں۔

بندے کی سمجھ میں آتا ہے کہ آپ نے بھی خود کو اسی مذکورہ گروہ میں شمار کر کے اس کام یعنی ڈانٹ ڈپٹ غصہ کو اختیار فرمایا ہے۔ (جو ظاہری حالت دیکھنے والوں کے خلاف ہوتا ہے اور بہت سے لوگ اس ڈانٹ ڈپٹ کو دیکھ کر دور ہو جاتے ہیں اور بہت سے لوگ ہدایت پا لیتے ہیں) حضور نے اصلاح کے لئے ایسا اچھا اور مفید طریقہ اختیار فرمایا ہے کہ اچھے اور طلب رکھنے والوں کی جلدی اصلاح ہو جاتی ہے اور اعتراض کرنے والوں اور بے دین لوگوں کی دوری اور گمراہی بڑھتی ہے۔ تو حضرت کے یہ فعل نبوت کی شان والا ہے (یعنی جس طرح رسول اللہ ﷺ کی تعلیم وتربیت سے مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ ہوئی اور کافروں کے کفر اور گمراہی کا ذریعہ بنی) احقر کا یہ خیال اور عقیدہ صحیح ہے یا نہیں؟ بتا دیجئے۔

جواب: ایک جملہ کے علاوہ سب خیالات صحیح ہیں۔ وہ خیال یہ ہے کہ وہ قصداً اس کام کو کرتے ہیں جس سے لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوں کیونکہ میں جان بوجھ کر ایسا نہیں کرتا ہوں۔

علاج ایک ہی پیر سے کرانا چاہئے

حال: حضور کی پوری توجہ حاصل ہونے کے لئے وہ بہت سارے معمولات جو حضور کے مزاج یا مصلحت کے خلاف تھے چھوڑ دیئے ہیں۔

تحقیق: یہ آپ کی محبت اور طلب کی علامت ہے۔ مگر ابھی اس کی تکمیل کی ضرورت ہے۔ (آپ کو) جو باتیں

میں اب تک صاف اور واضح نہیں کہتا تھا اگرچہ اشارۃ کہتا تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی غلط دیکھنے والے کو میرے ایسے مشورے دینے سے میرے بارے میں ایک جلیل الشان بزرگ کے ادب میں کمی کرنے کا خیال پیدا ہو۔ الحمد للہ میں اس بے ادبی سے پاک ہوں۔ مگر آج آپ کے اس جملہ ''بہت سے معمولات (سے آخری تک)'' نے اجازت دی صاف صاف عرض کروں۔ وہ (بات) یہ ہے کہ ایسا ہوتا ہے کہ دو طبیبوں کے علاج کا طرز یا طبی تحقیقات مختلف ہوتی ہیں یا کبھی ایک ہی ہونے کے باوجود مریض کے حالات مختلف اوقات میں مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی مریض پہلے طبیب کو چھوڑ کر دوسرے طبیب کے پاس ایسی حالت میں پہنچتا ہے کہ اگر پہلے طبیب کے پاس جاتا تو وہ بھی اپنا علاج (اور تجویز) کو بدل دیتا۔

دونوں صورتوں کی مشترکہ بات یہ ہے کہ کبھی اس چیز کی ضرورت ہوتی ہے کہ مریض پہلے طبیب سے اعتقاد تو کامل ہی رکھے مگر دونوں کی تحقیق یا علاج کے اصولوں کو ایک جگہ جمع نہ کرے بلکہ دوسرے طبیب ہی کے طریقۂ علاج میں اپنی شفا کو سمجھے۔

اس تمہید (ابتدائی بات) کے بعد عرض ہے کہ آپ کو بھی (علاج کی) ضرورت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس بات پر گواہ ہیں کہ صرف آپ کی خیر خواہی اور (پوری) بصیرت اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ جن باتوں کو آپ (باطنی) حالات سمجھ رہے ہیں وہ سب وجودی توحید کے سنے ہوئے مضامین ہیں۔ ان سب کو اپنے لئے نقصان دہ سمجھ کر ظاہری اور باطنی اعمال مقصود اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی انتہائی مقصود سمجھ کر کام کیجئے تو ''لنھدینھم سبلنا'' (کہ ہم ان مجاہدہ کرنے والوں کے لئے ہدایت کے راستے کھولیں گے) کا وعدہ نقد دیکھیں گے (میرا حال تو یہ ہے)''وقال الذی امن یقومی اتبعونی اھدکم سبل الرشاد'' کہ ایمان والے نے کہا: اے میری قوم! میری اتباع کرو میں تمہیں ہدایت کا راستہ دکھاؤں گا۔

خدا تک پہنچنا بیعت پر موقوف نہیں ہے

حَال: (آپ کو) خط لکھنے کے بعد ایک عرصہ تک جواب کا انتظار کرتا رہا۔ افسوس کہ جواب نہیں آیا۔ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ (میرا) خط بھی حضرت کی خدمت میں نہیں پہنچا یا مجھے جواب نہ پہنچا اور خط راستہ میں ہی ضائع ہو گیا۔

تحقِیق: کیا یہ سوال مجھ سے کرنے کا ہے کہ (آپ کا خط آیا تھا یا نہیں یا میرا جواب آپ تک پہنچا یا نہیں) کیا مجھے کسی خاص خط کا آنا یا نہ آنا یاد رہ سکتا ہے۔

حال: اس خط میں ایک پریشانی لکھی تھی (جس کی وجہ سے پریشانی ہے اور وہ پریشانی یہ ہے) کہ حافظ سیّد احمد صاحب بریلوی (سید احمد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ) کے حالات (زندگی) پڑھنے سے دل کا میلان (اور لگاؤ) حضرت ممدوح کی طرف اتنا زیادہ ہوگیا (جو ابھی تک باقی ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پڑھ کر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اتنا میلان نہیں ہوتا ہے۔

بہت غور کرنے کے بعد بندے کی سمجھ میں یہ آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات بار بار سنے ہیں اور سیّد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حالات پہلی بار دیکھے ہیں اس وجہ سے سیّد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حالات سے عجیب تاثیر پیدا ہوئی ہے۔ مرض کو پیش کر کے خود ہی تجویز کر دی اس گستاخی کی معافی چاہتا ہوں۔ پہلے خط کے نہ ملنے کی وجہ اپنے دل کی تسلی کے لئے بندے نے یہ جواب سوچ لیا ہے۔ لیکن جو کچھ حضرت ارشاد فرمائیں گے وہی صحیح ہوگا۔

تحقیق: جب یہ بات اختیاری نہیں ہے اور جو بات اختیاری نہ ہو وہ بری نہیں ہوتی ہے تو تمہیں کو اس کے تحقیق کرنے کی کیا ضرورت ہے (یعنی جب سیّد صاحب کا تاثر غیر اختیاری ہے تو کوئی برا تو اب یہ کس وجہ سے اس کو جاننے کی کیا ضرورت ہے)۔

حال: بندے نے آج تک آپ کی خدمت میں یہ درخواست پیش نہیں کی کہ بندے کو بھی اپنے غلاموں میں شامل فرما کر عزت بخشیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بندے ناکارہ میں آپ کے خادموں میں شامل ہونے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تمنا تھی کہ اگر حضرت کی توجہ ہوئی تو خود ہی بیعت فرمائیں گے اگرچہ مجھ میں کوئی بات نہیں ہے۔ مگر اجازت کے بعد حاضر ہو کر مرید ہوں گا۔

لیکن اب (رسالہ) امدادیہ میں خود حضرت کا مضمون مبارک شائع ہوا کہ خدا تک پہنچنے کا بہترین راستہ یہی ہے کہ ایک کامل پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ان کے تابع ہو جاؤ۔

تحقیق: اگر اس سے یہ سمجھا گیا ہے کہ اس سے مراد بیعت ہے تو غلط ہے۔ تابع ہونا آپ کا اختیاری فعل ہے اور بیعت کا قبول کرنا دوسرے کا فعل ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ زید کا خدا تک پہنچنا عمرو کے اختیار سے نہیں ہوسکتا ہے خوب غور کر لیں۔

سؤال: احقر کے خط کے جواب حضرت کا خط مبارک آیا۔ حضرت نے اس میں پوچھا ہے کہ "کیا فیض کے لئے بیعت ضرری ہے؟" اس کے بارے میں عرض ہے کہ یہ سوال بندے کی استعداد سے اونچا ہے ہاں بندے کے ذہن میں یہ بات ہے کہ بیعت مکمل فائدہ کے لئے ضروری ہے۔

جواب: یہ بات حقیقت کے خلاف ہے۔
سؤال: اگر فیض کے لئے بیعت ضروری نہیں ہے تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ سارے بزرگوں کے سلسلے بے کار ہیں۔
جواب: مکمل فیض کے لیے ضروری نہ ہونے سے یہ بات ضروری نہیں ہے کہ یہ بے کار ہیں کیونکہ فائدہ صرف اسی پر موقوف نہیں ہے۔
سؤال: مہربانی کریں اور اس سوال و جواب کو ختم کریں۔
جواب: غلط کو میں کیوں صحیح کہوں۔
سؤال: اس ناچیز کے حال پر توجہ فرمایئے اور اس کو سلسلہ میں داخل فرمایئے۔
جواب: اگر سلسلہ میں داخل کئے بغیر خدمت کروں تو اس میں کیا نقصان ہے۔
سؤال: ناچیز کی (اس بیعت سے) کوئی دنیاوی غرض نہیں ہے۔
جواب: میں (اس اخلاص کی) تصدیق کرتا ہوں لیکن یہ اخلاص بیعت کے قبول کرنے کے لئے ضروری نہیں ہے۔
سؤال: اللہ کے لئے بیعت سے محروم نہ فرمایئے۔
جواب: اصرار کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی ہے اگر آپ کے نزدیک بیعت ضروری ہے تو کسی دوسرے سے رجوع فرمایئے۔

بیعت ہونے کی شرطیں

حال: میں نے گذشتہ سال بیماری کے دوران خواب میں دیکھا تھا کہ (میں) حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں اور یہ عرض کر رہا ہوں کہ مدرسہ سے میری چھ مہینے کی چھٹی ہے۔ اس وقت میں میرے لئے کہاں رہنا مفید ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تم اس زمانے میں مولانا فلاں صاحب کی خدمت میں رہو یا میرے پاس تھانہ بھون آجاؤ۔ ایک سال بعد پھر اس بیماری میں خواب میں دیکھا کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوں اور حضرت سے مرید ہونے کی درخواست کر رہا ہوں۔ چنانچہ حضرت نے ہاتھ میں ہاتھ لیا اور بیعت فرمایا۔

(میں نے) یہ دو خواب دیکھے ہیں حالانکہ میں حضرت مولانا صاحب سے بیعت ہوں۔ مگر دل کا امتحان لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ جتنی دلی محبت ہے آپ سے ہے اتنی حضرت مولانا صاحب (جن سے بیعت ہوں) نہیں ہے۔ لیکن (ان سے) عقیدت میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اس خواب اور ان رازوں کے بارے میں بتایئے۔

تحقیق: اس کا پورا جواب تو زبانی (طور پر) ہی دیا جا سکتا ہے۔ تحریر میں کیا کیا باتیں بیان کروں۔ مگر جتنی ضرورت ہو اتنی باتیں لکھتا ہوں۔

❶ ایک پیر سے بیعت ہو کر دوسرے پیر سے تعلیم (و تربیت و) اصلاح کا تعلق رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے خصوصاً جب جس پیر سے بیعت ہوا ہو اس سے مناسبت کم ہو اور دوسرے پیر سے مناسبت زیادہ ہو۔

❷ جس پیر سے تعلیم و اصلاح کا تعلق رکھنا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہاں کے طور طریقے سب سے پہلے معلوم کر لئے جائیں تا کہ بعد میں وحشت نہ ہو۔

❸ ہر تربیت کرنے والے کا طریقہ الگ ہوتا ہے۔ اس لئے طریقہ معلوم کرنے کے بعد اس کے قبول کرنے کے لئے خود کو تیار کر لے۔ تیار کرنے کی علامت یہ ہے کہ اس طریقے کے اختیار کرنے میں چاہے کسی قسم کی بھی تکلیف ہو، ذلت یا کوئی جسمانی یا مالی نقصان ہو تو سب برداشت کرے۔

❹ میرا تربیت کا طریقہ (اصلاح و تعلیم میں) سخت ہے جس کو اصلاح کے عاشق کے علاوہ دوسرا کوئی اور برداشت نہیں کر سکتا ہے۔

❺ اصلاح کا تعلق قائم کرنے سے پہلے کچھ دن میرے پاس ٹھہر کر (طریقۂ اصلاح کے بارے میں) اور زیادہ بصیرت حاصل کر لی جائے پھر اپنے نفس کے لئے بصیرت کے ساتھ فیصلہ کیا جائے اس کے اور اصلاح کرانے کا کام شروع کرنا مفید ہے۔

❻ خصوصاً اخلاق رذیلہ (جیسے) کبر کا علاج میرے نزدیک بہت اہم بھی ہے اور سخت بھی ہے۔ اس کے لئے زبان سے ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ ہاتھ سے مارنے کا موقع بھی آ جاتا ہے۔

❼ اکثر لوگوں میں کبر بہت زیادہ اور پھیلا ہوا ہے خصوصاً وہ شخص جو مدرس ہو یا وعظ وغیرہ کہتا ہو۔

❽ کبر کی قسمیں اتنی زیادہ ہیں کہ شمار کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اکثر ان میں اتنی باریک ہیں کہ محقق کے علاوہ کسی کی نگاہ ان تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔ اس میں علما ظاہر کو بھی تلاش کے بغیر اس محقق کے پیچھے چلنا پڑتا ہے۔

ان سب باتوں میں غور کر کے کچھ لکھنا ہو تو لکھو۔

تربیت کی ضرورت

حَال: نماز اور دوسری عبادتوں میں حدیث احسان کے مطابق دل کو یکسوئی حاصل نہیں ہے۔

(حدیث احسان سے مراد وہ حدیث ہے۔ جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: احسان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم

اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اگر (ایسا نہیں کر سکتے کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو تو یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہے ہیں۔'')

اب عرض یہ ہے کہ اس عقیدت مند کی تربیت فرمائیں باقی دعا کی درخواست کے علاوہ اور کیا لکھوں۔

تحقیق: اگر باقاعدہ تربیت کرانی ہے تو صاف بتایئے مجھے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اگر صرف رسم کے طور پر یہ تربیت کا لفظ لکھ دیا ہے تو دعا کرتا ہوں مگر اس راستے میں صرف دعا کافی نہیں ہے جیسا کہ بیوی کے بغیر بیٹے کے پیدا ہونے کی دعا کی جائے وہ کافی نہیں ہے۔

باطن کی اصلاح کے لئے شیخ کی ضرورت

حال: بخدمت حضرت تاج الاولیاء مسند الاتقیاء سید العلماء دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بہت دنوں سے (اپنے اندر سے) رذائل ختم ہونے کے بارے میں عرض کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ حقیقی ذکر و شغل سے تو محروم ہوں کچھ اخلاق ہی کی اصلاح ہو جائے تو لاکھ لاکھ غنیمت ہے۔ لیکن یہ حالت بھی بتانے کی توفیق نہ ہوئی۔

اس خط کے لکھنے کا مقصد آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے کہ رذائل کے بارے میں تو مجھے یقین ہے کہ مجھ نالائق میں موجود ہیں۔ جس (بری عادت) کا جو وقت ہے اس پر اس کے ظاہر ہونے کا احساس بھی مجھے ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کبر اپنے وقت پر ظاہر ہوتا ہے جیسے پڑھاتے وقت (طلباء کو سمجھانے کے لئے) کسی مضمون کی تقریر کی اور دل میں یہ خیال آیا کہ جس طرح میں نے طلباء کو یہ مضمون آسانی اور سہولت کے ساتھ سمجھایا ہے فلاں آدمی اس طرح نہیں کر سکتا ہے۔ اگر کسی طالب علم نے بھی اس خیال کی تائید کر دی تو اس سے دل اور بھی خوش ہوا اور دوسرے (شخص) کی عظمت دل سے نکل گئی۔

اسی طرح دوسرے کی اچھی حالت دیکھ کر دل یہ چاہتا ہے کہ یہ اچھی حالت اس کی نہ ہوتی بلکہ میری ہوتی اگرچہ ان کی اس چاہت پر عمل نہیں کرتا ہوں لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی ہوتا ہے شاید عمل بھی ہو جاتا ہو۔

اسی حالت میں عرض یہ ہے کہ میں تو سمجھتا ہوں کہ سارے رذائل کا بالکل ہی ختم ہو جانا تو ناممکن ہے اور نہ ہی انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا پابند (یعنی مکلف) ہے یہ سمجھتا ہوں کہ یہ برائیاں جو کام انسان سے کروانا چاہتی ہیں (جیسا کہ تکبر کی حقیقت انسان سے تکبر کروانا چاہتی ہے) انسان صرف ان کے نہ کرنے کا پابند ہے اور یہ بات (ان کی چاہت کو پورا نہ کرنا) اختیاری ہے۔ یہ بھی سمجھتا ہوں کہ جو بات اختیاری ہو اس کو نہ کرنے میں اختیار کے استعمال کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے (کہ یہ برائیاں جس برائی کو کرانا چاہتی ہیں ان کو بغیر اختیار

کے آدمی نہیں کر سکتا اس لئے اس کو نہ کرنے کے لئے بھی اختیار ہی کو استعمال کیا جائے اور نہ کیا جائے یہی اس کا علاج ہے) اگرچہ کبھی کبھی مشائخ کی توجہ، دعا اور علاج کرنے سے (اس کے دور ہونے میں) کچھ آسانی ہو جاتی ہے۔ مگر پھر بھی (اصل یہی ہے کہ) انسان کو ہمت کر کے رکنا چاہئے خواہ اس میں سہولت ہو یا نہ ہو۔

ان باتوں کو عرض کرنے کے بعد یہ عرض ہے کہ جو کچھ عرض کیا وہ صحیح ہے یا نہیں؟

تحقیق: (سب کچھ) صحیح ہے۔

حال: پہلی صورت (کہ رذائل سے انسان کا خالی ہونا مشکل ہے) کیا شیخ سے رذائل کے ختم ہو جانے کے لئے اصلاح کرائی جاتی ہے (یا نہیں کیونکہ رذائل کا ختم ہونا تو محال ہے)۔

تحقیق: (اپنے اندر) رذائل کے موجود ہونے کا علم اور رذائل کو دور کرنے کے طریقۂ علاج کے لئے شیخ کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد (یعنی رذائل کے موجود ہونے کے علم اور علاج کے طریقے کے بعد) صرف عمل رہ جاتا ہے جو طالب کا کام ہے اس میں شیخ کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی بعض رذائل کی تحقیق کے لئے شیخ کی ضرورت پیش آ ہی جاتی ہے۔

حال: دوسری عرض یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتیں ایک دوسرے میں مل جاتی ہیں (جس سے ان کو پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے) جیسے یہ کبر ہے یا استغناء ہے۔ اس (کے پہچاننے) کی آسان صورت کیا ہے؟ جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کبر ہے اور یہ استغناء ہے۔

تحقیق: اگر کبر کی تعریف سچی ہو تو کبر ورنہ استغناء ہے۔

حال: تیسری عرض یہ ہے کہ یہ خیال رہنا کہ کبھی رذائل کے چاہنے پر بھی عمل ہو جاتا ہے اور کرنے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا ہے اس کے معلوم ہونے کا بھی کوئی طریقہ ہے یا نہیں ہے۔ اسی طرح کیا یہ صرف وسوسہ ہی ہے یا ایسا ہوتا بھی ہے کہ رذائل کی چاہت پر عمل ہو بھی جائے اور کرنے والے کو معلوم نہ ہو۔

تحقیق: اتنی کوشش کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو بات خوب خیال کرنے کے باوجود سمجھ میں نہ آئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے کرنے کا پابند نہیں بنایا ہے۔

حال: چوتھی عرض یہ ہے کہ بعض دفعہ بالکل رذائل کی حقیقت ہی معلوم نہ ہو مثلاً حقیقی کبر کو استغنا سے الگ نہ کر سکے (کہ یہ معلوم ہی نہ ہو کہ یہ کبر ہے یا استغناء تاکہ ان کو الگ الگ کر سکے) تو ایسی صورت میں اپنے شیخ کی طرف رجوع کرے یا تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کرنا بھی مفید ہوگا۔

تحقیق: دونوں طریقے صحیح ہیں۔

کامل شیخ کی ضرورت

حَال: ایک صاحب نے (ایک کتاب) درمنضود کے ترجمہ کی عبارت جو تواضع کے متعلق تھی نقل کر کے اس پر عمل کرنے کی ایک صورت متعین کر کے اس (صورت) کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے پوچھا ان کو جو جواب دیا گیا وہ یہ ہے۔

تحقیق: طب کی کتابیں طبیبوں کے لئے ہیں مریضوں کے لئے نہیں ہیں۔ مریضوں کے لئے تو طبیب کی بات ہی کتاب (کے درجے میں) ہے۔ آپ جیسے بزرگوں کے ذمہ یہ ہے کہ صرف کتابوں پر عمل نہ کریں بلکہ اپنے حالات (اپنے کسی) مصلح کے سامنے پیش کر کے علاج پوچھیں۔ ہاں اگر مصلح کوئی کتاب پڑھنے کے لئے کہے تو اس وقت وہ کتاب بھی مصلح کی بات کی طرح ہے۔

باطن کی اصلاح کے لئے کامل شیخ کی ضرورت

حَال: احقر کو عرصہ سے حضرت والا سے عقیدت و محبت ہے۔ مجھے یہ شوق ہے کہ بزرگوں سے جو چیز حاصل کی جاتی ہے وہ چیز حاصل کروں۔ میں ایک اناڑی آدمی ہوں (مجھے) کچھ معلوم نہیں کہ بزرگوں سے کیا چیز حاصل کی جاتی ہے۔ اس لئے حضرت والا ارشاد فرمائیں کہ بزرگوں سے کیا چیز حاصل کی جاتی ہے۔ اس کے مطابق مجھے تربیت کا طریقہ تعلیم فرمائیں اس پر ان شاء اللہ ضرور عمل کروں گا۔

تحقیق: نفس میں کچھ امراض ہوتے ہیں جن کا علاج کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ لیکن جس طرح جسمانی امراض کا علاج کتابوں میں لکھا ہے لیکن پھر بھی طبیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح نفسانی امراض کے علاج کے لئے شیخ یعنی معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ بات (آپ کی) سمجھ آگئی ہے تو پھر امراض بتاؤں گا پھر ان کے سمجھنے کے بعد علاج بتاؤں گا۔

حَال: عرض یہ ہے کہ بزرگوں سے حاصل کرنے والی کیا چیزیں ہیں اور ان کو حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

تحقیق: کچھ ظاہری اور باطنی وہ اعمال ہیں جن کو کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اسی طرح کچھ ظاہری اور باطنی وہ اعمال ہیں جن کو کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ ان دونوں قسم کے اعمال میں کچھ علم اور عمل کے لحاظ سے غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ اس (سلوک) کے راستے کے بزرگ طالب کے حالات سن کر اور ان حالات کو سمجھ کر ان کا علاج بتاتے ہیں۔ ان پر عمل کرنا طالب کا کام ہے۔ اس راستے میں مدد کے لئے کچھ ذکر بھی تیار کئے ہیں

اس بیان سے بزرگوں سے حاصل ہونے والی چیز اور اس کا طریقہ دونوں معلوم ہو گئے۔

شیخ سے مناسبت پیدا ہونے کا طریقہ

حال: ایک بات عرض کرنے کی جرات کرتا ہوں اگرچہ ڈر بھی لگتا ہے کہ گستاخی نہ ہو۔ حدیث میں آتا ہے کہ بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ "من احب الناس الیك یا رسول اللّٰه" کہ یا رسول اللہ! آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے پوچھنے کی جرات ہوتی ہے کہ یہ سوال سنت کے خلاف نہ ہوگا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اہل طریق میں جن لوگوں کو حضرت سے تعلق ہے ان میں حضرت کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ یہ سوال دل میں خود بخود آیا اور بار بار اس کو پوچھنے کا دل چاہا ورنہ پوچھنے کی جرات نہیں کرتا۔ اگر حضرت والا (بتانے کے بعد) اس کے کسی کو نہ بتانے کا حکم فرمائیں گے تو بندہ ان شاء اللہ موت تک کسی کو نہیں بتائے گا۔

تحقیق: میں بتانے میں کوئی بہانہ نہیں کرتا اگر کوئی ایسا ہوتا کہ (جس سے مجھے سب سے زیادہ محبت ہے) میرے بیٹے! سچ بات یہ ہے کہ اب تک ۔

ہر کسے از ظن خود شد یار من　　وزدروں من نہ جست اسرار من

ترجمہ: "ہر کوئی اپنے گمان میں میرا دوست بن بیٹھا ہے مگر میرے دل کے رازوں سے کوئی واقف نہیں ہے۔"

کسی کو بھی پوری مناسبت نہیں ہوئی ہے اور اجنبیت کی وجہ وہی پوری مناسبت کا نہ ہونا ہے۔ شاید اس مناسبت کے نہ ہونے کی وجہ میری ہی کمی ہے۔

حال: میرے خیال میں (رسالہ) تربیت السالک میں تیسرے سوال کا اپنے جواب کے ساتھ نقل کیا جانا سالکین کے لئے بہت زیادہ مفید لگتا ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ کے کسی بندہ کو حضرت سے پوری مناسبت حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو جائے۔ اس جواب کو دیکھ کر میری جو حالت ہوئی ہے واللہ! اس کے بارے میں میں کیا عرض کروں بالکل سچ فرمایا ہے کہ ۔

ہر کسے از ظن خود شد یار من　　وزدروں من نجست اسرار من

ترجمہ: "ہر کوئی اپنے گمان میں میرا دوست بن بیٹھا ہے مگر میرے دل کے رازوں سے کوئی واقف نہیں ہے۔"

حضرت والا مزید اتنا عرض کرتا ہوں کہ واللہ! مجھے حضرت کے اسرار (چھپے ہوئے راز) معلوم ہو جانے کی بہت طلب ہے اور سوال کرنے کی وجہ بھی یہی ہے۔ اگر وہ اسرار اس نالائق کی برداشت کے لائق ہوں تو اللہ کرے مجھے ضرور معلوم ہو جائیں۔ باقی معلوم کرنے کی جرات اس لئے نہیں کرتا کہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ دوسرے یہ کہ میں اپنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے بالکل اس قابل نہیں ہوں کہ مشائخ کے اسرار مجھے معلوم ہونے کی درخواست کروں۔ لیکن اتنی عرض ضرور کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت سے مکمل مناسبت نصیب فرمائیں۔ آمین آمین الف آمین بحرمة سیدالمرسلین صلی اللّٰه علیه وسلم واله وصحبه اجمعین۔

تحقیق: میرے عزیز! بہتر ہے کہ تیسرے جواب کا مضمون بھی نقل کر دیا جائے۔ مجھے اس کے نقل کرانے سے اس خیال نے روکا تھا کہ شاید احباب کا دل نہ ٹوٹے۔ لیکن اگر نقل کرانے میں فائدہ زیادہ ہے تو میں اس کی موافقت کرتا ہوں۔

میرے بیٹے! میرے اسرار ہی کیا ہوتے ہیں مولانا کا قول تو میں نے تبرکاً نقل کر دیا۔ میری مراد یہ ہے کہ میرے مزاج سے پوری مناسبت کسی نے بھی پیدا نہیں کی۔ اس لئے میرے عزیز یہ بات میرے کرنے کی نہیں ہے۔ (یہ مناسبت کا نہ ہونا) خود محبت کرنے والوں کا فعل ہے اس کے حاصل ہونے کا طریقہ خوب تلاش وجستجو اور اتباع (شیخ) ہے۔ واللہ الموفق۔

پھر مناسبت کے بعد اگر کچھ اسرار ہوں گے تو مجھے خود ہی اسرار کے بتانے کا شوق پیدا ہوگا ورنہ نئے اسرار پیدا ہوں گے۔

حال: حضرت والا! یہاں (واپس) آ کر ایک فائدہ محسوس ہوا کہ (حضرت کی) ظاہری جدائی نے دل کو تڑپا دیا۔ اب (حالت یہ ہے کہ) میں ہوں اور حضرت کی یاد ہے۔ حضرت کی ہر ہر چیز سے محبت ہے اور حضرت سے ہر تعلق رکھنے والے سے محبت اس وجہ سے ہے کہ اس کی آنکھوں نے حضرت کو دیکھا ہے۔ حضرت کی درگاہ سے ہر تعلق رکھنے والے کو اپنے سے ہزار درجہ افضل سمجھتا ہوں اور ہر ایک کی محبت اپنے دل میں محسوس کرتا ہوں۔

تحقیق: اگر یہ جدائی غیر اختیاری ہوتی تو یہ (ساری حالت) حکمت کے آثار تھے۔ اختیاری جدائی میں ان آثار کا خیال آنا اپنے بارے میں حکمت و دانائی کا دعویٰ ہے جو خود حکمت کے خلاف ہے۔

حال: (حضرت کی مجلس میں اپنے ذکر کئے جانے کے معلوم کرنے کی) وجہ صرف یہی تھی کہ میں حضرت کی

زبان پر اپنے تذکرہ کا طالب رہتا ہوں کہ ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ ان کی مجلس میں ہوتا ہے۔ بعض صحابہ بھی آپس میں پوچھا کرتے تھے کہ "ھل ذکر نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشیء" کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی بھی طرح یاد کیا ہے۔ (میرا) مقصد صرف یہی تو تھا اور کچھ نہیں تھا۔

نوٹ: ان صاحب نے خانقاہ میں مقیم ایک صاحب کو لکھا تھا حضرت کسی محفل میں میرا ذکر فرمایا کریں تو مجھے بتادیا کریں۔ اس پر حضرت نے تنبیہ فرمائی تھی۔

سوال: مشائخ کے ارشادات میں معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کے حکم کے بغیر کوئی دینی یا دنیاوی کام نہیں کرنا چاہئے۔ آپ نے اکثر مجھے دنیاوی باتوں کے پوچھنے کو منع کیا ہے۔ اس کے متعلق بندے کے لئے کیا ارشاد ہے؟

جواب: مشائخ نے جو شیخ کے امر کے بغیر کسی کام کے کرنے کو منع فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کام کے شیخ کو بتانے کے بعد اگر شیخ منع کرے تو پھر نہ کرے۔ شیخ کے امر سے مراد شیخ کی اجازت ہے نہ کہ شیخ کے حکم کا ہونا ضروری ہے۔ (یعنی شیخ حکم دے کہ یہ کام کرو یہ مراد نہیں ہے۔)

شیخ کی صحبت کی ضرورت

حال: میرا حال عجیب ہوگیا ہے۔ ایک وحشت سی ہوتی ہے۔ (اوراد و وظائف کے) اوقات (مقررہ) میں فرق آگیا ہے (کہ وہ ان مقررہ اوقات پر نہیں ہوتے) حیران اور پریشان ہوں کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ حضور اس کا علاج فرمائیں۔ دوبارہ عرض ہے کہ حضور کچھ (پڑھنے کے لئے) بتادیں جو نماز کے بعد پڑھ لیا کروں تاکہ تمام کام اوراد وغیرہ وقت پر ہوں اور سکون حاصل رہے۔ مجھے کوئی مرض اور دماغی خرابی وغیرہ کچھ نہیں ہے۔

حضرت! کبھی کلام مجید اور مناجات مقبول پڑھنے کو جی نہیں چاہتا ہے اور کبھی طبیعت ہوتی ہے اور اتنی خوشی ہوتی ہے کہ بس دل نکال کر رکھ دوں۔ اس حالت پر بہت رونا آتا ہے۔ اس سے بھی بہت حیرت میں پڑ گیا ہوں۔

تحقیق: اس حالت میں آپ کا میرے پاس کم از کم ایک مہینہ کے لئے آنا مفید ہے۔ بعض باتوں کے لئے جسمانی قرب کی ضرورت ہوتی ہے۔

حال: (میرا) دل یہ بھی چاہتا ہے کہ کاش حضور کے قدموں کی خاک مجھ ناچیز کی آنکھوں میں لگائی جائے تاکہ یہ نابینا بینا ہوجائے۔

تحقیق: اپنے شیخ کی محبت سعادتوں (خوش بختیوں) کی چابی ہے۔

حال: تیسری بات یہ ہے کہ حضور سے جدائی کی حالت میں (حضور کی محبت میں) بہت ہی جوش وخروش رہتا ہے۔ دل میں آتا ہے کہ اب جب حضرت سے ملوں گا تو قدموں میں گر جاؤں گا، قدموں کو بوسہ دوں گا اور ایسا ایسا کروں گا۔ غرضیکہ (میں) ان جذبات کا اظہار نہیں کرسکتا ہوں۔ واللہ! سچ عرض کرتا ہوں کہ کبھی تنگ ہوکر (دل) کہتا تھا کہ سب چھوڑ چھاڑ کر حضرت کی خدمت میں رہو۔

ع خاک ایسی زندگی پر ہم کہیں اور وہ کہیں

کبھی خط لکھتے وقت روتے روتے برا حال ہو جاتا تھا۔ مگر صرف حضور کے ڈر کی وجہ سے (حضور کے پاس) نہیں آتا تھا کہ حضور ناراض ہوں گے ورنہ بندہ کب کا آجاتا۔ یہ چند کلمات محبت کے خوشی کے جوش میں لکھے گئے ہیں کہ۔

ع عشق و مشک را نتواں نہفتن

ترجمہ: ”عشق ومشک چھپائے نہیں چھپتے۔“

یہ بھی ہماری ہی کم ظرفی ہے ورنہ جن کو کامل محبت ہے وہ (محبت کے ایسے) دعوے نہیں کرتے۔ یہاں آنے کے بعد وہ جوش وخروش (جو حضرت کی جدائی میں ہوتا ہے) رہتا نہیں ہے۔ جیسے آگ پر پانی چھڑک دیا جائے (تو آگ ٹھنڈی ہوجاتی ہے) حضرت والا! اس کا سبب کیا ہے؟

تحقیق: (محبت میں کمی) نہیں ہے بلکہ یہ بھی محبت ہی کا ایک رنگ ہے۔ یہ (آنے کے بعد کی حالت) انس (کی حالت) ہے اور جدائی کی حالت شوق کی حالت ہے۔

شیخ کی جیسی صورت مثالی کا دل پر نقش ہو جانا نعمت ہے

حال: رسالہ روح الارواح کیا ہے؟ مطالعہ کے وقت طبیعت میں رقت (نرمی پیدا) ہوئی لیکن بعد میں پھر ویسی قساوت (سختی) پیدا ہوگئی۔ اسم ذات کا ذکر کرتے وقت حضور کی مثالی صورت میں دل نقش ہو جاتی ہے اور لفظ اللہ کی ہلکی سی ضرب اس صورت کے مشابہ پڑتی ہے۔ اس کی وجہ سے وہم میں پڑ جاتا ہوں کہ یہ صورت جائز ہے یا نہیں۔

کبھی کبھی تو اس (صورت کے دل پر نقش ہونے کا) غلبہ ایسا ہے کہ پانچوں نمازوں میں حضور کی صورت کا

خیال جمارہتا ہے۔

تحقیق: ان شاء اللہ مجموعی (طور پر) حالت بہت اچھی ہے۔ مجھے تو خوشی ہوئی۔ رقت کی کمی یا زیادتی بری چیز نہیں ہے۔ جتنی ہو جائے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ حالت قابل تعریف ہے ان شاء اللہ ترقی ہوگی۔ صورت مثالیہ کا بغیر اختیار پیدا ہونا بڑی نعمت ہے۔ لوگ ذکر و شغل کر کے اس کو پیدا کرتے ہیں جو ہمارے ہاں پسندیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر کسب کے عطا فرمایا ہے (اس بات پر) اللہ تعالیٰ کا شکر کیجئے۔

اس (پیدا ہونے والی) صورت پر ضرب پڑنے سے کیا حرج ہے۔ جائز نہ ہونے کی تو کوئی بھی وجہ نہیں ہے۔ اچھا ہے آپ کی برکت سے شاید مجھ پر اچھا اثر ہو جائے۔

باطنی نسبت کی ابتدا

حال: احقر کے دل میں آج کل کوئی نئی بات پیدا ہوگئی ہے جس کی وجہ سے یاد الٰہی ہر وقت دل میں رہتی ہے کہیں بھی نہیں بھولتی ہے۔

تحقیق: یہ نسبت کی ابتدا ہے۔ مبارک ہو۔

دوسرا باب

پسندیدہ اخلاق کے بارے میں

خلوت (تنہائی)، سفر تدبیر اور توکل کے بارے میں تفصیل

حال: جب سے آپ سے جدا ہوا ہوں دنیا کی کچھ برائیوں نے گھیر لیا ہے۔ پہلی چیز زبان درازی ہے کیونکہ طالب علموں کو ان کے برے کاموں اور بری باتوں سے بغیر زبان درازی کے دور رکھنا بہت مشکل ہے۔ دوسری چیز عورت کو دین پر اور اچھی عادتوں پر چلانا اور اس کی بداخلاقی پر صبر کرنا بندے کے لئے بہت ہی مشکل ہے۔ (میرے لئے ان معاملات کے لئے) دعا خیر فرمائیں۔

(ایک اور بات یہ پوچھنی ہے کہ) طالبوں کو دین اور اخلاق کی تعلیم دینا بہتر ہے یا اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا بہتر ہے۔ اسی طرح سفر کرنا سالک کے لئے بہتر ہے یا بغیر اسباب کے توکل کرنا بہتر ہے۔ میری سمجھ کے مطابق ارشاد فرمایئے۔ ان شاء اللہ حضور کے ارشاد سے (بندہ کو) تسلی ہوگی۔

تحقیق: (آپ کے لئے) خیر کی دعا کرتا ہوں۔ (ذرا) وہ حدیث یاد کیجئے۔

"المؤمن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذاھم خیر من المؤمن الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذاھم."

ترجمہ: "وہ مؤمن جو لوگوں سے میل ملاپ کرتا ہو اور ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہو اس مؤمن سے بہتر ہے جو نہ لوگوں سے میل ملاپ کرتا ہو اور نہ ہی ان تکلیفوں پر صبر کرتا ہو۔"

جو شخص سلوک کی ابتدائی حالت میں ہو اس کے لئے تنہائی بہتر ہے۔ جو سلوک کی انتہا کو پہنچ چکا ہو اور عالم نہ ہو تو اس کے لئے (بزرگوں کی) قبروں کی زیارت اور سیر و تفریح کے لئے سفر کرنا نقصان دہ نہیں ہے، ابتدائی حالت والے کے لئے نقصان دہ ہے اور عالم کے لئے نفع سے رکاوٹ کا سبب ہے۔

کم ہمت والے اور اہل و عیال والے کے لئے توکل اسباب و تدبیر کے ساتھ بہتر ہے اور مضبوط ہمت

والے اور تنہا (غیر شادی شدہ) کے لئے اسباب اور تدبیر کے بغیر توکل بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کے حاصل ہونے اور غیر اللہ کی محبت کے دل سے نکل جانے کا طریقہ

حال: کوئی ایسی دعا بتائیں جس سے اللہ تعالیٰ اور رسول کی محبت زیادہ ہو جائے اور دل پر اللہ تعالیٰ کا خوف طاری رہے، غیر اللہ کی محبت دل سے نکل جائے یا کم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دل میں کسی اور کا خوف بالکل نہ رہے۔

تحقیق:

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے   بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

ترجمہ: ”صوفی کے صافی ہونے کو جام مشقت چاہیے کچے کو پکا ہونے کو ایک لمبی مدت چاہیے۔“
(یعنی صوفی جب تک مجاہدے نہ کر لے کچا ہی رہتا ہے پختگی مجاہدوں کے بعد حاصل ہوتی ہے)۔

(خطبات حکیم الامت ۵/۲۸)

ایک عرصے تک ذکر و شغل سے لگے رہنے، مفید کتابوں کا مطالعہ کرنے اور اللہ والوں کی صحبت مستقل اختیار کرنے سے یہ دولت مل جاتی ہے۔ اس کے لئے کوئی خاص وظیفہ نہیں ہے۔

خشوع پیدا ہونے کا طریقہ

حال: گھر پر الحمد للہ تنہائی حاصل ہے۔ لیکن وسوسے بہت آتے ہیں۔ گھبرا جاتا ہوں۔ زبان چلتی ہے مگر توجہ نہیں ہوتی ہے۔ تلاوت کے وقت اکثر دل کو غفلت ہوتی ہے بعض مرتبہ تو جہاں تک پڑھنا ہے اگر وہاں پر نشانی نہ رکھوں تو آگے بڑھتا چلا جاتا ہوں۔ نماز کی بھی یہی کیفیت ہے۔ توجہ حاصل نہیں ہوتی ہے نہ ہی اخلاص اور نہ ہی خشوع حاصل ہوتا ہے۔

تحقیق: اس بات کا تجربہ ہے کہ جب خشوع کے ارادے سے ذکر، تلاوت اور نماز کو مستقل کیا جاتا ہے تو خشوع اور ساری اچھی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ دیر ہونے سے پریشان نہ ہوں کام کرتے رہیں۔ ”ان شاء اللہ کلبہ احزان شود روزے گلستان غم مخور“

ترجمہ: ”کہ ان شاء اللہ ایک دن غموں کا گھر گلستان بن جائے گا غم نہ کریں۔“

حَالؒ: اب میری حالت یہ ہے کہ نماز کے آخری سجدہ میں ہوتا ہوں تو خشوع کا خیال آتا ہے تو میں اس سجدہ میں ٹھہر ٹھہر اور خوب گڑگڑا کر اتنی آواز سے تسبیح پڑھتا ہوں کہ آواز میرے کانوں تک آئے اور زیادہ تسبیح کرتا ہوں۔ اکثر آخری سجدہ میں ایسا ہوتا ہے اور دوسرے سجدوں میں کم ہوتا ہے۔ رکوع اور کم قیام میں اور بھی کم قعدہ میں ہوتا ہی نہیں ہے۔

جب قیام میں ایسا ہوتا ہے تو میرا جسم جو (اس حالت کے پیش آنے سے پہلے) سیدھا کھڑا تھا اب (اس حالت کے پیش آنے کے بعد) سر، گردن اور کمر آگے کو جھک جاتے ہیں اور جھکاؤ ہو جاتا ہے۔ اس وقت سیدھا کھڑا ہونا برا لگتا ہے۔ عاجزی سے جھک کر کھڑا ہونا اچھا لگتا ہے۔ دعا مانگتے وقت بھی اکثر یہ حال ہوتا ہے۔

تحقیقؒ: (اس کیفیت کو) حد سے زیادہ نہ کیجئے۔ اس سے طبیعت پر بوجھ ہوگا اور بوجھ سے ناامیدی یا الجھن ہو جاتی ہے۔

حَالؒ: (میں) نماز میں جتنا ہو سکتا ہے خشوع و خضوع کی کوشش اور فکر کرتا ہوں۔ (خشوع و خضوع کی) صورت تو شاید بن جاتی ہوگی مگر حقیقت کا کہیں پتہ نہیں چلتا ہے۔ بالآخر اپنی یہ حالت بنا کر عاجزی اور ندامت کے ساتھ (اللہ تعالیٰ سے) عرض کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ میں کر نہیں سکتا ہوں (مجھے) کامل نماز کی توفیق عطا فرمائیے۔

تحقیقؒ: نماز کی تکمیل جس طرح دل کو متوجہ رکھنے سے ہوتی ہے اسی طرح ندامت اور محتاجی (کو ظاہر کرنے) سے اس کے نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے۔ ان شاء اللہ حقیقت میں مل جائے گی۔

سُؤالؒ: اللہ اللہ (کے ذکر) کے علاوہ دوسرے اذکار میں کیا (ان کا) معنی سمجھ لینا خشوع کے لیے کافی ہوگا۔ (کہ صرف ان اذکار کا معنی سمجھ میں خشوع ہوگا)

جوابؒ: اس (معنی کے سمجھنے) سے اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا خیال رکھا جائے تو زیادہ فائدہ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الذی یراك حین تقوم وتقلبك فی الساجدین﴾

ترجمہ: ''وہ (اللہ تعالیٰ کی) ذات آپ کو (نماز میں) کھڑے ہونے کی حالت میں دیکھتی ہے اور آپ کو سجدہ کرنے والوں میں سجدہ کرنے کو دیکھتی ہے۔''

محبت کے آثار

حال: جب آپ ہمارے پاس آکر واپس تشریف لے جاتے ہیں اس دن کھانے پڑھانے کسی چیز کا بھی جی نہیں چاہتا ہے۔ ایک قسم کی مردے پن کی حالت ہو جاتی ہے جس کے آثار جسم پر بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی رنج وغم تکلیف نہیں ہے۔

تحقیق: اس کی وجہ محبت ہے جو ایک پسندیدہ بات ہے۔

حال: (میرا) دل حضور کے قدم چومنے کو بہت چاہتا ہے۔ اکثر حضور کو خواب میں دیکھتا ہوں۔

تحقیق: یہ محبت کے آثار ہیں جو اس (سلوک) کے راستے میں بہت ہی مفید ہے۔

حال: کچھ عرصے سے اپنے حالات حضور کی خدمت میں پیش نہ کر سکا۔ اس کی وجہ سستی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ (اب حال عرض ہے کہ) بارہ تسبیح اور بارہ ہزار اسم ذات معمول ہے۔ کبھی کبھی ناغہ ہو جاتا ہے۔ (مجھے) نہ اچھے کپڑے کی خواہش ہے اور نہ ہی اچھے کھانے کی طلب ہے۔ (بس) دل یہی چاہتا ہے کہ اگر بیوی بچے نہ ہوتے تو مدینہ طیبہ میں جا کر رہتا تاکہ جنت البقیع میں دفن ہو جاؤں یا (دل یہ چاہتا ہے کہ) تھانہ بھون میں آکر حضور کی خدمت میں عمر بسر کر دوں۔

روزانہ ان دونوں باتوں کی فکر رہتی ہے۔ کبھی تو ایسا غلبہ ہوتا ہے بیوی بچوں کے ہوتے ہوئے بھی چلا جاؤں۔ تھانہ بھون آنے کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔ (میں) یہ سمجھتا ہوں کہ ہر لحاظ سے مدینہ طیبہ میں رہنا مشکل ہے لیکن میں چونکہ اس راستے کی ابتدا میں ہوں، نااہل ہوں جب تک میرے اخلاق اچھے نہیں ہوں گے مدینہ طیبہ کا ادب ادا کرنے کا لائق نہیں ہوں۔ اب حضور سے عرض کرتا ہوں کہ (مدینہ سے قیام نہ کرنے کی وجہ جو عرض کی ہے) کیا یہ وسوسہ ہے یا کیا ہے؟

تحقیق: سچی اور حقیقی محبت ہے۔

حال: دل میں یہ بات روزانہ آتی ہے کہ تھانہ بھون شریف یا مدینہ طیبہ کی تیاری کرنا چاہیئے۔ پھر یہ فکر غالب ہوئی کہ جنوری کے بعد چار مہینہ تو تھانہ بھون میں رہوں۔ اب میرے لئے جو مناسب ہو ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: اس کے علاوہ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔

حال: معلوم نہیں کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے یا نہیں ہے؟

تحقیق: (محبت ہے یا نہیں ہے) یہ فکر ہی محبت کی علامت ہے اور جب (محبت کی) علامت ہو تو جس کی علامت ہے (یعنی محبت) وہ بھی موجود ہوگی۔ اس لئے (آپ کے دل میں) اللہ تعالیٰ کی محبت یقینی ہے۔

حال: ذکر کرتے وقت یہ خیال کر کے اتنا روتا ہوں کہ ذکر کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ رات کو جب لیٹتا ہوں تو بہت دیر تک نیند نہیں آتی ہے لیٹے لیٹے روتا ہوں۔

تحقیق: یہ سب محبت کی علامات ہیں۔

حال: ذکر کرتے وقت بعض دفعہ جی چاہتا ہے کہ کوئی تلوار سے میری گردن جدا کر دے اور ایک ایک بوٹی الگ الگ پھینک دے اور اسی پر میرا خاتمہ ہو جائے۔

تحقیق: محبت کی پسندیدہ علامت ہے۔ قال ابن المنصور رحمہ اللہ تعالیٰ ؎

اقتلونی یا ثقاتی ان فی موتی حیاتی

ترجمہ: "میرے دوستو! مجھے مار دو ــــــ کہ میرے مرنے میں ہی میری زندگی ہے"

(یہ اشعار حضرت منصور حلاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت پڑھے جب ان کو پیروں میں بیڑیاں پہنا کر گلے میں طوق ڈال کر تختہ دار پر لے جایا جا رہا تھا۔ (مفتاح ۲۹۳/۴) مطلب یہ ہے کہ موت کے بعد ہی محبوب یعنی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی اور اصل زندگی ہی وہی ہے اس لیے موت ہی اس زندگی کا سبب ہے تو موت ہی اصل زندگی ہے۔)

اللہ تعالیٰ اور شیخ کی محبت کا غلبہ

(حضرت کے خلیفہ کی جانب سے ایک خط آیا۔)

حال: کمترین بندے کی جانب سے عالی جناب قبلہ وکعبہ سیدی ومحبوبی دام ظلہم العالی کی خدمت میں السلام علیکم! کئی دن تک اللہ تعالیٰ کی محبت کا بہت ہی غلبہ رہا۔ اس خیال کا بھی غلبہ رہا کہ اگر مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے کچھ حجاب ہوا تو کیا کروں گا۔ اس بات کا بہت صدمہ رہا اگرچہ کئی دفعہ دل کو سمجھایا کہ مایوس نہیں ہونا چاہیے مگر اپنی نااہلی اور نالائقی پر نظر رہی کہ اگر ایسا ہوا بھی تو کوئی عجیب بات نہیں ہے کیونکہ میں بہت ہی نااہل ہوں، مجھ سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور شکر نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ خیال ہوتا تھا کہ جنت میں کوئی نعمت نہ ملے مگر اللہ تعالیٰ کچھ بھی حجاب نہ ہو۔ پھر یہ حالت صبر کرتے ہوئے مغلوب ہوئی لیکن شوق ابھی بھی ہے اور آرزو یہی ہے کہ حجاب کچھ بھی نہ ہو اگرچہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا جو کچھ بھی ذرہ حضرت کی برکت سے حاصل ہوا ہے وہ تو عرصہ سے ہوا لیکن اس مرتبہ (اس میں) غلبہ بہت ہوا ہے۔

اب کئی دنوں سے حضور کی محبت کا غلبہ ہے۔ اگر چہ حضور کی شدید محبت اور بڑی عظمت جو میرے دل میں ہے اس کا اظہار مجھ سے نہ ہو سکے گا کیونکہ میرے اندر اظہار کا زیادہ مادہ نہیں ہے۔ نہ ہی یہ کوئی پسندیدہ چیز ہے۔ یہ (اظہار کرنا) ایک طرح کا دعویٰ (محبت) بھی ہے جو مجھ جیسے اور نالائق سے ہونا ایک عجیب بات ہے مگر مجبوری کی وجہ سے اب کچھ اظہار کیا ہے۔

طبیعت کو بارہا سمجھانے کے باوجود یہ خیال بار بار آتا ہے کہ اگر حضور کا وصال حق تعالیٰ سے میرے مرنے سے پہلے ہوا تو مجھے کیسے چین آئے گا مجھے حضرت کی محبت کا بے حد غلبہ ہو رہا ہے۔ اگر ان خیالت کے غلبہ کی وجہ سے کبھی شریعت کی حد سے آگے نہیں بڑھتا ہوں مگر بے چینی ضرور ہے۔

اگر یہ تمام وجوہات پسندیدہ اور مقصودی ہیں تو مبارک (بات) ہے اگر چہ کتنا ہی صدمہ ہو اور اگر کوئی بری بات ہے تو (اس کا) علاج فرمایئے۔ پرسوں جب جناب سرور عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا جب سے کچھ اطمینان ہوا ہے ورنہ بڑا (برا) حال تھا۔ سب کچھ اس لئے تحریر کیا کہ زبانی عرض کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ والسلام۔

تحقیق: محبی و محبوبی زاد اللہ تعالیٰ عرفا وقربا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دونوں حالتیں بلند ترین ہیں۔ پہلی حالت کا بلند ہونا تو ظاہر ہی ہے کہ حدیث میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق ہونا مطلوب اور مقصود آیا ہے جو اس کے خوب بلند ہونے کی دلیل ہے۔ اس کا (کبھی) غالب اور کبھی معتدل (درمیانہ) ہونا اس کے مختلف رنگوں میں سے جو حالات کے بدلنے سے بدلتے ہیں۔ یہ (غلبہ اور اعتدال) دونوں ہی پسندیدہ ہیں لیکن اعتدال زیادہ پسندیدہ اور سنت کے موافق ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ

"شوقا الی لقائك فی غیر ضراء مضرہ"

ترجمہ: "میں آپ سے آپ کی ملاقات کے شوق کو طالب کرتا ہوں جس میں نقصان پہنچانے والی حالت اور گمراہ کرنے والا فتنہ نہ ہو۔"

دوسری حالت بھی اللہ تعالیٰ کی محبت ہی کا ایک طریقہ اور رنگ ہے اگر چہ واسطہ کے ساتھ ہی ہو۔ بعض حالتوں میں بعض فائدے پہلی حالت سے زیادہ اس دوسری حالت میں حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ دوسری صورت تو ساری ہی پسندیدہ ہے۔

رہا خیال (میرے آپ سے پہلے) انتقال سے متاثر ہونے کا تو یہ بھی اسی محبت کا لازمی حصہ ہے اور پسندیدہ چیز کے سارے لازمی حصہ بھی پسندیدہ ہوتے ہیں۔ باقی یہ بات طبعی ہے وقتی ہے ہمیشہ ایک حال پر نہیں رہتی

ہے۔اسی طرح کیونکہ یہ (میری) محبت کیونکہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس (وقت یعنی میرے انتقال) کے وقت مدد فرمائیں گے جیسا کہ صحابہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے بعد معاملہ فرمایا۔

عبدیت (بندگی) کی علامات

حال: ظہر کی نماز کے بعد جب میں ذکر کرنے لگا تو مجھے دو باتوں کی فکر ہوئی۔ایک یہ کہ میرا خاتمہ کس حالت پر ہوگا۔اس وقت تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے (میرے) ہوش وحواس درست ہیں پھر بھی مجھے وسوسے آتے ہیں۔موت کے وقت تو نہ ہوش ہوگا اور نہ ہی حواس درست ہوں گے اس وقت کیا حالت ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ آخرت میں میرا انجام کیا ہوگا کیونکہ اپنے اعمال کی طرف سے دیکھنے سے برے اعمال کے علاوہ نیک اعمال نظر نہیں آتے ہیں۔

تحقیق: یہ عبدیت (بندگی) کی علامت ہے اور یہ اعلیٰ درجہ کی حالت ہے۔

حال: میرے گھر والے اللہ اور رسول کے ایسے عاشق ہیں کہ شریعت کی کوئی بات کچھ بھی ناگوار نہیں ہوتی ہے۔ حضور ان کو بھی تعلیم فرمائیں، نمازی ہیں۔(میں نے) کئی مرتبہ کہا: مولانا کو اپنا حال تو لکھو تو کہتی ہیں: میرا حال ہی کیا ہے الحمد للہ ان کو کوئی وسوسہ بھی نہیں آتا ہے۔

تحقیق: ان کا یہ کہنا میرا حال ہی کیا ہے یہی تو بڑا حال ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں عبدیت (بندگی) ہے۔اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ان کے لئے لا الہ الا اللہ مناسب ہے۔

ہر وقت یہی خیال رکھیں اور کسی وقت کے لئے ایک آسان تعداد بھی مقرر کرلیں پھر کبھی کبھی حالات کی اطلاع دیں۔

حال: حضور! مجھے نماز قضا ہونے سے ایسا صدمہ نہیں ہوتا کہ جس سے بے چین ہو جاؤں بلکہ یہ خیال آتا ہے کہ صدمہ کیوں نہیں ہوا قضا ہو جائے تو ہو جائے کچھ بھی رنج نہیں ہوتا ہے۔بعض گناہوں کے ہونے سے بہت رنج ہوتا ہے اور بعض کے ہونے سے کم یا بالکل نہیں ہوتا ہے۔

تحقیق: رنج تو سب (گناہوں کے ہونے) پر ہوتا ہے مگر سب کی قسمیں مختلف ہیں ایک قسم رنج کی یہ ہے کہ رنج نہ ہونے پر رنج ہوتا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ بعض گناہوں پر طبعی رنج ہوتا ہے اور بعض پر عقلی رنج ہوتا ہے۔اس لئے طبعی رنج نہ ہونے پر رنج ہونا یہ عقلی رنج ہونے کی دلیل ہے (یعنی رنج نہ ہونے پر رنج ہونا بھی رنج ہی ہے)۔

حال: کبھی یہ خیال آتا ہے کہ (اپنی) حالت تو بالکل گندی ہے۔صرف حضور کی تحریرات دیکھ کر شکر کرتا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ حالت تو ایسی بدتر ہے اور اس پر حضور کی شفقت، ڈر لگتا ہے کہ کسی دن یہ راز کھل گیا تو بہت رسوائی ہوگی۔

تحقیق: (اگر رسوائی ہو جائے تو) کیا حرج ہے۔رسوائی نہ ہونے کا خیال بھی (اپنائیت کے درمیان) ایک پردہ (کہ پورے حالات معلوم نہیں ہیں جو اپنائیت میں کمی کی بات ہے اس لئے) یہ پردہ بھی اٹھنا چاہئے۔(تاکہ اپنائیت ہو جائے)

محبت اور عبدیت کے آثار

حال: ذکر میں سوز وگداز اور طبیعت میں جوش آجاتا ہے۔کوئی آواز سنائی دیتی ہے لیکن خیال کرتا ہوں تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے۔جیسے ذکر (خود ہی) گونج کر کان میں سنائی دیتا ہے۔یہ آواز ہے یا (میرا) خیال خام کچھ بھی ہو اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہوں کیونکہ مقصود اللہ تعالیٰ کی بلند ذات ہوتی ہے لیکن یہ آواز اچھی معلوم ہوتی ہے۔

خدا کی طلب رمضان شریف کے بعد سے بہت بڑھ گئی ہے۔اسی فکر میں سارا دن گزر جاتا ہے بلکہ کبھی کبھی تو رونا آتا ہے رونے میں عجیب لذت محسوس ہوتی ہے۔دعا میں زیادہ رونا آتا ہے، ترک کرنے کو جی نہیں چاہتا ہے۔یہ خیال آتا ہے کہ میں بہت گناہ گار ہوں حقیقت میں ایسا ہی ہوں اگر (مجھ میں) کوئی بھلائی ہے تو یہ اعلیٰ حضرت کے طفیل اور خدا کا فضل ہے ورنہ اس ناکارہ سے کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔

حضوری (اللہ تعالیٰ کا ہر وقت دھیان) کچھ نہ کچھ حاصل ہے۔لیکن یہ دھیان (کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت میرے ساتھ ہیں مجھے دیکھ رہے ہیں) اوپر سے آگے، سے پاس سے یا دل میں کس طرف سے ہونا چاہئے۔اس ناکارہ کا خیال دل میں زیادہ ہو رہا ہے۔اسی طرح خدا کی ذات کا تصور کس طرح کرنا چاہئے کہ وہ موجود ہیں یا باقی ہیں یا فنا ہیں یا وہ معبود ہیں جس طرح بھی کرنا چاہئے ہیں بتائیے۔

میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں مسجد سے نماز پڑھ کر گھر جا رہا ہوں۔مسجد کے دروازے پر ایک عورت کھڑی تھی وہ بھی میرے ساتھ چلنے لگی۔میں نے اس سے کہا: میرے پیچھے چل۔اس نے کچھ جواب نہیں دیا اور نہ ہی پیچھے ہوئی۔میں آگے بڑھنے کے لئے دوڑا تو وہ بھی دوڑی حتیٰ کہ بائیں جانب اس عورت سے پیچھے ہی رہا۔دروازے تک اس کا خیال آتا ہے۔پھر میں مکان کے اندر چلا گیا۔بعد میں معلوم نہیں کہاں گئی۔

تحقیق: ماشاءاللہ سارے حالات پسندیدہ ہیں۔یہ آواز (جو آپ کو ذکر کے وقت سنائی دیتی ہے) اکثر اپنے

اندر ہی کی ہوتی ہے۔ بعض لوگ اس کو بالکل ہی عالم غیب کی آواز سمجھتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ بھی یہ آواز عالم غیب سے بھی ہوتی ہے۔ یہ خودی آواز بھی یکسوئی حاصل ہونے اور خیالات و وساوس کے دور ہونے کا ذریعہ ہوتی ہے اس لئے یہ بھی پسندیدہ ہے لیکن چونکہ یہ مقصود نہیں ہے اس لئے اس کو کمال نہ سمجھیں اور اس کی طرف توجہ بھی نہ کریں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ جو چیز پسندیدہ ہو ضروری نہیں ہے کہ وہ مقصود بھی ہو (اس لئے یہ آواز اگرچہ پسندیدہ ہے لیکن مقصود نہیں ہے)۔

سوز گداز اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طلب کی فکر میں سارا دن گزر جانا اور رونا یہ سب محبت کی علامات ہیں۔ خود کو کچھ نہ سمجھنا عبدیت کی علامات ہیں۔ یہ سب حالات مطلوب ہیں اللہ تعالیٰ مبارک فرمائیں۔

تصور پہلے تو اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہونا چاہئے خواہ جس طرح بھی آسان ہو اس کا کوئی معین آسان طریقہ نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ یہ خیال رکھیں کہ وہ وہم کو دیکھ رہے ہیں۔ اگر کبھی اللہ تعالیٰ کا تصور جم نہ سکے اور خیالات و وساوس پریشان کریں تو دل کی طرف اس طرح توجہ رکھیں کہ اللہ اللہ کر رہا ہے۔

وہ عورت دنیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ (آپ نے) اس سے بچنے کا ارادہ کیا۔ ان شاء اللہ محفوظ رہیں گے۔

حَال: (کچھ باطنی حالات لکھنے کے بعد یہ لکھا تھا) مگر اب حالت ایسی ردی ہوگئی ہے کہ سب حالات، کیفیات اور دعوے جھوٹے لگتے ہیں۔ (اب) میرے اندر ان (چیزوں) میں کسی کا بھی اثر (باقی) نہیں رہا ہے۔

"فیالتینی مت قبل هذا وکنت نسیا منسیا."

تَرجَمَہ: "کاش کہ اس میں اس سے پہلے مرجاتا اور بھولا بسرا ہو جاتا۔"

اپنے سے برا کسی کو بھی نہیں سمجھتا ہوں کافر بھی مجھ سے اچھا ہوگا کیونکہ اس کو تو (کیفیت اور حالات میں سے) کچھ ملا ہی نہیں اور مجھے خدا نے نعمت دی تھی مگر میں نے (اپنے) گناہوں سے اس کی ناقدری کی۔

تَحقِیق: یہ (موجودہ) حالت اس پہلی وہم اور گمان والی حالت سے ہزار درجے بہتر ہے کہ وہ اپنے کچھ ہونے کی حالت تھی جو (اپنے ہونے کا ایک قسم کا) دعویٰ تھا اور یہ حالت اپنے کچھ نہ ہونے اور فنا کی حالت ہے۔

ع چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا

تَرجَمَہ: "مردہ چراغ کہاں سورج کا نور کہاں۔"

حَالؒ: عالی خدمت حضرت قبلہ و کعبہ دام ظلہم العالی۔ سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ گذشتہ مہینے میں چند مرتبہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا بہت اور یکسوئی کا خصوصی غلبہ ہوا۔ اکثر یہ آیت۔

﴿انما المؤمنون اذا ذکراللّٰہ وجلت الخ﴾

تَرجَمہ: ''بلاشبہ ایمان والے وہی لوگ ہیں جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔''

کہ پانی پر جاری ہوتی تھی۔ قال اور حال (قول اور حالت) ایک ہو جاتا تھا۔ عشا سے پہلے اکثر ایسا ہوا۔ اور پھر عشا کی نماز میں ایک خاص لذت حاصل ہوئی جس کو بیان نہیں کر سکتا ہوں۔ بہت ہی یکسوئی، نماز کے معانی اور نماز کے مقاصد کی طرف خاص توجہ ہوئی اور قال اور حال ایک ہوگیا۔ لیکن اس حالت میں جسم پر ایک بھاری بوجھ اٹھایا ہوا لگتا تھا جس کی وجہ سے دو رکعت نماز پڑھنے سے بھی جسمانی کمزوری ہوتی تھی۔ اب یہ حالت تو نہیں رہی لیکن غالباً ایک ہفتہ سے ندامت غالب ہے۔ اگر اس حالت میں مجھے کوئی قتل کر دے تو طبعاً خوشی ہو اگرچہ عقلاً نہ ہو۔ اس ندامت سے بہت ہی غم ہے، خود کو دنیا میں رکھے جانے کے قابل نہیں سمجھتا ہوں۔ اپنے عیوب بہت ہی کھل کر سامنے آرہے ہیں۔ سر سے پیر تک عیب ہی عیب نظر آتے ہیں۔ ہر عبادت عیب سے بھری ہوئی ہے۔ عذاب کا خوف بھی نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی ثواب کا شوق ہے۔ صرف...... اور ندامت کا بہت ہی غلبہ ہے۔ دل کو رحمت الٰہی سے تسلی دیتا ہوں لیکن حالت کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ کچھ بھی اثر نہیں ہوتا ہے۔ خود کو دینی کام اور دین و دنیا میں رہنے کے قابل نہیں سمجھتا ہوں ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تو تجھے دنیا میں رکھنا چاہیں اور تو نہ رہنا چاہے۔

بحمد اللہ اس حالت کے باوجود گناہ کا کوئی کام نہیں ہوتا ہے ہاں دل کو بہت تکلیف ہوتی ہے جو حقیقت میں دنیا کے ہزاروں وسوسوں سے زیادہ ہے۔ کبھی اپنی بے کسی (لاچاری، مجبوری) اور آخرت کے لئے کچھ نہ ہونے کی موجودہ حالت میں بہت رونے کو دل چاہتا ہے اور اپنی نا قابلی پر خود بخود بہت ہی غم ہوتا ہے۔ آج کل بحمد اللہ تندرستی ہے۔ جو باتیں ذکر کی گئی ہیں ان میں طبی سبب بظاہر کوئی معلوم نہیں ہے اطلاعاً عرض ہے۔

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ سب عبدیت کاملہ کے آثار ہیں جو انتہا میں حاصل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے تاکہ

﴿لئن شکر تم لازیدنکم﴾

تَرجَمہ: ''کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہاری (اس شکر ادا کردہ) نعمت میں ضرور اضافہ کروں گا۔''

کی دولت حاصل ہو جائے۔

حال: میں نے آپ سے جو کسی اہل تلوین (رنگ برنگی طبیعت والے) کے پاس کچھ دن رہنے کا خیال لکھا تھا (اور یہ خیال بھی پرانا تھا) اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو (اس کا) بدلہ عطا فرمائیں۔ مجھے اپنی نااہلی خوب معلوم ہے۔ صرف فرض پر ہمیشگی اور کبائر کو چھوڑنے کی توفیق (کامل جانا) مطلوب ہے۔ (اگر یہی حاصل ہو جائے تو) اسی کو معراج سمجھوں گا۔

ذکر میں جب جوش آتا ہے تو (دعائیں) مانگنے لگتا ہوں اور خود دعائیں مانگتا ہوں۔ ایک بار دعا مانگنے کا جی چاہا تو یہ سوچا کہ میرا قلب تو پاک ہے پھر (خود ہی) عرض کیا: ہماری روک ٹوک سے تو پاک ہو چکا ہے۔ مگر بعد میں اس طرح اونچا اڑنے سے توبہ کرتا ہوں کم سے کم درجے کے تقوے کو انتہا بنا لیتا ہوں۔

ذکر پر نہیں ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ یہ بھی ایک دوام ہے۔ سماع کا خیال بھی پرانا ہے اور زائل نہیں ہوتا ہے۔ بس سماع کے الفاظ میں کبھی کبھی دعائیں کرتا ہوں۔ پہلی جب خشکی کا زمانہ تھا اس وقت اس کو بہت ہی ناپسندیدہ سمجھتا تھا۔ آپ کو میری حالت معلوم ہے دین کے کسی بھی کام کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ دماغ قلب اور (اعضاء) جوارح سب ضعیف ہیں۔ معدہ اور نگاہ بھی ضعیف ہے۔ قبض ہے، ہلکی بواسیر، خشکی دماغ اور کم نیند آنے جیسے دوسرے امراض میں مبتلا ہوں۔ (افسوس ہے کہ کہیں اردو کی تعلیم بھی نہیں دے سکتا ہوں)۔

اگر مجھے کوئی کام ہے تو اپنی اصلاح کا کام ہے۔ کسی کو فائدہ پہنچانا تو دور کی بات ہے مجھے تو اپنی ہی خبر لینے کی ضرورت ہے۔ (میری) اصلاح آپ کے ہاں رہ کر ممکن ہے۔ والدہ کے پاس رہ کر مجھ سے ان کی کوئی خدمت نہیں ہو سکتی ہے۔ میں خود بھی بھائی کے ذمہ ہوں۔ (والدہ مجھے اپنے ہاں روکتی بھی نہیں ہیں) والدہ کو صرف مجھ سے ہی سہارا ہے، بھائی صاحب دن میں دکان پر رہتے ہیں۔ موجودہ صورت حال میں فرمائیے کہ میں آپ کو اختیار کروں یا والدہ صاحبہ کو اختیار کروں۔ میں اس (دونوں میں کس کو اختیار کرنے کے معاملے) میں شک میں ہوں۔ یکسوئی چاہتا ہوں۔ میرے لئے ان دونوں باتوں میں سے جو بھی زیادہ مفید ہو بتائیے۔

تحقیق: اہل تلوین () کی محبت کے خیال کے ختم ہونے سے بہت ہی خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائیں۔

اس کے بعد ''منتہی بنا لیتا ہوں'' تک جو حالت لکھی ہے اس سے اور زیادہ خوشی ہوئی۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے عبدیت (بندگی) کا ایک مطلوب درجہ عطا فرمایا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں ترقی ہوگی۔

سماع کا خیال اپنے اختیار سے نہیں ہے اس لئے اس پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ ہاں اس کے چاہنے پر عمل نہ

کیا جائے کیونکہ یہ نقصان دہ ہے۔ہاں کچھ اشعار کو خوش الحانی سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ کسی زبان میں بھی (وہ اشعار) ہوں۔

(خشکی کی حالت میں) ناپسندیدگی کی جو وجہ تھی وہ بھی پسندیدہ تھی۔یعنی صورت کے لحاظ سے بھی (اتباع) کا نہ چھوٹنا ہے (اس لئے یہ بھی پسندیدہ ہے کہ ممنوع کام کی صورت بھی اختیار نہ کی جائے) اور (اب سماع کے الفاظ میں دعا کرنا) یہ بھی پسندیدہ ہے کہ یہ صورت پر (جو کہ ممنوع چیز کی ہے) معنی کا غالب آجانا ہے (یعنی اشعار کے جو اصلی معنی ہیں وہ ممنوع صورت پر غالب آجاتے ہیں) اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ ترقی عطا فرمائیں گے۔یعنی صورت اور معنی کے ایک ہونے کی صفت عطا فرمائیں گے۔

اپنے جسمانی ناکارہ پن کے بارے میں جو لکھا ہے وہ باطن کے لئے نقصان دہ نہیں ہے (اس لئے) بے فکر رہیں۔والدہ کو چھوڑنا تو یہ ہے کہ آپ کو جب ان کی ضرورت ہو اس کے باوجود ان کو ناخوش کرکے یا بہت لمبی مدت کے لئے ان سے جدا ہو کر آئیں ورنہ اگر زیادہ یہاں رہیں اور کبھی کبھی ان سے مل کر آجائیں تو یہ چھوڑ کر آنا نہیں ہے۔امید ہے کہ وہ اس کو خوشی سے قبول کرلیں گی۔

حَالؒ: ایک دن اپنی حالت کے بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ تمہارے ذمہ خدمت خلق کا کام ہے لیکن تم میں ابھی اس کام کی صلاحیت نہیں ہے بلکہ تمہیں خود اپنی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔(اس لئے) تم خود کو دینی پیشواؤں میں شمار نہ کرو لیکن شیخ کے حکم کی تعمیل میں جو کچھ ہو سکے کرتے رہو۔شیخ کی برکت سے جو کچھ اصلاح لوگوں کی ہو جائے تو ہو جائے ورنہ تم تو کسی قابل نہیں ہو۔

اسی طرح تم خود کو ولایت میں اونچے مقام پر نہ سمجھو اور نہ ہی دینی پیشواؤں میں شمار کرو کیونکہ ان کے حالات، دین کی سمجھ، ذکاوت وفراست اور مراتب بہت ہی اونچے ہوتے ہیں، تم کہاں اور کہاں وہ حضرات جو پاک نفوس کے مالک ہیں وہ کہاں:

چہ نسبت خاک را باعالم پاک

ترجمہ: ''خاک کو پاک جگہ سے کیا نسبت ہے۔''

جب دل میں یہ خیالات آتے ہیں تو اپنے حالات بہت ہی گھٹیا اور ذلیل معلوم ہوئے۔ان سے دل میں ایک قسم کی عبرت اور ندامت ہوئی۔اسی طرح دین کے معاملے میں جتنی اپنی کمی کوتاہیاں نظر آتی ہیں اتنی ہی ندامت اور افسوس ہوتا ہے جس کو میں زبان سے کہہ نہیں سکتا ہوں۔توبہ واستغفار سے ان کوتاہیوں کی تلافی کرتا

ہوں اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا پکا ارادہ کرتا ہوں لیکن پوری کامیابی حاصل نہیں ہوتی ہے۔ آپ بھی میرے لئے دل سے دعا فرمائیں کہ ان کوتاہیوں کی پوری اصلاح ہو جائے اور اللہ تعالیٰ مجھے اس دنیا سے (اپنا) کامل بندہ بنا کر اٹھائیں اور آخرت کے عذاب سے نجات عطا فرمائیں۔ اسی بات کی (مجھے) فکر ہے اور اسی کے لئے آپ سے دعاؤں کا طالب ہوں۔ باقی کسی بزرگی اور کمال وغیرہ کی مجھے ہوس نہیں ہے بقول شخصے ؎

زاہد شدی شیخ شدی دانشمند   ایں جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

ترجمہ: ''زاہد شیخ عقلمند سب بن گیا ہے تو ـــــ انسان نہ بنا تو کچھ نہ بنا ہے تو۔''

(یعنی زاہد اور شیخ بننا آسان ہے مگر مسلمان بننا مشکل ہے۔) (خطبات حکیم الامت ۱۲۱/۷)

اب تک میں تصوف اور درویشی کو نجانے کیا کچھ سمجھتا تھا لیکن بہت ٹھوکریں کھانے کے بعد یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ بس انسان بن جاؤ یہی سب کچھ ہے، اگر انسان نہ بنے تو سارا کمال وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ تمام کمالات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان (اللہ تعالیٰ کا) کامل بندہ بن جائے اور سلوک کے راستے پر چلنے کا مقصد بھی یہی ہے۔

باقی کمالات، حالات کیفیات اور مکاشفات مقصودی چیزیں نہیں ہیں۔ اسی غور وفکر میں تھا کہ مولانا رومی یا کسی اور صاحب کا شعر یاد آیا۔ ؎

ہفت شہرے عشق را عطار گشت   ماہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

ترجمہ: ''حضرت فرید الدین رحمہ اللہ تعالیٰ تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے ساتوں شہر گھوم چکے ہیں اور ہم ابھی ایک گلی کے کنارے پر ہیں۔'' (یعنی پیاری حالت اللہ تعالیٰ کے عشق ومعرفت میں کچھ بھی نہیں ہے)

اس پر بات کھل کر سامنے آئی کہ حقیقت میں ابھی اپنی حالت کچھ بھی نہیں ہے لیکن جو کچھ (اچھی) حالت ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ہے اور جو کچھ نہیں ہے اس کی اصلاح کی فکر اور اس کے لئے حضور سے دعا کی درخواست سے ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور اور تمام پیروں کے صدقے میں میری تمام کوتاہیوں کی شریعت کے موافق اصلاح فرمائیں اور مجھے اس (اپنی اصلاح کے) کام میں کامیابی عطا فرمائیں۔

ع با کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ: ''کریموں کے لئے بہت سارے کام مشکل نہیں ہیں۔''

انتہائی گیا گزرہ بندہ ہوں۔ میں نے اپنی ٹوٹی پھوٹی باطنی حالت کو لفظوں میں لکھا ہے۔ کبھی کبھی اس حالت

کا غلبہ صحو و تمکین کی حالت میں پورا رہتا ہے (اس وقت) اپنی ساری اچھی بری حالت سامنے آجاتی ہے تو بہت شرمندگی ہوتی ہے۔

(پیچھے جو شعر گزرا اس میں) ہفت شہرے کا کیا مطلب ہے سمجھ میں نہیں آیا کہ مولانا کی اس سے کیا مراد ہے۔ اگر چہ اتنا سمجھ میں آیا ہے کہ عشق کے مراتب مختصر طریقے سے بیان کئے ہیں۔

تحقیق: ان مراتب کی یہی تفصیل ہے۔ ان کا نام کوئی ضروری نہیں ہے۔

توکل

سؤال: اس خط کے لکھنے کا مقصد ایک شبہ کا حل چاہنا ہے۔ وہ شبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے خرچ وغیرہ میں جتنا ہو سکے شریعت کا خیال رکھتا ہے یعنی واجب خرچوں کے بعد جو خرچہ مستحب ہو اس کو کرتا ہوں مگر اتنا کہ قرضہ نہ ہو اگر چہ کچھ باقی نہ رہے۔ اسی اصول کی وجہ سے اپنے بزرگوں یا عزیزوں کی خدمت کرتا ہوں یا اگر کوئی مجھ سے قرض مانگے تو اس کے ساتھ خدمت اور احسان کرنے میں اس اصول کو اپنے سامنے رکھتا ہوں (اور اسی کے مطابق) اپنی گنجائش کے موافق خدمت و احسان کرتا ہوں۔

بعض اوقات بلکہ اکثر ہی جی چاہتا ہے کہ اپنے بزرگوں کی اور زیادہ خدمت کروں یا میرے یہاں اکثر غریب اور ضرورت مند کاشت کار رہتے ہیں جن کو اکثر ہر قسم کی ضرورت رہتی ہے۔ ان ضرورت مندوں کو دیکھ کر تو یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر اس اصول کا خیال نہ کروں تو اکثر مقروض رہوں۔ مگر آیت ﴿**والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالك قواما.**﴾ **ترجمہ:** "وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ ہی بخل کرتے ہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان رہتے ہیں۔") کو اپنے سامنے رکھ کر اپنی گنجائش کے مطابق ہی احسان کرتا ہوں۔ یہ جاننے کے باوجود کہ (میں) شریعت کے مطابق ہی کر رہا ہوں اس لئے یہ بھی پسندیدہ ہے لیکن جب ان حدیثوں "**ولکن الزھادة فی الدنیا ان لا تکون بما فی یدیك اوثق مما فی یدالله**" (اور زہد یہ ہے کہ جو تمہارے ہاتھ میں ہے وہ اس سے جو اللہ کے ہاتھ میں ہے زیادہ بھروسہ والا نہ ہو)۔

"**انفق یا بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا**" (بلال! خرچ کرتے رہو اور عرش والے سے کمی کا خوف نہ کرو)۔ کو دیکھتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ جو بھی بطور احسان خرچ کرنے کا موقع آئے تو فوراً خرچ کیا جائے اور مقروض ہونے کا خیال نہ کیا جائے۔ (پھر) یہ خیال آتا ہے کہ حدیث میں (خرچ کرنے کی) جو حالت

آئی ہے وہ بڑے لوگوں کے لئے ہے اور ہم ابھی (ایمان کے اعتبار سے) کمزور ہیں اس لئے ہمارے لئے یہ مناسب نہیں ہے۔ مگر یہ (حدیث والی دوسری) حالت کیونکہ پہلی والی حالت سے زیادہ پسندیدہ ہے اس لئے ہمیں بھی وہ حالت اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن اپنی طبیعت کو دیکھتا ہوں کہ ایسی ہے کہ دوسرے کا احسان اپنے اوپر بہت ہی بوجھ محسوس ہوتا ہے اور مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ مجھ پر دوسروں کا قرض ہو جائے اگرچہ میں خود دوسروں پر جتنا ہو سکے احسان کرتا رہوں۔ اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی رحمت اور بہت ہی فضل کا خیال کرتا ہوں کہ دوسری حالت پیدا ہو جائے مگر ابھی تک شریعت کا پہلا ہی قاعدہ زیادہ محفوظ لگتا ہے۔ اور دوسرے قاعدے پر عمل کے بارے میں سوچتا ہی رہتا ہوں۔

اب پوچھنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ توکل (اللہ تعالیٰ پر بھروسے) کی کمی ہے اور اگر ہے تو اس کا علاج کیا ہے؟

جواب: یہ توکل کی کمی نہیں ہے اور نہ ہی ان حدیثوں کے خلاف ہے جو سوال میں لکھی گئی ہیں (بلکہ) پہلی حدیث میں بندے کے پاس جو کچھ ہے اس پر بھروسہ نہ کرنا ہے اور دوسری حدیث میں جو کچھ بندے کے پاس ہے اس کو نہ روکنا مراد ہے اسی طرح اس دوسری حدیث میں جو خرچ کرنے کا حکم ہے وہ دوسری حدیثوں کی روشنی میں اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرنا ہی ہے۔ (یہ توکل ہی ہے) اس لئے علاج کی ضرورت نہیں ہے۔

حال: (میں نے) ہمیشہ اپنے سامنے یہ رکھا کہ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھوں۔ روزی کے معاملے میں خاص طور پر اسی کو اپنے سامنے رکھا۔ پھر بھی جب آمدنی رک جاتی ہے خواہ تین دن کے لئے ہی کیوں نہ ہو بے اختیار طبیعت پریشان ہو جاتی ہے حالانکہ (اس موقع پر) اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے دیتے ہیں جہاں سے خیال بھی نہیں ہوتا ہے۔ (اور حال یہ ہے کہ) آمدنی ہونے پر اطمینان ہو جاتا ہے دیر ہونے سے پریشانی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ یہ ضرور ہوتا ہے کہ پریشانی کے وقت رجوع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہوتا ہے اور (اللہ تعالیٰ سے) تنگی کی شکایت زبان پر تو کیا دل میں بھی نہیں ہوتی ہے۔ یہ تو میرا حال ہے۔ میرے گھر میں یہ کیفیت ہے کہ جب تنگی ہو تو اس کو کبھی پریشانی نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ تو یوں کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیں گے ہم فکر نہیں کرتے۔ اس بات سے مجھے اپنے اوپر افسوس ہوتا ہے کہ عورت کی ذات مجھ سے اونچی ہوگئی۔

میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میری یہ حالت پسندیدہ ہے یا ناپسندیدہ ہے؟ اگر ناپسندیدہ ہے تو اس کا کیا علاج کروں۔

تحقیق: (آپ میاں بیوی) دونوں کی حالت پسندیدہ ہے۔(اور) دونوں میں فرق طبعی ہے۔ عورتوں میں کیونکہ انجام کا خوف وفکر فطرتی طور پر کم ہوتی ہے اور مردوں کی قوت فکر زیادہ کام کرتی ہے اسی وجہ سے یہ فرق ہے۔

حال: آج سے ایک ہفتہ بھر پہلے ایک دن صبح دس بجے طبیعت اتنی گھبرائی اور دل بھی بہت گھبرایا تو حضرت کے پاس آکر کم از کم آٹھ دن رہنے کا پکا ارادہ کیا جناب خواجہ عزیزالحسن صاحب جو کانپور (شہر کے) ڈپٹی کلکٹر ہیں وہ میرے پیر بھائی ہیں، مجھ پر بہت ہی مہربان رہتے ہیں۔ ان سے مشورہ کیا، یہ بھی بتایا کہ آج کل زیادہ قرض دار ہوگیا ہوں، (اگرچہ آنے جانے کے) خرچ کی گنجائش ہے لیکن قرض ہونے کی وجہ سے حضرت ناراض ہوں کہ ایسی حالت میں کیوں آیا تو خواجہ صاحب نے مشورہ دیا کہ حضرت سے (آنے کی) اجازت لے لو اگر حضرت اجازت دیں تو جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(اس لئے) عرض کرتا ہوں کہ تقریباً ڈیڑھ ہزار روپے کا قرض دار ہوگیا ہوں ہر وقت اس کی فکر رہتی ہے۔ قرض تھوڑا تھوڑا ادا کرنا بھی شروع کر دیا ہے۔ میرے گھر والے کیونکہ میرے ساتھ ہی رہتے ہیں اس لئے جو کچھ بچا لیتا ہوں (تھوڑا بہت) اس سے قرض ادا کرتا رہتا ہوں۔ الحمدللہ! میری آمدنی کا ذریعہ غیر محدود ہے، توکل ہی اس کی اصل ہے۔ میں چمڑہ کا کاروبار کرتا ہوں۔ کانپور میں چمڑہ خریدتا ہوں اور کانپور میں ہی بیچ دیتا ہوں جیسا کہ اس سے پہلے خط میں آپ کو بتا چکا ہوں۔

میں نے اللہ تعالیٰ کے دربار کی ملازمت اختیار کر لی ہے۔ ظاہری طور پر چمڑہ کا کام ۶-۷ گھنٹے کر لیتا ہوں۔ (جس دن سے اللہ تعالیٰ کی ملازمت اختیار کی ہے) اس دن سے میں نے کام تو بہت کم کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے نفع بہت دیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ بھی ہوا کہ جس دن اپنا کام کر لیتا (کہ آج اتنا کام یا اتنے وقت تک کام کروں گا) اس دن اللہ تعالیٰ گویا غیب سے دیتے کہ نقصان والا مال خرید لایا اور اس میں نفع ہو جاتا تھا۔ جب کام مقرر نہیں کیا تو نفع والا مال خرید لایا اور بہت نقصان ہوتا ہوا نظر آیا جس کو میں برداشت بھی نہیں کر سکتا تھا۔ پھر جیسے ہی میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی اور توبہ کی تو اللہ تعالیٰ گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسی نقصان والے مال سے نفع عنایت فرما دیتے ہیں۔ اس بات کو میں ہر دن دیکھتا ہوں۔

(اب عرض یہ ہے کہ) جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اگر روزانہ کا یہ کام (چمڑہ خریدنا بیچنا) بند ہو جائے تو مجھے دنیاوی نقصان ہوتا ہے اور اگر میں نے جو اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کیا ہے اس کے مطابق مسلسل کام کرتا رہوں تو

میری تجارت میں بھی مسلسل نفع ہی ہوتا رہتا ہے نقصان کا کوئی خوف تک بھی نہیں ہوتا ہے۔ روحانی فائدہ جو اس دنیاوی نفع کے علاوہ ہے وہ اس کے علاوہ ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ مبارک کرے کہ اللہ تعالیٰ نے یقین توکل کی دولت عطا فرمائی۔ جب ایسا یقین عطا ہوا ہے تو ان شاء اللہ (آنے سے) کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

حال: اب میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر حضور اجازت دیں صرف آٹھ دن کے لئے (خدمت میں) حاضر ہو جاؤں۔ شاید اس آٹھ دن کی تھوڑی سی مدت میں میری اس (گھبراہٹ کی) حالت میں کچھ بہتری آ جائے۔

اگر (آپ کے نزدیک میرے) قرض کی مجبوری رکاٹ ہو تو (اس بارے میں) میں یہ عرض کروں گا کہ خدانخواستہ مجھے اچانک کوئی جسمانی بیماری ہو جائے جس کا علاج ضروری ہو اور (اس کے لئے) دہلی (میں) حکیم اجمل خان صاحب کی خدمت میں جانا پڑے تو مجبورا سارا خرچ برداشت کرنا پڑے گا۔ (اس وقت) یہی کہا جائے گا اگرچہ میں قرض دار ہوں قرض ادا کرنا سارے کاموں سے پہلے ہے لیکن جب جسمانی صحت ٹھیک نہیں ہوئی تو قرض بھی ادا نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے میرے خیال میں جسمانی صحت کی حفاظت زیادہ ضروری ہے۔ اس لئے اسی ضرورت کو سمجھ کر میں آٹھ دن کے لئے حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں جسمانی صحت سے روحانی صحت زیادہ ضروری ہے اور جب کہ میری دنیا کا دارومدار بھی اسی روحانی حالت پر ہے۔

مختصرا گذارش ہے کہ اگر مناسب ہو تو خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت عطا فرمائیں۔

تحقیق: ان موجودہ حالات میں آنے کے لئے منع نہیں ہے۔

حال: یا کوئی اور تدبیر جو بھی حضرت ارشاد فرمائیں اس پر عمل کروں۔ خود اپنے خیال سے میں نے یہ تدبیر کی ہوئی ہے کہ اپنے ہم خیال دوستوں سے بہت زیادہ ملتا ہوں بلکہ سب سے زیادہ فلاں صاحب سے ملتا ہوں۔ ان کے ہاں مجھے کچھ نہ کچھ تسلی ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اکثر نیک ذکر اور (دوسری) اچھی باتیں فرماتے رہتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات اکثر دیکھتے رہتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ دعوات وعبدیت (کتاب) کا بہت زیادہ مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ ان تدبیروں سے سکون تو حاصل ہوتا ہے لیکن بہت کم حاصل ہوتا ہے۔ اب جو حضور ارشاد فرمائیں گے اس پر عمل کروں گا۔

تحقیق: ہاں! یہ بہت اچھا معمول ہے لیکن خواجہ صاحب سے یا کسی اپنے ہم خیال سے تنہائی میں ملئے جب مجمع زیادہ ہو جائے تو اٹھ جایئے۔

راقم (لکھنے والا) عرض کرتا ہے کہ قدرت سے میرا کانپور جانا ہوا اور تمام جواب میں نے زبانی کہہ دیئے۔

حضرت مدظلہ کے ایک خلیفہ (صاحب) کا خط

حَالْ: احقر نے تمام اسباب کو چھوڑ کر توکل اختیار کیا ہوا ہے۔ اس لئے خط لکھنے بھیجنے میں دیر ہوئی کہ (پوسٹ) کارڈ خریدنے کے لئے پیسے نہیں تھے۔ حضرت کو بھی یہ بات معلوم ہو جائے کہ احقر کسی کا بھی قرض دار نہیں رہتا ہے۔ احقر نے اپنے دوستوں سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اگر میرے پاس آئیں تو اپنے کھانے کا خود ہی انتظام کر کے آئیں یا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے آئیں کہ اگر مل گیا تو کھالیں گے ورنہ ویسے ہی سو جائیں گے۔ میرا معاملہ کیونکہ توکل پر ہے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ لالچ اور خواہش کے بغیر حلال بھیجیں گے اس میں سے خود بھی کھاؤں گا اور دوسروں کو بھی کھلاؤں گا۔ قرض لے کر نہ خود کھاؤں گا اور نہ ہی دوسروں کو کھلاؤں گا۔ مجھے اس میں عافیت لگتی ہے اور یہ میرا مزاج ہے۔

میری یہ بات سن کر میرے ایک دوست کہنے لگے قرض لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ایسے قرض کو اللہ تعالیٰ جلدی ادا کر دیتے ہیں۔ احقر نے جواب دیا کہ اس بات میں شک نہیں ہے کہ ایسا قرض ادا تو ہو جاتا ہے مگر حرص (لالچ) کے بڑھ جانے کا خوف ہے کیونکہ قرض لینے کے بعد ادا کرنے کی فکر ہوگی اور قرض دینے والا بھی مانگے گا۔ پھر قرض واپس کرنے کے لئے کچھ نہیں ہوگا تو نظر مخلوق پر ہونے لگے گی اور یہ پھر یہ کہ (ہر وقت) یہ دھن اور خیال رہے گا کہ کہاں سے مل جائے کہ قرض ادا کروں۔ اسی فکر میں حلال وحرام سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔ میری یہ بات سن کر وہ چپ ہو گئے۔ میں نے ان سے اتنا اور کہا کہ مجھے اچھا بننے کی خواہش نہیں ہے جس کی وجہ سے قرض لے کر کھلاؤں۔ کوئی کتنا بھی برا بھلا کہے مجھے پرواہ نہیں ہے۔ (مجھے تو بس) اپنے کام سے کام ہے۔

حضرت! جس دن فاقہ ہوتا ہے بھوک پیاس کچھ بھی معلوم نہیں ہوتی ہے۔ دل میں تنگی بھی پیدا نہیں ہوتی ہے بلکہ دل میں خوشی اور (مزہ و) لذت محسوس ہوتی ہے اور نور کی طرح کوئی چیز دل پر محسوس ہوتی ہے۔ پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے اور عبادت میں لذت بہت ہوتی ہے۔ احقر کو اچھے کھانے اور کپڑے کی بالکل حرص نہیں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ بغیر لالچ اور خواہش (نفس) کے عطا کر دیتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر (کھا اور) پہن لیتا ہوں اور (اللہ تعالیٰ کا) شکر ادا کرتا ہوں۔

حضرت! احقر خود کو بہت ہی کم سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزاں وترساں اور خوف، امید کے درمیان رہتا ہے۔ دنیا کے ختم ہو جانے اور آخرت کے باقی رہنے کو سوچتا ہے۔ دنیا بہت ہی حقیر (ذلیل) بے

بنیاد لگتی ہے۔ دل (خواہشات کے ختم ہونے کی وجہ سے) اتنا ٹھنڈا ہوگیا ہے کہ کسی چیز کی خواہش اور لالچ نہیں ہے۔ خواہش ہے تو اعمال صالح کی کہ ہر کام، ہر عبادت میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا خیال (ہر وقت) رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے کام سے ایسی دلچسپی اور راحت ہے کہ بیان نہیں کرسکتا ہوں۔ گناہوں سے ایسی نفرت اور مشقت و تکلیف ہوتی ہے کہ لکھ نہیں سکتا ہوں۔

احقر کو گناہ کے کام دیکھ کر آنکھ میں درد محسوس ہوتا ہے۔ باجے یا گانے کی آواز کان میں سنائی دیتی ہے تو کان میں درد سا محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ کے کام دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔ کبھی دھوکہ میں کوئی گناہ احقر سے ہو جاتا ہے تو فوراً رنج و غم ہوتا ہے۔

حضرت! اللہ تعالیٰ کی طرف سے ساری بری صفات ختم ہوگئی ہیں اور جو اچھی صفات پیدا ہوتی ہیں وہ روزانہ پکی ہوتی جارہی ہیں۔

حضرت! ۲۱ شعبان سے چالیس دن کا اعتکاف کر کے چلہ کرنے اور خلوت (تنہائی) سے دلچسپی رہتی ہے۔ ہر وقت دل میں نور محسوس ہوتا ہے اور احقر ہر وقت ذکر کرتا رہتا ہے ذرا بھی غفلت ہونے سے دل کھچنے لگتا ہے۔ عبادت میں یکسوئی رہتی ہے اور خوب جی لگتا ہے منہ میٹھا ہو جاتا ہے۔ دل کو راحت اور دل میں نور محسوس ہوتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ ذکر بند نہ کروں (جب) نماز پڑھنے لگتا ہوں تو بھی یہی حالت ہوتی ہے۔

قرآن شریف مناجات مقبول کا زاد السعید اور ذکر کرنے میں اسی طرح ہر وقت ذکر کرتے ہوئے یہ کیفیت رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام لینے میں جو مزہ آتا ہے وہ کسی چیز میں نہیں آتا ہے۔ ایسی لذت محسوس ہوتی ہے کہ بیان نہیں کرسکتا ہوں۔ دل کی یکسوئی اور لذت کے مقابلے میں ہفت اقلیم (ساری دنیا) کی بادشاہت گرد کی طرح ہے جو لکھی نہیں جاسکتی ہے۔ جس کو عشق ہو وہی اس کا مزہ معلوم کرسکتا ہے اس جگہ یہ شعر یاد آیا۔ ؎

اے ترا خارے بپا نشکستہ کہ دانی کہ چیست حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

ترجمہ: ”اے وہ شخص جس کے پاؤں سے کانٹا بھی نہ ٹوٹا ہو اس کو ان شیروں کا حال کیسے معلوم ہو جو خطروں کو سر پر لیے پھرتے ہیں۔“ ؎

خطروں میں پھرنے والوں کا علم کیا ہو ان کو
کانٹا بھی نہ ٹوٹا ہو ساری عمر میں جن سے

(مطلب یہ ہے کہ ہمیں کیونکہ عشق نہیں ہے اس لیے عاشقوں کا حال ہمیں کیسے معلوم ہوگا۔)

ذکر کرنے میں کبھی کبھی یہ حالت ہوتی ہے کہ رونگٹے رونگٹے سے اللہ اللہ کی آواز آتی ہے اور سامنے بالکل

نورانی اجالا ہو جاتا ہے۔ ایک دن حالت یہ ہوئی کہ احقر مسجد میں اعتکاف کی حالت میں سو رہا تھا کہ رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ بدن کے اوپر نورانی چاند کی روشنی کی طرح اجالا ہے۔ آنکھ کھلنے کے بعد احقر نے خود کو ذکر کرتے ہوئے پایا۔ احقر کو نہ روشنی کی خواہش ہے نہ کیفیات کی خواہش ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کے حاصل کرنے کی دھن میں رہتا ہے۔ اور حالت یہ ہے۔ ؎

اندریں رہ می تراش ری خراش　　تادم آخر دمے فارغ مباش

ترجمہ: ''اس راستے میں مستقل محنت کرتے رہو تا کہ آخر عمر تک کوئی لمحہ فارغ نہ رہو۔''

تادم آخر دمے آخر بود　　کہ عنایت باتو صاحب سر بود

ترجمہ: ''شاید تمہارا آخری سانس اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے کام آجائے۔''

حضرت آپ کی محبت اور دعا کی برکت اور اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے ورنہ اس نالائق کا منہ (اس قابل) کہاں تھا کہ یہ دولت نصیب ہوتی۔ حضرت! (میں) ساری زندگی جناب والا کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا اور اللہ تعالیٰ کا اس نالائق سے کیا شکریہ ادا ہوگا۔ (خط کے) لمبا ہو جانے کے خوف سے معمولات تحریر نہیں کئے۔

(آخر میں) احقر اعمال صالحہ میں استقامت عطا ہو جانے کے لئے اصلاح اور دعا کا طلب گار ہے۔

تحقیق: دل بے حد خوش ہوا دولت یہ ہی ہے اللہ تعالیٰ اور زیادہ عطا فرمائے۔

حال: حضرت! تنگی فاقہ مستی اور تکلیفوں کے زمانے میں دل جو (ایک) خاص (نور، ذوق وشوق کی) حالت تھی ایک مہینہ کے اندر ہی اس میں (ایسی کمی زیادتی ہوئی کہ) زمین وآسمان کا فرق محسوس ہوتا ہے۔ الحمدللہ! اس حالت کا اثر باقی تو اب بھی ہے لیکن کمی بھی ضرور ہے۔

تحقیق: ایسی کمی زیادتی کی طرف نظر نہیں کرنا چاہئے کبھی کبھی ناشکری کے دعوے کا شبہ ہو جاتا ہے۔

ہر چہ از دوست میر سد نیکو ابست　　خواہ عسرت یا فراخی

ترجمہ: ''دوست کی طرف سے جو بھی حال ہو سب اچھا ہے خواہ تنگی ہو یا فراخی ہو۔''

حال: الحمدللہ اب اچھا کھانے، پینے اور پہننے کی طرف توجہ نہیں ہوتی ہے جو کچھ مل جاتا ہے یا ملے گا اسی پر بس (اکتفاء) کر لیتا ہوں اور ان شاء اللہ کروں گا۔ جو کچھ سامنے آجاتا ہے لگتا ہے گویا مفت مل گیا اور (اس کی) بڑی قدر ہوتی ہے۔ گناہوں سے نفرت ہوگئی ہے اور ان سے بچنے لگا ہوں۔

حضور کے ایک جملے سے احقر کو بہت ہی فائدہ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ تمہارا یہ جواب خدا کے سامنے چل سکتا ہے میں تو تمہارے کہنے سے مان لوں گا مگر خدا حقیقت حال کو دیکھتے ہیں۔ یہ جملہ ہر وقت احقر کے ذہن میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس جملہ کی وجہ سے کسی سے جھوٹ بولنا یا دھوکہ دینا یا ہیر پھیر کرنے کی جرات نہیں ہوتی ہے۔ اس جواب کے آگے نفس کی بھی کچھ نہیں چلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ (خود تو) اگرچہ کچھ عمل نہیں کرتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے حضور کی محبت نصیب فرمائی ہے جس سے اپنی چھوٹی چھوٹی غلطیوں، نفس اور شیطان کی شرارتوں کا پول کھل جاتا ہے۔ آئندہ نہ کرنے کی ہمت اور توفیق ہوتی ہے کہ آئندہ ان شاء اللہ یہ غلطی نہیں کروں گا۔

تحقیق: مبارک (ہو) مبارک (ہو)۔ فقط

اللہ تعالیٰ (جل شانہ) اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت زیادہ ہونے کا طریقہ

سوال: اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت زیادہ ہو جائے (اس کا طریقہ کیا ہے)؟

جواب: شریعت کے احکام کو پورا کرنا اور ذکر کی کثرت کرنا اسی (محبت کے زیادہ کرنے) کا طریقہ ہی تو بتایا گیا ہے۔ (یعنی شریعت کے احکام پر عمل کرنا ہی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بڑھنے کا ذریعہ ہے)۔

توبہ کی توفیق مل جانا کامیابی کی علامت ہے

حال: حضرت کا خط کافی دنوں پہلے آیا تھا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور کی ہدایت کے مطابق عمل کر رہا ہوں۔ (رسالہ) جزاء الاعمال دیر سے ملا۔ امتحان کے قریب ہونے اور فرصت نہ ہونے کی وجہ سے تقریباً پندرہ منٹ روزانہ پڑھتا ہوں۔ کل اور پرسوں رات کو جلدی سو گیا تھا اس لئے نہیں پڑھ سکا۔

جزاء الاعمال پڑھنے، ذکر کرنے اور تکشف (کسی چیز کا کھلنا) کی لکھی ہوئی ہدایات پر (ان ہدایات کے مطابق) عمل کرنے سے یہ اثر ضرور ہوا کہ اگر کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو دل کو محسوس ہو جاتا ہے رات کو (اپنے نفس کا) حساب کرتے وقت توبہ کر لیتا ہوں۔ میں اسی اثر کو اپنے لئے بہت سمجھتا ہوں۔

تحقیق: بے شک (یہ) بڑی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کی یاد کے پیدا ہونے کے ذریعے ترقی کرنا

سوال: جن لوگوں کو صرف کلمہ شریف کے پڑھنے یا اسم ذات کے ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد سوتے جاگتے میں حاصل ہوتی ہے ان لوگوں کو (اس کے علاوہ) اور کون سا عمل بتانا اچھا ہے۔

جواب: ان لوگوں کو کوئی نئی چیز بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر انہیں فرصت حاصل ہو اور ہمت، قوت اور مزاج وصحت بھی اچھی ہو تو وہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اسی کو بڑھا دیں۔

اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل ہونے کا طریقہ

سوال: (حضرت!) مجھے کوئی ایسی دعا (پڑھنے کے لئے) بتائیں جس سے مجھے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لذت، گناہوں سے نفرت اور شیطانی وسوسوں سے دوری حاصل ہو۔

جواب: ان سب چیزوں (کے حاصل ہونے) کے لئے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ہے لذت مقصود نہیں ہے (بلکہ) اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اس کا طریقہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور ذکر کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کا بڑھ جانا اصل مقصود ہے

حال: الحمد للہ! ڈیڑھ مہینے سے تہجد کی نماز اور آپ کا فرمایا اسم ذات کا ذکر اپنے وقت (مقررہ) پر ہو رہا ہے۔ (حضرت سے) دعاؤں کا طالب ہوں کہ اللہ ہمیشہ (وقت پر) کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ ذکر کی حالت میں کبھی تو سرور اور دل میں خوشی ہوتی ہے اور کبھی کسی دن جتنی بھی ضرب لگاتا ہوں دل پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا ہے (گویا) حلق سے نیچے ہی نہیں اترتا ہے۔

نام صرف زبان پر ہی رہتا ہے اگرچہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ دل بھی زبان کا ساتھ دے مگر میں اس کی طرف توجہ نہیں دیتا ہوں۔ معلوم نہیں کہ کسی دن ایسا کیوں ہوتا ہے۔

تحقیق: حق تعالیٰ برکت اور استقامت عطا فرمائے۔ ذکر میں مسرت اور فرحت (ایک) بڑی دولت ہے۔ مجھے اس بات پر بڑی ہنسی آئی کہ دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا ہے، آپ اثر کس چیز کو کہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے تعلق کا بڑھ جانا ہی اصل اثر ہے۔ الحمد للہ یہ چیز حاصل ہے۔ (آپ کو اس بات کے) معلوم نہ ہونے کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے۔ ان شاء اللہ جلدی ہی تسلی بھی نصیب ہو جائے گی۔ اطمینان سے کام میں لگے رہئے اور حالات بتاتے رہئے۔

توحید کا غلبہ

حال: ایک بات اور (آپ کی خدمت میں) عرض کرنی ہے وہ یہ کہ پہلے میں ایسے اشعار پڑھا کرتا تھا جس میں رسول اللہ ﷺ سے مدد اور آپ کی شفاعت کی طلب و درخواست ہوتی تھی۔ درود شریف بھی میرا خاص وظیفہ تھا قرآن شریف سے بھی زیادہ درود شریف میں میرا دل لگتا تھا۔ مگر اب کچھ عرصے سے نہ وہ اشعار ہیں، نہ

سرور کائنات ﷺ کی محبت کا غلبہ ہے اور آپ ﷺ کی محبت میں دل کا آپ کی طرف جھکنا (مائل ہونا) اور آپ کے عشق میں بے تاب رہنا بھول سا گیا ہوں۔ درود شریف بھی صرف عادت کی وجہ سے پڑھ لیتا ہوں جی نہیں لگتا ہے۔ اس کے برخلاف قرآن شریف میں اب جی بہت لگتا ہے۔ آپ کے ارشاد عالی کا منتظر ہوں۔

تحقیق: یہ (حالت) توحید کا غلبہ ہے جو مقاصد میں سے ہے (اس لئے) شکر کیجئے۔

حال: کچھ دنوں سے باجے کی آواز مجبوراً بھی اگر سنائی دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف عجیب توجہ ہوتی ہے۔ لیکن جان بوجھ کر سننے سے اپنے آپ کو روکتا ہوں، یہ ظاہری طور پر سنت کی مخالفت کی وجہ سے تنزل تو نہیں ہے؟

تحقیق: یہ توحید کا غلبہ ہے کہ بنی ہوئی چیز اپنے بنانے والے کی طرف کھینچتی ہے۔ اگرچہ بات ہر بنی ہوئی چیز میں ہوتی ہے لیکن اچھی آواز میں کچھ خاص خصوصیتیں ہوتی ہیں جو اہل فن کے ہاں معروف ہیں۔

(باجے کی طرف) میلان فطری بات ہے جو حس کی سلامتی اور ادراک کی باریکی کی وجہ سے ہے۔ (اور کیونکہ باجے کی طرف مائل ہونا فطری ہے اس لئے) یہ سنت کی مخالفت نہیں ہے بلکہ متقی کے لئے یہ میلان دین میں زیادہ مددگار ہے۔ (اور اس کی) وجہ یہ ہے کہ میلان کے باوجود اس کے چاہنے پر عمل نہ کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

شہوت دنیا مثال گلخن ست   کہ ازو حمام تقویٰ روشن ست

ترجمہ: ”دنیا کی شہوت رکھتی ہے انگارے کا بھرم ـــــ تقویٰ کا جس سے رہتا ہے جذبہ گرم۔“

(مطلب یہ ہے کہ اگر دنیا کی شہوت نہ ہو تو تقویٰ میں کمال ہی کہاں رہا۔ دنیا کی شہوت حمام کے ایندھن کی طرح ہے جس طرح ایندھن سے حمام روشن رہتا ہے اسی طرح تقویٰ کا حمام دنیا کی شہوت سے روشن رہتا ہے اگر یہ نہ ہو تو تقویٰ کا حمام ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کی شہوت کو دل میں نہیں رکھنا چاہیے۔)

(خطبات حکیم الامت ۱۵/ ۳۲۷)

کبھی اس سے طبعی نفرت ہونا یہ غلبہ حال کی وجہ سے ہے کہ یہ مبتدی (ابتدا) یا متوسط (درمیان والے) کے لئے مفید ہوتا ہے۔

حال: آج فجر کی نماز کے بعد سے یہ حالت ہے کہ اپنے اعضاء، تمام انسانوں، حیوان اور جماد (درخت پتھر) وغیرہ ایسی محبت ہوگئی ہے کہ بار بار اپنے اعضاء کو بوسہ دیتا ہوں اور دوسروں کو بھی بوسہ لینے کو جی چاہتا ہے حتیٰ کہ

خنزیر، کتے کو بوسہ لینے کو طبیعت چاہتی ہے۔ اسی وقت سے تمام اعضاء پر لرزہ طاری ہے اور پسینہ بھی آ رہا ہے۔

اسباب سے چونکہ وہ صرف علامت ہیں اس لئے نظر اٹھ گئی ہے اور حقیقی موثر (اثر کرنے والے) اللہ تعالیٰ ہی ہیں جیسے شیخ اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اسباب کیونکہ حقیقی طور پر موثر نہیں ہیں اس لئے روزی کے بارے میں جو پریشانی تھی وہ بھی ختم ہوگئی ہے۔ نظر صرف اللہ تعالیٰ پر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اغنی واقنی۔ ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ہی نے کسی کو فقیر بنایا اور کسی کو مالدار بنایا ہے۔''

ساری مخلوقات سے محبت ہوگئی ہے اس لئے سب کے لئے دعا کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ حضور کو سابقین واولین (سبقت کرنے اور پہلے والوں) میں شامل فرمائے۔ (آمین ثم آمین) ہماری یہ حالت حضور کے جوتوں کے صدقے میں ہے ورنہ من آنم کہ من دانم (کہ میں جانتا ہوں کہ میں کون ہوں)۔

تمام مخلوقات سے محبت کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ تمام مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ جیسا کہ مجنوں لیلیٰ کے کتے کو پیار کرتا تھا کہ کبھی تو یہ لیلیٰ کی گلی میں گیا ہوگا اسی طرح جب ساری مخلوق اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے تو میں سب کا خادم ہوں اس لئے بوسہ دیتا ہوں۔

تحقیق: مبارک ہو۔ یہ توحید کا غلبہ ہے۔ ان شاء اللہ اس سے آگے اور اونچے درجے پر ترقی ہوگی جس کو آپ دیکھیں گے (اس کی بات اسی وقت) بتادی جائے گی۔

ایک خلیفہ صاحب کی طرف سے خط

عبدیت وکامل نزول کے آثار

آج کل بندے کے دن رات مرغ اور مچھلی کی طرح (بے چین) گزر رہے ہیں۔ جب سے حضور کا اجازت بیعت کا عنایت نامہ (خط) آیا ہے (حضرت! آپ کے) حکم تعمیل کر رہا ہوں۔ مگر یہ عجیب حالت ہے کہ جو لوگ مجھ سے بیعت ہو جاتے ہیں ان کی حالت تو رشک کے قابل ہو جاتی ہے مگر میری حالت ...... کے لائق ہوگئی ہے۔ دل کا چراغ بالکل بجھا جا رہا ہے۔ رات دن لوگوں کی فکر میں رہتا ہوں یہ بنا وہ بگڑا (اور) اپنی کچھ بھی خبر نہیں رہتی ہے۔ اکثر تو اتنا بے خبر ہو جاتا ہوں کہ مجھے اپنے جسم و جان کی بھی فکر نہیں رہتی ہے۔

موت کے خیالات اتنے ذہن پر سوار ہوگئے ہیں کہ ساری رات روتا ہوں اور بے چینی آرام بن گئی ہے۔ زندگی کی (ساری) راحت ختم ہوگئی ہے۔ پہلے آزادانہ رہتا تھا اگرچہ گناہ کبیرہ تو نہیں کرتا تھا لیکن بہت آزادی سے رہتا تھا۔ (اور) اب حضور نے مجھے قید کر دیا ہے۔ راستے میں چلنا پھرنا، کھانا پینا اور بات کرنے سننے سب

(باتوں) میں ڈر لگتا ہے یہاں تک کہ وعظ ونصیحت سے بھی ڈر لگتا ہے۔ وعظ ونصیحت کے لئے تو حضور سے اجازت حاصل کرنے کا ارادہ تھا کہ اگر حضور منع فرمادیں گے تو لوگوں سے نجات مل جائے گی (ایک تو) وعظ و نصیحت میں اوقات بہت ضائع ہوتے ہیں (دوسرے) اس سے شہرت بھی ہوتی ہے جس سے نفس خوش ہوتا ہے یا (حضرت) اس کا علاج فرمائیے۔

یہ بھی ضرور فرمائیے کہ لوگ تو اچھے ہوتے جارہے ہیں اور میں برا ہوتا جارہا ہوں۔ (یہ بات مجھے یوں سمجھ میں آتی ہے کہ) میرے خیال میں جن لوگوں سے حضور ناراض ہوتے ہیں ان کو تو اجازت فرمادیتے ہیں اور جن سے خوش ہوتے ہیں ان کو اپنی خدمت مبارکہ میں رکھ کر مارتے پیٹتے ہیں۔ اس لئے یا تو میری حالت پہلے جیسی بنا دیجئے یا ایسی دعا فرمادیجئے کہ جو لوگ مجھ سے (بیعت کا) تعلق رکھتے ہیں وہ مجھ سے آگے بڑھ گئے ہیں میں ان سے آگے بڑھ جاؤں ورنہ مجھے کیا فائدہ ہے۔

پہلے تو اپنی نجات کا سامان بھی نظر آجاتا تھا اب کوئی چیز بھی یقینی نہیں لگتی ہے (حتیٰ کہ) نہ نماز نہ روزہ اور نہ ہی ذکر وشغل۔ کوئی ایسی بات فرمائیے جس سے یقین ہو۔ اب اس کا کیا کروں۔ اب تو ایسا لگتا ہے کہ نہ ادھر کا رہا اور نہ ادھر کا رہا ہوں۔

تحقیق: یہ سب عبدیت کامل اور نزول کے آثار ہیں اللہ تعالیٰ مبارک فرمائیں۔ اسی طرح لگے رہیں جو کوتاہی محسوس ہو اس پر استغفار اور اس کے محسوس ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر کریں۔ اپنی رائے سے کسی قسم کی کچھ بھی تبدیلی نہ کریں خود کو پہلے اللہ تعالیٰ اور بعد میں شیخ کے سپرد کرنا اپنا طریقہ بنائے رکھیں۔ میں (بھی آپ کے لئے) حفاظت کی دعا کرتا ہوں۔

(لوگوں سے) خوش اخلاقی سے ملنے کی وجہ

حال: ایک دن خوش اخلاقی کے بیان میں یہ بات سمجھ میں آئی کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے آدمی ہیں (اس لئے) ان سے اچھی طرح ملنا چاہئے۔ بد اخلاقی سے ملنے سے اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوں گے۔

تحقیق: (یہ بات) ٹھیک ہے۔

حقیقت کے پہچاننے کی علامت

حال: الحمدللہ! پہلے جو محویت (مٹے ہوئے ہونے، عشق کی کیفیت) کا خیال آتا تھا اب اس (محویت) کا کچھ بھی خیال نہیں آتا ہے۔ میر درد صاحب کی یہ رباعی سکون کا ذریعہ (بنی ہوئی) ہے۔

ہر چند نشد دل از حقیقت آگاہ پائے طلبش ہست ہماں بر سر راہ

ترجمہ: ’’کتنا ہی دل تیری حقیقت سے آگاہ نہیں ہے مگر تیری طلب میں پاؤں صحیح اٹھتے ہیں۔‘‘

یارب تو زخود نشان دہی یا ندہی ما ایم ہمیں نام تو اللہ اللہ

ترجمہ: ’’اے رب تو اپنا پتہ دے یا نہ دے ہمارا وجود ہی تیرا نام ہے اللہ اللہ۔‘‘

اللہ تعالیٰ کا اس بندے پر انتہائی کرم یہ ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے علاوہ کوئی اور خواہش دل میں پیدا بھی نہیں ہوتی ہے۔

تحقیق: یہ حقیقت پہچاننے کی علامت ہے۔ مبارک ہزار بار مبارک۔

حال: (اسی طرح) نہ یہ خیال آتا ہے یہ معمولات کچھ قابل قدر ہیں۔

تحقیق: بالکل صحیح ہے مگر یہ بے قدری صرف اسی وجہ سے ہو کہ یہ ہمارا عمل ہے۔ دوسری حیثیت سے بہت زیادہ قابل قدر اور ایک بڑی نعمت ہے۔ یعنی اس حیثیت سے کہ (یہ) اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور ان کی توفیق ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے آثار

حال: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے (ذکر وشغل کے) معمول وقت کی پابندی کے ساتھ ہو رہے ہیں۔ موت کا اتنا خوف رہتا ہے کہ حواس (عقل و ہوش) گم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر اگرچہ بہت بھروسہ کرتا ہوں لیکن خوف کی حالت غالب رہتی ہے۔

گذارش ہے کہ اس کے بارے جو حضرت ارشاد فرمائیں اس پر عمل کیا جائے گا۔

تحقیق: یہ حالت بری نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے خوف کا اثر ہے جو سارے کا سارا پسندیدہ ہے۔ ہاں اس میں کچھ دل کی کمزوری کا اثر بھی شامل ہے۔ اس کا طبی علاج کرنا چاہئے۔ میرا رسالہ شوق وطن بھی بار بار دیکھنا مفید ہے۔

حال: اس (یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر کے) وقت اپنی زندگی بہت عزیز لگتی ہے۔

تحقیق: یہ (بھی) اسی (اللہ تعالیٰ کے) خوف کی مزید تفصیل ہے۔ کوئی الگ سے مستقل حالت نہیں ہے۔

حال: جس کام کو کرنے کا ارادہ کرتا ہوں تو فوراً پہلے یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ اس کو کرنے میں دینی نفع یہ ہے اور دینی نقصان یہ ہے یعنی (شروع کرنے سے) پہلے ہی جائز اور ناجائز ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ پہلے ہی سے معلوم ہو گیا۔

تحقیق: (یہ) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے آثار کی وجہ سے ہے۔ مبارک ہو۔

تفویض (اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے) توکل (اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے) کا غلبہ

حال: سنت کا راستہ دکھانے والے حضرت مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (حضرت کی خدمت سے) دور پڑا ہوا (یہ بندہ) حضرت کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ (ایک) عرصے سے خدمت سے دور ہوں۔ کئی دفعہ آنے کا ارادہ کیا پھر ارادہ ختم ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ خدمت گرامی میں حاضر ہونے میں کیا حکمت ہے۔ (اللہ کرے) خیر کے علاوہ کوئی اور سبب نہ ہو۔ آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اپنے اس ناچیز کو اپنی مرضی (و چاہت) پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی ہمیشہ کی رضا جو کہ سب سے بڑی چیز ہے عطا فرمائیں اور اپنے غضب (و غصہ) سے بچائیں۔

تحقیق: آمین۔

حال: آج کل (میری) حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی (کرنے اور نہ کرنے کے کام) کے علاوہ سارے کاموں میں خاص طور پر معاش کے معاملے میں تفویض و توکل (اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے اور بھروسہ کرنے) کا غلبہ ہے۔ بس میری حالت یہ ہے کہ چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں، اختیار کرتا ہوں کہ کچھ اختیار نہ کروں اور اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے کرنے والے احکام کو پورا کرنے اور نہ کرنے والے احکام کو پورا نہ کرنے اور ان سے بچنے میں بھی یہی راستہ اچھا لگتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اپنی تدبیر اور تجویز کو ٹوٹا پھوٹا دیکھتا ہوں (اس لئے) اب تو تدبیر یہی ہے کہ (کوئی) تدبیر نہ ہو۔

سب کام کر اپنا تقدیر کے حوالے   نزدیک عارفوں کے تدبیر ہے تو یہ ہے

لیکن اس (تدبیر نہ کرنے اور تقدیر کے حوالے کرنے) کے باوجود۔

"اسال اللّٰہ الجنۃ اعوذ باللّٰہ من النار."

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ سے جنت کو مانگتا اور جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

اچھی باتوں کی اللہ تعالیٰ سے دعا اور شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

تحقیق: (حالت) بالکل سنت کے مطابق ہے۔ مبارک ہو۔

حال: ان حالات کے علاوہ کبھی یہ حال بھی ہوتا ہے کہ اس دنیا کی مشقتوں اور تکلیفوں سے گھبرا کر طبعی طور پر دل جنت کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں مزے کے اعتبار سے جنت کو بالکل اپنے قریب دیکھتا ہوں کبھی کبھی اس حالت میں مزے کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ کانی اجد ریح الجنۃ (کہ گویا میں جنت کی خوشبو

سوئے رہا ہوں کا مقولہ) سچ ثابت ہوتا ہے۔ دل میں سکون وخوشی فراخی اور وان الاخرھی ہی دارالقرار (کہ آخرت ہی ٹھکانہ ہے) کا پیدا ہونا اسی حالت کی وجہ سے ہے۔

لیکن جنت کو آنکھوں سے نہ دیکھنے کی رکاوٹ بشری زندگی لگتی ہے۔ اس حالت کا ایک اثر یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ دنیا سے کنارہ کشی ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عین رحمت ہے کہ سالک کی مختلف حالات سے تربیت فرماتے رہتے ہیں۔ فتبارك الله رب العالمين والله يدعو الى دار السلام.

یہ گویا اس حالت کی تعبیر ہے ؎

کیا اس حال کی تقریر کیجئے کیا اس ذوق کی تعبیر کیجئے

موت کی (وہ) تکلیف جس کے بعد جنت ملتی ہے (اس) کا اس حالت میں کوئی خیال بھی نہیں آتا ہے۔

تحقیق: (یہ) بلند حالت ہے ادامہ اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ اس حالت کو دوامیشگی عطا فرمائیں)۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کے آگے لطائف وانوار کی کچھ قدر (وقیمت) نہیں ہے

حال: حضرت (آپ) نے میری تسلی اور سکون کے لئے تحریر فرمایا کہ کلبہ احزان گلستان ہوگیا ہے (یعنی غموں کا گھر باغ ہوگیا ہے) لیکن اپنے حقیقی محبوب (اللہ تعالیٰ) کی قسم ہے کہ میں تو اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ اب اس راستہ میں جو پہلا قدم رکھا تھا وہی ابھی تک نہیں اٹھا ہے (کہ آگے قدموں کے بعد) دروازہ کہاں (میرا) مقصود ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کتابوں میں لطائف ستہ (چھ لطیفے) اوران کے جوانوار اوراحوال لکھے ہیں ان میں سے ایک چیز بھی (مجھے) پیش نہیں آئی ہے۔

اگر یہ بات حضرت نے آئندہ (مستقبل) کے اعتبار سے (میری) تسکین کے لیے فرمائی ہے تو یہ میرے لئے ایک اعلیٰ پیشین گوئی ہے۔ میں اس کو اپنے نزدیک (ایک) بڑی خوشخبری سمجھتا ہوں۔

تحقیق: (آپ کی حالت یہ ہے کہ آپ کو) آئندہ کی حالت (جو مجاہدے وغیرہ کے بعد حاصل ہوتی ہے) وہ موجودہ حالت ہی میں الحمد للہ حاصل ہے اس کے سامنے لطائف کیا چیز ہیں اوران کے انوار کیا ہیں۔ اب ان کی تمنا کرنا ایسا ہے ؎

دست بوسی چوں رسید از دست شاہ پائے بوسی اندراں دم شد گناہ

ترجمہ: "جب بادشاہ کے ہاتھ چومنے کا اونچا درجہ حاصل ہو جائے تو پھر پاؤں چومنے کی خواہش کرنا گناہ کی بات ہے۔" ؎

جب خدا بخش دے عرش بریں
پھر گناہ ہے چاہت فرش زمیں

(مطلب یہ ہے کہ مجاہدوں کے بعد جو حالت حاصل ہوتی ہے وہ تمہیں حاصل ہے اس کے بعد انوار اور لطائف کی خواہش کرنا چھوٹی چیزوں کی خواہش کرنا ہے اس کی مثال تو یوں ہوئی وزات ملتی ہو اور یہ کہے جالی کھر پا دو۔) (خطبات حکیم الامت ۱۶/۱۲۶ بتصرف)

دل کی اصلاح

حَال: یہ ساری توفیق حضور والا کے قدموں کی برکت سے ہے۔ ان باتوں کو ہمیشہ کرنے کی توفیق ملنے پر میری زبان (حضرت کا) شکر ادا کرنے سے عاجز ہے۔ ایک عرصے سے مجھے اپنے بالغ نہ ہونے تک کے سارے گناہ یاد تھے اب وہ سارے نگاہ کے سامنے رہنے لگے ہیں۔ مجھ پر اس کا اثر یہ ہوا کہ مجھے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں مجھ سے زیادہ برا اور گناہ گار کوئی نہیں ہے یہ تواضع کے طور پر نہیں ہے بلکہ حقیقتاً ہے (میں) بالکل جہنم کے لائق ہوں، مجھ سے کوئی کام بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق نہیں ہوا۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے معاف نہ فرمائیں تو میں جہنم سے بچ نہیں سکتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اور بندوں کے پچھلے حقوق (جو ادا نہیں کیے تھے) یاد آئے ان کو ادا کیا اور آئندہ ادا کرتے رہنے کا مضبوط ارادہ کیا ہے۔ جن حقوق کی ادائیگی اس وقت کر سکتا تھا ان کو ادا کیا اور (اب تک) ادا کر رہا ہوں۔ اپنی گذشتہ خطاؤں کی معافی کے بارے میں جن کے حقوق ادا کرنے سے رہ گئے تھے ان کے پاس (معافی کے لئے) خطوط لکھے ہیں۔ کچھ روزے جو معذوری کی حالت میں قضا ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ادا کر لیئے ہیں۔

حضور والا کے اقوال اور افعال (باتوں اور کاموں) سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے شریعت (کے تمام احکامات) کی پابندی (ضروری) ہے (اسی طرح) تصوف بھی اسی میں داخل ہے۔

گذرے ہوئے دنوں میں گناہ بہت زیادہ ہوئے (اس کے بارے میں) یہ سمجھ میں آیا کہ والدین نے علم دین نہیں پڑھایا بلکہ سرکاری مدرسہ (انگلش اسکول) میں (بچپن میں ہی) داخل کر دیا تھا وہاں کافروں کی صحبت ایک عرصے تک رہی۔ ان کی وجہ سے (میری) یہ حالت ہوئی۔ اب آپ کے ہاں کی حاضری کو بہت ہی غنیمت

سمجھتا ہوں۔ (کیونکہ) یہاں پر علم دین اور نیک صحبت جو شریعت پر چلنے کا سبب اور مددگار ہے (یہ) دونوں حاصل ہیں۔ (اس لئے) اب کسی دوسری جگہ قیام کی ضرورت نہیں ہے جبکہ (اللہ تعالیٰ نے) رزق بھی دوسری جگہ سے زیادہ اور خالص حلال یہاں عطا فرمادیا ہے۔ (اب تو) ارادہ (یہی) ہے کہ باقی عمر یہیں پوری کروں۔

حضور والا دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری یہ عرض قبول فرمائیں آئندہ آپ کی جو مرضی ہو (میں بھی) اسی پر راضی ہوں۔ چھ مہینے کی رخصت کی درخواست یکم شعبان کو بھیجنے کا ارادہ ہے کیونکہ نو رمضان کو گذشتہ چھ ماہ کی رخصت ختم ہو جائے گی اس لئے چھٹی کی دوسری درخواست پہلے بھیجنی چاہئے۔ حضور والا رخصت کی منظوری کی دعا فرمائیں۔

تحقیق: دل وجان سے (دعا کروں گا)۔

حال: دل کی جو حالت ہے عرض کرتا ہوں۔ اب ذکر سے انسیت ہوگئی ہے، چلتے پھرتے زبان سے ذکر جاری رکھتا ہوں اور (ذکر کرنا) اچھا لگتا ہے۔ جب کسی کام میں مشغول نہ ہوں تو ہر سانس کے آنے جانے میں دل سے بے اختیار اللہ اللہ نکلتا ہے۔ پہلے حضور کی خدمت میں بیٹھنے سے صاف صاف فحش گالیاں نکلتی تھیں۔ جس سے اتنی پریشانی ہوئی تھی کہ اگر اس کے بجائے میں جل کر کوئلہ ہو جاتا تو بہتر تھا۔

تحقیق: (وہ گالیاں) اندر نہیں جاتی تھیں بلکہ باہر نکلتی تھیں۔

حال: مگر اب اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس (حالت) سے نجات حاصل ہوئی اور (اب) دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے۔

تحقیق: الحمد للہ! کہ (وہ گالیاں سب) نکل چکیں۔

تواضع اور شکر کا غلبہ

حال: بندہ کی حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تعلق حاصل ہے اور زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ کوئی کام کروں یا نہ کروں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس ہوتا ہے، کھانا کھاتا ہوں یا پانی پیتا ہوں تو دل میں نرمی اتنی ہوتی ہے کہ کیا بیان کروں؟ اور یہ کہتا ہوں کہ یا اللہ! آپ کے ایک لقمے اور ایک پانی کے قطرے کا بھی اس ناکارہ سے شکریہ ادا نہیں ہوسکتا ہے۔

گناہ ہر وقت سامنے رہتے ہیں اسی وجہ سے کوئی برا کہے تو برا نہیں لگتا ہے اور اچھا کہے تو کچھ زیادہ اچھا نہیں لگتا ہے۔ کبھی کبھی تو آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہوئے شرم آتی ہے اور یہ جی چاہتا ہے کہ کسی کو منہ نہ دکھاؤں۔

حضرت! کیا عرض کروں کچھ کہہ نہیں سکتا دین پر استقامت، عقل سلیم (کے حاصل ہونے) اور (میرے) حسن خاتمہ کے لئے دعا فرمایئے۔

تحقیق: جو حالات آپ نے لکھے ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان کے لئے یہ آیت پڑھ دینا کافی ہے۔ ﴿**وفی ذلك فلیتنافس المتنافسون**﴾ (کہ اس میں آگے بڑھنے والوں کو آگے بڑھنا چاہئے) ﴿**ولمثل هذا فلیعمل العاملون**﴾ (کہ عمل کرنے والوں کو اس طرح عمل کرنا چاہئے) اللہ تعالیٰ (آپ کو اس حالت پر) استقامت برکت عطا فرمائیں۔ والسلام۔

زہد کے آثار

حال: (اس کے علاوہ یہ ہے کہ) جب کوئی چیز دیکھتا ہوں تو فوراً خیال آتا ہے کہ یہ آج ایسی اچھی ہے کل فنا ہو جائے گی۔ اکثر موت کی یاد رہتی ہے کبھی کبھی تو ایسی حالت ہوتی ہے کہ آج کل میں مر جاؤں گا۔

تحقیق: یہ زہد کے آثار کی وجہ سے ہے۔ مبارک ہو۔

عقلی خوف کی ضرورت

حال: اس نالائق سے زندگی میں بڑے بڑے گناہ ہوئے ہیں جن کا شمار وحساب نہیں ہے۔ وہ اکثر کیا بلکہ ہمیشہ ہی سامنے رہتے ہیں مگر اس (گناہوں کے ہمیشہ سامنے رہنے) کے باوجود بھی شریر نفس جیسا کہ شرمندہ ہونے اور ڈرنے کا حق ہے شرمندہ ہونے اور ڈرنے نہیں دیتا ہے، صرف معمولی سا خیال آ جاتا ہے کہ ایسے ایسے گناہ مجھ سے ہوئے ہیں۔ جس (آدمی) کی تباہ کاریاں ایسی ہوں وہ کیا خاک اپنی مغفرت کی امید کر سکتا ہے الا ما شاء اللہ۔

تحقیق: اگر طبعی شرمندی اور خوف نہ ہو تو بھی عقلی خوف جو اختیاری ہے کافی ہے۔

حال: ایک خیال یہ بھی بہت پریشان کرتا ہے کہ اپنے گناہ گار ہونے، خود کو عذاب وسزا کا مستحق سمجھنے، اپنے اعمال کو حقیر اور کچھ نہ سمجھنے کے باوجود بھی ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ حق جل وعلا اس نالائق کو معاف فرما دیں گے اور جنت کی نعمتوں کے تصور میں اطمینان سا لگتا ہے۔ معلوم نہیں یہ کس درجہ کی غفلت اور دل کی سختی ہے کہ

ع کام دوزخ کے کروں جنت کا رہوں امیدوار

جتنا بھی دوزخ کے عذاب معلوم اور نظر کے سامنے رہتے ہیں مگر پھر بھی اس بے فکری پر کبھی گھبراہٹ اور ڈر نہیں لگتا ہے۔ (بے فکری کا) حال (مغفرت کا) خیال ہمیشہ سے ہے۔ مجھے اس میں اپنی بہت ہی خرابی اور تباہ

حالی معلوم ہوتی ہے۔ کوشش کے باوجود بھی یہ حالت نہیں بدلتی ہے۔ اگر میرا خیال برا اور رد کرنے کے قابل ہے اللہ کے لیے تو اس نالائق کی بدحالی اور تباہ حالت پر رحمت کی نظر اور مدد سے توجہ فرمائی جائے۔

تحقیق: (یہ (مغفرت کی) امید طبعی ہے اگر اس کے ساتھ عقلی بھی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

دوا یا دعا رضا بالقضا (اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنے) کے خلاف نہیں ہے

حال: ایک خیال بار بار (دل میں) یہ آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ان کی والدہ سے بھی زیادہ شفیق ہیں اور جب بندہ کے لئے آخرت میں کوئی بڑا درجہ مقرر فرمادیتے ہیں جس کو یہ بندہ اپنے عمل کی کمی کی وجہ سے حاصل نہیں کرسکتا ہے تو اس کو غم و رنج اور مصیبتوں و تکلیفوں میں مبتلا فرما کر اس درجہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ کبھی آزمائش کے لئے ایسا کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ (بندے کے) صبر کرنے کے بعد (بندے پر) اپنی رحمتیں نازل فرمائیں۔ یہ آزمائش (اس بندہ کے) اس درجہ تک پہنچنے کے لئے دوسروں پر حجت قائم کرنے کے لئے ہوتی ہے (کہ دوسرے اگر یہ کہیں کہ اس کو اتنا اونچا درجہ کیوں ملا تو اس کا جواب یہ ہو کہ اس نے اتنی بڑی مصیبت کو جھیلا ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات﴾ **ترجمہ:** ”ہم تمہیں کچھ خوف سے کچھ بھوک سے اور کچھ اموال، جانوں اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے۔“

خلاصہ یہ ہے کہ بندوں پر مصیبتوں کا آنا ان کے لئے عین اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

الا لا یجارن اخوا لبلیۃ فللرحمن الطاف خفیہ

ترجمہ: ”مبتلائے مصیبت رونا دھونا نہ کرے۔۔۔۔ کہ اللہ تعالیٰ مہربان کے ہاں بہت نعمتیں چھپی ہوئی ہیں۔“

اس صورت میں (جبکہ یہ مصیبتیں ان بندوں کے حق میں رحمت ہیں تو) ان کے دور ہونے کی تدبیر یا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کہ ہم سے یہ مصیبتیں ہٹالیں ایسا ہی ہوگا جیسا کہ کوئی بچہ اپنے والد کی (تعلیم وغیرہ کے معاملے میں) سختی جو آئندہ زندگی کے لئے ضروری ہے کو ہٹانے کی کوشش کرے خصوصاً جبکہ اس کو معلوم ہو کہ والد صاحب کو اس آزمائش سے مقصود ان کے بعد اس کو اپنا ولی عہد بنانا ہے۔ والد صاحب یہ سختی اس لئے کرتے ہیں تاکہ دوسرے لوگوں کے لئے اس عہدے کے حق دار نہ ہونے کو ثابت کریں۔ ایسی صورت میں اگر لڑکا ان تکلیفوں کے ٹلانے کی کوشش کرے اور باپ ہی سے کہے کہ مجھے ایسی تکلیف نہ دیجئے یا سفارشیں کریں یا دوسری تدبیریں

اختیار کرے تو اس وقت اس سے زیادہ کون نالائق ہوگا۔ اس صورت میں باپ کو بھی رنج ہوگا۔ اور اس کو لوگوں کے سامنے بھی شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا یا دوا کرنا ظاہر کے اعتبار سے رضا بالقضا (اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنے) کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ عقل کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے۔ مسلم شریف میں کتاب الایمان میں ایک حدیث یاد آتی ہے کہ ایک شخص کو رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بچھو نے ڈنک مار لیا یہ حدیث لمبی ہے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یدخل الجنة من امتی سبعون الفا بغیر حساب قالوا من هم یا رسول اللّٰه قال الذین لا یرقون ولا یسترفون وعلی ربهم یتکلون."

ترجمہ: "کہ میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ لوگوں نے پوچھا! یا رسول اللہ! وہ لوگ کون ہوں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وہ لوگ ہوں گے جو نہ جھاڑ پھونک کرتے ہوں گے اور نہ کراتے ہوں گے اور اپنے رب پر بھروسہ کرنے والے ہوں گے۔" اس حدیث سے وہ اسباب جو اندازے اور گمان والے ہوں اسی طرح وہ اسباب جو دور کے پوشیدہ اور وہمی ہوں دونوں (اسباب) سے بچنا عین توکل معلوم ہوتا ہے۔"

دوا یا دعا میں اندازے اور گمان کے اسباب کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اس لئے دونوں سے بچنا بہتر لگتا ہے۔ لیکن دعا کی بہت ہی فضیلت آئی ہے حتیٰ کہ الدعا یرد القضا (کہ دعا اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو بدل دیتی ہے) فرمایا گیا ہے۔ (اس کے علاوہ) رسول اللہ ﷺ سے دوا کرنا بھی ثابت ہے طب نبوی بھی مشہور ہے۔ اسی طرح بعض لوگ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں (یعنی گناہوں میں ہونا آزمائش ہوتی ہے) اگر ان کو دور کرنے کی کوشش نہ کریں تو گویا گناہ پر راضی رہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! اس خیال کے ظاہر کرنے کی وجہ کوئی علمی تحقیق وغیرہ نہیں ہے بلکہ بہت پریشانی ہے کہ کیا کیا جائے؟ کبھی پھوڑے میں درد ہوتا ہے تو یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے اور یہی مرضی ہے تو ہم بھی خوش ہیں (اس سے) خوب گناہ جھڑتے ہیں دوا نہیں لگاتا اور درد میں عجیب مزہ آتا ہے۔ کبھی نماز میں اٹھا بیٹھا نہیں جاتا ہے اور کپڑے میں مواد (پیپ خون وغیرہ) لگ جاتا ہے تو شبہ ہوتا ہے کہ کہیں نماز ہی نہ ہوئی ہو یا دل سے ادا نہ ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہوں۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ کی رحمت صرف بلاء (اور آزمائش ہی) میں نہیں ہے۔ (اس لئے) دعا سے بلاء کی صورت کا

دور نہ ہونا مقصود ہوتا ہے نہ کہ رحمت کا دور ہونا مقصود ہوتا ہے۔ (اس لئے) (بلا دور ہونے کی) دعا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اے اللہ! یہ رحمت (جو بلاء کی صورت میں آئی ہے) ہمیں دوسری صورت میں عطا فرمایئے۔ جب تک (بلاء کی) صورت دور نہ ہو تو یہ سمجھے کہ اس وقت تک اسی رحمت میں ملنا مقصود ہے۔ اس لئے اس پر راضی رہے۔

وہ اسباب جو گمان والے ہیں ان کا مسئلہ دوسرا ہے ان کو بلا وجہ اس مسئلہ (دعا) میں شامل کرلیا گیا ہے لیکن دم نہ کرنے کے لیے اس حدیث سے دلیل حاصل کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ گمان والے اسباب میں سے نہیں ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اس کو بالمشافہ بتائیں۔

دوری کی صورت میں قربی

حال: کبھی کبھی دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جو تصور رہتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میری تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی میری طرف کچھ توجہ نہیں ہے۔ میری طرف سے جو توجہ ہوتی ہے اس میں بہت کمزوری محسوس ہوتی ہے۔

کیا کہوں درد حال پنہانی وقت کوتاہ و قصہ طولانی
مرتے ہیں آزاد میں مرنے کی موت آتی ہے پر نہیں آتی
قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے جو شخص کے جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو یاد نالہ تو پروانہ کو جلنا غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا
الا یا ایھا الساقی ادر کاسا وناولہا کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

ترجمہ: ”پھرا دے جام ساقیا تھما دے جام ساقیا ـــــ تھی ابتدائے عشق آساں ہے مشکل اس کی انتہا۔“

تحقیق: یہ حالت دوری کی صورت میں بھی قرب ہی مقصود تھا اگرچہ یہ قرب دوری کی صورت میں تھا اب صورت کے اعتبار سے بھی قریب تجویز کردیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایک دوسرے کے لئے ضروری ہے

حال: ایک عرض یہ بھی ہے کہ جب احقر کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام احقر کے سامنے لیا جاتا ہے تو بدن فوراً کانپنے لگتا اور درود مبارک فوراً زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور بہت دیر تک رہتا ہے۔ یہ حالت رہتی ہے

کہ اگر (نعوذ باللہ) اگر میں جان بوجھ کر درود شریف نہ پڑھنا چاہتا ہوں تو میں ایسا بالکل نہیں کرسکتا ہوں۔

جب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے تو بالکل محسوس ہی نہیں ہوتا ہے۔ یہ حالت دین میں کسی قسم کی زیادتی تو نہیں ہے اگر ہے تو اس کا علاج فرمائیے۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں طبعی طور پر (ہر آدمی کا) مزاج مختلف ہے۔ بعض لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت کے آثار غالب ہوتے ہیں اور بعض لوگوں پر رسول اللہ ﷺ کی محبت کے آثار غالب ہوتے ہیں۔ یہ دونوں محبتیں ایک دوسرے کے لئے ضروری ہیں (یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی محبت ہو تو ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کی محبت ہوگی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ہو تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی محبت ہوگی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ پائی جاتی ہیں دونوں الگ لگ نہیں ہیں)۔

اس لئے یہ دونوں مزاج (اللہ تعالیٰ کے ہاں) قبول اور پسندیدہ ہیں صرف رنگ کا اختلاف ہے حقیقت (یعنی محبت) جو مقصود ہے دونوں جگہ موجود ہے۔

اس لئے کوئی فکر اور شک وشبہ نہ کریں، یہ نہ ہی دین میں کسی قسم کی زیادتی ہے اور نہ ہی اس کے علاج کی ضرورت ہے۔ یہ ایک مبارک حالت ہے جب اس کا غلبہ ہو اسی کے مطابق کرنا چاہئے۔ ہاں عقلی اعتقاد ایک اختیاری چیز ہے (اور محبت ایک طبعی چیز ہے) اس لئے اعتقاد کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ذات عالی اور رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ میں فرق ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اعتقادی طور پر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہونی چاہئے۔ (اور محبت چونکہ طبعی چیز ہے جو اختیاری نہیں ہے اس لئے اس میں کمی زیادتی میں کوئی حرج نہیں ہے)۔

تواضع، اللہ تعالیٰ کی رحمت، وسعت اور عظمت کا غلبہ

حَالؔ: پہلے (میری حالت یہ تھی کہ) کسی کو سنت کے خلاف کوئی کام کرتے ہوئے دیکھتا تھا تو بہت بوجھ محسوس ہوتا تھا اور کافی دیر تک دل میں غصہ رہتا تھا۔ اب یہ حالت نہیں ہے بلکہ کسی کی طرف توجہ کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص میرے سامنے شریعت کے خلاف کوئی کام کرتا ہے فوراً دل میں یہ خیال آتا ہے کہ شاید یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھ سے اچھا ہو؟

پوچھنا یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ کسی بری بات کو دیکھ کر برا سمجھنا ایمان کا بہت ہی کمزور درجہ ہے۔ کیا نعوذ باللہ میرے ایمان میں کوئی کمی تو نہیں ہے پھر جب اللہ تعالیٰ کے جلال پر نظر ہوتی ہے تو دل اور بھی زیادہ پریشان ہوتا ہے۔

تحقیق: برے کام کو دل سے برا سمجھنا اعتقاد کے طور پر ہے، طبعی طور پر نہیں ہے۔ بعض اوقات (برے کام طبعی طور پر برا سمجھنے کے مقابلے میں) دوسرے اسباب غالب آ جاتے ہیں (جس کی وجہ سے طبعی طور پر برا نہیں سمجھا جاتا ہے) ان اسباب میں سے ایک سبب آپ کی کیفیت موجودہ ہے جو آپ پر غالب ہے۔ اس (کیفیت کا) خلاصہ (اور نتیجہ) یہ ہے کہ یہ تواضع اور اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت پر نظر ہے۔ یہ عین مطلوب (ومقصود) ہے۔ اس وجہ سے اگر کوئی طبعی طور پر انکار نہ ہو تو کوئی شک وشبہ کی بات نہیں ہے۔

ناکامی اور اہلیت کے نہ ہونے کا اعتقاد کامیابی واہلیت کا بڑا سبب ہے

(حضرت کے) ایک اجازت یافتہ کے بارے میں ان کے بھائی کا خط۔

اعلیٰ حضرت مولانا ومرشد دامت برکاتہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت کی قدم بوسی کے شوق میں خدمت عالی میں عرض ہے کہ یہ ناچیز آج ہی فیض آباد سے فتح پور عید گزارنے کے لئے آیا ہوا ہے۔ بڑے بھائی مولانا فلاں صاحب کی بیماری کے بارے میں حضرت کو خوب معلوم ہوگا۔ آج بخار کی تیزی میں عجیب پریشان کن باتیں فرمارہے تھے جس کا مطلب صرف یہ سمجھ میں آیا کہ! لب خموش دل آوازوں سے بھرا ہوا اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ وہ کونسی لذت والی تکلیف ہے، جس کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور چہرہ (ہشاش) بشاش ہے اور ایک عجیب طرح کی بے خودی کی کیفیت طاری ہے۔

اس (بیماری) سے پہلے دیوان حافظ کا مطالعہ کرتے تھے (اب) یہ کہہ کر ہٹا دیا ہے کہ یہ دیوان حافظ نہیں ہے بلکہ آتش کدہ ہے۔ ایک خط بھی آپ کی خدمت میں لکھا ہے اور اس بدگمانی کی وجہ سے کہ راز فاش نہ ہو جائے کسی کو دکھایا نہیں ہے۔ خیر یہ راز و نیاز تو آپ جانیں لیکن اللہ تعالیٰ کے واسطے صرف تسلی بخش چند کلمات ان بھائی کو تحریر فرما دیجئے۔ زیادہ حد ادب۔ کمترین عفی عنہ از ضلع بارہ بنکی۔

خود ان اجازت یافتہ کا خط شدید بخار کی حالت میں لکھا ہوا ان الفاظ سے آیا۔

حضرت مولانا صاحب! میں عاجزی غلامانہ سلام عرض کرتا ہوں۔ اس وقت میں جو کچھ بھی عرض ہے (اس کے بارے میں درخواست ہے کہ وہ سب) معافی کے قابل (خیال فرمائیں) کیونکہ مجھے اس وقت بخار ہے اور کپکپاہٹ ہے اور دماغ میں جنون کے خیالات گھوم رہے ہیں۔ بہت دنوں سے جس فکر (وپریشانی) میں ہوں وہ کہہ دیتا ہوں۔ جناب عالی! آپ کے مریدوں سے بلکہ تمام خاندانی بزرگ کے مریدوں میں سے میں سخت شک

وشبہ میں ہوں اور اگر میں اس شبہ کو ساری عمر بھی ہضم کرلوں تو بھی ختم نہیں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ میں اپنی حقیقت کو خوب جانتا ہوں اس سے کام نہیں ہوتا ہے کہ کہیں خود کو ولی سمجھ کر انا خیر من الناس کا نعرہ لگانے لگوں۔ آپ نے اگرچہ مجھ کو بیعت اور تعلیم وتربیت کی اجازت عطا فرمائی ہے اور اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ سب کے سامنے مجھے رسوا کیا ہے۔ (میرے جاننے والوں میں) کسی شخص کو بھی کسی ذریعے سے بھی (میری بیعت کی اجازت کی) اطلاع ہو جاتی ہے تو میں شرمندگی سے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں۔ اب میں اہل باطل کے طریقہ پر کس منہ سے اعتراض کروں (کہ وہ نااہلوں کو خلافت دے دیتے ہیں جب کہ آپ نے بھی ایسا ہی کیا) پہلے مجھے یہ خیال آیا کہ حضور نے (باطنی دولت سے) سرفراز فرما دیا ہوگا جب ہی تو اجازت دی اس کے بغیر خلافت (کا ملنا) کیسے ممکن ہے لیکن (یہ خیال) کب تک رہتا ہے کہ آفتاب روشن ہوگیا۔ (پھر دوسرا) خیال یہ آیا کہ بزرگوں کے راز ہماری سمجھ سے باہر ہوتے ہیں یہ راز بھی سمجھ میں آیا کہ بزرگان دین اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہوتے ہیں (وہ) اگر کسی مردود کو قبول فرمالیتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ بن جاتا ہے۔ (پھر یہ خیال بھی کام نہ آیا کہ) ہائے افسوس! اس خیال کے کام نہ آنے پر تو میرے) صبر کا پیمانہ بھر گیا برداشت کی حد کہاں تک ہو۔ ؎

عاشق نامراد کے تا در یار خود رسد | آنکہ نوشتۂ ازل درد وفراق بودہ است

ترجمہ: "ناکام عاشق اپنے محبوب تک کب پہنچ سکتا ہے کہ اس کے نصیب میں ازل سے درد اور فراق لکھا ہے۔"

اس لئے خدائے وحدہ لاشریک کا واسطہ اس ذات کا واسطہ کہ جس کا نام لوں تو زبان جل جائے۔ ؎

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد | وگر پنہاں نہم دردل زباں واستخواں سوزد

ترجمہ: "میرے دل میں ایسا درد ہے کہ اگر بیان کروں تو زبان جل جائے اگر دل میں چھپالوں تو ڈر ہے کہ زباں اور ہڈیاں جل جائیں۔"

(جس کے لئے خدا کا واسطہ دیا) وہ عرض یہ ہے کہ آپ اس بات کا اعلان کر دیجئے کہ (فلاں یعنی میں) قابل اجازت نہیں ہے یا (پھر یہ کیجئے کہ) مجھے یہ (میری قابلیت بیعت کے) راز بتا دیجئے اور میری ذبح کئے ہوئے مرغ جیسی حالت کو جینے دیجئے۔ میں حلف اٹھاتا ہوں (جس طرح) وہ راز جو حج سے واپسی کے وقت آپ نے بتایا تھا ابھی تک کسی کو نہیں بتایا ہے۔ (اسی طرح) یہ راز بھی کسی دوسرے کے سامنے نہیں بتاؤں گا مگر اس کو جس کا راز آپ کا راز ہے افسوس ہے کہ۔

ع ہائے نالہ نے مجھے رسوا کیا ورنہ

(آگے شعر یاد نہیں ہے)۔

حضور اس غلام کی خطا معاف فرمایئے آگے ادب روک رہا ہے زبان بے قابو ہوگئی سلام عرض کرتا ہوں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ آپ نے جو کہا میں نے الٹا کیا اگر عصی ادم ربه فغوی (کہ آدم علیہ السلام سے اپنے رب کا قصور ہو گیا اور وہ غلطی میں پڑ گئے۔) نہ ہوتا تو اس وقت قرآن (کا قہر وعذاب) میرے سر پر ہوتا (مگر اس آیت کا مضمون بعد والی آیت کے ساتھ توبہ کرنے والے کے لئے رحمت کی خوشخبری دیتا ہے عاقل) والسلام۔ ہزار بار توبہ، ہزار بار توبہ اور ہزار بار توبہ افسوس کہ (میں نے) عادت کے خلاف ایسا کام کیا جس نے سب کے سامنے رسوا کر دیا لیکن غنیمت کہ بخار (میرے) جنون کا پردہ بن گیا۔

بات اصل میں یہی ہے (کہ مجھے خلافت کے بوجھ سے اپنی نااہلی کی وجہ سے بہت زیادہ پریشانی ہے جو میرے اعصاب پر اس قدر سوار ہو چکی ہے جس کی وجہ سے میری حالت جنون کی سی ہوگئی ہے) میرے بادشاہ، میرے سردار ناراض نہ ہو جائیں (بلکہ) میرے دل کی بے چینی دور کیجئے کہ آپ مسیحا ثانی ہیں، ہر غلام کے جان جانی ہیں، خدا کی قسم یوسف ثانی میں لا تثريب عليكم اليوم (کہ آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں) آپ کی شان ہے اور آپ سائل بے پانی ہیں۔ نام کیا لوں معشوق کا عاشق نام ہو۔

فَائِدَہ: اس خط کے مضمون سے حضرت مرشدنا حاجی صاحب قدس سرہ کے اس ارشاد کی تصدیق (سچائی ثابت) ہوتی ہے کہ عارف (باللہ) کا ہذیان (بخار کی حالت میں بے معنی گفتگو) بھی عرفان ہے۔

اس دوسرے خط کا یہ جواب دیا گیا۔

(از اشرف علی عفہ عنہ) لطف مجسم کے خط کے مطالعہ کے مطابق زاداللہ لطفہ۔ السلام علیکم۔

(آپ کا خط جو کہ) آتش خانہ (آگ کا گھر ہے) پہنچا۔ جس نے خود میرے جان وجسم میں گرمی بھر دی ہے۔ میرے عزیز! آپ کے خط سے جو معلوم ہوا کہ آپ کو نااہلی اور ناکامی کا جو اعتقاد ہے اہل طریق (سلوک والوں) کے ہاں خصوصاً اہل چشت (کے مشائخ) کے ہاں یہی کامیابی کا بڑا مدار (وسبب) ہے۔ منظور نظر، نور بصر ہونا (آپ کو) مبارک ہزار بار مبارک ہو۔ ہم ناکامی کو خوش نصیبی اور قید کو رہائی سمجھتے ہیں زاداللہ تعالیٰ ہذا التذلل والتحرق والتمل والتعشق، اللہ تعالیٰ آپ کی عاجزی اور آپ کے عشق میں تڑپنے اور جلنے کو اور زیادہ فرمائیں۔

مصلحت نیست مرا سیری از آں آب حیات   ضاعف الله به كل زمان عطشی

تَرجَمَہ: "میرا اس آب حیات سے سیراب ہو جانا اچھا نہیں —— بڑھتی رہے فضل خدا سے یہ پیاس ہر دم یونہی۔"

(یعنی اللہ اللہ تعالیٰ کے عشق کی اس جلن تڑپ کے ختم ہونے کو نہیں چاہتے ہیں بلکہ وہ اسی کے اضافہ کی تمنا کرتے ہیں۔) (خطبات تبصرف ۲۲۶/۵)

کوئی نومیدی مرد کہ امید ہا است   سوئے تاریکی مرد خودشید ہا است

ترجمہ: ''نا امیدی کی گلیوں میں مت جاؤ کہ امیدیں بہت ہیں تاریکی میں مت رہو کہ آفتاب بہت ہیں۔''

روز ہاگر رفت گورو باک نیست   تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

ترجمہ: ''(کیفیات کے بغیر) اگر دن گذرتے رہیں تو ان سے کہو جاؤ گذرتے رہو (مگر) تو (یعنی وصل کی چاہت اور تڑپ) جو ہمارے ساتھ ہے وہ ایسی ہے کہ تجھ جیسا کوئی پاک نہیں ہے۔''

(مطلب یہ ہے کہ کیفیات کو بالکل بھی مقصود نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ طاعات سے صرف اللہ تعالیٰ کو مقصود سمجھنا چاہیے اسی طرح جس کو وصال سمجھتے ہو کہ یہ وصال ہمیں ملے گا اس کو بھی نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ صرف عمل کو سمجھنا چاہیے اور اسی میں ہمت سے لگے رہنا چاہیے۔) (خطبات حکیم الامت ۶۹/۱۶)

گر مرادت را مذاق شکر است   بے مرادی نے مراد دلبرست

ترجمہ: ''اگر تمہاری مراد کا مزہ میٹھا ہے ـــــ تو کیا بے مرادی دلبر کی مراد نہیں ہے۔''

(مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کے تم طالب ہو وہ بہت اچھی چیزیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ (جو محبوب اور دلبر ہیں ان) کی چاہت یہ ہے کہ تمہیں تمہاری چاہت نہ ملے تو اب ان کی مراد تمہاری مراد سے افضل ہوگی۔ اس لیے اگر تمہاری چاہت (کیفیات وغیرہ) نہ ملے اور اللہ تعالیٰ مل جائیں تو سب کچھ مل گیا۔ اس وجہ سے ان کیفیات وغیرہ پر نگاہ کیے بغیر طاعات پر لگا رہنا چاہیے۔) (خطبات حکیم الامت ۳۳۵/۲۲)

ارید وصاله یرید هجری   فاترك ماارید لما یرید

''میں من سوئے وصال ومیل اوسوئے فراق ـــــ ترک کام خود گرفتم تا براید کام دوست۔''

ترجمہ: ''میں وصال چاہتا ہوں وہ فراق چاہتا ہے ـــــ چھوڑتا ہوں اپنی چاہت اس کی چاہت کے لئے۔''

والسلام علی العاشق المستہام

پہلے خط کا جواب یہ دیا گیا۔

عزیز! السلام علیکم۔ میں نے (آپ کے بھائی) شاہد صاحب کے خط کے جواب میں (آپ کے) مشورہ

اور ضرورت کے مطابق تسلی بخش جواب لکھ دیا ہے۔ آپ کے مزاج کی رعایت کرتے ہوئے اس خط کو علیحدہ لفافے میں بھی بند کر دیا ہے۔ اس خط کو دیکھے بغیر ان کو دے دیا جائے ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔ آپ خوب محنت کے ساتھ ان کے دل و دماغ کا علاج کریں ان شاء اللہ تعالیٰ صحت ہوگی۔ انہوں نے اپنے خط میں کوئی پریشانی کی بات نہیں لکھی ہے آپ اطمینان رکھیں اور جب ان کی طبیعت بہتر ہو تو مجھے بھی (اطلاع کر کے) مطمئن کریں۔

توبہ کے کمال کی علامت

حَال: ذکر کرتے وقت کبھی کبھی گناہ یاد آ جاتے ہیں تو زبان سے لفظ اللہ تک نکلنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

تحقیق: یہ توبہ کے کمال کی علامات ہیں۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی حقیقت

حَال: آج کل اللہ تعالیٰ کے شوق میں زیادتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیسے راستے نکلنے کا قصہ ہے۔ دل میں بہت سے خیالات آتے ہیں مگر مجبور ہوں۔ صرف جناب کی شفقت کی نظر سے امید ہے کہ (کچھ راستہ نکلے) جس طرح شوق اور طلب کی دولت عطا فرمائی ہے اسی طرح مطلوب اور شوق بھی عطا فرمائیں گے۔

تحقیق:

تعلق حجاب است و بے حاصلی　　چو پیوندہا بگسلی واصلی

ترجمہ: ”غیر اللہ سے تعلق حجاب اور لا حاصل ہے —— جب اس تعلق کو ختم کرو گے تو اللہ تعالیٰ سے ملو گے۔“

(یعنی انانیت تکبر یہ حجاب اور رکاوٹیں ہیں جب ان کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ کا وصال حاصل ہو جائے گا۔

(خطبات حکیم الامت ۷/۷۷ بتصرف)

(تعلق حجاب و بے حاصلی ہے　　وصل اس کی انتہا سے شروع ہے)

بس اللہ تعالیٰ کی قربت کا حاصل ہونا مخلوق سے یہی قطع تعلق (تعلق کا ٹوٹنا) ہے جو الحمد للہ حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اور زیادہ ترقی عطا فرمائیں اور اس (اللہ تعالیٰ کے تعلق کے) عالم میں اس سے زیادہ کی خواہش عطا فرمائے۔

آخرت کا خوف مطلوب ہے

حَال: آج کل بہت زیادہ موت کا خیال رہتا ہے۔ جب گناہ نظر کے سامنے ہوتے ہیں تو شرمندگی ہوتی ہے

اور انجام کا خوف پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ وہاں کیا معاملہ پیش آئے۔ ایسے وقت طبیعت بیزار ہو جاتی ہے اور کاروبار کرنے کو دل نہیں چاہتا ہے۔

تحقیق: آخرت کے خوف کی وجہ سے دنیا سے طبیعت کا بیزار ہو جانا بالکل مطلوب (ومقصود) ہے اور (اس حالت پر حدیث) "کن فی الدنیا کانك غریب" (کہ دنیا میں اجنبی مسافر کی طرح رہو) اور الدنیا سجن المؤمن (کہ دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے) سچی ثابت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائیں۔

حال: (حضرت!) بہت زیادہ روتا ہوں۔ رونے کی وجہ (اللہ تعالیٰ کا) خوف (اور ان سے) محبت ہے۔ اذکار میں رونا تو درمیانی درجہ کا ہے لیکن تلاوت، مناجات اور دعاؤں میں اتنا زیادہ ہے کہ نماز کی قرات کی ادائیگی کے صحیح ہونے میں کمی آجاتی ہے۔ اسی طرح جسمانی صحت میں بھی خرابی لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے (علاج اور توجہ فرمائیں کہ یہ وقت) شفا دینے والے علاج اور کفایت کرنے والی توجہ کا وقت ہے۔

تحقیق: یہ (حالت) تو سراسر مطلوب ہے۔ اس کو ختم کیوں کیا جائے۔ اگر (یہ حالت) جسمانی صحت میں خرابی کا ذریعہ ہے تو اس جسمانی خرابی کا علاج طب کے ذریعے فرمایئے۔

حال: احقر پہلے اِدھر اُدھر بہت پھرا ہے۔ اگر اس سلوک کے موجودہ راستے میں کسی خرابی کی وجہ سے کوئی رکاٹ ہوئی تو مجھے بہت بڑے نقصان کا شک و وہم ہے۔

تحقیق: خود راستے کی رکاوٹ بننے کے علاوہ کوئی اور رکاوٹ نہیں بن سکتا ہے۔

باطن کی اصلاح جو فرض ہے

حال: کچھ دنوں سے (میرے دل میں) ایک نیا خیال پیدا ہو گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ طالب علمی کے زمانے میں باطن کی اصلاح کی ضرورت نہیں ہے۔ (بلکہ) اس زمانے میں اس کی طرف توجہ کرنا تعلیم حاصل کرنے کے لئے بہت ہی نقصان دہ ہے۔ اس خیال کے بارے میں بتائیں صحیح ہے یا غلط ہے۔

تحقیق: باطن کی اصلاح کے ایک معنی تقویٰ اور گناہوں سے بچنے کے ہیں۔ وہ ہر وقت (ضروری) اور فرض ہے۔ (اور) یہ علم کے حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں بنتا ہے۔

دوسرے معنی (دینی امور میں) اہتمام اور ذکر و شغل کو لازمی طور کرنا ہے۔ وہ فرض بھی نہیں ہے اور یہ طالب علمی میں رکاوٹ بھی ہے۔

نسبت کے بارے میں تحقیق جو (سلوک کے) راستے کا مقصود ہے

ایک منتہی (جو اس سلوک کے راستے میں انتہاء کو پہنچ گئے) کا خط۔

حَالؒ: جناب والا! یہ نالائق آپ کے سامنے ایک ضروری عرض کرنا چاہتا ہے۔ امید کرتا ہے کہ حضور توجہ فرما کر مناسب رائے سے سرفراز فرمائیں گے۔

عرض یہ ہے کہ اس نالائق کو پھرتے پھراتے تئیس سال ہوگئے ہیں اور حالت ابھی تک پہلے دن کی طرح ہے۔ اس لئے کمترین نے ارادہ کیا کہ ایک آخری کوشش اور کرے شاید (اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ) فضل ہو جائے۔ اس کے بعد میں سمجھ لوں گا کہ میری کوشش بالکل بے فائدہ ہے۔ اس لئے آپ سے گذارش ہے آپ میرے لئے جو لمبی سے لمبی مدت مناسب سمجھیں میرے خیال کے لئے مقرر فرمائیں۔ میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس (لمبی سے لمبی) مدت کو پورا کروں گا۔ اگر میرا جرم معافی کے قابل نہیں ہے تو مجھ کو آپ کسی دوسرے شخص کے پاس بھیج دیجئے کہ میں وہیں جا کر اپنی قسمت آزماؤں۔ آپ خود خیال فرمائیں کہ میں یہ آخری درخواست کس دل سے لکھ رہا ہوں کہ ساری عمر کا ساتھ چھوڑنے پر راضی ہو رہا ہوں۔ افسوس!

تحقیق: میں (اس بات پر بھی) خوش ہوں گا (کہ) اگر (آپ) بے تکلفی سے یہ بھی بتا دیجئے کہ آپ کے ذہن میں ① سلوک کے راستے کا مقصود کیا ہے ② اس کے مقصود ہونے کی صحیح دلیل کیا ہے ③ اس مقصود کا حاصل نہ ہونا وجدانی (حسی) ہے یا کسی دلیل کی وجہ سے ہے۔ ④ یہ مقصود کسی کو حاصل ہوتے ہوئے دیکھا بھی ہے یا نہیں (یعنی وہ کسی کو حاصل بھی ہوا ہے یا نہیں)۔

ان صاحب کا دوسرا خط یہ آیا

حَالؒ: میں ان ہی سوالات کا منتظر تھا۔ اب نمبر وار جوابات لکھتا ہوں۔

❶ میں سلوک کے راستے کا مقصود نسبت سمجھتا ہوں۔

❷ سلوک کے راستے کا مقصود نسبت کا ہونا خود آپ کی زبان سے سنا ہے جب کہ آپ کے مکان پر ہم لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا تھا: مجھے جو بات معلوم ہوتی ہے وہی اس سلوک کے راستے کا مقصود ہے۔ وہ دو چیزیں ہیں۔ ① نسبت ② اور مقامات۔ تمام مشائخ نے یہ بات صاف فرمائی ہے کہ سارے حالات کی بنیاد نسبت ہی ہے۔ آپ نے خود بھی تعلیم الدین میں یہ بات صاف فرمائی ہے۔

❸ نسبت کا حاصل ہونا وجدانی (یعنی حسی) ہے۔ جس طرح بھوک پیاس وجدانی (حسی) ہوتی ہے (کہ محسوس ہوتی ہے یہی حال نسبت کا ہے کہ وہ بھی محسوس ہوتی ہے حتیٰ کہ) میں اخود کو دو مرتبہ نسبت کے حاصل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ جب آپ حج سے واپس تشریف لائے تھے اور میں نے ذکر شروع کیا تھا۔ ایک دن آپ نے فرمایا: میں نے بیج بو دیا ہے اب (دل کی کھیتی کو) پانی تم خود پلاؤ۔ اسی دن سے میں نے اپنے اندر ایک

بڑی تبدیلی کو محسوس کیا۔ چند دن بعد اچانک وہ کیفیت ختم ہوگئی۔ میں بے چین ہو کر دوڑنے لگا۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے دل میں یہ کہہ دیا: کیونکہ پڑھنے میں نقصان ہوتا تھا اس لئے سلب (کھینچ) لیا گیا ہے اور پڑھنے کے لئے دیا جائے گا۔ یہ بات اس مضبوطی اور بھروسے سے معلوم ہوئی کہ جس کو عین الیقین کہنا چاہئے۔ میں نے اس کو سلوک کی کتابوں جو خطرہ شیخ لکھا وہ سمجھا۔

دوسری مرتبہ جب علم سے فارغ ہوا اور آپ سے ضیاء القلوب شروع کی جس میں تقریباً ہم بیس آدمی تھے۔ ختم کے دن آپ نے فرمایا: جس کو ذکر و شغل کرنا ہو وہ بیٹھا رہے جس کو نہ کرنا وہ چلا جائے۔ جب سب بیٹھے رہے تو آپ نے فرمایا: جو کچھ میرے پاس تھا وہ سب کچھ میں نے دے دیا۔ سب کو دوازدہ تسبیح (بارہ تسبیح یہ اگرچہ تیرہ تسبیح ہیں لیکن مشائخ کے ہاں بارہ تسبیح کے نام سے مشہور ہیں) اور شغل سرمدی اور چند ہدایات تعلیم فرمائیں تھیں۔

میں اپنی ہلاکت سے سمجھا کہ جو بہت ہی فائدہ دینے والے علوم ہم کو معلوم تھے سب بتا دیئے۔ یہ نہ سمجھا کہ ولایت کا نور اور ہمیشہ خوش نصیبی کا بیج عنایت فرمایا ہے۔ (اور) جو اثر محسوس کیا وہ ذکر کا نتیجہ سمجھا۔ میرا اسی دن اپنے گھر جانا ہوا۔ گھر پر شادی کے لئے عزیز رشتہ داروں نے شور مچا کر دل کو پریشان کر دیا۔ اسی طرح قبض کا مرض بھی ہوگیا جس سے معدہ بھرا رہتا تھا۔ کھانا بھی مدرسہ کے مقابلے میں اچھا ملا۔ زیادہ کھا جاتا تھا۔ رات چھوٹی ہوتی تھی آنکھ نہیں کھلتی تھی۔ اس لئے معمولات نہ کر سکا۔

(مکان پر) تیس دن پورے کر کے جلدی سے کانپور بھاگا وہاں جا کر پہلے کی طرح معلوم ہوا کہ آپ نے دل میں کہہ دیا: ہم نے نسبت دی تھی جو تو نے ضائع کر دی۔ جب یہ معلوم ہوا تو غم کا پہاڑ سر پر پھٹ گیا۔ لیکن پھر سوچا کہ اگر اس کی تلافی ممکن ہے تو عمل سے ہے۔ اس لئے پھر دوبارہ سے کام میں مشغول ہوا مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آفت آئی کہ ایک بدصورت شخص کا عشق پیدا ہوگیا اور اللہ تعالیٰ سے بالکل غفلت ہوگئی جس سے دوری آپ ہی کے تصرف سے ہوئی پھر آپ تھانہ بھون چلے آئے۔

مجھے ذکر سے فائدہ نہ ہونے کی کوئی شکایت نہیں ہے۔ میرا دل اللہ تعالیٰ کے علاوہ سے بالکل خالی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شوق غالب رہتا ہے۔ خود اپنی ذات میری نظر میں بہت بری لگتی ہے۔ یہ سب کچھ ہے مگر نسبت ہی نہیں ہے۔ وہ کسبی (خود حاصل کرنے والی) چیز نہیں ہے وہ تو جب ہی حاصل ہوگی جب آپ (اس کو) القاء فرمائیں گے (یعنی جب آپ میرے دل میں ڈالیں گے) کسی بزرگ کا قول ہے۔ اگر ترا عمر نوح بودے و ہمہ دریں راہ صرف کردے آتش نیافتے کہ از ما بتو رسیدہ است۔

تحقیق: نمبر (۱) ونمبر (۲) کا جواب صحیح ہے۔

(نسبت) کے بارے میں عرض ہے کہ اس کے حسی ہونے کی بنیاد پر اس کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کا حکم لگانا اس بات پر موقوف ہے کہ پہلے (نسبت کیا ہے) اس کی حقیقت کو متعین کیا جائے کیونکہ ہر وہ چیز جو حسی ہوتی ہے نسبت نہیں ہوتی ہے۔ (اس لئے تمام حسی چیزوں میں ہر ایک کی پہچان کے لئے ہر ایک کی الگ الگ حقیقت ہوتی ہے تاکہ ہر ایک دوسرے سے جدا ہو جائے۔ جیسا کہ بھوک ایک الگ حقیقت ہے اور پیاس ایک الگ حقیقت ہے دونوں حسی چیزیں ہیں اب) اگر کسی شخص کو بھوک لگتی ہے لیکن پیاس نہیں لگتی ہے (اور وہ بھوک اور پیاس کی حقیقت کو نہ جانتا ہو) اور پیاس کو بھوک سمجھتا ہو اور بھوک نہ لگنے کی شکایت کرے تو (اس کا پیاس پر بھوک کا) حکم (لگانا) غلط ہوگا حالانکہ بھوک بھی حسی چیز ہے (اس لئے دونوں میں فرق کرنا صحیح ہونا چاہئے لیکن چونکہ دونوں کی حقیقتیں الگ الگ ہیں اس لئے ایک پر دوسرے کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے)۔

باقی جو قصہ آپ نے لکھا ہے اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ نسبت کی حقیقت وہی تھی جو آپ کو حاصل ہوئی تھی پھر نہیں رہی۔ اگر (آپ کو) مجھ پر اعتماد ہے اور ہونا چاہئے میں دوسروں سے یہ بات نہیں کہہ سکتا ہوں مگر آپ سے (تعلق کی وجہ سے) نہیں چھپاتا کہ آپ طالب ہیں میں طالب سے تواضع کرنے کو چوری سمجھتا ہوں اس لئے کہتا ہوں کہ آپ کو مجھ پر اعتماد کرنا چاہئے۔ اگر مجھ پر اعتماد ہے تو اچھی طرح سمجھ لیجئے وہ کیفیت (جو آپ کو حاصل ہوئی تھی) وہ نسبت کے (مختلف) رنگوں میں سے ایک رنگ تھا۔ جس میں میری جوش کی کیفیت ملی ہوئی تھی جو ابتدا میں اکثر ہوتی ہے۔ (اس وقت) میں بھی اس راستے میں نیا تھا اور آپ بھی نئے تھے۔ (اور) اب مجھے خود معلوم ہوا ہے کہ اس وقت اور اس وقت کی کیفیات میں ایسا فرق ہے کہ جیسا موسلا دھار بارش اور چھوٹی چھوٹی بوندوں میں ہوتا ہے۔ موسلا دھار بارش میں جوش وخروش (تیزی) بہت لیکن زمین کے لئے کم فائدہ پہنچانے والی ہوتی ہے اور چھوٹی چھوٹی بوندوں میں جوش (تیزی) کچھ نہیں ہوتی ہے لیکن زمین کو بہت فائدہ پہنچانے والی ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ رنگ (جو اس وقت آپ کو محسوس ہوا تھا) مجھ میں اور آپ میں پکا نہیں تھا اور اب الحمدللہ پکا ہے۔

آپ نے جو اپنی کیفیت لکھی ہے آپ کے قول ''میرا قلب ماسوی کے تعلق سے آخر تک'' نسبت کا یہ رنگ مکمل ترین ہے۔ مبارک ہو۔ نسبت کی حقیقت صرف یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق (ولگاؤ) ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور فرمانبرداری غالب رہے۔ اب یہ خواہ قبض کے ساتھ ہو خواہ بسط کے ساتھ، خواہ مزاح کے ساتھ ہو خواہ حزن کے ساتھ، خواہ شوق کے ساتھ ہو خواہ انس کے ساتھ خواہ ہیبت کے ساتھ (غرض کہ) زیادہ سے زیادہ

اطمینان کا شوق ہو۔ (اور دوسرے) مشائخ سے مل لیجئے، پھر جو دل میں آئے کہنے کی اجازت ہے۔

ان صاحب کا تیسرا خط آیا

حَال: عالی جاہ! اس تحریر سے میری تشفی و (تسلی) بالکل نہیں ہوئی ہے بلکہ اور زیادہ دل میں پریشانی پیدا ہوگئی ہے۔

تحقیق: (اس کی وجہ) آپ نے اس تحریر میں ذکر نہیں فرمائی۔

حَال: میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ نے جو چیز عطا فرمائی تھی وہ جب اذکار و اشغال سے قوت حاصل کرے تو وہی نسبت ہے۔

تحقیق: (یہ بات) صحیح ہے لیکن (بات یہ ہے کہ) اس (عطا کی ہوئی) چیز کی حقیقت قوت حاصل کرتی ہے نہ کہ خاص رنگ (یعنی وہ جو اس موقع پر ایک خاص کیفیت ہوتی ہے وہ قوت نہیں پکڑتی ہے بلکہ اس کی حقیقت قوت حاصل کرتی ہے اس لئے اس کے باقی نہ رہنے کو ہی نسبت کا قوت حاصل نہ کرنا نہ سمجھا جائے) اس لئے اس سے پہلے خط میں آپ کا قول ''میرا دل اللہ تعالیٰ کے علاوہ سے خالی ہے'' میں (تو) اسی کو بڑا رنگ کہتا ہوں۔ (تو پھر آپ) نسبت کے قوت حاصل نہ کرنے کا کیوں کہتے ہیں۔ (یعنی اس نسبت کا بڑا رنگ دل کا اللہ تعالیٰ کے ماسوی سے خالی ہونا ہے تو جب یہ حاصل ہے تو نسبت نہ ہونا یا قوت نہ ہونا کیسے کہا جائے)

حَال: کیا مطلب ہے کہ ملکہ یادداشت (ہی) اس (نسبت) کا اثر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اب بھی (نسبت) اسی طرح عطا کرتے ہیں اور وہی لوگ (جن کو آپ نسبت عطا کرتے ہیں) صاحب نسبت ہو جاتے ہیں۔ (رسالہ) تعلیم الدین (کی عبارت) سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کسی بزرگ کے عطا کرنے سے ضعیف نسبت پیدا ہوتی ہے پھر اشغال وغیرہ سے وہ نسبت مل جاتی ہے۔ لیکن اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ میں غلط سمجھا ہوں۔ وہ (کیفیت جو حاصل ہوتی تھی) کوئی چیز نہیں ہے اور نسبت کوئی اور چیز ہے۔

تحقیق: میں تو اپنی (تعلیم الدین والی اور ابھی موجودہ آپ کے جواب والی) دونوں تحریروں میں کوئی مخالفت نہیں سمجھتا ہوں۔

حَال: (اگر دونوں تحریروں میں کوئی مخالفت نہیں اور جو میں سمجھا وہ بھی صحیح نہیں ہے تو) پھر آپ نے مبالغہ سے کیوں تعریف کی تھی کہ جو کچھ میرے پاس تھا سب کچھ میں نے دے دیا۔

تحقیق: مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے نسبت کے بارے میں کہا تھا۔ اگر ایسا ہوا بھی تو اب اس کے خلاف کب کہہ رہا ہوں۔

حال: جن لوگوں نے (نسبت) ضائع نہیں کی ان میں کیوں باقی رہی جیسے مولوی...... صاحب مولوی کہ یہ حضرات مسلسل مشغول رہے اور ان کی مشغولی بڑھتی گئی۔

تحقیق: (آپ) خود مولوی...... صاحب سے پوچھئے وہ تو خود کو محروم اور آپ کو دولت مند سمجھتے ہیں اور جو مولوی ...... صاحب کا حال مجھے نہیں ہے۔

حال: (آپ نے مجھے اپنے اوپر اعتماد کرنے کو لکھا ہے) مجھے آپ پر اعتماد کیا میں تو دنیا میں آپ جیسا دوسرا کوئی سمجھتا ہی نہیں ہوں۔ ایک مولانا رشید احمد کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہے میری نظر میں آپ جیسا دوسرا کوئی صاحب کمال نہیں ہے آپ صرف ایک مرتبہ یہ فرمادیجئے۔ میرے پاس جو کچھ تھا میں نے دے دیا۔

تحقیق: کیا میں تصرف کے دعوی کی اہلیت رکھتا ہوں (جو دعوی کروں)

حال: پھر آپ پر میرا اعتماد دیکھئے کہ کیسا ہے اور یا یہ فرمادیجئے کہ تیرے اندر نسبت ہے تجھے معلوم نہیں ہے میں بغیر دلیل اس بات پر ایمان لے آؤں گا۔

تحقیق: میں یہ بات تو پہلی مرتبہ میں کہہ چکا ہوں مگر دوسرے الفاظ میں کہا ہے۔

حال: میرے رنج وغم کی وجہ یہی ہے کہ میں یہ سمجھتا ہوں کے میں اس دولت سے بالکل محروم رہوں گا۔ اس محرومی کی کچھ علامتیں بھی مجھے معلوم ہوتی ہیں۔ بہر حال میرے اطمینان کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو صرف آپ کے فرمانے پر بغیر دلیل کے ایمان رکھتا ہوں۔ صرف دو لفظوں میں میرا کام بن جائے گا یا مجھے آئندہ کے لئے امید دلا دیجئے (کہ تمہیں آئندہ نسبت مل جائے گی کہ مجھے اطمینان ہو جائے گا) یا ابھی خوشخبری سنا دیجئے کہ جس چیز کے تم طالب ہو وہ چیز تمہیں مل گئی ہے۔ والسلام۔

میرا یہ اعتقاد تو ضروری ہے ہی کہ جب تک حضور اپنے سینۂ مبارک سے یہ دولت مرحمت نہ فرمائیں خود میری محنت سے یہ دولت مجھے نہیں مل سکتی ہے۔ اسی میں تاخیر سے بھی گھبراتا نہیں ہوں۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ (نسبت حاصل کیئے بغیر) محروم ہو کر دنیا سے نہ چلا جاؤں ورنہ میری طرح خسارہ والا کوئی نہیں ہوگا۔ (مجھے) یہی تصور کہ حضور کا ارادہ مجھے محروم رکھنے کا ہے میرے لئے ﴿نار الله تطع علي الافئدہ﴾ (کہ اللہ تعالیٰ کی آگ جو دلوں تک پہنچے گی) کا اثر رکھتا ہے (کہ میرا دل اس خیال سے بہت ہی رنج وغم میں ہے)۔

تحقیق: توبہ توبہ اپنے خیر خواہ کے بارے میں ایسا گمان نہ کیجئے۔ آپ یقین رکھیں کہ نہ دھوکا دوں گا نہ بخل کروں گا، نہ بے توجہی کروں گا اور نہ ہی خیر خواہی میں کمی کروں گا۔ میرے خیال میں آپ کی تسلی ہونے کی وجہ خاص کیفیات کا نہ ہونا ہے۔ یہ کیفیات (نسبت کے ہونے کے لئے) ضروری نہیں ہیں لیکن شاید کسی خاص شغل

سے ہو جائے۔ (آپ) سلطان الاذ کار حبس نفس (سانس روکنے) کے ساتھ شروع کر دیجئے اور کیفیات کی اطلاع دیتے رہئے۔ اگر اس سے بھی تسلی نہ ہو تو کوئی دوسرا شغل بتادوں گا۔

ان صاحب کا چوتھا خط آیا

حال: الحمدللہ! آج آٹھ سال کی سخت تکلیف اور پریشانی کے بعد بالکل اطمینان اور سکون حاصل ہو گیا ہے۔ میرے منہ میں زبان اس قابل نہیں کہ (میں) اس نعمت پر (آپ کا) شکر ادا کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ و سلامت رکھے۔

تحقیق: میں خود (بھی) اس پر خوش ہوں کہ آپ خوش ہوئے۔

حال: میری ایک کیفیت یہ بھی ہے کہ نفس کی لذت حاصل کرنے (کے شوق و جذبے) کا اکثر حصہ مٹ گیا ہے۔ دل میں اکثر ہلکی ہلکی آگ سلگتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ کا شوق اتنا غالب رہتا ہے کہ کبھی تو یہ خیال آتا ہے کہ دل پھٹ جائے گا۔ دل کو اگر زبردستی کر کے بھی دنیا کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں تو ایسا نہیں کر سکتا ہوں۔

تحقیق: سبحان اللہ! یہ (نسبت نہیں ہے تو پھر) اور کیا ہے۔

حال: لیکن میں سخت غلطی میں مبتلا تھا۔ اس غلطی کی وجہ سے عبادت میں مشغولی فضول لگتی تھی۔ اس لئے مجھے یہ قوی خیال تھا کہ میں خدا کی بارگاہ میں مردود ہوں۔

تحقیق: اس (حالت) میں بھی حکمت تھی کہ مکمل طور پر عاجزی پیدا ہو جائے۔ یہ میرا اصلی مزاج ہے۔ فطوبیٰ لکم۔ آپ کو خوش خبری ہو۔

حال: (اب) مجھے خاص کیفیت و حالت کی ذرا بھی آرزو نہیں ہے۔ آرزو صرف اسی بات کی ہے کہ زندہ رہوں تو اسی کی یاد میں اور مروں تو اسی کی یاد میں اور اٹھوں تو اسی کی یاد میں۔

ع چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

ترجمہ: ''جینے مرنے ہر حال میں اس کے عشق میں مبتلا رہتا ہوں۔''

(اس شعر جیسا) اپنا حال ہو۔ (میں) ان تمام باتوں میں خود کو یقینی طور پر سچا نہیں سمجھتا ہوں نفس کے دھوکے کا قوی احتمال ہے۔

تحقیق: یہ احتمال بالکل وہی مطلوب چیز ہے کہ بین الخوف والرجاء (کہ ایمان خوف امید کہ درمیان ہوتا ہے اور یہی مطلوب ہے)۔

حال: حالات کی پاکیزگی، صفائی کبھی ہے اور کبھی نہیں ہے۔

تحقیق: (حالات کی پاکیزگی وصفائی) تو ہمیشہ رہتی لیکن ان میں قوت اور کمزوری کا فرق ہے (کہ کبھی زیادہ ہوتی ہے اور کبھی کم ہوتی ہے یہ وہی حالت ہے جو) رسول اللہ ﷺ نے حضرت حنظلہ کو فرمایا تھا۔ (جب انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ ہماری حالت آپ کی مجلس میں کچھ اور ہوتی ہے جو بعد میں نہیں رہتی) تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: حنظلہ کبھی کبھی۔ (یعنی ہر وقت حالت یکساں نہیں رہتی ہے بلکہ بدلتی رہتی ہے کبھی قوی کبھی کمزور)۔

حال: سلطان الاذکار حبس دم (سانس روکنا) کس طرح کیا جائے۔

تحقیق: اب اس لئے نہ کیا جائے کہ تسلی حاصل ہوگی کیونکہ (وہ تو حاصل ہو چکی ہے اب) اس کو حاصل کرنے کے لئے کرنا حاصل کی ہوئی چیز کو دوبارہ حاصل کرنا ہے ہاں وہ بھی مفید ہے میں بتا دوں گا۔

اللہ تعالیٰ کے لئے نفرت کرنے کا غلبہ

حال: کسی کو شریعت کے خلاف (کام کرتے ہوئے دیکھ کر) جیسے ڈاڑھی منڈانے یا بے نمازی یا کوئی معمولی آدمی جیسے مزدور وغیرہ کو سلام کرنے کا جی نہیں چاہتا ہے اور طبیعت اس کو کرتی ہے۔ یہ تکبر تو نہیں ہے۔

تحقیق: (یہ تکبر کی وجہ سے) نہیں بلکہ دینی غیرت (کی وجہ سے) ہے۔ (لیکن) ساتھ ہی یہ بات دل میں سوچ لیا کریں کہ شاید اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کوئی عمل میرے سارے اعمال سے افضل ہو اس لئے یہ مجھ سے افضل ہے۔

تواضع کمالات میں سے ہے

حال: ایک دوست کے پاس (رسالہ) امداد آتا ہے۔ اس نے آکر مجھے فہرست جس میں بندہ کا نام تھا دکھایا۔ واللہ! مجھے بہت شرم آئی کہ یہ فہرست میرے بھائی وغیرہ بھی دیکھیں گے تو (اس خیال سے اور) زیادہ شرم آنے لگی۔ یہ شرم آنا کیسا ہے؟

تحقیق: کمال ہے۔ کیونکہ تواضع کمالات میں سے ہے۔

حضور وخلوص (دل کے حاضر اور ریاء سے پاک رہنے) کے درجات مختلف ہیں

حال: الحمد للہ! تمام معمولات پہلے کی طرح ہو رہے ہیں۔ اسم ذات میں کبھی کسی دن بھی زیادتی ہوگئی کہ ایک لاکھ سے زیادہ پڑھ لیا۔ مگر ایک بار بھی خلوص اور اظہار سے ادا نہیں ہوا اور نہ ہی اب تک ہوتا ہے۔ مگر الحمد للہ! دل غمگین نہیں ہوتا ہے۔ (بلکہ) یہی شوق اور آرزو ہے کہ زندگی بھر اس سے بھی زیادہ مشغولی رہے۔

تحقیق: یہ بھی خلوص اور حضور ہی کا اثر ہے۔ اس میں بھی بہت سارے درجات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے اکمل درجہ نصیب فرمائے۔ مگر جو چیز حاصل ہے اس کی نفی کیوں کی جائے جو نعمت کی ناشکری کا ذریعہ ہے۔

محبت کے رنگ مختلف ہیں

حال: کبھی کبھی چھوٹی بی بی کی حالت یاد آنے پر ان سے ملنے کا خیال آتا ہے۔ کیا یہ آنجناب کی محبت میں نقصان دہ تو نہیں ہے۔ بیوی کی حالت یہ ہے کہ میرے یہاں آنے پر سخت روتیں ہوں گی۔ میرے کپڑے وغیرہ نکال کر دیکھ دیکھ کر روتی ہوں گی۔ مجھے ان سے اتنی محبت نہیں ہے لیکن ان کی حالت پر رحم بہت ہوتا ہے۔

تحقیق: یہ محبت شریعت میں مطلوب (چیز) ہے۔ کوئی چیز جو شریعت میں مطلوب ہے وہ دوسری مطلوب چیز کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔ ورنہ دونوں چیزوں کا شریعت کا حکم بن کر اکٹھا ہونا لازم آئے گا (کہ شریعت دو چیزوں کا حکم کرے اور وہ ایک دوسرے کے لئے نقصان دہ ہوں) یہ ناممکن ہے۔ اس لئے ایک دوسرے کے لئے نقصان دہ ہونا بھی باطل ہے۔

اس کا راز یہ ہے کہ دونوں محبتیں الگ الگ رنگ کی ہیں۔ ایک ایک رنگ میں بڑھی ہوئی ہے اور دوسری دوسرے رنگ میں بڑھی ہوئی ہے۔ اس لئے دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

نسبت کے مختلف رنگ

سوال: اکثر بزرگوں کو کئی سلسلوں سے (بیعت کی) اجازت حاصل ہوتی ہے۔ کیا ان حضرات کو اجازت دینے والوں کی طرف سے کئی نسبتیں بھی حاصل ہوتی تھیں (جیسے نسبت چشتیہ، نسبت نقشبندیہ وغیرہ) یا صرف اجازت (بیعت) حاصل ہوتی تھی؟ (اور کیا) کئی نسبتیں ایک شخص میں جمع ہوسکتی ہیں؟ اسی طرح ایسا شخص جس کو کئی سلسلوں سے اجازت حاصل ہے کسی شخص کو اجازت دیتا ہے تو اس کو بھی متعدد نسبتیں حاصل ہونی چاہئے لیکن چشتیہ حضرات میں دوسرے سلسلوں کے آثار نظر نہیں آتے ہیں۔ اگر ہیں تو مختلف نسبتوں کا حال کس طرح معلوم ہوسکتا ہے۔

جواب: نسبت ایک حقیقت واحدہ (اکیلی حقیقت) ہے (جس کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہیں) استعداد کے مختلف ہونے کی وجہ سے (اس کے) رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ (اس اختلاف میں) چشتیہ وغیرہ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک چشتی اور ایک نقشبندی کی نسبت ایک ہی رنگ کی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دو چشتیوں کی نسبت کا رنگ مختلف ہو۔

اسی طرح اوقات کے مختلف ہونے کی وجہ سے یہ رنگ مختلف ہوسکتا ہے۔ صاحب اجازت کے لئے نسبت کا حاصل شرط ہے اس کا رنگ خواہ کچھ بھی ہو (حتیٰ کہ) جو اجازت دینے اور جس کو اجازت دیئے جانے دونوں کے رنگ مختلف ہوں۔ اس تحقیق کے بعد کسی سوال کی ضرورت نہیں ہے۔

ادب کا غلبہ

حَالؔ: پہلے طبیعت دنیاوی باتوں کی طرف بہت مائل تھی خصوصاً اچھے کپڑے اچھے کھانے وغیرہ کی طرف اور اس کے خلاف ہونے سے رنج ہوتا تھا۔ (مگر اب) الحمدللہ حضور کے فیض اور (صحبت کی) برکت سے طبیعت ان باتوں کے اہتمام سے ہٹ گئی ہے۔ (اب) اگر طبیعت اس طرف (کبھی) راغب ہوتی ہے تو یہ شعر پڑھ کر سکون حاصل کر لیتا ہوں۔ ؎

اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات ہنس کر گزار اسے یا رو کر گزار دے

آج کل بالکل اسی شعر کے مطابق زندگی بسر کر رہا ہوں۔

ذکر کرتے یا کوئی اور کام کرتے وقت جب یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں تو خاص طور پر رات کو لیٹتے وقت یہ خیال غالب ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہوں پھر پلنگ پر گدا اور چادر بچھا کر اور پیر پھیلا کر آزادی سے لیٹنا بدتہذیبی ہے۔ ساتھ ہی یہ خیال آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت بہت وسیع ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک میرے بستر کی کیا حیثیت و قیمت ہے اس لئے بستر پر تو لیٹتا ہوں مگر پیر پھیلانا کسی صورت میں بھی گوارا نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے کچھ عرصہ سے پیر سکیڑ کر لیٹتا ہوں۔

تحقیقؔ: سبحان اللہ ماشاء اللہ۔

حَالؔ: حضور! بندے کی حالت خراب ہوگئی ہے کہ حضور کا نام مبارک زبان سے کیا (لوں) قلم تک سے لکھ نہیں سکتا ہوں کیا کروں؟ مجبور ہوں اور معلوم نہیں کہ اس کا سبب کیا ہے۔ یہاں تک کہ شجرہ پڑھتا ہوں تو (وہ شعر جس میں آپ کا نام ہے اس طرح پڑھتا ہوں)۔

ع تھانوی مرشدی شمس الہدیٰ کے واسطے

(پڑھتا ہوں)۔

تحقیقؔ: گول (مول) بات ہے مفصل لکھنا چاہئے آخر دل میں کیا آتا ہے کیا کوئی ہاتھ پکڑتا ہے یا زبان روکتا ہے۔

اس کے بعد ان صاحب کا دوسرا خط یہ آیا

حال: گذارش ہے کہ ادب کی وجہ سے دل (نام لینا) گوارا نہیں کرتا ہے۔

تحقیق: پھر (تو) اس میں برائی کیا ہے جس کی فکر میں پڑ گئے۔

حال: پھر یہ وسوسہ آتا ہے کہ دادا پیر سے لے کر جناب رسول اللہ ﷺ تک کسی صاحب کا نام لینے میں کیوں ادب محسوس نہیں ہوتا ہے۔ ان کے نام فخر سمجھ خر خوشی خوشی لیتے ہو۔ اس وسوسہ کی وجہ سے حضور کو (اس بات کی) اطلاع دی۔

تحقیق: بعض طبیعتوں کے اعتبار سے جو نظروں کے سامنے ہو اور جو غائب ہو ان دونوں میں کچھ باتیں مختلف ہوتی ہیں اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تواضع کی علامات

حال: اپنے برے اخلاق کے بارے میں کیا عرض کروں پہلے سے تو بہت فرق ہے، مگر اپنے بڑوں کی تواضع اور بے نفسی دیکھ کر اپنی عاجزی اور انکساری کو کبر سمجھتا ہوں۔ شیخ شیرازی کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

ع گدا گر تواضع کند خوئے او است

ترجمہ: ”تواضع کرنا فقیر کی عادت ہے۔“

تحقیق: (اللہ تعالیٰ کا) شکر کیجئے کہ یہ بھی تواضع کا نتیجہ ہے۔

حال: احقر کو ایک مرض اور وہم یہ ہو گیا ہے کہ اپنے گندے نام سے پہلے یا بعد میں (تواضع کے لئے) کون سے الفاظ لکھوں جو بہت ہی ذلت (گھٹیا پن) اور تواضع والے ہوں؟ وہ الفاظ جو لکھے جاتے ان کو لکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہ خیال آتا ہے کہ یہ الفاظ تو بڑے بڑے لوگوں کے لئے ہیں اس لئے ان الفاظ کو اپنے لئے استعمال کرنا تکبر اور دکھلاوا (ریا) ہے۔

یہ ساری باتیں معلوم کرنے کے لئے عرض کی ہیں کہ احقر کا خیال کیسا ہے (صحیح یا غلط مطلع فرمائیے)۔

تحقیق: خیال (تو) اچھا ہے مگر (ان الفاظ کو) متعین (کرنے سے پہلے) مشورہ کر لیجئے۔ خود اپنی رائے پر عمل نہ کریں۔

توبہ کی ضرورت

حال: اگر میں کسی (گناہ کے) کام سے توبہ کرتا ہوں (توبہ کے بعد) پھر وہ کام بغیر ارادے کے ہو جاتا ہے تو

(مجھے) بار بار توبہ کرنے سے شرم آتی ہے۔

تحقیق: یہ طبعی بات ہے۔ مگر کبھی اس پر عمل نہ کیا جائے (بلکہ ہر بار توبہ کر لی جائے)۔

حال: طبیعت کبھی کبھی گناہ کبیرہ کی طرف مائل ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے گناہ بہت کم ہوتا ہے۔

تحقیق: (اس پر اللہ تعالیٰ کا) شکر کیجئے۔ فقط

اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنا

حال: دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف خوب متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہیں ملتی ہے۔ (ایک تو) مدرسہ کا کام بہت ہے۔ (دوسرے) لوگوں کا (مختلف کاموں کے سلسلے میں) آنا جانا (اور اس میں مشغولیت تیسرے) بعض قریبی رشتہ داروں کے لڑکے کی دیکھ بھال (چوتھے) گھر آنا جانا۔ سارا دن ان ہی بے کار باتوں میں دن رات خراب ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی یہ خیال آتا ہے کہ شاید اس میں ثواب ملے، اللہ تعالیٰ بھی اس خدمت کی برکت سے نجات عطا فرمائیں۔ مگر (یہ خیال) بدمزہ طریقہ سے آتا ہے اس کے بارے میں کیا کروں؟

تحقیق: بس۔

ع چونکہ بر میخت بہ بند و بستہ باش

ترجمہ: ”بندھن میں جو بند ہو بندھن میں بندھے رہو۔ (یعنی جن کاموں میں لگے ہوئے ہیں ان کو کرتے رہئے کہ یہ بھی بڑے کام ہیں)۔“

نعمت کا شکریہ

حال: عرض یہ ہے کہ اس خاکسار کو ایک ہفتہ سے یہ خیال آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنے فضل و کرم سے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ واصحابہ کی امت میں پیدا کرنے اور حضور والا کی خادمی عطا کرنے پر روزانہ شکرانہ کے لئے دو رکعت نماز (روزانہ کے وظیفہ کے علاوہ) سو مرتبہ درود شریف اور ماہانہ ایک روپیہ ان چار طلبہ کو جو یہاں عربی پڑھتے ہیں دوں گا۔ بندے کا یہ خیال جائز ہے یا ناجائز۔

تحقیق: جائز ہے مگر کسی کو بتائیے نہیں۔

خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ترتیب

حال: (بندے کا حال یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کم ہے۔

تحقیق: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت) کم نہیں ہے بہت ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی اس سے زیادہ ہے اس لئے

یہ ترتیب بالکل حقیقت کے مطابق ہے۔

تنہائی کا فائدہ

سوال: احقر کا بہت عرصے سے روزانہ یہ معمول ہے کہ فجر کی نماز کے بعد حجرہ میں اندر سے دروازہ بند کر کے اوراد وظائف ذکر وغیرہ میں مشغول رہتا ہوں اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں فارغ ہوتا ہوں۔ ذکر کی حالت میں اکثر بدن میں ایک حرکت پیدا ہوتی ہے جس کے بارے میں اس سے پہلے بھی بتا چکا تھا۔ اس حرکت سے ایک طرح کی لذت وسرور اور انسیت حاصل ہوتی ہے۔ یہ حالت کبھی ذکر کی زیادتی سے، کبھی تلاوت قرآن معمول سے زیادہ کرنے جیسے حفظ پڑھنے سے اور کبھی نوافل میں رکوع وسجدے کو لمبا کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔

اس حالت کے پیدا ہونے میں تنہائی ایک بڑا سبب لگتی ہے۔ یہ تو حضور نے پہلے فرمایا تھا کہ یہ حالت پسندیدہ ہے مقصود نہیں ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر یہ حالت مطلوب نہیں ہے لیکن مطلوب تک پہنچانے والی بھی ہے یا نہیں؟ یعنی (پوچھنے کی بات یہ ہے کہ) اگر مجمع میں یہ اوراد و وظائف کروں تو یہ حالت نہیں ہوتی ہے اور خلوت میں ہوتی ہے تو کیا تنہائی کے وظیفہ میں مجمع میں وظیفہ کے مقابلے میں قرب زیادہ حاصل ہوگا یا کم ہوگا یا برابر ہوگا۔ کیونکہ وظائف اور ذکر دونوں حالتوں (تنہائی اور مجمع) میں کیے گئے مگر مجمع نہ وہ سرور حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی وہ بات پیدا ہوتی ہے (تو کیا تنہائی کے ذکر و وظیفہ میں زیادہ قرب ہے؟)

جواب: مطلوب تک پہنچانے والا ایسا تو نہیں ہے جیسا آپ نے لکھا ہے (کہ تنہائی میں چونکہ سرور ولذت حاصل ہوتی ہے اس لئے یہ مجمع کے ذکر سے قرب کا زیادہ سبب ہوگا) ہاں اس کیفیت سے اتنا فائدہ ضرور ہے کہ اس سے ذکر میں دل حاضر رہتا ہے اور ذکر کے شوق میں زیادتی ہوتی جو ہمیشہ عمل کرنے میں مددگار ہوتا ہے اور یہ (ہی) سلوک کے راستے کی اصل ہے۔ (یعنی عمل ہمیشہ کرتے رہنا سلوک کے راستے کی اصل ہے)۔

تکلف اور ادب میں فرق

حال: (میرا) دل چاہتا ہے کہ آپ سے میرا دل خوب مل جائے۔ ابھی تک اچھی طرح سے دل کھلا نہیں ہے۔ تکلف معلوم ہوتا ہے۔ بہت سی باتیں اس تکلف کی وجہ سے پوچھ نہیں سکتا ہوں۔

تحقیق: یہ تکلف نہیں ہے بلکہ ادب ہے۔ تکلف میں انقباض ہوتا ہے یعنی پاس بیٹھنے والے سے دل رکتا ہے جب یہ نہیں ہے تو تکلف نہیں ہے۔

حال: دل یہ چاہتا ہے کہ حضرت سے بغیر پوچھے کوئی کام نہیں کرنا چاہئے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کا ادب تو

باقی رہے اور یہ جھجک اور تکلف نہ رہے۔

تحقیق: پوچھنا تو اختیاری چیز ہے اس سے کون منع کرتا ہے۔ (یعنی ادب وتکلف جھجک تو غیر اختیاری چیزیں ہیں لیکن پوچھنا تو اختیاری ہے یہ تو کیا کریں)

دعا کے قبول نہ ہونے کا اعتقاد رکھنا برا ہے

حال: اب تکلیف اتنی بڑھ گئی ہے کہ صبر نہیں ہوسکتا ہے۔ ہر وقت استغفار کرتا، توبہ کرتا اور روتا رہتا ہوں مگر نہ رونا قبول ہے نہ توبہ قبول ہے۔

تحقیق: (رونا اور توبہ قبول نہ سمجھنا) ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے۔ کیا قبول ہونا یہی ہے کہ تکلیف ختم ہوجائے اگر اس سے اچھی چیز مل جائے جیسے اجروثواب تو کیا اس کو قبول ہونا نہ کہیں گے۔ جیسے کوئی کسی سے پیسہ مانگے اور وہ روپیہ دے دے تو کیا یوں کہہ سکتے ہیں کہ درخواست منظور نہیں ہوئی (جبکہ اس سے بڑی چیز مل گئی اسی طرح اگر تکلیف ختم نہیں ہوئی مگر اس سے بڑی چیز اجروثواب مل گیا)۔

حال: حضور! مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتائیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے اس تکلیف سے شفا عنایت فرمائیں۔

تحقیق: اس (تکلیف کے ختم ہونے) سے بڑھ کر رضا بالقضا (اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنا) ہے۔ اجر کے ملنے میں بھی اور راحت میں بھی ہاں دعا بھی کرتے رہئے باقی اس کے لئے وظیفہ کیا پڑھئے۔

اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامات

حال: تیسری بات یہ ہے کہ بندہ کبھی کبھی بیماری (معذوری بڑھ جانے) کے خوف سے سردی میں غسل کی جگہ وضو کا تیمم کرتا ہے۔ دل کو اطمینان نہیں ہوتا ہے وسوسہ سا رہتا ہے اور نفس مشورہ دیتا رہتا ہے کہ نماز تو ضروری ہے اس لئے اس کو تیمم سے پڑھو لیکن تلاوت قرآن (کیونکہ ضروری نہیں ہے اس لئے) نہ کرو۔ کبھی کہتا ہے کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا دعویٰ ہے تو جان کا خیال کیوں کرتا ہے اور بیمار ہونے سے کیوں ڈرتا ہے مرض کی حالت میں ہی غسل کرلے۔

تحقیق: طبعی طور پر ایسا خیال آنا اللہ تعالیٰ سے ڈر کی علامت ہے جو مطلوب ہے۔ مگر عقل کے اعتبار سے فتویٰ قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے میں (دلی) تنگی نہیں ہونی چاہئے۔

عشق الٰہی کے راستے کے معنی

سوال: یہ شک کبھی کبھی تنگ کرتا ہے کہ تعلیم الدین (رسالہ) میں لکھا ہے کہ اہل طریق کے ہاں سلوک کی

ترتیب یہ ہے کہ پہلے دل سے ارادہ کرے پھر ایک کامل شیخ کا انتظام کرے پھر شیخ کامل اجمالی (مختصر) یا تفصیلی محنت کرائے یا پہلے (مرید میں) نسبت ڈالے پھر محنت کرائے الخ اس سے چند سطروں پہلے لکھا ہے کہ کسی بزرگ کی توجہ اور ہمت سے پہلے نسبت حاصل ہوتی ہے اور یہ سلوک کا سب سے قریبی راستہ ہے۔ اور اس زمانہ میں مشائخ کا معمول ہے اور اس طریقہ کا لقب طریق عشق ہے۔ الخ

(ان عبارتوں کی وجہ سے) کئی مرتبہ خوف سے گھبرا کر اس شبہ نے پریشان کر دیا کہ جب (اس عشق الٰہی میں) اللہ والوں کی توجہ اور ہمت کا مکمل دخل ہے اور غالباً ہمارے بزرگوں کا بھی یہی طریقہ ہے تو ایسی توجہ و ہمت کی درخواست ضرور کرنا چاہئے جس سے دل میں نسبت اور تعلق مع اللہ ڈالا جائے۔ پھر اس تعلق مع اللہ سے اللہ تعالیٰ کی طاعت اور نماز و ذکر میں دل کو حضور حاصل ہو۔

لیکن میں نے اس پر نہ پہلے عمل کیا (کہ اس توجہ و ہمت کی درخواست کی) اور نہ اب عمل کرنے کی جرات ہے کیونکہ مریض کو ماہر اور شفیق طبیب کی تجویز میں دخل و رائے دینے کا کیا حق ہے۔ اسی خیال سے شبہ کو دفع کر دیا۔ لیکن اگر اس کے علاوہ بھی کسی طریقے سے اس شبہ کو دور کر دیا جائے تو عین عنایت ہوگی تا کہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر زمانے کی تحقیقات مختلف ہوتی ہیں اور ان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ کبھی کلام میں اختصار ہوتا ہے اور بعض احکام کلیہ بھی نہیں ہوتے ہیں (کہ صرف ان ہی پر عمل کیا جائے) ان سب باتوں کو ذہن میں حاضر رکھ کر سنئے۔ ''اس طریق عشق کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف کھچنے کے اسباب مہیا کیے جائیں۔ عشق سے یہی اللہ تعالیٰ کی طرف کھنچنا مراد ہے۔ توجہ و ہمت نسبت ڈالنے سے اس کا مہیا کرنا بھی مراد ہے۔ اس میں ایک قید اور ہے کہ اسی ارادے سے مہیا کرنا اگر یہ ارادہ نہ ہو تو اس مہیا کرنے کو ہمت نہیں کہا جائے گا۔ توجہ اور ہمت سے وہ مشہور و معروف معنی نہیں ہے کہ (پیر) مریدوں کو لے کر بیٹھے اور دونوں تمام خیالات سے خالی ہو کر ایک دوسرے کی طرف توجہ کریں۔''

ان چیزوں (توجہ ہمت اور نسبت کے ڈالے جانے) کا نتیجہ استعداد کے برابر اللہ تعالیٰ کی طرف کھنچنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف کھچنے کی علامتوں (حضور قلب یا تعلق یا یکسوئی وغیرہ) کے بھی درجات مختلف ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس نسبت کے ڈالنے کے لئے اس کا ہر درجہ ضروری ہو۔

اوپر کے مضمون پر ایک سوال

سوال: اوپر جو طریق عشق کا خلاصہ تحریر فرمایا ہے وہ احقر کی سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ ..... فلاں ..... صاحب اور

مولوی...... فلاں ...... صاحب سے بھی سمجھنے کی درخواست کی تھی ان حضرات نے بھی یہی عذر کیا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ اس لئے اس کی شرح و وضاحت کی امید کرتا ہوں۔

جواب: ضرورت کے بقدر اس کی وضاحت یہ ہے کہ (سب سے) پہلے انجذاب الی اللّٰہ (اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچنے) کے اسباب مہیا کیے جائیں (وہ اسباب یہ ہیں) جیسے ذکر کی کثرت کرنا یا وہ جس شکل میں خصوصی طور سے یکسوئی پیدا کرنے، وساوس کو ختم کرنے اور اشغال کی گرمی پیدا کرنے کا اثر ہو یا جن لوگوں پر طبعی طور پر عشق (الٰہی) کا غلبہ ہو ان لوگوں کی صحبت میں کثرت سے بیٹھنا یا ایسے نثر (شعری) یا نظم کے مضامین کا مطالعہ کرتے رہنا (جن میں طریق عشق کی باتیں ہوں) اور اس کے ساتھ ساتھ غذا میں اتنی کمی کرنا کہ جس سے (طبیعت پر) بوجھ اور سستی نہ ہو اور نہ ہی کمزوری ہو۔ انجذاب کے اسباب ہیں۔ اسی انجذاب کا نام عشق ہے۔

اس انجذاب کے اسباب کو جان بوجھ کر جمع کرنا توجہ اور ہمت کہلاتا ہے۔ یہ توجہ اور ہمت طالب اور شیخ دونوں میں ہو سکتی ہے یعنی اگر توجہ اور ہمت طالب نے جمع کی تو کہیں گے کہ طالب نے توجہ کی اگر طالب میں اس کے جمع ہونے کے لئے شیخ اہتمام کرے اور کبھی کبھی طالب کو اس کا حکم کرتا رہے تو کہیں گے شیخ نے ہمت اور توجہ کی۔

القاء نسبت (نسبت کا ڈالنا) بھی ہے مگر یہ (نسبت کا ڈالنا) صرف شیخ کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ اس نسبت ڈالنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ شیخ اپنی قوت خیالیہ سے طالب میں کسی اثر کے پیدا ہونے کا ارادہ کرے۔

اگر یہ اسباب عمل کے اعتبار سے جمع تو کر لئے گئے ہوں مگر اس سے انجذاب پیدا کرنے کا ارادہ نہ ہو تو اس کو ہمت نہیں کہیں گے۔ اگرچہ اتفاقاً (اچانک) اس سے بھی انجذاب پیدا ہو جائے۔

توجہ و ہمت سے مشہور و معروف معنی مراد نہیں ہیں کا مطلب یہ ہے کہ توجہ (و ہمت) کا تعلق صرف اسی (مشہور و معروف طریقے) سے ہی نہیں ہے۔ باقی یہ بھی ایک طریقہ ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں کچھ خرابیاں ہیں جس کی وجہ سے محققین اور متبعین سنت نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

(پھر) ان اسباب کو جمع کرنے کا نتیجہ جو انجذاب الی اللہ ہے یہ نتیجہ ہر شخص میں مختلف درجہ میں استعداد جتنی ہوتی ہے اتنا ہوتا ہے ایسا نہیں ہے کہ ہر شخص میں (اللہ تعالیٰ کے تعلق و عشق میں صرف) جلنے، پریشان ہونے، بے چین ہونے اور آگ کے بھڑکنے ہی کے رنگ پیدا ہوں۔ (یہ ضروری نہیں ہے) ہاں! خود انجذاب سب میں ہوتا ہے خواہ قوی ہو، کمزور ہو۔ یہ انجذاب طبعی ہوتا ہے۔ (اور) اسی (انجذاب کے طبعی ہونے کی) قید کی وجہ سے

یہ طریق (عشق) ایک مستقل قسم (بن جاتا) ہے جو طریق عمل وسلوک کے مقابلے میں ہے ورنہ صرف انجذ اب تو طریق عمل (وسلوک) میں بھی ہوتا ہے اگر چہ وہ عقلی اور اعتقادی ہوتا ہے۔

اسی طرح اس انجذاب کی جو علامات (اور نتائج) ہیں (جیسے) تعلق و یکسوئی وغیرہ یہ سب (کے سب) انجذاب کے لئے ضروری ہیں۔ مگر یہ (ضروری) نہیں کہ ان (انجذاب کی) علامتوں (میں سے ہر ایک علامت) کا اس انجذاب کے لئے ہونا ضروری ہے۔ اس (علامتوں کے پائے جانے) میں استعداد کے مختلف ہونے سے (انجذاب کی علامتیں بھی) مختلف ہوتی ہیں۔ یعنی یہ تعلق و یکسوئی بھی (اگر استعداد قوی ہو تو) قوی ہوتی ہے اور کبھی (استعداد ضعیف ہو تو) ضعیف ہوتی ہے۔

(اس استعداد کے کمزور ہونے اور قوی نہ ہونے کی وجہ سے جو اختلاف میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے تو) طالب ناسمجھ یہ سمجھتا ہے کہ مجھ کو وہ تعلق و یکسوئی حاصل نہیں ہے اور اس قاعدے کی وجہ سے کہ جب سبب نہ ہو تو مسبب بھی نہیں ہوتا ہے تو جب (وہ علامت) تعلق و یکسوئی مجھے حاصل نہیں (تو جس کی وجہ سے یہ ہوتے ہیں یعنی) انجذاب وہ بھی مجھے حاصل نہیں ہے۔ اس کے حاصل نہ ہونے پر اس پر ناامیدی کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ جو طریق کے لئے سخت ضروری ہے۔ اس تحقیق کے ذہن میں حاضر رکھنے سے حقیقت صاف ہوگی اور ناامیدی سے محفوظ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبت کا ایک دوسرے کے لئے ضروری ہونا

حَال: اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں دل میں کسی کی بھی محبت نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اتنی نہیں ہے۔

تحقیق: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ کی محبت کے لئے ضروری ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی محبت آپ کو طبعی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عقلی ہے۔ کیونکہ (یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت) دوسرے رنگ کی ہے اس لئے آپ کو اس محبت کے نہ ہونے کا وہم ہوا ہے۔ ورنہ قاعدہ ہے جب مسبب ہو تو سبب ضرور ہوتا ہے (تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سبب ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کا تو جب اللہ تعالیٰ کی محبت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ضروری موجود ہے)۔

تواضع کی علامات

حَال: عرض ہے کہ ایک سال سے میری حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ کبھی کبھی عشاء کی نماز کے بعد یا نماز میں

اللہ پاک کی قدرت وجلال وہیبت وشان وصفت وصنعت اور مالک الملک ہونے کا مراقبہ میں تصور کرتا ہوں اور خود ایک حقیر بندہ ناچیز خیال کرتا ہوں۔ اس وقت میرے جسم کے بال اور روئیں کانپ اٹھتے ہیں۔ کئی بار جسم میں کپکپی سی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت اللہ پاک کا حاضر ناضر ہونا دل میں تصور پیدا ہوتا ہے اور دم رک جاتا ہے، سارے اعضاء یعنی ہاتھ پاؤں اور بدن ایک حد تک بے حس اور بے حرکت ہو جاتے ہیں۔ اور بے ہوشی کا عالم پیدا ہو کر یہاں تک کہ کبھی کبھی مسجد سے مکان تک نہیں جا پاتا ہوں ایسا خوف محسوس ہوتا ہے کہ راستے میں کہیں گر نہ جاؤں۔

کبھی پونہ گھنٹہ یا ایک گھنٹہ تک یہ حالت رہتی ہے۔ کبھی ساری رات جسم میں نشہ کی حالت باقی رہتی ہے۔ صبح تک جسم بھاری رہتا ہے۔ اس لئے بہت ہی فکر میں مبتلا ہوں کہ کہیں شریعت کے خلاف کچھ نہ ہو یا شیطانی شرارت نفس میں گھس گئی ہو تو گناہ نہ ہو جائے۔ امید کرتا ہوں کہ حضرت اپنی عنایت وکرم سے مجھے اپنی کیفیت سے محروم نہیں رکھیں گے۔

کبھی کبھی یہ قصور ہو جاتا ہے کہ راستہ چلنے اور بیٹھنے میں جہاں تک نگاہ جاتی ہے اور جو کچھ نگاہ سے دکھائی دیتا ہے اس کے اور میرے درمیان اللہ تعالیٰ ہی ہیں اللہ تعالیٰ کا نام زبان سے جاری ہو جاتا ہے۔ امید ہے کہ حضور میری غلطی کو معاف فرما کر اصلاح فرمائیں گے۔

تحقیق: اصل حالت پسندیدہ ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائیں۔ مگر میرے خیال میں مزاج بھی طبعی میانہ روی سے نکلا ہوا ہے۔ (اس لئے) کسی ماہر طبیب سے مشورہ اور علاج ضروری ہے۔

حال: موت کی تمنا ہوتی ہے مگر جب اس کے ساتھ ہی یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور من نوقش عذب (کہ جس سے حساب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا) کا خیال آتا۔ اس وقت خدا تعالیٰ کی عظمت و کبریائی نظر کے سامنے ہونے سے خوف کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ اپنے وجود کی کچھ خبر نہیں رہتی ہے۔ اپنے اعمال اور گناہ کا اندازہ کر کے انتہائی شرمندہ ہوتا ہوں۔

پستی کا ایسا غلبہ ہے کہ اگر اختیار ہو تو خود ہی زمین میں دھنس جاؤں دعوی کا نام تک نہیں ہوتا ہے۔ تنہائی میں اکثر خاتمہ کے بارے میں خیال کر کے رونا آجاتا ہے۔ اکثر چیزوں کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی قدرت کا تصور خود ہی پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے کبھی کبھی بڑی مشکل سے رونا رکتا ہے۔

تحقیق: (رونے کو) روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حال: تقدیر کا لکھا خیال کر کے (کہ نہ جانے کیا لکھا ہے) دل قابو میں نہیں رہتا ہے کہ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے

کس گروہ میں شامل کیا ہے (کامیاب لوگوں میں یا ناکام لوگوں میں) کیونکہ (اس کا) دارومدار خاتمہ پر ہے اور خاتمہ کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہے (کہ کس حال میں ہوگا کامیابی یا ناکامی) اس خیال سے بہت ہی رونا آتا ہے اور دل بے چین ہو جاتا ہے۔ اس وقت زبان پر یہ شعر آتا ہے۔

مرا اے کاش کے مادر نمی زاد وگر حیز ادپس شریم نمی دا۔

ترجمہ: "کاش مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا ـــــ اگر جنا تھا تو دودھ نہ پلایا ہوتا۔"

پھر صرف اللہ تعالیٰ کے رحم و فضل ہی پر اعتماد کر کے تسلی ہوتی ہے۔ اپنے پاس کوئی ایسے اعمال نہیں جو الوہیت کی شان کے قابل ہوں بلکہ ہمیشہ ڈر ہی لگا رہتا ہے کہ خدانخواستہ ان اعمال کی وجہ سے پکڑ نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے۔ اپنی برائی اور نااہلی پر رونا آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوشبخت اور بدبخت بنانے پر کوئی ناگواری نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم کسی چیز کی اہلیت (کہ جو چیز جس کی اہل ہو خوش بختی یا بدبختی) کے خلاف ناممکن ہے۔

تحقیق: (اللہ تعالیٰ کا علم کسی کی اہلیت کے خلاف نہیں ہوتا) مگر اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ سے سعادت کا سوال کرنا چاہئے کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے۔ دعا کر کے قبول ہونے کی امید کرنا چاہئے ان سب (سعادت کا سوال و دعا اور اس کی قبولیت کی امید رکھنے) کو اس بات کی علامت سمجھنا چاہئے اللہ تعالیٰ کا علم ہمارے لیے سعادت کا ہے۔

حال: دل میں اکثر یہ خیال رہتا ہے کہ مجھ سے تمام دنیا والے اچھے ہیں حتیٰ کہ ہندوؤں کو دیکھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ یہ بھی مجھ سے ہزار درجہ بہتر ہیں کہ دنیا ہی کا کام صحیح کر لیتے ہیں میں تو کسی کام کا نہیں ہوں۔ کبھی خودکشی کا خیال آ جاتا ہے مگر اس کے حرام ہونے کا خیال آ جاتا ہے۔ کہاں تک عرض کروں توجہ فرمائیں ورنہ میرے خراب ہو جانے کا ڈر ہے۔

تحقیق: یہ حالت بہت ہی بلند ہے۔ یہ (نفس کا) خوب ٹوٹنا پھوٹنا ہے جس کے نتائج بہت ہی بلند ہیں۔ جن نتائج کی طرف حدیث "من تواضع للّٰه رفعه اللّٰه" (کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند فرماتے ہیں) میں اشارہ ہے۔ عارفین نے صاف واضح طور پر فرمایا ہے کہ۔

"مؤمن مؤمن بناشد تا آنکہ خود را از کافر فرنگ بدتر نہ پندادرد۔"

ترجمہ: "کہ مؤمن اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ خود کو فرنگی کافر سے بھی برا نہ سمجھے۔"

یعنی حال کے اعتبار سے (کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے دیں اور اس مؤمن کو گمراہ کر دیں)

اعتقاد کے اعتبار سے نہیں۔ایسا شخص گمراہ نہیں ہوتا ہے۔گمراہی کی بنیاد عجب (خود پسندی) ہے۔مگر اس حالت کی طرف بہت توجہ مت کیجئے۔کام میں لگے رہئے توجہ کرنا نقصان دہ ہے کہ اس سے کبھی ناامیدی اور کبھی تواضع کا کبر پیدا ہوتا ہے۔ یہ صرف کبر کے ہونے سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لئے نفرت کا غلبہ

حَالؒ: آج کل مجھے ایک بات معلوم ہوئی ہے کہ معقول اور فلسفہ کے علماء اللہ تعالیٰ کی تشریہہ کے لئے جو الفاظ تنزیہہ میں اس سے بھی دل کو نفرت محسوس ہوتی ہے اور علماء شریعت کی تشبیہ اچھی لگتی ہے۔

تحقیقؒ: ایسا ہی ہونا چاہئے۔اس راز یہ ہے کہ حکماء کی تنزیہہ حدود سے خارج ہے اور اہل شرائع کی استعمال کرتے ہیں حدود میں داخل ہے۔

عبدیت کا مقصود ہونا

حَالؒ: فروری کے مہینہ کے شروع میں اختلاجی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ یہ ہر سال کا معمول ہے کہ ان دنوں میں اختلاج ہو جاتا ہے۔اس وقت وظیفہ کی برکت سے جو فائدے محسوس کر رہا تھا ان میں کمی محسوس ہوئی اس وقت سے مجھے پریشانی ہے۔

تحقیقؒ: اس سے کبھی پریشان نہ ہوں ورد سے جو اصل مقصود ہے وہ مرض (اختلاج) میں بھی حاصل ہے یعنی عبدیت۔

حَالؒ: گزارش ہے کہ یہ خیال آتا ہے کہ بندے کو بندہ ہونے کی حیثیت سے یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کے ذمہ جو خدمتیں ہیں ان کے بدلے میں کسی خاص بات (اجر وثواب) کا انتظار کرتا رہے یا ان (کاموں) کو (جو ذمہ ہیں) اس (بدلے) کی نیت سے ادا کرے بلکہ بندے کو (ان کاموں کو) صرف اپنے معبود کا حکم اور خود کو بندہ سمجھ کر دل و جان سے فرمانبردار رہنا چاہئے حتیٰ کہ (اللہ تعالیٰ کے) راضی ہونے یا ناراض ہونے کا طالب بھی نہیں ہونا چاہئے۔ یہ بات دوسری ہے کہ محبوب حقیقی محض اپنے فضل سے اس (فرمانبرداری) کے بدلے میں "مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر" (کہ وہ نعمتیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے ان کو سنا نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خیال آیا) عطا فرمائیں۔

دعا بھی اسی (ذمہ کی خدمتوں) میں شامل ہے کیونکہ یہ بھی عبادتوں میں ایک بڑی عبادت ہے (کہ حدیث میں آتا ہے) "الدعا مخ العباد" (کہ دعا عبادت کا مغز ہے) اس کو بھی یہ سمجھ کر کرنا چاہئے کہ ہمیں دعا

کرنے کا حکم ہے (اس لئے کرتے ہیں) اور قبول ہونے یا نہ ہونے پر نظر نہیں رکھنی چاہئے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور ہمیں اپنا کام کرنا چاہئے۔ ؎

لئے جاؤں گا عمر بھر نام تیرا ہے سننا نہ سننا شہا کام تیرا

حضرت والا یہ بات صحیح ہے یا نہیں ہے حضرت والا دعا فرمائیں کہ (مجھے) اپنی محبت ومعرفت کامل نصیب فرمائیں، اپنا مطیع وفرمانبردار بنائیں، اپنی معیت اور مکمل قرب اور مکمل حضور (ہر وقت اللہ کے حاضر رہنے کا خیال میرے) ہر رگ وریشہ میں بسا دیں۔ اللھم تقبل منا.

تحقیق: شروع میں کچھ کمی ہوگئی ہے کہ آپ کا قول ''اپنی ذمے کی خدمتوں کے بارے میں'' اس میں اتنی قید اور ہے کہ اپنی رائے اور خواہش سے (یعنی اپنی خدمتوں کے بدلے کی امید اپنی رائے اور اپنی خواہش سے نہ ہو کہ ان کے بدلے یہ ملے یہ ملے وغیرہ) ورنہ بندے کو بندہ ہونے کی حیثیت سے اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ ان خدمات پر جس بدلہ کے طلب اور انتظار کرنے کا اس کو حکم ہے انتظار نہ کرے اور ثواب (اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی بھی شامل ہے) کا حکم ہے یا مانگنے کا حکم ہے یہ بہت ساری احادیث سے ثابت ہے۔ (تو) اس چیز کا طلب نہ کرنا عبدیت کے خلاف ہے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''من لم یسال اللہ یغضب علیہ'' (کہ جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں)۔

دعا کے بارے میں جو لکھا ہے کہ قبول ہونے اور نہ ہونے کو نہ دیکھے تو اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ قبول نہ ہونے کی صورت میں بھی دعا کرنا نہ چھوڑے تو یہ صحیح ہے اور اگر مطلب یہ ہے کہ دعا کا قبول ہونا نہ چاہے تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ دعا کے قبول ہونے کا مطلوب ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''ادعو اللہ وانتم مؤمنون بالاجابة'' (کہ تم اللہ تعالیٰ سے دعا کی قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے دعا مانگو) ایک جگہ ارشاد مبارک ہے ''لا یقل احدکم اللھم اغفر لی ان شئت اللھم ارحمنی ان شئت الیعزم المسئلة'' (کہ تم میں کوئی دعا میں یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو مجھے معاف فرما دیں اور آپ چاہیں تو مجھ پر رحم فرما دیں (بلکہ) اور کہنا خواہ زبان یا اعضاء واجوارح سے ہو دونوں شامل ہیں)۔

مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

ترجمہ: ''جب خدا ہی مجھ سے طمع کو چاہتا ہے تو پھر قناعت پر خاک ہو۔''

(مطلب یہ ہے کہ اعمال حسنہ پر اللہ تعالیٰ نے جس انعام کا وعدہ کیا ہے اس کی امید رکھنی چاہیے کیونکہ یہ

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ایسے موقع پر قناعت صحیح نہیں ہے۔)

اس کا راز یہ ہے کہ طاعات (اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے اعمال پورے کرنے) میں ثواب کا چاہنا اور دعا کر کے قبولیت کو چاہنا محتاجگی ہے کہ ہمیں آپ (یعنی اللہ تعالی) سے کسی قسم کی بھی بے پروائی نہیں ہے حتیٰ کہ جن چیزوں کا آپ نے ہمیں محتاج بنایا ہے ہم ان کے محتاج ہو کر ان کو بھی آپ ہی سے مانگتے ہیں یہ خالص عبدیت ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "غیر مودع عنہ ولا مستغنی عنہ ربنا" (کہ ان نعمتوں سے ہمیں چھٹکارا ہے اور نہ ہی ہم اس سے بے پروا ہیں) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے ﴿وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون﴾ (کہ اس میں آگے بڑھنے والوں کو آگے بڑھنا چاہئے)۔

بعض حضرات سے جو باتیں منقول ہیں جن سے بے پروائی کا شبہ ہوتا ہے تو وہ ان کے ناقص حال کی وجہ سے جو دلیل نہیں ہے اگرچہ ان میں معذور بھی ہوں بہت فرق ہے ان لوگوں میں جو پیشوا ہوں (کہ لوگ ان کے پیچھے چلیں) اور ان لوگوں میں جو پیشوا نہ ہوں مگر ان پر کچھ علامت بھی نہیں ہے۔ ہم جو بات کہہ رہے ہیں ہاں (ان طاعت کے اعمال کے) ثواب کا ایسا انتظار کہ اگر ان ثواب والی باتوں کا حکم ہوتا اور ان پر ثواب کا وعدہ نہیں ہوتا بلکہ صرف اعمال کا حکم ہوتا تو پھر کوئی ان کو نہ کرتا یہ عبدیت کے خلاف ہے۔

حَال: (اس کے بعد) یہ گذارش کرنا بھی ضروری ہے کہ کچھ دنوں سے احقر کی حالت یہ ہے کہ احکام کی حکمتیں کھلی آنکھوں دکھائی دیتی رہتی ہیں حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے احکام کی مصلحتیں (یہ احقر) بیان نہیں کر سکتا ہے۔ کسی کو شریعت کے خلاف کرتے ہوئے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ شریعت کے علاوہ عقل سے بھی اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ غلطی پر ہے۔

یہ حالت اس خواب سے پہلے سے ہے۔ غالب یہ ہے کہ جب سے فلاں صاحب میرے یہاں بیمار ہو کر آئے تھے جب سے یہ حالت پیدا ہوئی تھی اور وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کر رہی تھی مگر ایک مہینہ سے جب الانتباہات کا حاشیہ لکھنا شروع کیا ہے اس میں بہت کمی آگئی ہے۔ کبھی تو سوچنے سے بھی (وہ مصلحتیں) سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ (میرے) ناقص خیال میں اس کی دو وجہیں آتی ہیں ایک تو یہی حاشیہ لکھنے کی طرف دماغ اتنا مصروف ہے کہ دن رات اسی کی طرف توجہ ہے دوسرے اس حاشیہ میں یقینی دلائل لکھے گئے ہیں اور احکام کے راز اقناعی دلیل (جس دلیل کو کافی سمجھ لیا جائے اس پر اکتفا کر لیا جائے۔) سے تھے ان سے طبیعت ہٹ گئی اس کی دلیل یہ ہے کہ حدوث مادہ کی بحث لکھتے وقت سے یہ تبدیلی زیادہ ہوئی ہے۔

تحقیق: عبدیت یہ ہے کہ چلائیں تو چلئے ٹھہرائیں تو ٹھہریئے۔ نہ کسی چیز کی تمنا ہو نہ کسی چیز کا انکار ہو۔ اس فکر ہی کو چھوڑ دیجئے پھر ایسے علوم عطاء ہوں گے کہ ان کے سامنے رازوں کا علم بھی کچھ نہیں ہے۔

حال: (اپنا) کچھ حال عرض کر کے بندہ انتہائی ادب اور خوشامد کے ساتھ درخواست کرتا ہے کہ ان حالات میں جو خیر ہے اور جو شر ہے اس کو بتائیں اور شر کے دور ہونے اور خیر کے حاصل ہونے کے بارے میں بھی ارشاد فرمائیں۔

تحقیق: یہ سارے حالات خیر ہیں۔

اعتدال (میانہ روی) کی ضرورت

حال: میں نے کل ایک طالب علم کو بے وقوف پاگل کہہ دیا تھا۔ اس کو ناگوار (برامحسوس) ہوا۔ میں نے اس سے بہت لجاجت (خوشامد، سماجت) سے جماعت کے تمام طلبہ کے سامنے معافی مانگی اور جماعت کے دوسرے طلبہ سے بھی معافی مانگی کہ میں نے کسی کو پاگل وغیرہ سخت الفاظ کہے ہوں تو معاف کر دیں آئندہ نہیں کہوں گا۔ الحمدللہ! اب میں ہمت کے ساتھ زبان تھام کر پڑھاتا ہوں مگر غصہ ضرور آ جاتا ہے۔

تحقیق: شاباش! جزاک اللہ!

ع این کار از تو آید و مرداں چنین کنند

ترجمہ: "یہ کام جو آپ نے کرلیا مرد اسی طرح کرتے ہیں۔"

مگر شاگردوں کو ان کی کوتاہی پر اتنا کہہ دینا برا نہیں ہے۔ اور اس طرح استغفار کی بھی ضرورت نہیں ہے بلکہ کبھی تو مصلحت کے خلاف ہے کہ یہ ان کی بے باکی، جرأت اور اخلاق کی خرابی کا سبب بن سکتا ہے۔ ہاں ڈانٹ ڈپٹ میں میانہ روی سے آگے نہیں جانا چاہئے۔ یہی معاملہ مریدوں، گھر والوں اور ماتحتوں کی ڈانٹ ڈپٹ میں کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے عشق کا اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہونا

حال: غلام کو رات میں جناب والا سے محبت کا اتنا جوش ہوا کہ رات کو نیند نہیں آئی۔ یہ صرف حضرت کی شفقت کا نتیجہ تھا ورنہ غلام کا دل تو بہت ناپاک ہے۔ اب جی یہ چاہتا ہے اور خداوند کریم کی بارگاہ یہ تمنا ہے کہ خداوند حضرت کی جان کو خادم کی جان بنا دے اور میرا وجود بالکل ختم ہو جائے۔ اب اس وقت بھی بہت شدت سے محبت کا جوش ہو رہا ہے۔ مگر افسوس کہ حضرت سے دور ہوں مگر الحمدللہ دل سے قریب ہوں۔ خداوند کریم سے

دعا ہے کہ آپ کے ساتھ ہی خادم کی موت و زندگی ہو۔ آمین ثم آمین۔ ساری تمنائیں ختم ہوگئیں اب تو یہی تمنا ہے۔

تحقیق: السلام علیکم! جو عشق اللہ تعالیٰ کے لئے کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا عشق ہے مبارک اور ترقی ہو ۔

مصلحت نیست مرا سیری ازاں آبحیات ضاعف اللہ بہ کل زمان عطشی

ترجمہ: "اس آبحیات سے میرا سیر ہو جانا اچھا نہیں بڑھتی رہے فضل خدا سے یہ پیاس ہر دم یونہی۔"

مگر یہ عشق اسی قید کے ساتھ جو حدیث میں آئی ہے (تیرے دیدار کا شوق) بغیر کسی نقصان دہ بدحالی اور کسی گمراہ کن فتنہ میں مبتلا ہوئے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عشق کی شدت میں نہ جسم کو نقصان پہنچے نہ دین کو نقصان پہنچے۔

توحید کے غلبہ، فناء وعبدیت اور تلوین کے بعد تمکین کی علامات اور نسبت اور ملکہ یادداشت میں فرق

انوار النظر فی آثار الذکر:

کیونکہ یہ ایک ہی ذکر کے کئی خطوط تھے اور ان میں کچھ مضامین اہم اور مفید تھے۔ اس لئے ان تمام خطوط کو سلسلہ وار درج کیا جاتا ہے۔ ان خطوط کا مستقل نام بھی رکھ دیا گیا ہے۔ (جو اوپر لکھا ہے (انوار النظر فی آثار الذکر)۔

پہلا خط

حال: سیدی سندی مولائی مستندی غیاث الطالبین عون المسترشدین لازالت محب الطافکم علینا ماظرۃ آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدمت سراپا خیر وبرکت میں گذارش یہ ہے کہ آج کل حضرت والا کی بابرکت صحبت کی وجہ سے الحمدللہ! اس احقر پر اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق بہت غالب رہتا ہے۔ کسی چیز کو دیکھ کر جی خوش نہیں ہوتا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب نہ ہو لاکھوں چیزیں دیکھ بھی لیں تو کیا (کہ جب تک دیدار الٰہی نہ ہو گویا کچھ نہیں دیکھا)۔

کبھی دل کو یہ بے چینی ہوتی ہے کہ اگر معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ ہم سے دور ہوتے تو اتنی بے چینی نہ ہوتی،

افسوس تو یہ ہے کہ وہ تو قریب ہیں اور دور میں ہی ہوں اس وقت اکثر یہ شعر پڑھتا ہوں۔

واشد ما بلغ المحب من الهوى قرب الحبيب ولا يكون بلاق

ترجمہ: ”عشق میں عاشق کے لیے سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ محبوب سے قرب کے باوجود اس ملنے کے لیے ترسے۔“

ہر وقت یہ دھن لگی رہتی ہے (اللهم زد فزد اللہ تعالیٰ اضافہ فرمائیں اور زیادہ فرمائیں) کہ رب سے ملاقات کا وقت کون سا ہوگا۔ کبھی تو یہ بدن (ایک) کانٹا لگتا ہے کیونکہ اگر یہ قید (جسم کی) نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا۔ پھر (اس خیال کے بعد) اللہ تعالیٰ کی خوشی میں خوش رہتا ہوں (کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی اس جسم کی قید کی ہے تو میں اس قید پر خوش ہوں) کہ جب تک یہ قید اللہ تعالیٰ نے میرے لئے رکھی ہے بسر و چشم (سر اور آنکھ سے) قبول ہے۔ مگر اس قید سے آزاد ہو کر کہیں میں ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکیں گے۔ ”استغفر الله اعوذ بالله من ذلك“ اس خوف سے زیادہ کوئی خوف نہیں کہ اللہ نہ کرے موت کے بعد اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ ہو۔

تحقیق: یہ (قیامت میں دیدار الٰہی کے نہ ہونے کا خوف) حقیقی ایمان ہے اور یہی دیدار کے ہونے کی خوشخبری ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ۔ ﴿الذين يخشون ربهم بالغيب لهم مغفرة واجر كبير﴾ ”جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔“

حال:

”اللهم ارزقني لذة النظر الى وجهك الكريم وشوقا الى لقائك اللهم انى اعوذبك ان تصعدني وجهك يوم القيامة.“

ترجمہ: ”اے اللہ! مجھے اپنے بزرگی والے چہرے کے دیکھنے کی لذت عطا فرمائیے اور اپنے سے ملنے کا شوق (بھی) عطا فرمائیے۔ (اور) اے اللہ! میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں کہ آپ قیامت کے دن مجھ سے اپنا چہرہ پھیر لیں۔“

تحقیق: آمین۔

حال: حضرت میرے استقامت اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ محبت اور اللہ کی فرمانبرداری کرتے رہنے کی دعا فرمائیں۔

تحقیق: دل اور جان سے (دعا کروں گا)۔

حال: میرے برے حال پر توجہ فرمائیں۔

تحقیق: (آپ کی) درخواست کے بغیر ہی (توجہ) ہے۔

حال: (حضرت!) میں کچھ نہیں۔ خدا کی قسم کچھ نہیں ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ (اللہ تعالیٰ نے) پہلے (مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ کے) آستانہ خلیل اور پھر اس آستانہ پر منت وسماجت نصیب فرمائی۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں (آستانۂ خلیل میں) استعداد بنی اور یہاں (میرے ہاں) وہ ظاہر ہوئی۔ یہ حضرت صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور کی طرح ہے اور پہلے یعنی دور صدیقی کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے جو ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم یعنی امانت کے ادا کرنے کے بارے میں یہ ہے کہ ہر حق والے کو اس کا حق دو پہلے والے کو پہلے اور دوسرے کو دوسرے درجہ میں۔ یہ حق دینا ایک یہی ہے۔

حال: اپنے برے حال پر روتا ہوں تو اتنی خوشی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (اپنے سے) ملانے والوں سے تو تعلق (وجوڑ) عطا فرمایا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کیا عجب ہے کہ ایک دن ان کی برکت سے میری پہنچ بھی اللہ تعالیٰ تک ہو جائے ؎

بود موری ہوسے داشت کہ در مکہ اسد ۔ ہائے بردست کبوتر زد و ناگاہ رسید

ترجمہ: ''ایک چیونٹی مکہ پہنچنا چاہتی تھی کبوتر کے پاؤں پر بیٹھ کر مکہ پہنچ گئی۔''

اے خسرو خوباں نظرے سوئے گدا کن ۔ رحمے عن سوختہ بے سروپا کن

ترجمہ: ''اے بادشاہ! فقیر کی طرف نگاہ کرم کیجیے اس جلے ہوئے بے سروپا پر رحم کیجیے۔''

آج کل ذکر میں نور وغیرہ تصور (مجھ) سے کچھ نہیں ہوتا ہے بلکہ اس سے طبیعت الجھتی ہے صرف ذات بسیط (خالص اللہ تعالیٰ کا ذکر جو بغیر کسی تصور وغیرہ کے ہو) کرتا ہوں۔

تحقیق: الحمد للہ! یہی حضرت مرشد کا حقیقی مزاج ہے۔ میرا وجدان (احساس) بھی یہی ہے۔

حال: اس کے بعد (یعنی ذکر کے بعد) خود بخود تصور کئے بغیر ایک سفید روشنی دل کو گھیرے ہوئے لگتی ہے۔

تحقیق: وہ مزاج اس کو مغلوب کر دے گا۔

حال: سحری کے بعد کچھ بوجھ محسوس ہوتا ہے اس لئے آج کل ذکر نفی و اثبات کا وقت مغرب کے بعد کھانے سے پہلے مقرر کر لیا ہے۔ مگر میرے مزاج میں رنگا رنگی (غیر مستقل مزاجی) بہت ہے۔ آج کل رمضان میں ذکر کچھ اپنے وقت مقررہ پر ہوتا ہے۔ مگر شوال میں تعلیمی کاموں میں مشغول ہو کر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی بیماری ہو جائے تو پھر اوقات کی پابندی نہیں رہتی ہے۔

تحقیق: کچھ (بھی) فکر نہ کریں۔ یوں ہی کرتے رہیے محرومی نہیں ہوگی۔

اندریں رہ می تراش و می خراش تادم آخر دمے فارغ مباش

ترجمہ: ''اس (سلوک کے) راستے میں مسلسل محنت کرتے رہو تا کہ عمر بھی کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔''

تادم آخر دمے آخر بود کہ عنایت باتو صاحب سر بود

ترجمہ: ''شاید تمہارا آخری سانس ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں کام آجائے۔''

(مطلب یہ ہے کہ (سلوک کے راستے کی محنت) ایک دن کا کام نہیں ہے بلکہ ساری عمر کا کام ہے لگے رہو کوشش کرتے رہوان شاء اللہ تعالیٰ ایک دن کامیاب ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی تمہارے ساتھ ہو جائے گی۔)

دوست دارد دوست ایں آشفتگی کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی

ترجمہ: ''دوست کو ہماری یہ پریشانی محبوب ہے تو ہماری یہ ناکام کوشش بے کار ہے ہی تو بہتر ہے۔'' (افاضات یومیہ ۴/۲۸۶)

حال: پہلے مجھے حضرت شیخ کے ساتھ اور کچھ عرصہ بعد حضور ﷺ کے ساتھ بہت غلبہ محبت تھا۔ حضرت شیخ کی صورت دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتا تھا، حضور ﷺ کا مبارک نام لے کر رو دیتا اور درود شریف کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اب تو صرف تصور ذات بسیط میں دل لگتا ہے۔ دل میں اسی کی دھن ہے۔ (اس کے آگے) ساری محبتیں مغلوب لگتی ہیں۔

تحقیق: مبارک ہو یہی توحید کا غلبہ ہے، یہی تنزیہہ (اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک سمجھنے) کا غلبہ ہے۔ ظاہری طور پر تو یہ غلبہ ان پہلی محبتوں کا کمزور کرنے والا ہے لیکن حقیقت میں ان محبتوں کو قوت دینے والا ہے۔ چنانچہ امتحان کی جگہوں پر اس کا امتحان ہوتا ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ وہی (پہلی) محبتیں تو اس دولت تک پہنچانے والی ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مقصود جتنا عظیم ہوگا اس کے وسائل بھی اتنے ہی عظیم و قیمتی ہوں گے مگر مقصود کے مقابلے میں مغلوب ہوں گے۔ اس لئے مقصود کے اعتبار سے تو کمزور ہیں اور وسائل سے پرانے تعلق کے مقابلے میں اب موجودہ تعلق قوی ہے۔

حال: زیادہ کیا عرض کروں دل (اللہ تعالیٰ کے عشق میں) بے چین ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے

تحقیق: اگر (اللہ تعالیٰ کے کسی صورت میں ہونے) کے شبہ کا غلبہ ہوتا تو اسی وقت وصال (ملنے) کا اعتقاد اور

حال ہو جاتا اگرچہ صاف وصال نہ سہی (لیکن) یہ حالت کمزور و ناقص ہوتی۔ وصال نظر نہ آنا غلبہ تنزیہہ (اللہ تعالیٰ کو تمام شکلوں صورتوں سے پاک سمجھنے) کی علامت ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے اور یہ قربت تک بہت زیادہ پہنچانا والا ہے۔ اس لئے یہ وصال نہ ہونا ہی وصال ہونے کے معنی میں ہے۔ اس معنی کی جو صورت ہوگی وصال پر ختم ہوگی اگرچہ جلدی نہ ہو بلکہ دیر سے ہو مگر ہے کامل۔

اہل تشبیہ (جو اللہ تعالیٰ کی کوئی صورت و مثال مان لیتے ہیں ان) کا وصال جو نقد ہے وہ (اصل میں) وصال کا شبہ ہے وصال نہیں ہے جو ادھار نہ ہوگا وہ کامل نہیں ہوگا۔ یہ حق تعالیٰ کی مکمل نعمت ہے۔

دوسرا خط

حَالؒ: حضرت اقدس سیدی سندی مولائی متندی غیاث الطالبین وعون المسترشدین ہادی الضالین وقطب الواصلین الذالت بحار کرحکم زاخرۃ وشابیب فصلکم علی ناخرۃ آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

آپ کا خط مبارک میرے خط کے جواب میں موصول ہوا۔ جس کے پڑھنے سے بے اختیار رونا جاری ہوگیا۔ معلوم نہیں اس (خط) کے حرف حرف میں کیسی آگ بھری ہوئی تھی کہ دل کو اور بھڑکا دیا اور پہلے (جو) شوق (تھا اس) میں زیادتی ہوگئی۔ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

تحقیق:

"بارك الله فى استعداد كم فان القابل اذا كان كاملا فى قابليته يتاثر من كل فاعل ولو لم يكن كامل فى فاعليته لكن اللائق بالقابل ان يعتقد الكمال فى الفا فانه ينفعه بهذا الاعتقاد."

اللہ تعالیٰ آپ کی استعداد میں برکت عطا فرمائیں قابل آدمی جب اپنی قابلیت میں کامل ہوتا ہے تو وہ ہر فاعل (کام کرنے والے) سے اثر لیتا ہے اور..... متاثر ہوتا ہے اگرچہ وہ (جس سے اثر لیا) اپنی قابلیت میں کامل نہ ہو مگر قابل آدمی کی شان یہ ہے کہ وہ کمال کا اعتقاد فاعل میں سمجھتا ہے اور یہ اعتقاد اس کے لئے مفید ہے (یعنی ان صاحب نے جو حضرت کے خط سے اثر لیا اور فرمایا کہ آگ بھر دی تو یہ ان صاحب کی قابلیت کے بارے میں حضرت نے لکھا کہ انہوں نے اس کا اثر لیا تو یہ ان کی قابلیت ہے اور آخر میں یہ بھی فرما دیا کہ اس اثر کو شیخ کی طرف ہونے کا اعتقاد رکھنے میں ہی مرید کی بھلائی ہے)۔

حَالؒ: کل ذکر کرتے وقت صاف معلوم ہو رہا تھا کہ آج کل حضرت کے دل میں کوئی نئی بات پیدا ہو رہی ہے

ضبط کامل (پوری طرح برداشت) کی وجہ سے اس کا اثر حضرت پر ظاہر نہیں ہو رہا ہے اور احقر پر اس کا اثر ہو رہا ہے کہ (احقر کا) دل اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے بے چین ہے۔

تحقیق: ماشاء اللہ بہت ہی صحیح پہچان ہے۔ مختصر طور پر وہ حالت یہ ہے کہ عاجزی و کمزوری کا مشاہدہ یعنی نظر آنا انکساری و محتاجگی کا غلبہ اور موجودہ حال میں اپنی فنا کا دعویٰ ہے۔ تفصیلی طور پر اس حالت کی حقیقت وحکمت بہت نازک ہے۔ ہر شخص اس کے سننے بلکہ سمجھنے کے قابل بھی نہیں ہے۔ تم کو اپنا راز دار سمجھ کر تم سے خود کہنا چاہتا تھا لیکن تمہارے دل کو انتہائی مناسبت کی وجہ سے پہلے ہی معلوم ہوگیا اس لئے اب جلدی ہی بتا دوں گا۔ اگر تمہارے بارے میں بھی غلط فہمی کا خیال ہوتا تو تم کو بھی نہ بتاتا۔ تمہارے بارے چونکہ میں ایسا احتمال نہیں ہے بلکہ اس نازک حالت میں جو کچھ خرابیاں ہونے کا احتمال ہے تم کو بتانے سے ان کے دور ہونے کی امید ہے تو تم ان خرابیوں کے دور ہونے کا ذریعہ بن سکتے ہو۔ فانتم فیہ مفتاح الخیر (تم تو اس معاملہ میں خیر کی کنجی ہو)۔

حال: آج کل ظاہری طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت کے دل سے میرے دل کی طرف فیضان ہو رہا ہے۔ ذکر کی حالت میں زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ حضرت کے دل سے میرے دل کی طرف کوئی چیز آ رہی ہے۔

تحقیق: وہی اوپر کی حالت ہے لیکن جگہ اور حالات کی وجہ سے رنگ بدلا ہوا ہے۔

حال: حضرت والا کو اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس بے چینی کے وقت میں مدد فرما رہے ہیں۔ ورنہ معلوم نہیں میرا کیا حال ہوتا (اب) الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے بے چینی اور شوق تو ہے لیکن جلدی نہیں ہے۔

تحقیق: یہ اپنے اکابر کی تمکین کی برکت ہے قال الشیخ عبدالحق الردولوی شیخ مشائخنا منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آور وا اینجا مردانند کہ دریا ہا فرد برند و آروغے نزنند۔

> **ترجمہ:** ''حضرت شیخ عبدالحق ردولوی جو ہمارے مشائخ کے شیخ ہیں وہ فرماتے ہیں منصور (حلاج) تو بچے تھے جو ایک قطرے میں فریاد کرنے لگے یہاں اللہ کے بندے ایسے ہیں جو دریا کے دریا پی جاتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے ہیں۔''

حال: اگر اللہ تعالیٰ کو اسی بے چینی میں رکھنا منظور ہے تو بسر وچشم (دل اور آنکھ سے) منظور ہے۔ (میں اللہ تعالیٰ سے) راضی ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہوں۔ (اور) اگر وصال (یعنی ملاقات) کا دروازہ کھل جائے تو

زہے قسمت (خوش قسمتی ہے) کیونکہ وہ تو اصل حالت ہے جس کی طرف دل فطرۃً (حقیقی طور پر) مائل ہے کیونکہ پہلے تو وصال ہی وصال تھا فراق کا نام تک نہیں تھا۔ فراق تو بعد میں آیا ہے۔ دیکھئے اس فراق کے بعد وہ دولت وصال وحضور کی نعمت نصیب میں ہے یا نہیں۔ ؎

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں ہو

تحقیق: یہ خاص حال (ہے) جس کا سبب اللہ تعالیٰ کی رضا (کے حصول) کا غلبہ ہے جو حقیقی طور پر ایک بلند رتبہ ہے۔ مگر اس (اللہ تعالیٰ کے وصال کے زخم بھرنے) کے بعد اس رنگ سے کامل ایک اور رنگ ہے۔ ؎

اگر بخشیں زہے قسمت نہ بخشیں تو کروں زاری

کہ اس بندے کی کیوں خواری مزاج یار میں آئی

حال: پھر میں دکھے دل اور غمگین آواز سے کہتا ہوں۔ ؎

تری هل یعود الشمل بعد تفرق ۞ مشتت قلب المستهام طویل

ترجمہ: ”جمعیت بکھر جانے کے دوبارہ حاصل نہیں ہوتی ہے عاشق کا غم طویل ہوتا ہے۔“

فیالیت امی لم تلدنی اواننی ۞ سفیت بینبوع الوصال خلیلی

ترجمہ: ”کاش میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی تو میں اپنے دوست سے خوب ملاقات کرتا۔“

تحقیق: حسن ظن اس کی جگہ یوں کہنا چاہئے۔ ؎

ارانی یعود الشمل بعد تفرق ۞ مشتت قلب المستهام طویل

ترجمہ: ”جمعیت بکھر جانے کے بعد دوبارہ حاصل ہو جاتی ہے اگرچہ عاشق کا غم طویل ہوتا ہے۔“

فیادر امی ولدتنی لانتی ۞ ساشفی بینبوع الوصال خلیلی

ترجمہ: ”کیا ہی اچھا ہوا جو میری ماں نے مجھے پیدا کیا اب میں اپنے دوست سے جی بھر کر ملوں گا۔“

حال: اس وقت ذکر وتلاوت قرآن کے علاوہ کسی چیز کو جی نہیں چاہتا ہے۔ نہ کچھ لکھنے کو اور نہ لوگوں سے ملنے جلنے کو جی چاہتا ہے۔ جو حکم ہو ارشاد فرمائیں وہ کروں گا۔

تحقیق: میں نے خود اس (تلاوت کرنے اور لوگوں وغیرہ سے نہ ملنے) کو (اپنے لئے) پسند کر رکھا ہے اگرچہ (اس پر) عمل کی ہمت نہ ہو تمہیں اس کے خلاف کیا بتاؤں۔

حَالؒ: ایک (اور) بات عرض کرنے کے قابل یہ ہے کہ (میرے) جن حالات پر حضرت خوشخبری تحریر فرماتے ہیں ان کو ظاہر کرنے اور کتاب تربیت (السالک) میں لکھوانے سے دل میں بہت شرمندگی ہوتی ہے کہ کس منہ سے ان حالات کو ظاہر کروں۔ ہائے! میں تو کسی لائق نہیں ہوں۔ واللہ! کچھ نہیں ہوں۔ حضرت کے یہ (خوشخبری کے) کلمات سچ تو یہ ہے کہ (یہ) صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضرت کی برکت ہے۔ ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت (خوشبو) گل نسیم صبح تیری مہربانی

دل چاہتا ہے کہ میری اطلاع کے بغیر فلاں صاحب لکھ دیا کریں ان سے اتنا حجاب نہیں ہوتا ہے۔

تحقیق: (یہ بات) ہے تو بہت بہتر مگر وہ (فلاں صاحب) ذرا سست ہیں لیکن (میں ان کو) تاکید کر کے لکھوا لیا کروں گا جو تحریریں نقل نہ ہوئی ہوں مجھے دے دو ان (فلاں صاحب) کو لکھنے کے لئے دے دوں گا۔

تیسرا خط

حَالؒ: دوپہر کے وقت کچھ نیند اور بیداری کی حالت میں دیکھا کہ میں نے حضرت والا کو اپنا کچھ حال لکھ کر دیا۔ جس کی ساری باتوں کا جواب تو حضرت نے عطا فرما دیا (لیکن میری تحریر میں) ایک بات کچھ صاف لکھی ہوئی نہیں تھی۔ حضرت اس بات کا مطلب مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ اس وقت لگتا ہے کہ میں ایک پل پر کھڑا ہوں اور حضرت کے سامنے اس بات کا مطلب عرض کر رہا ہوں کہ پہلے تو راستہ بھی نظر آتا تھا اور اب تو حالت یہ ہے کہ میں خود ان کو کافروں سے بھی برا سمجھتا ہوں۔

تحقیق: یہ (حالت) عبدیت اور فنا کا غلبہ ہے۔ اس سے پہلے جو واقعہ ہوا تھا کہ حضرت کے دل میں کوئی کیفیت ہے اور وہ آپ کی طرف منتقل ہو رہی اور جوب اس کی کیفیت کے بارے میں یہی بتایا گیا تھا (کہ وہ عبدیت اور فناء ہے کو) یہ اس واقعہ کا ظہور ہے۔

(یہ واقعہ صفحہ ۳۰۵) پر حال نمبر میں ہے)۔

حَالؒ: (آگے خواب یہ ہے کہ) اس کے بعد میں نے ایک ہندو لڑکے سے جو بہت چھوٹا تھا کہا: وہ کتاب لے آؤ جس میں حالات لکھے جاتے ہیں۔ وہ لڑکا گیا اور کتاب کے بھاری ہونے وجہ روتا ہوا لا رہا ہے حالانکہ میں اس وقت اس کے قریب آ گیا مگر وہ کتاب اسی پل (جس پر کھڑے ہو کر میں آپ کو سوال سمجھا رہا تھا) پر لے گیا۔ اس وقت میں نے بڑی زور سے چیخ ماری کہ اس بچہ نے (صرف) ایک بندہ کے کہنے پر اپنی ہمت سے زیادہ کام کیا۔ (اور) ہم نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ (ﷺ) کے آسان احکام (جو ہماری ہمت سے زیادہ نہیں ہیں) کو بھی پورا نہیں کیا۔ (ہی اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے) سب عہد اور وعدے بھول گئے۔

تحقیق: ہندو لڑکے کو اس حالت میں دیکھنا غالباً اسلام کے غالب ہونے کی خوشخبری ہے۔ خود کو اس حالت میں دیکھنا وہی فنائیت اور عبدیت کی حالت ہے۔

حال: (آگے خواب میں دیکھا کہ) اس کے بعد کسی نے کہا: اس کو (یعنی مجھے) حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت کراؤ، اس کو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت کراؤ اور اس کو حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کراؤ۔ اسی ترتیب کے ساتھ جلدی جلدی ان سب حضرات کی زیارت نصیب ہوئی۔ والحمد للہ علی ذلك۔ جلدی اتنی ہوئی کہ حسرت ہی رہی کہ کاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف دیر تک حاصل رہتا۔

تحقیق: یہ (ان حضرات کی) زیارت کا ہونا ان سب حضرات کے مقامات کے حاصل ہونے کی خوشخبری ہے۔ جلدی جلدی ہونا اس حاصل ہونے میں وقفہ نہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ مبارک ہو۔

حال: (آگے خواب یہ ہے کہ سب حضرات کی) زیارت کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس احقر کے پاس تشریف لائے اور (کافی) دیر تک منظوم اشعار میں حضرت والا کی تعریف فرماتے رہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ پہلے شیخ کامل اور رہبر ہونے اور بعد میں حلیہ اور عادات تک کی تعریف فرمائی۔

تحقیق: حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیونکہ شہید ہیں اور سنت کو زندہ کرنا شہادت کے حکم میں ہے جو اس وقت (مجھ سے) ہوا ہے۔ اسی طرح شہادت سے پہلے مجاہدہ ہوتا ہے اور اس وقت کے واقعات سارے مجاہدات ہیں۔ اس وجہ سے (کہ سنت زندہ کرنے اور مجاہدات کرنے) سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح سے کچھ مناسبت اور قرب زیادہ ہوگیا ہو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔

رہبر طریق ہونے کے متعلق فرمانا شاید اس لئے ہو کہ اعتراض کرنے والوں کی وجہ سے کوئی (شک و) شبہ نہ ہو جائے۔

حال: (آگے کا خواب یہ ہے کہ) اس کے بعد (حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) ایک بات فرمائی جو گویا خاص طور پر نصیحت تھی کہ گنگوہ والے پیر کی باتوں پر نہ جانا (کہ) ان لوگوں کو نہ کشتی کا پتہ ہے نہ دریا اور تم فنا کے سمندر میں بغیر کشتی کے تیرتے جا رہے ہو۔

تحقیق: ان باتوں سے غالباً مراد حکایات وشکایات ہیں جن کی وجہ سے طبعی طور پر دل غمگین ہونے کا خیال ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں تسلی کر دی گئی (کہ ان کی باتوں سے پریشان نہ ہونا) کشتی سے مراد معروف (جانے پہچانے) واسطے ہیں اور یہاں یہ (تیرنے کا) مرحلہ غیر معروف واسطوں کے ذریعے طے ہوا اس لئے بغیر کشتی

کے فرمایا ہے۔

حَال: (آگے خواب یہ ہے کہ) اس وقت فنا کا دریا عجیب کشادہ نظر آیا اور میں نے خود کو اس میں سکون و اطمینان کے ساتھ تیرتے ہوئے دیکھا۔

تحقیق: مبارک ہو۔

حَال: (آگے خواب یہ ہے کہ) اس دریا کو چاروں طرف سے نیلے بادل نے گھیرے ہوئے رکھا ہے محسوس ہوا۔ دل میں عجیب ٹھنڈک محسوس ہوئی۔

تحقیق: یہ سکینہ ہے جو دل میں اترتا ہے۔ نیلا رنگ طبعی طور پر دل کو اچھا لگتا ہے۔ یہ اس سکینہ کے خوشی کا سبب ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ (سکینہ کو) بادل کی شکل میں دیکھنا اس کے گھیرے ہوئے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ٹھنڈک اس کا ظاہری نتیجہ ہے۔

چوتھا خط

حَال: رات حضرت والا کے پیچھے نوافل میں چوتھی رکعت کے قعدہ میں کچھ غنودگی ہوگئی تھی۔ اس (غنودگی کی) حالت میں ایک باریک بادل گھیرے ہوئے محسوس ہوا۔ اس میں سے بارش کے قطرے مجھ پر گرے جن سے گھبرا کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ مگر سلام کے بعد جب آسمان کو دیکھا تو بالکل صاف تھا کہیں بادل کا نام بھی نہ تھا۔

تحقیق: سکینہ غیبی تھا۔ ؎

غیب را ابرے و آبے دیگر است　　آسمانے آفتابے دیگر است

ترجمہ: "غیب کا بادل اور پانی الگ ہے اور چاند سورج بھی الگ ہے۔"

حَال: پہلے جو بے چینی تھی وہ آج کل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت سکون سے دل میں بڑھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

تحقیق: مبارک ہو۔ زاداللہ (اللہ تعالیٰ اس کو بڑھائیں)۔

حَال: پھنسی کی تکلیف میں ایک (قسم کا) لطف اور مزہ آتا ہے۔ ؎

درد از یار ست و درماں نیز ہم　　دل فدائے اوشد وجاں نیز ہم

ترجمہ: "درد اور دوا دونوں دوست کی طرف سے ہیں دل اور جان دونوں اس پر فدا ہیں۔"

تحقیق: اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے۔

ع از محبت تلخہا شیریں بود

ترجمہ: ''محبت میں کڑوی چیز بھی میٹھی لگتی ہے۔''

پانچواں خط

حال: آج رات نماز اور ذکر میں سرور حاصل ہوا۔ اس کا اثر اب تک بہت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رات کو خاص طور پر زیادہ تھی۔

تحقیق: مبارک ہو۔

حال: غنودگی کی حالت میں بادل گھیرے ہوئے لگتا تھا۔ کیا یہ شب قدر کے انوار تھے کوئی اچانک کیفیت تھی۔

تحقیق: دونوں احتمال ہیں۔ رات کو شروع ہی سے لگ رہا تھا کہ آج شب قدر ہے۔ اگر شب قدر نہیں تھی تو قرآن کے انوار تھے۔

چھٹا خط

حال: رات کو مغرب کے بعد حضرت والا کی مسند (بیٹھنے کی جگہ) کے پاس بیٹھا ہوا ذکر کر رہا تھا اس وقت دل میں نور محسوس ہوا۔ ایسا لگتا تھا کہ کوئی بھاری چیز دل میں آگئی ہے جو بہت خوشی کا سبب ہوئی۔

تحقیق: مجھے لگتا ہے کہ یہ تمکین کی نسبت ہے جو تلوین کی نسبت کے بعد عطا ہوئی ہے۔ مبارک ہو۔

ساتواں خط

حال: حضرت سیدی مولائی ثقتی ورجائی دامت برکاتہم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

شکر فیض تو چمن چوں نکند ابر بہار　　　که اگر خار دگر گل ہمہ پر وردہ ست

ترجمہ: ''تیرے فیض چمن کا شکر ابر بہار ادا نہیں کر سکتا کہ پھول اور کانٹے سب تیرے پیدا کیے ہوئے ہیں۔''

میں حضرت کی توجہات کا شکریہ کس زبان سے اور کس قلم سے ادا کروں۔

ع شکر نعمتہائے تو چند انکہ نعمتہائے تو

ترجمہ: ''تیری نعمتوں کا شکر اتنا ہے جتنی تیری نعمتیں ہیں۔''

جب سے حضرت والا کی مبارک تحریر آئی ہے اطمینان اور سکون کی کیفیت پہلے سے زیادہ ہے۔ دل میں طاعات کی طرف شوق اور گناہوں سے نفرت بہت زیادہ ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔ پرسوں ذکر کے

وقت دل میں یہ بات بہت ہی غلبہ کے ساتھ آئی کہ الحمد للہ! دل میں نسبت القاء ہوگئی (ڈالی گئی) ہے۔

تحقیق: یہ صحیح ہے۔

حال: مگر ایک حیرت تھی کہ یا اللہ! کیا اس طرح بغیر گمان کے یہ دولت مجھ جیسے نالائق کو بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ یہ خیال بار بار آتا اور اس کو بار بار دفع کرتا کہ

ع چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا

ترجمہ: ''بے جان بجھا ہوا چراغ کہاں آفتاب کی روشنی کہاں۔''

چنانچہ اس کے بارے میں حضرت سے عرض کیا۔ حضرت کے وجدان (احساس، علم) نے بھی اس کی تصدیق فرمائی۔ حضرت والا! کیا جس وصال کی مجھے تمنا تھی وہ مجھے نصیب ہوگیا؟

تحقیق: ہاں! (نصیب ہوگیا) آگے اللہ تعالیٰ اس کے نہ ختم ہونے والے درجات میں ترقی عطا فرمائیں۔

حال: اتنا اثر تو محسوس کرتا ہوں کہ دل میں سکون اور چین ہے بے تابی اور بے چینی نہیں ہے۔ اس سے زیادہ یہ ہے کہ کہ دل میں ایک نئی چیز محسوس کرتا ہوں جو پہلے نہیں تھی۔ حضرت والا! کیا اسی کا نام نسبت ہے۔

تحقیق: ہاں! وہ (نسبت) یہی ہے۔ جس کی طلب میں ایک عالم حیران و پریشان ہے۔

حال: اس شکر کے علاوہ اور کیا کروں کہ خود کو اپنے محبوب (اللہ تعالیٰ) میں فنا کردوں۔

تحقیق: یہ بھی کوئی کیا کرے گا۔ یہ بھی وہی کریں گے جن کے لئے تم ایسا کرنا چاہتے ہو۔

حال: اس وقت یہ عرض کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ؎

مجھ پہ یہ لطف فراواں میں اس قابل نہ تھا
تیری اس رحمت کے قرباں میں تو اس قابل نہ تھا
یہ تہی دستِ ازل تیرے در سے اے کریم!
لے چلا ہے بھر کے داماں میں تو اس قابل نہ تھا

(ازل یعنی ہمیشہ سے خالی ہاتھ۔)

تحقیق: اللہ کرے یہی قابل نہ ہونے کا اعتقاد اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول کے ساتھ ہمیشہ رہے۔

حال: اس احقر کو حضرت والا کی توجہات ہمیشہ یاد رہیں گی۔

تحقیق: میں کیا کروں؟ میری توجہ کیا یہ تو سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

حال: ان توجہات کے بدلے میں اپنی جان پیش کرنے کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ (آپ کا) غلام

ہوں، بیٹا ہوں اور (آپ کی) نعمتوں میں پلا ہوں۔ (آپ) جب اور جس وقت جو ارشاد عالی ہو یہ غلام جان اور حال لے کر خدمت عالی میں حاضر ہو جائے گا۔

تحقیق: میں تو ان سب چیزوں سے بڑھ کر (ایک چیز) چاہتا ہوں (وہ یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کے دربار میں (میرے لئے) دعا اور سفارش (چاہتا ہوں)۔

حال: حضور والا! اس وقت مجھے پہلے سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ نیت پکی اور اس کی قبولیت بھی شیخ کی برکت سے ہی ہوگی۔ میرا دخل نہ (نیت کے) حاصل ہونے میں تھا اور نہ آئندہ (پکے پن اور قبولیت میں) ہوگا۔

تحقیق: (اس کے لئے) دعا کرتا ہوں باقی اس کی حفاظت کرنے والی بڑی چیز ہمیشہ عمل کرتے رہنا ہے۔

حال: حضرت والا کل سے جس وقت سے آپ نے یہ تحریر لکھی ہے کہ ''میرے وجدان میں یہ تمکین کی نسبت ہے جو تلوین کے بعد عطا ہوئی ہے مبارک ہو۔'' (جب سے) دل پر ایک خوشی ہے۔ یہ بری چیز تو نہیں ہے۔

تحقیق: (آیت) ﴿قل بفضل اللہ وبرحمتہ فلیفرحوا﴾ (کہ آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کی وجہ سے خوش رہو) میں اسی خوشی کا (اللہ تعالیٰ نے) خود حکم فرمایا ہے اور عجب (خود پسندی) دوسری چیز ہے جس کو منع فرمایا ہے کہ ''لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین''۔ ترجمہ: اتراؤ مت اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

حال: (اس خوشی کی حالت پر) غور کرتا ہوں تو عجب نہیں معلوم ہوتا ہے کیونکہ واللہ! میں اسے (صرف) اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتا ہوں۔ اپنی نااہلیت سے بے خبر نہیں ہوں۔

تحقیق: ٹھیک ہے شکر کی خوشی اور اترانے کی خوشی میں یہی فرق ہے۔

حال: واللہ! یہ صرف حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ہے۔ (عربی عبارت کا ترجمہ) اللہ تعالیٰ ہی کے لئے شروع اور آخر میں تمام تعریف ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا مسلسل بہت شکر ادا کرتا ہوں۔ سید المرسلین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل و اصحاب تمام پر درود ہو۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے میرے سردار میرے مرشد مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور میرے سردار اور میرے مولی مولانا اشرف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو دنیا اور آخرت میں بہت ہی زیادہ اور پورا بدلہ عطا فرمائیں۔

تحقیق: ہزار آمین۔

آٹھواں خط

حَالؒ: حضرت اقدس سیدی وسندی ومولائی ومستندی ثقتی ورجائی لازالت شابیب کرکم ناظرہ آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا سلاموں کے بعد سو (قسم کی) تعظیم کے ساتھ عرض ہے آپ کی پاکیزہ سانسوں کی برکت سے اس احقر کی حالت اصلاح کی طرف جارہی ہے۔ الحمدللہ! آج کل مجھے کسی طاعت کے لئے ارادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ دل میں خود بخود ہر کام کا تقاضا (چاہت) پیدا ہوتا جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ دل میں کوئی تقاضا پیدا کرنے والا بیٹھا ہوا ہے۔ ہر کام میں بہت زیادہ لطف آتا ہے۔ پہلے قرآن شریف کی تلاوت میں اتنا دل نہیں لگتا تھا جتنا ذکر میں لگتا تھا۔ اب الحمدللہ تلاوت قرآن میں خاص حلاوت (مٹھاس) محسوس ہوتی ہے۔

تحقیق: یہ بھی تمکین اور انتہاء کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ رسوخ (مضبوطی) عطا فرمائے۔

حَالؒ: مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ کمی بھی محسوس کرتا ہوں کہ پہلے کسی چیز پر نظر پڑتی تھی تو وہ بالکل حقیر اور جیسے کچھ نہیں ہے لگتی تھی۔ (یہاں تک کہ) اپنا جسم کبھی خواب وخیال لگتا تھا۔ اپنے وجود کے خیال سے ہی شرمندگی ہوگی تھی۔ اب یہ حالت اتنے غلبہ کے ساتھ محسوس نہیں ہوتی ہے صرف ذوقا وعقلا (احساس اور عقل کے اعتبار سے) ہر چیز کی فنا ور اور کمزوری کا خیال ہے وہ حال جو پہلے غالب تھا اس میں کمی آگئی ہے۔

تحقیق: تمکین کے لئے کیونکہ نزول (اترنا، لوٹنا) ضروری ہے اور نزول میں فناء کے بعد بقا (کا حال) ہوتا ہے۔ پہلے جو آثار تھے وہ فنا کے تھے اور یہ (موجودہ) آثار بقا کے ہیں۔ اس لئے اس وقت ایسا (محسوس) ہونا لازم ہے۔ یہ بھی تمکین کے حاصل ہونے کی دوسری علامت ہے۔

حَالؒ: الحمدللہ! اب برے اخلاق اپنے اندر کم پاتا ہوں۔ تکبر وریا تو گویا بالکل ہی (باقی) نہیں رہے ہیں۔ الحمد للّٰہ علی ذالك۔

تحقیق: اللهم بارك۔ (اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائیں)

حَالؒ: احقر کے لئے اس وقت ذکر زیادہ کرنا یا تلاوت قرآن زیادہ کرنا یا زیادہ نوافل پڑھنا (کون سی چیز) زیادہ بہتر ہے۔ دلی چاہت سب میں برابر ہے۔ سب سے آسان ذکر ہے۔

تحقیق: ذکر کو غالب رکھو اور تلاوت ونوافل بھی سنت کے برابر مقرر کرلو۔

حَالؒ: اس وقت طبیعت مراقبات کی طرف زیادہ راغب معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: تھوڑی دیر یہ بھی کرلیں۔

حال: اب تک پاس انفاس کرتا تھا اور اب انفاس کی طرف (یعنی سانسوں کے آنے جانے کی طرف) خیال کرتے ہوئے غیرت آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف کیوں توجہ کی جائے۔

تحقیق: الحمدللہ! یہ خاص میرا مزاج ہے۔ میں اس کو توحید کے غلبہ کی علامات سمجھتا ہوں۔

حال: حضرت کوئی مراقبہ تجویز فرمادیں تو کرلیا کروں۔

تحقیق: شغل کے ساتھ مراقبہ کا ایک طریقہ سلطان الذکر ہے۔ وہ اچھا ہے اگر طریقہ معلوم نہیں ہے تو زبانی پوچھ لیں۔

حال: اب تک زبانی ذکر جتنا کیا کرتا تھا اتنا ہی کروں یا کچھ کم زیادہ کروں۔ فقط اشرفی توجہات کا امیدوار کمترین غلامان۔

تحقیق: اتنا ہی مناسب ہے۔ کمی کو تو دل قبول نہیں کرتا ہے اور زیادہ کو نباہنا مشکل ہے۔

حال: مدرسہ کا افتتاح ہوگیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو آج جانے کا ارادہ کروں۔

تحقیق: مبارک ہو۔

نواں خط

حال: کل دوپہر کو سلطان الاذکار کر کے سوگیا۔ نیند میں بھی دل کی عجیب کیفیت رہی۔ دل سوتے میں بھی ذکر کرتا ہوا لگ رہا تھا۔ سرور نشاط (خوشی) کا غلبہ بہت تھا اس لئے ایسی نیند آئی کہ مسجد مدرسہ میں جماعت ہوگئی۔ نیند ہی میں دل پر یہ آیت وارد ہوئی ﴿فلا یتوبون الی اللّٰہ ویستغفرونہ واللّٰہ غفور رحیم﴾۔

گھبرا کر آنکھ کھل گئی۔ دوسری مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھی اور توبہ واستغفار بھی کیا۔

تحقیق: یہی وہ باتیں ہیں جو سالک اور واصل کو نصیب ہوتی ہیں۔ مبارک۔

حال: رات ذکر کرتے وقت قبلہ کی جانب سے ایک سورج طرح چمکتی ہوئی روشنی آئی اور سارے بدن میں سرایت کر کے گھیرے ہوئے محسوس ہوئی۔ اس وقت دل کو بہت ہی خوشی ہوئی۔

تحقیق: یہ اعمال واذکار کے انوار ہیں۔

حال: سلطان الاذکار کرتے وقت دل پر نشاط اور ٹھنڈک بہت محسوس ہوتی ہے۔ دل اور بدن کے ذکر کے تصور میں بحمداللہ کامیاب ہوجاتا ہوں۔

تحقیق: الحمدللہ! "اقامہا اللّٰہ و ادامہا" اللہ تعالیٰ قائم رکھیں اور اس کو دوام عطا فرمائیں۔

حال: یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور (آپ کی) توجہات عالیہ کی برکت سے ہے۔ اپنی نااہلیت کے علاوہ

کیا عرض کروں۔ اپنی حالت کو دیکھ کر تو کامیابی سے مایوس تھا ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی امید تھی۔ الحمد للہ پوری ہوتی ہوئی لگتی ہے۔ مجھے اپنے خدا سے ابھی بہت کچھ امید ہے۔ واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔ لہ اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔

تحقیق: انشاء اللہ تعالیٰ ـــــ

کوئی نومیدی مرو کامید ہا است سوئے تاریکی مرد خورشید ہا است

ترجمہ: ''ناامید نہ رہو کہ امیدیں بہت ہیں تاریکی میں نہ رہو کہ سورج بہت ہیں۔''

(یعنی اللہ تعالیٰ سے ناامید نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ سے فضل وکرم کی امید رکھو۔) (خطبات حکیم الامت ۱۶/۱۶۲)

دسواں خط

حال: سیدی سندی مولائی مستندی لازالہم بتلک الفیوض العاصم سالمین دائمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کل لوہاری کے سفر میں نسبت کو (کوئی) خاص قوت محسوس ہوئی۔ احادیث وقصوں کی مشغولی کے باوجود اللہ تعالیٰ سے غفلت نہیں ہوئی۔ آج رات کو دنبل (پھوڑے) میں بہت تکلیف تھی۔ نفس میں بہت سستی پیدا ہوئی کہ تہجد کی نماز نہ پڑھوں آخر سنت ہی تو ہے۔ خواب میں حضرت والد کو دیکھا فرمارہے ہیں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ لینا لیکن تہجد نہیں چھوڑنا۔ خواب میں یہ بات بھی آئی کہ بیٹھ کر ہی پڑھ لینا۔ الحمد للہ دو بجے اٹھ بیٹھا اور تہجد کی نماز ادا کی۔

صبح کی نماز پڑھ کر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ میں حیدرآباد کی ایک مسجد میں اعتکاف میں ہوں۔ نیچریہ اور بدعتیوں کی ایک جماعت مسجد میں موجود ہے۔ میں نے کھڑے ہو کر تقریر کی کہ ہم لوگ علماء کی جماعت ہیں، ہم مجذوب ہیں۔ ہم کو اپنی یہی حالت پسند ہے۔ جس میں ہم ہیں ہمیں تمہاری ترقی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم انشاء اللہ اپنے طریقے سے کبھی نہیں ہٹیں گے۔ تم کو سو مرتبہ کہتے ہیں کہ تم ہمارا راستہ چن لو۔ ہم سے یہ امید نہ رکھو کہ ہم تمہارے خیالات میں کسی قسم کی بھی تمہاری موافقت کریں گے۔ مجھے ایسا لگا کہ مجمع اس تقریر سے مرعوب ہو گیا۔

تحقیق: السلام علیکم۔ اس سے پہلے خط میں بندہ نے لکھا تھا۔ ـــــ

سوئے تاریکی مرد خورشید ہا است کوئی نومیدی مرد کامید ہا است

ترجمہ: ''ناامیدی میں کیوں رہتے ہو کہ امیدیں بہت ہیں تاریکی میں کیوں رہتے ہو کہ سورج بہت ہیں۔''

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے تم کو دکھا دیا وہ خورشید ہا امید ہا یہی ہیں۔ اور بھی ہوں گے۔ اس خواب میں خصوصیت کے ساتھ اس بات کی خوشخبری بھی ہے کہ آپ سے ان شاء اللہ تعالیٰ خوب ہدایت کا ظہور ہوگا۔ میرے نزدیک تم اس بات کے اہل ہو کہ تم کو تعلیم وتلقین و بیعت لینے کی اجازت دی جائے۔ اگر اجازت دینے سے اکابر کی ملک میں تصرف کرنے کا وہم نہ ہوتا تو میں اجازت دے دیتا۔ (یعنی حضرت مولانا خلیل احمد اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہما اللہ تعالیٰ کی ملک میں خلافت دینے سے تصرف ہوگا جو اکابر کی ملک میں تصرف ہے) اور زیادہ کیا لکھوں۔

گیارہواں خط

حَال: حضرت اقدس سیدی سندی مولائی مستندی ثقتی ورجائی لا زالت سحب الطافکم علی ماطرۃ آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سلام اور سو تعظیم کے بعد خدمت جو سراپا برکت ہے میں گذارش ہے کہ احقر کے خط کے جواب میں آپ کے دو (خط) والے نامے پہنچے۔ دل کی عجیب کیفیت ہوئی۔ ندامت وشرمندگی سے آنسو آ گئے۔

ع چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا

تَرجَمَہ: ''بجھا ہوا چراغ کہاں اور آفتاب کی روشنی کہاں۔''

ناچیز...... اور یہ امانت کا بوجھ (کہاں) اللہ تعالیٰ کی شان اور صرف اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔ اور کیا عرض کروں میں کچھ نہ تھا نہ ہوں ہاں

جمال ہم نشیں در من اثر کرد   وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

تَرجَمَہ: ''دوست کے حسن نے مجھ میں اثر کیا ہے ورنہ میں تو وہی خاک ہوں۔''

(مطلب یہ ہے کہ میں خود تو وہی خاک ہوں مگر قابلیت وصلاحیت مجھے حاصل ہوتی ہے وہ شیخ کی صحبت کی برکت ہے میرا کچھ نہیں ہے۔)

عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اس فضل کا شکر گذار ہوں۔ ''اللھم ما اصبح بی او باحد من خلقك فمنك وحدك لا شريك لك فلك الحمد ولك الشكر.''

بارہا گفتہ ام و بارد گر می گویم   کہ من دل شدہ ایں رہ نہ بخود می پویم

تَرجَمَہ: ''کئی بار کہہ چکا ہوں پھر دوبارہ کہتا ہوں میں اس راستہ پر خود نہیں چلتا ہوں کوئی چلاتا ہے مجھے۔''

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند   انچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

ترجمہ: ''مجھے آئینہ کے پیچھے طوطی کی طرح بٹھا رکھا ہے جو کچھ استاد ازل نے حکم دیا تھا میں وہی کہہ رہا ہوں۔''

(طوطی کو آئینہ کے پیچھے رکھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ آئینہ اپنی صورت کی دوسری طوطی دیکھے اور آئینہ کے دوسری طرف سکھانے والا بولنا شروع کر دیتا ہے طوطی اپنی تصویر کو یہ سمجھ کر کہ دوسری طوطی بول رہی ہے خود بھی اسی طرح سے بولنا شروع کر دیتی ہے۔)

یہاں مطلب شعر کا یہ ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اصل خدا تعالیٰ مجھ سے کہلوا رہے ہیں میں خود کچھ نہیں ہوں۔) (حاشیہ دیوان حافظ مترجم ۲۸۷)

اگرچہ میں کچھ نہیں اور واللہ! کسی قابل نہیں لیکن الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں نسبتیں (نسبت رشیدیہ خلیلیہ نقشبندیہ) و (نسبت امدادیہ اشرفیہ چشتیہ) عطا فرما دیں۔ وله الحمد وله الشكر۔

یک جہاں بار امانت نتوانست کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ روند

ترجمہ: ''جب کئی لوگ اس امانت کے بوجھ کو نہ اٹھا سکے تو انہوں نے مجھ دیوانے کے نام کا قرعہ ڈال دیا۔''

توجہات عالیہ کا امیدوار کمترین......۔

تحقیق: اس کا جواب ہزاروں ہزاروں مبارک بادوں کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے۔ رہا خلیفہ بنانے کا قصہ جس میں اکابر کی ملک میں تصرف کا مجھے وہم تھا۔ اس کے بارے میں اب سمجھ میں آیا کہ ایک نسبت کا خلیفہ میں بنا دوں (کہ اپنی طرف سے خلافت دے دوں) اور دوسری نسبت (جو مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے) میں تصرف نہ کروں فانفذ ته توكلا على الله وافوض امرى وامرك الى الله۔ میں اس نسبت کی خلافت اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے دیتا ہوں اور اپنے اور تمہارے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

بارہواں خط

حال: حضرت سیدی سندی مولائی مستندی لازالت سحب الطافکم علی مانظرہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج رات عشاء کی نماز کے بعد تسبیحات کرتے کرتے غنودگی آگئی اور سو گیا نیند میں کسی نے خبردار کیا کہ سنتوں میں تاخیر کیوں کی۔ اس کے بعد میں نے حضرت والا کو خواب میں دیکھا۔ احقر نے عرض کیا! حضرت دیکھ لیجئے میری تو یہ حالت ہے کہ سنتیں چھوڑ کر سو گیا۔ آپ معلوم نہیں مجھے خلافت کیوں

دے دی، میں تو ہرگز اس قابل نہیں ہوں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا: میں تو تیری اس حالت کا منتظر تھا کہ تو سنتیں چھوڑ کر سوئے اور تجھے خبردار کیا جائے۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ اٹھ کر سنتیں وتر پڑھے۔

تحقیق: ''میں اس کا منتظر تھا'' کے معنی یہ ہیں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ تم مرید ہو یا مراد ہو۔ ایسی جگہوں پر خبردار کیا جانا مراد ہونے کی علامت ہے۔ اس لئے یہاں مقصود سنتوں کا چھوڑنا نہیں تھا بلکہ مراد ہونے (نہ ہونے) کو معلوم کرنا تھا اگر چہ یہ (سنتوں کا چھوڑنا) مراد ہونے کی خاص علامت ہے۔ جس طرح یہ خبردار کیا جانا مراد ہونے کی علامت ہے اسی طرح اس بات میں بھی موثر ہے کہ آئندہ خصوصی اہتمام کیا جائے اور شریعت کے احکام میں کوتاہی نہ کی جائے۔

حال: کل سے کچھ لوگ میرے سامنے (میرے) خلیفہ بنائے جانے کی باتیں کرتے ہیں تو مجھے بالکل ایسا لگتا ہے کہ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ دل میں خوشی کے بجائے ایک غم ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ (بلاوجہ) ایک آدمی کا مذاق اڑانے سے ان لوگوں کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ صبر کرتا ہوں ؎

اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال　　　مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

ترجمہ: ''اے دل! اس کی زلف میں پھنس کر پریشان نہ ہو عقل مند مرغ جال، میں پھنس کر صبر کرتا ہے۔''

تحقیق: الحمدللہ! یہ خود پسندی (عجب) نہ ہونے کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں ترقی عطا فرمائیں کہ خود کو کبھی اہل نہ سمجھیں لیکن (اس کے ساتھ ساتھ) یہ حالت مزید شکر کا سبب ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے نااہلی کے باوجود یہ نعمت عطا فرمادی۔ اس کو اہلیت کے ملنے کی خوشگونی (نیک فال) سمجھنا چاہئے۔ والنعم ما قیل ؎

داد او را قابلیت شرط نیست　　　بلکہ شرط قابلیت داد او ست

ترجمہ: ''اس کی عطا کے لیے قابلیت شرط نہیں بلکہ قابلیت کے لیے اس کی عطا شرط ہے۔''

تیرہواں خط

حال: حضرت اقدس سیدی سندی مولائی مستندی ثقتی ورجائی لازالت بحار کرمکم ذاخرۃ امین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں مگر ساتھ میں ڈرتا ہوں کہ چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے۔ کچھ باتیں تو اپنی حالت کے بارے میں پوچھنی ہیں۔ ان کے پوچھنے کی اجازت تو دربار والا سے ہمیشہ سے ہے۔ ایک دو باتیں اپنی ہمت و وسعت سے زیادہ پوچھتا ہوں۔ گستاخی کی معافی چاہتا ہوں۔

سوال ①: نسبت (تعلق) اور ملکۂ یادداشت (یاد رکھنے کی ماہرانہ صلاحیت) دونوں ایک ہیں یا آپس میں کچھ

فرق ہے۔

جواب ①: نسبت و تعلق اور لگاؤ ہے جس کے لئے ملکۂ یادداشت ضروری ہے یعنی جب کسی سے تعلق ہو جاتا ہے تو ہر وقت اس کا دھیان اور خیال رہتا ہے۔ نسبت نام ہے (اللہ تعالیٰ سے) خاص تعلق کا ہونا جس کے لئے دو باتیں ضروری ہیں۔

① اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی یاد کا ہونا جو دوسرے الفاظ میں ملکۂ یادداشت ہے۔

② ہمیشہ طاعت (فرمانبرداری) کرنا۔ (اس کی مثال یوں سمجھئے کہ) جس طرح کوئی کسی پر عاشق ہو جائے تو عاشق و معشوق کے درمیان عشق کی نسبت (یعنی تعلق) ہے اب اس نسبت کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں ① معشوق اکثر اوقات عاشق کے ذہن میں ہوتا ہے۔ ② عاشق جان بوجھ کر کبھی معشوق کی نافرمانی نہیں کرتا ہے۔

سؤال ②: اللّٰه معكم اين ماكنتم (کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہیں تم جہاں بھی ہو) ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس ساتھ ہونے سے مراد ذات کا ساتھ ہونا ہے۔ کیا اس ساتھ ہونے کا علم سالک کو بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ساتھ ہونا حضور و یادداشت ہی کا نام ہے یا کسی اور چیز کا نام ہے اور دوسری کیفیت کا نام ہے۔

جواب ②: یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ساتھ ہونا (اللہ تعالیٰ کے) قریب ہونے کا خاص مقام ہے جس کا احساس ہوتا ہے یہ حضور اور یادداشت کا نتیجہ ہے نہ کہ وہ یہی ہے۔

سؤال: قرآن شریف کی تلاوت کے وقت میرے لئے کون سا مراقبہ مناسب ہے۔ حضرت نے بعض ذاکرین کے لئے یہ مراقبہ تجویز فرمایا تھا کہ اپنی تلاوت کے بارے میں یوں تصور کرو کہ اللہ تعالیٰ شانہ، تلاوت فرما رہے ہیں اور تم سن رہے ہو۔ مجھے اس تصور سے آواز کے پیدا ہونے اور الفاظ کے مسلسل ایک دوسرے کے پیچھے آنے سے بہت ہی وحشت ہوتی ہے۔ اب تک تو میں یہ تصور کرتا رہا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی تلاوت محبوب ہے۔ بہت ہی محبت سے تلاوت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کو یہ کلام سنا رہا ہوں۔ اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا تصور مناسب ہو تو ارشاد فرمائیں۔

جواب: تمہاری حالت کے مناسب یہی دوسرا تصور ہے۔

سؤال: نماز اور ذکر میں پھنسی کی طرف خیال چلا جاتا ہے۔ یہ حضور (حاضر رہنے) کے خلاف تو نہیں ہے۔ اس تکلیف کے خیال کے بعد کبھی کبھی دوسرے خیالات بھی خود بخود آ جاتے ہیں۔

جواب: جو چیز حضور (حاضر رہنے) کی ضد ہے وہ نقصان دہ نہیں ہے (یعنی خود بخود وہ چیز ذہن میں نہ رہی)

ہاں (جو چیز نقصان دہ ہے) وہ خود ذہن حاضر رکھنے کی ضد ہے (یعنی خود جان بوجھ کر خیالات لائے جائیں یہ مضر ہے) اس لئے (جو خیال خود آجائے پھر) خود چلا جائے وہ خود ذہن حاضر رکھنے کی ضد نہیں ہے (یعنی خود ہی چلا گیا ہو یہ خود ہی نہیں لایا گیا ہے اس لئے نقصان دہ نہیں ہے)۔

حال: پہلے ابتدا میں تو مجھے کچھ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی نئی چیز میرے دل میں ہے۔ اب تو یوں لگتا ہے کہ عام مسلمانوں سے زیادہ مجھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے سب کو تعلق ہے میرے اندر کون سی نئی چیز ہے۔ نہ وہ (پہلے جیسا) ولولہ ہے نہ جوش ہے۔ جس طرح دوسرے لوگ عبادت کرتے ہیں میں بھی کرتا ہوں۔

تحقیق: یہ نزول (اتار) ہے جو انتہاء کے بعد ہوتا ہے۔ یہ وہی ہے جس کو حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے جواب میں ما النہایۃ (کہ انتہا کیا ہے) فرمایا ہے العود الی البدایہ (ابتداء کی طرف واپس لوٹنا) مبارک ہو۔

چودہواں خط

حال: حضرت سیدی سندی مولائی مستندی لا زالت سحب الطافکم علی ماظرہ آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج رات کو ذکر کرتے وقت سارا بدن روشن لگتا تھا۔

تحقیق: یہ ذکر کے انوار ہیں۔

حال: دل چاہتا ہے کہ بغیر کیفیت کے ساتھ (اللہ تعالیٰ کا) حضور ہو۔ جو حضور انوار کے ساتھ ہوتا ہے اس کے بارے میں دل میں خود بخود یہ بات آتی ہے کہ یہ حضور کامل (پورا) نہیں ہے۔

تحقیق: حقیقت میں تو یہ بات صحیح ہے۔ لیکن محسن و مربی سے جس وقت جو عطا ہوتا ہے وہی صحیح ہے۔ اس کے خلاف کی تمنا نہیں کرنا چاہئے۔

حال: آج رات خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ حضور کے ساتھ یہ احقر بھی ہے۔ جمعہ کا وقت آگیا۔ خطبہ اس احقر نے پڑھا اور نماز حضرت والا نے پڑھائی۔ پہلا خطبہ میرا ہی بنایا ہوا تھا اور دوسرا خطبہ مشہور خطبوں میں سے تھا۔ پھر خواب ہی کی حالت میں دل پر یہ آیت وارد ہوئی۔

﴿وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوا ھا﴾

ترجمہ: ”کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کرسکو گے۔“

تحقیق: خطبہ لوگوں سے خطاب ہے اور نماز اللہ تعالیٰ سے مناجات ہے۔ کہ لوگوں کا وقت باتوں کے ذریعہ رہنمائی کرنے کا ہے اور میرا حال کے ذریعہ تربیت کرنے کا ہے اور دونوں ہی اپنے اپنے درجہ میں نعمت ہیں۔

حال: آخری رات میں تہجد کی نماز کے بعد میں سو گیا تھا۔ خواب میں دیکھا ایک بہت اونچا تخت ہے۔ اس پر میں اور (میرے) مرحوم بھائی ...... صاحب لیٹے ہوئے ہیں وہ تخت دیوار سے ذرا اٹھا ہوا ہے (کہ دیوار اور تخت کے درمیان کچھ فاصلہ ہے) اس درمیانی (فاصلے والی) جگہ میں جانور آکر اپنی کمر تخت سے رگڑتے تھے۔ میں نے اس تخت کو دیوار سے ملا دیا کہ اب کسی جانور کے آنے کی گنجائش نہیں رہی۔

پھر ہم نماز کے لئے اس تخت سے اترنے لگے مجھے بہت فکر تھی کہ اتنے اونچے تخت سے کیسے اتریں گے۔ قدرتی طور پر اس تخت کے قریب ایک ٹیلہ پیدا ہوگیا اس پر پیر رکھ کر ہم اتر گئے۔ اس تخت کے نیچے کنواں تھا اس سے لوگ پانی بھرتے تھے۔ بھائی صاحب مرحوم تخت سے اتر کر بھاگے کہ میں تو بھیگ گیا اس وقت بارش ہو رہی تھی۔ میں نے جا کر (ان کو) چھتری دے دی پھر آنکھ کھل گئی۔

تحقیق: عالم دنیا کے کچھ حالات فرشتوں کے عالم میں پہنچتے ہیں جس سے روح متاثر ہوتی ہے جیسے حالیہ واقع میں کچھ عارضی پریشانیاں، کچھ جانوروں کی سیرت والے لوگوں کی بے ہودہ باتیں جو ان باتوں سے اپنے ضمیر کو خوش کرتے تھے۔ یہ لوگ خواب میں جانوروں کے کمر رگڑنے کے مشابہ ہیں (کہ کمر رگڑنے سے سکون اور راحت ہوتی ہے)۔

ان قصوں کا تعلق مختلف وجوہات کی وجہ سے دونوں بھائیوں سے تھا۔ بھیگنا بھی اسی تاثر کی وجہ سے تھا (کہ ان لوگوں کی باتوں کی تکلیف کا اثر بھی ہوا) شریعت کے موافق تمام باتوں کی روک تھام کر دی گئی ہے یہ تختہ اور دیوار کے درمیانی فاصلے بند کرنے کے مشابہ ہوگیا ہے جو اس اصلاح کا نتیجہ ہوا وہ چھتری لگانے کے مشابہ ہوگیا۔

خلاصہ یہ کہ ان (لوگوں کی باتوں وغیرہ کی) پریشانیوں کی وجہ سے روح متاثر تھی اور ان کی اصلاح کی وجہ روح کو خوشی ہوئی۔ خواب کے بعض حصوں کی تو تعبیر یہ ہے۔ باقی اعمال صالحہ کا نتیجہ ہے۔

حال: صبح کی نماز کے بعد قرآن شریف پڑھ کر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ خواجہ صاحب حضرت والا سے (میری طرف اشارہ کر کے) فرما رہے ہیں: یہ سہارنپور کب جائیں گے؟ حضرت والا نے فرمایا: یہ منگل کو جائیں گے۔ خواجہ صاحب اس قدر جلدی جانے پر تعجب کرنے لگے کہ میں تو چاہتا تھا کہ یہ یہاں رہ کر حضرت سے بخاری شریف پڑھ لیں۔ پھر خواجہ صاحب خود ہی فرمانے لگے: میں چاہتا ہوں کہ حضرت سے بخاری شریف وہ پڑھے جو پہلے پڑھا ہوا بھول گیا ہو۔ حضرت نے ہنس کر فرمایا: پھر ایسے تو میاں ...... صاحب ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: یہ بھی تو ایسے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: نہیں ان کا آفتاب روشن ہے۔ اس کے نمبر حدیث میں بہت

اچھے تھے۔ ایک مولوی ...... صاحب سے تو کم تھے باقی ساری جماعت سے اس کے نمبر زیادہ تھے۔ مولوی ...... صاحب بردوانی جو فخر بنگال ہیں ان سے بھی اس کے نمبر زیادہ تھے۔

تحقیق: اس میں خوش خبری معلوم ہوتی ہے کہ میاں ...... صاحب کے لئے بھی اس طرف توجہ کرنا مناسب ہے اور ان میں بھی صلاحیت ہے۔ تمہارے لئے فضیلت (کام کرنے) کی خوشخبری ہے۔

پندرھواں خط

حال: حضرت اقدس سیدی مولائی ثقتی ورجائی لازالت بحار کرمکم ذاخرہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ع اے لقائے تو جواب ہر سوال

حضرت نے (مجھے) بظاہر حضور بغیر کیفیت (اللہ تعالیٰ کی ایسی حاضری جس میں کوئی کیفیت نہ ہو) کی تمنا کرنے سے منع فرمایا تھا مگر غالباً باطنی طور پر ضرور توجہ فرمائی ہوگی۔ الحمد للہ! رات کو بہت زیادہ بغیر کیفیت کے حضور ہوا۔ ذکر کرتے ہوئے بھی تلاوت کرتے ہوئے بھی جاگتے ہوئے بھی بغیر کیفیت کے حضور حاصل ہوا۔ تلاوت اور ذکر میں ایسا حضور ہوا کہ بے ساختہ (خود بخود) رب ارنی انظر الیك عرض کرنے کو جی چاہتا تھا۔

تحقیق: مبارک ہو۔

حال: رات خواب میں دیکھا کہ احقر ایک سڑک پر کھڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے بارے میں وعظ کہہ رہا ہے۔ مجھ پر رونے کی کیفیت طاری ہے (وعظ کہتے ہوئے) ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہوں مجمع میرے ساتھ ہی رہتا ہے تو پھر دوبارہ کھڑا ہو جاتا ہوں اور وعظ کہتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں ایک زینہ کے پاس پہنچا جو ایک تہہ خانے میں جاتا ہے۔ اس وقت میں نے لوگوں سے کہا: اب وعظ ختم ہوگیا۔ اب آپ لوگ چلے جائیں تو لوگوں نے مصافحہ کیا اور چلے گئے۔ میں اس تہہ خانے سے گزرتے ہوئے لگتا ہے کہ مظاہر علوم پہنچ گیا مہتمم صاحب وغیرہ سے ملاقات ہوئی۔

تحقیق: ان شاء اللہ تعالیٰ آپ سے حالی و علمی فیض پہنچے گا۔

حال: رات کو ذکر اور تلاوت کرتے وقت قرآن شریف اور درود شریف کی ایک خاص محبت میرے ذہن میں آئی۔ والحمد للہ علی ذلك۔ تلاوت اور درود شریف پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کی ایک خاص محبت میرے دل میں محسوس ہوئی۔

تحقیق: یہی ہیں وہ باتیں جو وصول کے درجہ کے بعد عطا ہوتی ہیں۔

حال: حضرت والا! کل رات کو تہجد میں ایک بے خودی کی ایسی حالت ہوئی کہ نہ تو الفاظ ہی منہ سے نکلے اور نہ ہی دعا مانگی جائے۔ (بلکہ) دل ایسا ہٹ گیا کہ بڑی مشکل سے تہجد کی نماز مکمل کی۔ ایسا خیال غالب آیا کہ عبادت سے غیریت معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں اور ساتھ ہی نماز کی فرصت (بھی تھی) اور اپنی عبدیت بھی نظر کے سامنے تھی۔ یہی نظر کے سامنے تھا کہ دعا مانگنا عبادت ہے مگر کوئی کام بھی نہ ہوتا تھا ـــــ مگر اطمینان ایسا تھا کہ کسی کام کا وہم و خیال اور گمان نہ تھا۔ یہی حالت صبح تک رہی۔ سارا دن بدن پر ایک بے خودی و لرزش محسوس ہوتی رہی۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مکمل فنا عطا فرمائیں۔ آمین

تحقیق: السلام علیکم۔ توحید کا غلبہ تھا۔ اس سے اونچی حالت اس کے بعد اس کا مغلوب (یعنی معتدل) ہو جانا تھا۔ کیونکہ پہلی حالت ولایت کی اثرات سے تھی اور دوسری حالت نبوت کے اثرات سے تھی۔ دوسری حالت پہلی حالت سے افضل ہے۔

یکسوئی اور محبت کے حاصل کرنے کا طریقہ

حال: (یہ) فقیر جو معمولات آپ نے بتائے ہیں ان کو ہمیشہ (پابندی سے) ادا کرتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ میرے دل میں یکسوئی نہیں ہوتی ہے اور محبت اور درد زیادہ نہیں ہوتا ہے۔ کیا (میرے اندر یہ یکسوئی محبت درد) ہے ہی نہیں۔ اس بات سے دل کو بہت فکر رہتی ہے کہ کہیں تباہ نہ ہو جاؤں۔

تحقیق: اگر (مولانا رومی کی کتاب) مثنوی معنوی اور دیوان حافظ کے دو دو صفحے روزانہ کر لئے جائیں تو مفید ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنا

حال: عرض یہ ہے کہ احقر دو سال سے عالم مشغول کے طریقے پر عمل کر رہا ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ دنیاوی ضرورتوں کی وجہ سے پورا ایک مہینہ بھی پابندی کے ساتھ نہیں کر سکا۔ پہلے سال جب ذکر چھوٹ جاتا تھا تو دل بہت پریشان ہوتا تھا، مرنے کو جی چاہتا تھا۔ ذکر کر کے دل بہت خوش ہوتا تھا۔ ایک مہینہ سے اپنے کو سب باتوں میں مجبور پاتا ہوں۔ (اور) اب یہ اعتقاد ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو جس کام کے لئے پیدا کیا ہے وہ اس سے کروا ہی لیتے ہیں۔ اُسی اعتقاد نے دنیاوی تکلیفوں کے احساس کو کم کر دیا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ اعتقاد اتنا بڑھ گیا کہ اب ذکر کے چھوٹنے سے بھی دل اتنا پریشان نہیں ہوتا ہے جتنا پہلے پریشان ہوتا تھا۔ بلکہ دل کو ایک (قسم کی) تسلی ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہی چاہتے تھے۔

عبادت کی لذت بھی چلی گئی۔خوف اور امید بھی نہیں ہے۔عبادت اس لئے کرتا ہوں کہ بندہ ہوں عبادت کرنے کا مجھے حکم کیا گیا ہے۔مناجات مقبول پڑھتا ہوں اس لئے کہ مجھے اس کے پڑھنے کا حکم ہے۔دوزخ سے ڈرتا اور جنت کی تمنا بھی اس لئے کرتا ہوں کہ اس کا مجھے حکم ہے۔ساری باتیں ہی اسی کو سامنے رکھ کر کرتا ہوں اس لئے دل ہر وقت کہتا رہتا ہے کہ تیری تقدیر میں جو ہونے والا ہے ہو چکا ہے۔بہشت کی تمنا اور دوزخ سے خوف وغیرہ کچھ بھی کام نہیں آئے گا اگر تو جنتی ہے تو یہ (جنتیوں والا) کام تجھ سے ضرور ہوگا ماشاء اللّٰہ کان (جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں وہ ہوتا ہے) گویا (یہ سب کچھ) ظاہر کی آنکھ سے دیکھ لیا ہے۔(میری) یہ نازک حالت کیا ہے؟ اس حالت سے بہت پریشان ہو کر دل کی تسلی کے لئے حافظ کا یہ شعر ؎

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو　　　　که کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا

ترجمہ: ”گویئے اور شراب کی باتیں کرو دنیا کے راز کی تلاش میں مت پڑو کیونکہ کسی نے حکمت و دانائی سے اس کو نہ حل کیا ہے نہ کر سکے گا۔“

(مطلب یہ ہے کہ تقدیر اور جنتی ہوں گا یا دوزخی ہوں گا اس فکر میں نہ پڑو بلکہ عمل اور کام میں لگے رہو کیونکہ یہ تقدیر کا مسئلہ کسی سے نہ حل ہوا ہے نہ ہوگا۔)

پڑھتا ہوں مگر دل ہر وقت (وہی) تقدیر کی بحث کرتا ہے۔پابندی کے ساتھ ذکر نہیں ہوتا ہے اس لئے اتنا غم بھی نہیں ہے۔تین چار دن ہوئے دل سے زبردستی کہا کہ اگر تو (حضور و دھیان کی) قید کے ساتھ ذکر نہیں کرتا تو اب حضور اور دھیان وغیرہ کی قید کے بغیر زبانی اسم ذات کا ورد کر اور بارہ ہزار (جو معمول ہے اس) میں سے چھ ہزار (حضور دھیان وغیرہ کی) قید کے ساتھ کروں گا۔اس خیال کی اجازت لینے کے لئے خط لکھنے والا تھا کہ اچانک حضرت کو خواب میں دیکھا حضرت نے فرمایا: اگر فرصت نہ ہو تو چھ ہزار ہی کر لو اور اگر یہ بھی نہ ہو تو زبانی ورد کرتے رہو۔اس دن سے چھ ہزار معمول بنا لیا ہے۔افسوس ہے کہ یہ ذکر صرف زبانی کرتا ہوں شوق سے نہیں بلکہ زبانی کرتا ہوں۔

مجھ میں اب نہ دنیا کی محبت ہے اور نہ ہی دین کی ہے۔اگر کچھ محبت ہے تو وہ تقدیر کی ہے۔حضرت! مجھ کمینے کی مدد فرمائیں۔اب میں ڈرتا ہوں کہ مجھ میں (کہیں) قدریہ (ایک گمراہ فرقہ) کا اعتقاد تو پیدا نہیں ہو گیا ہے۔دعا فرمائیں کہ عشق میں ترقی ہو اور یہ سارے خیال چلے جائیں۔حضرت! آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں آپ کے علاوہ کس سے عرض کروں۔دل میں اس بات کی پریشانی بھی ہے کہ یہ ساری فضول باتیں مجھ میں کیوں پیدا ہوئیں جن باتوں کو لکھ کر حضرت کے دل کو بھی پریشان کیا۔شاید یہ بھی تقدیر ہے۔استغفر اللہ۔میں

کیا بک رہا ہوں۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ اللہ اللہ! یہ کیا ہو گیا۔ اے مہربان طبیب! (میرا) علاج فرمائیے۔ بے بسی سے سب کچھ لکھ دیا ہے۔ بددعا نہ فرمائیے۔

ع زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو

ترجمہ: ''زندہ کر لے تو تیری عطا ہے موت دے تو یہ جاں تجھ پر فدا ہے۔''

تحقیق: (جب باتوں کو تقدیر کی طرف سمجھنا اور اس پر راضی رہنا یہ) اصل (بنیاد) تو پسندیدہ چیز ہے لیکن جب تک کہ وہ حد میں رہے اگر حد سے آگے بڑھ جائے ہلاکت تک لے جاتی ہے۔ حد یہ ہے کہ (اس تقدیر پر ہر چیز کو سمجھتے ہوئے) گناہ نہ کیا جائے اور (کسی معاملے میں) اللہ تعالیٰ پر اعتراض اور الزام نہ کیا جائے۔ (کہ ان سب چیزوں کو تقدیر کی طرف سے سمجھ کر کرنا شروع کر دے) اگر حد سے آگے بڑھنے کا گمان ہو تو پھر یہاں (میرے پاس) آئیں۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی علامات

حال: میرے آقا! میری بھی اللہ تعالیٰ تک رسائی (پہنچ) ہو گی یا نہیں؟

تحقیق: اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجاہدہ کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اس مجاہدہ پر اللہ تعالیٰ تک رسائی کا وعدہ ہے۔ (اور) اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے ہیں۔ اس لئے ان شاء اللہ تعالیٰ (آپ کی بھی) ضرور رسائی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ کی توجہ حاصل ہونے کا طریقہ

سوال: ایسا کوئی علاج بتائیے جس سے ہمیشہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جائے۔

جواب: (توجہ کے دو درجے ہیں) ① ایک درجہ عمل کا ہے ② دوسرا درجہ حال کا ہے) توجہ کا جو درجہ عمل کا ہے وہ (آدمی کے) اختیار میں ہے۔ اس کا طریقہ وعلاج یہ ہے کہ جان بوجھ کر ذہن کو حاضر رکھا جائے۔ اس کی وجہ سے جو درجہ توجہ حال کا ہے وہ خود بخود حاصل ہو جاتا ہے۔

حیاء کی علامات

حال: (ادب سے) ہاتھ باندھے عرض کرتا ہوں کہ کام (ذکر واشغال) کرتا رہتا ہوں اور یکسوئی بھی حاصل ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدا اور رسول کی محبت ہی سب پر غالب ہے اور تنہائی محبوب (پسندیدہ) ہے۔ کبھی کبھی ذکر کرتے وقت خود بخود آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کا بے حد شوق ہوتا ہے لیکن شرم کی وجہ سے (اس کی) دعا نہیں کرتا ہوں کیونکہ نہ (مجھ میں) اعمال ہیں نہ کمال ہے۔

تحقیق: یہ ایک حال ہے۔ اور پسندیدہ ہے جب حیا کامل ہوجائے گی یعنی مقام بن جائے گی پھر دعا (بھی) ہونے لگے گی۔

خشوع کی حقیقت

حال: تراویح میں قرآن سنانے میں خشوع وخضوع نہیں ہوتا ہے حالانکہ ہر رکعت کے لئے جب کھڑا ہوتا ہوں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ اپنا خیال اللہ تعالیٰ کی طرف عجز و نیاز (محتاجگی) کے ساتھ رکھوں گا۔ مگر جب قرآن شریف شروع کرتا ہوں تو قرأت اس خیال میں ختم ہو جاتی ہے کہ کہیں بھول نہ جاؤں۔ رکوع سجدہ میں بہت افسوس ہوتا ہے۔ حضرت والا دعا فرمائیں کہ میری یہ تمنا پوری ہو اگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہو تو میں اس میں (بھی) خوش ہوں۔

تحقیق: خشوع سکون کا نام ہے (یعنی خشوع سکون کو کہتے ہیں) اور یہ خیال کہ کہیں بھول نہ جاؤں حرکت ہے۔ جو سکون کی ضد (مخالف چیز) ہے۔ کوئی چیز اپنی ضد کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی ہے۔ یہ خیال (کہ بھول نہ جاؤں) طبعی طور پر ضروری ہے۔ اس لئے اس حالت (یعنی بھولنے کے خیال) میں خشوع کا حاصل ہونا مشکل ہے۔ (جب خشوع اس حالت میں حاصل ہی نہیں ہوسکتا تو) اس کے حصول کا اہتمام کرنا ہی ایک نہ ہونے والے کام کو کرنے کی کوشش کرنا ہے۔

لیکن یہ خشوع کا نہ ہونا نقصان دہ اور افسوس کے قابل اس لئے نہیں ہے کہ خشوع سے جو چیز مقصود ہے کہ غیر کی طرف توجہ نہ ہو وہ حاصل ہے۔ گویا خشوع صورت کے اعتبار سے نہیں ہے مگر معنی کے اعتبار سے حاصل ہے۔ یہ خیال کیونکہ طاعت کو پورا کرنے کے لئے ہے اور طاعت مقصود ہے اس لئے کہ مقصود کی طرف توجہ بھی توجہ ہے۔ چنانچہ خشوع کی فضیلت کی بعض احادیث میں لم یحدث فیھا نفسہ بشیء من الدنیا (کہ اس میں دنیا کی کوئی بات جی میں نہ آتی ہو) اور بعض احادیث میں الا بخیر (کہ صرف بھلائی کی بات کی ہو) آیا ہے اس کی وضاحت رسالہ تشرف میں کتاب الصلوٰۃ کے شروع میں ہے جو مطالعہ کے قابل ہے۔ ہاں طبعی طور پر ناگوار ہونا یہ استغفار عن الغین کی طرح ہے۔ (حدیث میں ہے کہ میرے دل پر غفلت ہو جاتی تھی جس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ آپ ﷺ امت کے کاموں میں جیسے جنگ و جدل کے معاملات ان کی ہمدردی دلجوئی تعلیم و تزکیہ وغیرہ میں مشغول ہوتے تھے اور اتنی دیر جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت ہو جو حقیقت میں غفلت نہیں ہوتی تھی مگر آپ ﷺ اس کو غفلت شمار فرماتے تھے اور اس پر استغفار فرماتے تھے۔) (شرح مسلم)

تذکیر نعمت (نعمت کو یاد رکھنا) یہ اللہ تعالیٰ کے بڑے احسانات میں سے ہے۔ اس کی ناقدری نہ کی جائے۔

میں بھی (پہلے) اسی میں مبتلا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حقیقت دکھادی آگے اپنی (اپنی) ہمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے نفرت کرنے کے آثار

حَالؔ: بندہ کمترین گناہوں کے سمندر میں غرق ہونے کے علاوہ ایک اور پرانے لاعلاج مرض میں مبتلا ہے۔ امید ہے کہ ایسا نسخہ جس سے شفا اور کامل اصلاح ہو عطا فرما کر مدد فرمائیں گے۔ وہ لاعلاج مرض یہ ہے کہ بے دین اور بدعتی کے علاوہ اگر کوئی دوستوں اور ساتھیوں میں سے بہت ساری خوبیاں رکھنے کے باوجود کسی بدعت میں مبتلا ہو جیسے عرس، میلاد شریف کرنا، ختم، لا الہ الا اللہ کے لئے اجرت پر پڑھنا وغیرہ نظر آئیں اگرچہ ان برائیوں سے زیادہ برائیاں مجھ میں ہوں اس (دوست اور ساتھی) سے نفرت ہوتی ہے۔ (میں) اس کے ساتھ پھر دوستی نہیں رکھ سکتا ہوں اور اس کو بدعتیوں میں شمار کرتا ہوں۔ کسی سے نفرت کرنا خود پسندی وعجب کے علاوہ کسی اور وجہ سے سمجھ نہیں آتا ہے۔ یہ بات میری طبیعت بن گئی ہے اور ایسی مضبوط ہوگئی ہے کہ کوشش کرنے اور بہت محنت کرنے کے بعد بھی ختم نہیں ہوتی ہے۔ اس کے لئے میں کیا کروں؟

تحقیق: (آپ کی) تشخیص غلط ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے لئے نفرت کرنا ہے۔ ایسے شخص کو برا سمجھنا ضروری ہے۔ لیکن (اس کے ساتھ ساتھ) خود کو اس سے زیادہ برا سمجھنا بھی ضروری ہے، ایک نفرت طبعی ہوتی ہے دوسری عقلی۔ خلاصہ یہ ہے کہ عیب خود کو برا نہ سمجھنا ہے نہ کہ دوسرے کو برا سمجھنا عیب ہے۔ (یعنی وہ دوسرا تو ہے ہی برا لیکن خود کو اچھا سمجھنا یہ عیب ہے)۔

حَالؔ: جب کسی بے دین آدمی سے اس کی بے دینی پر کوئی بات ہو جاتی ہے تو اس وقت بہت ہی غصہ آتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اس ظالم بے دین آدمی کو ختم کر دوں۔ جب تک دماغ اس سے فارغ نہیں ہو جاتا اس وقت تک اسی قسم کے اچھے برے خیالات آتے رہتے ہیں اور ان کی طرف میلان بھی تیزی سے ہوتا ہے کہ اس کو برداشت کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اپنے دل ودماغ پر بھی برا اثر ہوتا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کے لئے (اس بے دین آدمی سے) نفرت کا اثر باقی رہتا ہے بہت ہی مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اگرچہ حد (شرعی) پر رہنے کا ہر وقت اہتمام کیا جاتا ہے۔ آئندہ حضرت جیسا ارشاد فرمائیں کہ کیا کیا جائے اس حالت میں کمی آجائے۔

تحقیق: یہ اللہ تعالیٰ کے لئے (کسی سے) نفرت کرنا بالکل مقصود ہے۔ اور اس کا اثر (غصہ وغیرہ کی شکل میں) ہونا غیر اختیاری ہے۔ (ہاں) افعال میں میانہ روی کا اہتمام کرنا چاہئے۔

حَالؔ: اس قسم کے خیالات جو بے دین کے مقابلے میں آتے اور ان کی طرف میلان وکشش ہو تو یہ پسندیدہ

ہے یا ناپسندیدہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا نفس کی خواہش کی طرف سے ہے۔

تحقیق: (ان خیالات کی وجہ سے) جب تک کوئی گناہ نہ ہو اس کو نفس کی خواہش کی طرف سے نہ سمجھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت کے حاصل ہونے کے اسباب

حال: حضرت! احقر کی ہمیشہ سے یہ تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کامل محبت دل میں پیدا ہو اور دنیا کی بری محبت دل سے نکل جائے۔ مگر یہ خیال آتا تھا کہ محبت ایسی چیز ہے جس کا پیدا ہونا اختیار میں نہیں ہے اس لئے بہت فکر مند تھا۔ الحمد للہ! دعوات عبدیت کے پانچویں حصہ کے پڑھنے سے وہ فکر بالکل ختم ہوگئی۔ (اس میں) حضور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی محبت اگرچہ غیر اختیاری ہے لیکن اس کے اسباب بندہ کے اختیار میں ہے۔ وہ اسباب ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

1. اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کرنا۔
2. اللہ تعالیٰ کے (ہم پر جو) انعامات (ہیں ان) کو سوچنا (اور ان کے مقابلے میں) اپنے برتاؤ (سلوک و معاملے) کو سوچنا۔ (کہ ہم اللہ کا یا ان نعمتوں کا کتنا شکر کرتے ہیں اور طاعت کتنی کرتے ہیں)۔
3. کسی اللہ والے سے تعلق رکھنا۔
4. اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہمیشہ کرتے رہنا۔
5. اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا۔

اب احقر نے اللہ تعالیٰ کی کامل محبت پیدا ہونے کے لئے ان اسباب کو اختیار کر لیا ہے۔ امید کرتا ہوں کہ حضرت بھی (میرے لئے) اس میں کامیاب ہونے کی دعا فرمائیں۔

تحقیق: دل سے دعا ہے (کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی کامل محبت کے حصول میں کامیاب فرمائیں)۔

حال: اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو بطور شفقت اصلاح فرمائیں۔

تحقیق: تدبیر (ان اسباب کے اختیار کرنے میں) کچھ بھی غلطی نہیں ہے۔ صرف ایک غلطی کا خیال ہے کہ جس پر خبردار کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ خود اپنے ذہن میں محبت کا کوئی درجہ (یا کوئی صورت) بنا کر اس کا انتظار کرتے رہو یہ (درجہ بنا کر انتظار کرنا) غلطی ہوگی۔ بلکہ ان اعمال کے اختیار ہمیشہ کرنے سے جو درجہ حاصل ہوتا جائے وہی اس درجہ میں (اس وقت) مطلوب ہے۔ پھر چاہے اس درجہ سے گمان کے مطابق ترقی و زیادتی ہو یا ایک ہی حالت پر رہے ہاں رسوخ (پختگی) میں ترقی ضروری ہے فرق صرف محبت کے رنگ میں ہوتا ہے۔ (کہ کبھی کمی کبھی زیادہ

لیکن رسوخ میں ترقی ہوتی رہتی ہے خواہ کمی زیادتی محسوس ہو یا نہ ہو)۔

اخلاص اور خشوع کے حاصل ہونے کا طریقہ

حَالؔ: آج یہاں استسقاء کی نماز ہوئی۔ نماز اور دعا میں بہت دیر لگی (اس میں امام یا دعا کے دیر تک مانگنے پر اعتراض نہیں ہے) دیر تک دعا مانگے جانے کی وجہ سے دل گھبرا جاتا ہے۔ دعا کے شروع میں جو خشوع وخضوع ہوتا ہے وہ ختم ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر اس خیال سے کہ اگر دعا چھوڑ کر چلا جاؤں تو لوگ اعتراض کریں گے یا شرعاً کوئی پکڑ نہ ہو جائے دعا میں سب کے ساتھ ہاتھ اٹھائے رہے تو یہ اخلاص کے خلاف تو نہیں ہے۔

تحقیقؔ: اخلاص اختیاری فعل ہے۔ اسی طرح خشوع بھی اختیاری فعل ہے۔ ایسی حالت میں یہ نیت بدل دے کہ اگر لوگ اعتراض کریں گے اور اس نیت سے (لوگوں کے ساتھ) دعا میں شامل رہے کہ جو عمل نفس پر مشکل ہوتا ہے اس (کے کرنے) میں ثواب زیادہ ملتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اسباغ الوضوء علی المکارہ (کہ وضو کو ناگواریوں کے باوجود پورا کرنا) اس سے اخلاص ہوگیا۔

توجہ سے دعا میں مشغول رہے اگر چہ جان بوجھ کر توجہ کرے اس سے خشوع حاصل ہوگیا۔ خشوع کے لئے رونا یا دل لگنا ضروری نہیں ہے۔ اسی خلوص کے لئے اس وسوسے کا ختم ہونا کہ لوگ اعتراض کریں گے ضروری نہیں۔

شکر کی حقیقت

حَالؔ: شریعت میں شکر کی حقیقت کیا ہے۔

تحقیقؔ: جو حالت طبیعت کے موافق ہو۔ چاہے اختیاری ہو یا غیر اختیاری ہو (یعنی اپنے اختیار اور محنت سے حاصل ہوئی ہو یا بغیر اختیار اور محنت کے حاصل ہوئی ہو) اس کو دل سے اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھنا، اس پر خوش ہونا، اس کو اپنی قابلیت سے زیادہ سمجھنا، زبان سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا۔ اور اس نعمت کا اعضاء و جوارح سے گناہوں میں استعمال نہ کرنا شکر ہے۔ (آنکھ ہاتھ پیر کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استعمال کرنا اور گناہوں میں استعمال نہ کرنا شکر ہے)۔

شکر کے حاصل ہونے کا طریقہ

حَالؔ: احقر کا مقصد بھی شکر کے حاصل کرنے کا طریقہ پوچھنا تھا۔ امید ہے کہ حضرت سلمہ اس کے حاصل ہونے کا طریقہ اور اس کے حاصل ہونے کے لئے معاون طریقہ ارشاد فرمائیں گے۔

تحقیق: شکر ادا کرنے کے سارے طریقے اختیاری ہیں۔ ان کو مشقت سے بار بار کرنا ہی شکر حاصل ہونے کا طریقہ ہے اور یہی شکر کے حاصل ہونے کا آسان طریقہ ہے۔

زہد (تقویٰ، پرہیزگاری) کے حاصل ہونے کا طریقہ

حال: حضرت والا! زہد کے حاصل ہونے کا علاج اور آسان طریقہ بتائیے۔ شریعت میں اس کی حقیقت کیا ہے یہ بھی بتائیے۔

تحقیق: دنیا کی رغبت کم ہونا اس کی حقیقت ہے۔ اس کے فانی ہونے کا مراقبہ کرنا اور ضرورت سے زیادہ کے حاصل کرنے میں مشغول نہ ہونا اس کے حاصل ہونے کا طریقہ ہے۔ زاہدوں کی صحبت کو اختیار کرنا اور ان کے قصے پڑھنا اس کے حاصل ہونے کا آسان طریقہ ہے۔

صدق (سچائی) اور اخلاص کی حقیقت اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ

حال: صدق اور اخلاص کی شرعی حقیقت کیا ہے۔ اس کے حاصل ہونے کا کون سا طریقہ ہے نیز اس کے حاصل کے لئے کون سی چیز مددگار ہے تحریر فرمائیے۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ کی اطاعت (فرمانبرداری) کا جو کام کرنا ہے اس کو کمال (مکمل پورے طریقے) کے ساتھ کرنا صدق ہے۔ اس طاعت کے کام میں کوئی نافرمانی کا کام (جیسے ریاء وغیرہ) نہ کرنا اخلاص ہے۔ طاعت میں کس چیز سے کمال پیدا ہوتا ہے اس کے جاننے پر صدق موقوف ہے اور طاعت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیسے ہوتی ہے اس کے جاننے پر اخلاص موقوف ہے۔

اس کے بعد آخری چیز صرف نیت اور عمل رہ جاتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں اختیاری ہیں۔ ان کو حاصل کرنے کا طریقہ بھی اختیاری ہے۔ اس کے لئے مددگار (عمل کے) وعدہ وعید کا استحضار کرنا اور نیت کا مراقبہ کرنا ہے۔

اس کے بعد ان صاحب کا دوسرا خط آیا جو جواب کے ساتھ ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

حال: حضرت سلمہ نے اخلاص وصدق کے بارے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ سمجھ میں آ گیا۔ مگر اور زیادہ واضح ہونے کے لئے ان حقیقتوں کی مثال سے وضاحت فرمائیں تو زیادہ آسانی ہوگی۔

تحقیق: صدق کی مثال نماز کو اسی طرح پڑھنا جس کو شریعت نے صلوۃ کاملہ (مکمل نماز) کہا ہے یعنی نماز کے تمام ظاہری باطنی آداب کے ساتھ ادا کرنا۔ اسی طرح تمام عبادات میں شریعت نے جو درجہ کمال کا بتایا ہے (ان کو اسی طرح کرنا صدق ہے)۔

اخلاص کی مثال نماز میں ریاء عمل کے دکھلاوے کی نیت نہ کرنا ہے جو کہ نافرمانی ہے۔ کسی دوسرے کی رضا کا چاہنا۔

اخلاص اور خشوع وخضوع میں فرق

حال: یہ بھی بتایئے کہ اخلاص اور خشوع وخضوع میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

تحقیق: اخلاص کا تعلق نیت سے ہے اور خشوع وخضوع کا تعلق اعضاء و جوارح اور دل کے ظاہری و باطنی ممنوعہ حرکتوں سے ساکن رہنے سے ہے۔ خواہ ان ممنوعہ حرکات سے رکنے میں نیت طاعت کے علاوہ کی نہ ہو (جیسے عادۃ یا بلانیت ہی کر لیتے ہوں) اس لئے اخلاص خشوع سے جدا ہوسکتا ہے۔ (یعنی اگر طاعت کی نیت کے علاوہ کوئی عمل کیا خواہ عادۃً یا یونہی عادۃً کر لیا تو یہ اخلاص نہیں ہوگا اخلاص کے لئے ضروری ہے کہ طاعت اور ریاء سے پاک رہنے کی نیت سے کرے مگر خشوع وخضوع اگر طاعت کے علاوہ بغیر نیت یا یونہی بغیر نیت کے بھی کیا تو بھی خشوع خضوع ہوگا)۔

حال: اسی طرح کیا جس طاعت کا ارادہ ہو اس میں اس طاعت کے علاوہ کسی دوسری طاعت کے ارادے سے بھی یہ فعل (طاعت) اخلاص ہوگا یا نہیں ہوگا؟

تحقیق: مثال سے واضح کیا جائے۔

حال: الحمدللہ! حضرت سلمہ کے ارشادات سے بہت سے خلجانات دور ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت سلمہ کی ذات گرامی اور حضرت کے فیوض کو ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔ اخلاص اور خشوع کے فرق کے بارے میں حضرت اقدس کا جو ارشاد ہے (اگرچہ ان حرکات میں نیت غیر طاعت کی ہو) اس میں یہ شبہ ہے کہ جب وہ ممنوعہ حرکتیں ہیں تو ان میں طاعت کی نیت ہو ہی نہیں سکے گی اور ہر صورت میں غیر طاعت ہی کی نیت ہوگی۔

تحقیق: یہ ضروری نہیں ہے کہ ان میں غیر طاعت ہی کی نیت ہو کیونکہ ممکن ہے کہ کسی چیز کی بھی نیت نہ ہو کہ بے کار حرکتیں ہوں جو لاپرواہی یا عادت کی وجہ سے ہوتی ہوں خواہ وہ اعضاء و جوارح کی حرکات ہوں یا دل کی ہوں۔

حال: حضرت سلمہ کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس کے بارے میں کچھ اور وضاحت فرمائیں تاکہ کسی قسم کا کوئی شبہ نہ رہے۔

تحقیق: ابھی عرض کر چکا ہوں۔

حال: کسی طاعت میں غیر طاعت کا ارادہ نہ ہو مگر دوسری طاعت کا ارادہ ہو جیسے نماز کی حالت میں ریاء کا تو

ارادہ نہیں ہے اور نہ ہی اور غیر طاعت کا ارادہ ہے جیسے نماز کی حالت میں جان بوجھ کر کوئی شرعی مسئلہ کا مطالعہ کرے یا کسی نیکی کے سفر کے انتظام کے بارے میں سوچتا رہے۔

تحقیق: یہ مسئلہ ذرا مشکل ہے۔ اس کے بارے میں قواعد کی روشنی میں عرض کرتا ہوں۔ اس وقت میرے سامنے دو حدیثیں ہیں۔ ایک رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے جس میں **صلی رکعتین مقبلا علیھما بقلبہ۔** (کہ دو رکعتیں اس طرح پڑھیں دل سے ان میں (اللہ تعالیٰ کی طرف) متوجہ رہے۔) **دوسری حدیث** حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ **انی لاجھز جیشی وانا فی الصلاۃ** (کہ میں نماز کی حالت میں لشکر کو تیار کر رہا ہوتا تھا)۔

ان دونوں حدیثوں سے اخلاص کے دو درجے معلوم ہوئے۔ طاعت کا ایک کا درجہ یہ ہے کہ اس طاعت کے علاوہ دوسری طاعت کو جان بوجھ کر سوچا بھی نہ ہو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ دوسری طاعت میں بغیر ارادے کے سوچ ہو جائے۔ ان دونوں (درجوں) میں امر مشترک (جو دونوں میں ایک جیسی بات ہے) یہ ہے کہ اس پہلی طاعت سے دوسری طاعت کا ارادہ نہ کیا جائے۔ (پہلی صورت میں جان بوجھ کر ادا نہ کرنا تھا اور دوسری صورت میں دوسری طاعت کا ارادہ نہ کرنا دونوں ایک جیسی باتیں ہیں) مثال کے طور پر نماز پڑھنے سے یہ غرض نہیں ہے کہ نماز میں یکسوئی سے لشکر کی تیاری کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ ان دونوں درجوں میں اخلاص کی حقیقت تو ہے اخلاص کے ہونے میں کوئی شک نہیں ہے ہاں کسی چیز (کی ضرورت) کے پیش آ جانے کی وجہ سے ان میں فرق ہو گیا ہے۔ پہلا درجہ زیادہ کامل ہے اور دوسرا درجہ اگر (کسی ضروری) سبب کی وجہ سے ہے تو زیادہ کامل نہیں ہے اور اگر کسی ضرورت کی وجہ سے ہے تو وہ بھی زیادہ کامل ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضرورت تھی۔ اس ضرورت (ہونے نہ ہونے) کا معیار اجتہاد ہے۔ لیکن دونوں صورتیں میں اخلاص کے بالکل خلاف نہیں ہے ہاں خشوع کے خلاف ہونا نہ ہونا ایک اندازے پر ہے۔ (جس کا جو پرکھنے کا اندازہ ہوگا اسی کے مطابق نتیجہ ہوگا) میرے ذوق (مزاج اندازے طبیعت) کے مطابق اگر ضرورت کی وجہ سے ہے تو یہ خشوع کے خلاف نہیں ہے اب اس کو مثال کے مطابق کر لیجئے۔

حال: اگر نماز صرف اس غرض سے پڑھے کہ کوئی نماز نہ جاننے والا آدمی میری اس نماز کو دیکھ کر اپنی نماز درست کرے۔ ایسی طاعت کا ارادہ نماز سے اخلاص کو خراب کرنے والا ہے یا نہیں ہے؟

تحقیق: اس میں تو خود نماز سے مقصود غیر نماز ہے اس میں بظاہر اخلاص کے نہ ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے۔ مگر میرے ذوق (مزاج وطبیعت) میں اس میں کچھ تفصیل ہے کہ شارع (نبی علیہ الصلاۃ والسلام) کے لئے تو یہ اخلاص

کے خلاف نہیں ہے کیونکہ وہ اس (نماز سکھانے کی) صورت میں تبلیغ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو حکم ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کے لئے فرائض واجبات سنن موکدات میں (سکھانا) احتیاط کے خلاف ہے اور خصوصی طور پر سکھانے کے لئے نفل نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

رضا بالقضا کی حقیقت اور اس کے حاصل ہونے کا طریقہ

حال: رضا بالقضا کو حاصل کرنے کے لئے کوئی علاج تحریر فرمائیے۔ اسی طرح اس کا معیار اور اس کی مقدار بھی تحریر فرمائیے کہ انسان کو کتنا کرنے کا حکم ہے اور شریعت میں رضا بالقضا کس کو کہتے ہیں۔

تحقیق: رضا بالقضا کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتراض نہ کرنا ہے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہے کہ اگر (اللہ تعالیٰ کے مرضی کے خلاف فیصلے پر) تکلیف کا احساس ہی نہیں ہے تو یہ رضا طبعی ہے (دوسرا درجہ یہ ہے کہ) اگر احساس تو ہو (لیکن اعتراض نہ ہو تو) یہ رضا عقلی ہے۔ پہلے درجہ کا بندے کو حکم نہیں ہے دوسرے درجہ کا بندے کو حکم ہے۔

اس کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو باتیں طبیعت کے خلاف پیش آئیں اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت کو سوچا جائے۔

حال: میرے حضرت! (مجھے جو مالی نقصانات ہوتے ہیں) طبیعت میں ان مالی نقصانات کا بہت ہی صدمہ اور افسوس ہے اگرچہ اس افسوس کا زبان سے کچھ بھی اظہار نہیں ہے مگر (طبیعت) نقصانات پر تیار بھی نہیں ہے۔ مجھے (اپنی یہ) حالت رضا بالقضا کے خلاف لگتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہمارے نقصانات ہی کو بہتر سمجھتے ہیں تو ہمیں اس میں صدمہ کی کیا ضرورت ہے۔ عقلی حالت تو یہ ہے اور یہی سوچ کر سکون آتا ہے لیکن طبعی حالت یہ نہیں ہے۔ طبیعت (ان مالی نقصانات سے) متاثر ضرور ہے لیکن الحمدللہ! عقل متاثر نہیں ہے۔ کبھی تو (ان نقصانات پر طبیعت) بڑی تیار ہو جاتی ہے۔ یہ صدمہ مال کی محبت کی وجہ سے تو نہیں ہے۔ اس بارے میں علاج کے ساتھ تسلی فرمائیں۔

تحقیق: طبعی افسوس ہونا بلکہ مال کی طبعی محبت نہ کوئی بری چیز ہے اور نہ ہی رضا بالقضا کے خلاف ہے۔ رضا کی حقیقت اللہ تعالیٰ پر اعتراض نہ کرنا ہے۔ اس لئے آپ کی جو کیفیت ہے۔ وہ عقلی حکم کی ہے اور یہی رضا ہے۔

مستحب (پسندیدہ) توکل کے حاصل کرنے کا طریقہ

حال: حضرت سلمہ توکل کے مستحبات کے بارے کچھ ارشاد فرمائیں تاکہ (توکل کے) فرائض پر عمل کرنا آسان

ہو جائے۔

تحقیق: مستحب توکل کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ① فطری طور پر دل کا قوی ہونا ② اور واجب حقوق کا ذمہ نہ ہونا ہے۔ یا جن کے حقوق ذمہ ہیں ان کا بھی ایسا ہی (متوکلانہ مزاج کا) ہونا۔ کیا یہ شرطیں موجود ہیں؟

صبر کی حقیقت اور اس کی تفصیل

حال: صبر کے بارے میں معلوم کرنا ہے کہ صبر پر جو ثواب کا وعدہ ہے وہ کس صورت میں ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سے انتقام لینے یا اپنی تکلیف دور کرنے پر قادر ہے اور انتقام نہ لے اور نہ ہی تکلیف دور کرے اور صبر کرے تو اس پر اجر ملے گا یا قادر نہ ہو پھر صبر کرے تو اس پر بھی ملے گا۔ مثال کے طور پر کسی نے زید کو تھپڑ مارا اور وہ انتقام لینے پر قادر نہیں ہے یا زید کا لڑکا مر گیا اس پر اس سے کہا جاتا ہے کہ صبر کرو یا اس کا مال چوری ہو گیا اس پر کہا جا رہا ہے کہ صبر کرو۔ ان صورتوں میں وہ مجبور ہے اس کے دور کرنے یا انتقام لینے پر قادر نہیں ہے ان صورتوں میں صبر کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ کیا ان صورتوں میں بھی ثواب ملے گا یا نہیں ملے گا۔

اس کی مثال یوں سمجھیں کہ نابینا شخص کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے کسی نامحرم عورت کو نہیں دیکھتا ہوں اور ایک بینا بھی یہی الفاظ کہے تو صاف معلوم ہے کہ نابینا کے پاس وہ آلات ہی نہیں ہیں جس سے وہ گناہ کر سکتا ہے تو اس کا یہ کہنا بے کار ہے۔ ہاں بینا شخص ثواب کے قابل ہے کہ وہ نامحرم کو دیکھنے پر قادر ہے لیکن دیکھتا نہیں ہے۔

تحقیق: بے صبری کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ جس طرح تکلیف پہنچائی گئی اسی طرح تکلیف پہنچا کر انتقام لینا ایسا نہ کرنا صبر ہے۔ یہ صورت انتقام پر قادر ہونے کی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ زبان سے برا بھلا کہنا یا اس کے سامنے یا پیچھے بددعا دینا۔ یہ جو انتقام پر قادر نہ ہو وہ بھی کر سکتا ہے۔ اس کا چھوڑنا بھی صبر ہے۔

تیسری صورت میت کے گھر والے اگرچہ اس تکلیف کو دور کرنے پر قادر نہیں ہیں لیکن (غیر شرعی) رونے دھونے، شکوہ شکایت پر تو قادر ہیں۔ یہ ان کی بے صبری ہے۔ ان کے لئے ایسا نہ کرنا صبر ہے۔

چوتھی صورت کہ جو کسی کام کرنے پر قادر نہ ہو جیسے اندھا کہ دیکھنے پر بالکل قادر نہیں ہے مگر تصور کرنے یا اگر آنکھیں ہوتیں تو دیکھنے کا پکا ارادہ کرنے یا دیکھنے کے لئے آنکھیں ہونے کی تمنا کرنے پر تو قادر ہے۔ یہ تمام کام اس کی بے صبری ہے۔ اس کے لئے ان کاموں کو نہ کرنا صبر ہے۔ (معلوم ہوا کہ) ہر شخص کو اس کے حال کی

مناسبت سے صبر کرنے پر ثواب ملتا ہے۔

یہ ساری تفصیل تو ثواب اور صبر کی ہے۔ایک ثواب خود تکلیف برداشت کرنے پر بھی ملتا ہے۔اس کے لئے صبر ضروری نہیں ہے۔اگر صبر کیا تو دو ثواب ملیں گے۔ایک صبر کا دوسرا تکلیف کا۔اگر صبر نہ کیا تو تکلیف کا ثواب ملے گا اور صبر نہ کرنے کا گناہ ہوگا۔جیسے ایک شخص نماز پڑھے اور روزہ نہ رکھے تو نماز کا ثواب ملے گا روزہ نہ رکھنے کا گناہ ہوگا۔

امید ہے تمام سوالات کے جوابات مل گئے ہوں گے۔

عبدیت کے آثار

حَال: (معلوم نہیں کیوں) بندہ کے لئے دو چار سطریں لکھنا بھی بڑی مشکل سے ہوتا ہے۔

تحقیق: اس کی وجہ یہ ہے کہ دو چار سطروں کے لکھنے تک بھی بے تکلفی نہیں رہتی ہے اور یہ تکلف کی دلیل ہے۔

حَال: الحمد للہ! معمولات پہلے کی طرح مسلسل ہو رہے ہیں۔کبھی اگر کچھ کمی ہو جاتی ہے تو اس کی تلافی کی کوشش بھی زیادہ نہیں ہوتی ہے۔دل میں ایک (قسم کا) اطمینان اور لذت سی رہتی ہے۔

تحقیق: یہ لذت حقیقت پر نظر رہنے کی وجہ سے ہے۔کوشش نہ ہونا عبدیت اور تمام امور اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے کی حالت کا اثر ہے۔مگر کبھی کبھی اس میں نفس کے خرابی کی طرف دھوکہ دینے کا احتمال بھی ہوسکتا ہے۔اس لئے جتنا ہو سکے اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو تلافی کر لینا درست ہے۔یہ اصل دھوکہ میں مبتلا ہونے کا علاج ہے۔

حَال: ایک خاص بات جس پر روزانہ طبیعت مرکوز (جمتی) چلی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ آج کل کسی جھگڑے میں خواہ دینی ہو دنیاوی یا اپنی ذات ہی کا ہو یا کسی دوسرے کا ہو دخل دینے کو دل نہیں چاہتا ہے۔ هر وقت عليك بخاصة نفسك (تم صرف اپنی اصلاح کی فکر کرو) کا ایک نشہ سا رہتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ آج کل بخل کے پیچھے چلا جا رہا ہے اور خواہشات کی پیروی کی جارہی ہے اور ہر صاحب رائے اپنی رائے کو پسند کرنے لگا ہے اور دنیا کو ترجیح دیئے جانے کی گھٹا چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔(ان حالات میں) اس وقت جی یہی چاہتا ہے کہ کسی طرح ایمان سلامت لے جائیں۔کاش پہاڑوں میں بکریاں چرانے کا مشغلہ ہی ہاتھ آجائے یا زمین کے پیٹ میں جگہ مل جائے۔بار بار ليتنی شجرة تعضد (کہ کاش میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا) کا خیال آتا ہے۔یہ تمنا ہوتی ہے کہ کوئی مجھے نہ جانے اور نہ ہی میں کسی کو جانوں اور اسی طرح جان جان آفریں (جان ڈالنے والے یعنی اللہ تعالیٰ) کے حوالے کر دوں مگر کیا کروں ہم بے کار لوگوں کو جھگڑوں

سے پوری طرح رہائی نہیں ملتی ہے۔

تحقیق: یہ خاص مزاج اس ناکارہ کا بھی ہے اگرچہ اب تک (اپنی) کم ہمتی سے حاصل نہیں ہوا، اب اس کے حاصل ہونے کے کچھ اسباب نظر آتے ہیں اللہ کرے اس میں کوئی خرابی نہ ہو۔

حال: (میری حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ) جس حالت میں رکھیں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

تحقیق: یہ (حالت) تفویض (اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے) کا قصہ ہے۔ یہ (گذشتہ میں جو رغبت ذکر کی تھی) اس رغبت سے بھی افضل ہے اگرچہ کمزوروں کے لئے دوسری حالت زیادہ مفید ہے۔

عقلی محبت کی عشق پر فضیلت کی تحقیق

حال: ایک بات پوچھنے کی یہ ہے کہ (کتاب) صراط مستقیم (مولفہ مولانا اسماعیل شہید رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ) میں مولانا اسماعیل شہید رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے ایمانی یا عقلی محبت کو عشق پر بہت ترجیح دی ہے۔ طریق عشق کو ایک حد تک برا لکھا ہے حالانکہ بڑے بڑے صوفیائے کرام (جیسے) مولانا روم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ، مولانا جامی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ وغیرہ نے عشق کی مدح سرائی (تعریف) کی ہے۔ اس بارے میں حضرت کی جو تحقیقی رائے ہو اس سے تفصیلا مطلع فرمائیں۔

تحقیق: پہلے چند باتیں سمجھ لیں۔

۱ فضیلت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک چیز کی ذات کے اعتبار سے دوسری چیز کی کسی خاص حالت کے اعتبار سے۔ پہلی کو فضیلت ذاتی اور دوسری فضیلت اضافی کہنا مناسب ہے۔

۲ دونوں فضیلتیں ولایت کے کمالات میں سے ہیں جو نبوت کے کمالات سے حاصل ہوتے ہیں۔ (یعنی ولایت کے کمالات نبوت کے کمالات سے حاصل ہوتے ہیں) اس لئے ولایت کا جو کمال نبوت کے کمال سے مشابہ ہوگا وہ دوسرے کمال سے جو نبوت کے کمال کی مشابہت میں کم ہے افضل ہوگا۔

۳ عشق محبت کا ایک خاص درجہ ہے جس میں تیزی اور شدت ہوتی ہے۔

ان تمام باتوں کو جاننے کے بعد اب سمجھئے کہ حضرات انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام میں جو محبت الٰہی کی صفت ہوتی ہے اس میں نفسانی تیزی و شدت نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے یقینی طور پر محبت کی یہی قسم اپنی ذات کے اعتبار سے افضل ہوگی۔ (یعنی اصل محبت اپنی ذات کے اعتبار سے انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی محبت ہی ہے لیکن) اگر کسی خاص استعداد و صلاحیت کی وجہ سے باطن کی تربیت کے لئے محبت کی دوسری قسم زیادہ مفید ہوسکتی ہے (اس کی مثال

یوں سمجھئے کہ) گوشت تمام غذاؤں میں سب سے بہتر افضل غذا ہے لیکن کسی خاص طبیعت کے اعتبار سے جو کا حریرہ، شوربہ زیادہ مفید بتایا جاتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ ذاتی فضیلت کے اعتبار سے محبت ایمانی کو ترجیح دے رہے ہیں (جو محبت میں اصل ہے) اور مغلوبیت کے بعض آثار کی وجہ سے نفسانی محبت کو نقصان دہ بتا رہے ہیں۔

دوسرے حضرات صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ اضافی فضیلت کے اعتبار سے عشق (جو کہ محبت کا دوسرا درجہ ہے) کی مدح سرائی کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اہل حال کے کلام میں عشق کے ایسے مضامین آئے ہیں یا ان حضرات صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی عشق سے مراد کمال محبت ہے جو محبت ایمانی کو شامل ہے۔ (اب دونوں باتیں شاہ صاحب) اور صوفیہ کی ایک ہوگئیں کہ شاہ صاحب نے اس کمال محبت کو ذاتی محبت فرمایا اور صوفیا نے اسی کو عشق کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔

(اسی طرح مولانا کی مذمت سے) اس شخص کو برا کہنا مراد ہے جس میں محبت کا یہ کمال موجود نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے "لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ" کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک کمال ایمان والا نہیں ہوسکتا کہ جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کے بچے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام کی ان دو وجہوں کے بیان سے مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ اور صوفیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام میں اختلاف ختم ہوگیا۔ واللہ اعلم۔

تیسرا باب

برے اخلاق کے بیان میں

گناہوں سے بچنے کا علاج ہمت اور استغفار ہے

حال: یہ خیال آتا ہے کہ اس زندگی سے تو موت ہی بہتر ہے۔ آئندہ گناہوں سے چھٹکارا ملے گا۔ اس (گناہوں سے چھٹکارا ملنے) کا علاج آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میں منتظر ہوں کہ کیا کروں۔ اس کا علاج تحریر فرمایئے۔

تحقیق: پہلے (تو آپ) ہمت کریں اور جو (عمل میں) کمی کوتاہی ہو جائے اس پر استغفار کریں۔

زبان درازی (بہت بولنے گالیاں دینے، بدزبانی کرنے) کا علاج

حال: مجھ میں زبان درازی کا عیب بہت ہے۔ اکثر خود بخود بے کار باتیں کرتا ہوں۔

تحقیق: (تین کام کیجئے) ① ہمت کیجئے (کہ ہمت کر کے بدکلامی سے بچئے) ② (اگر پھر بھی ہو جائے تو) ہو جانے کے بعد استغفار کیجئے ③ لوگوں سے میل جول کم کر دیجئے۔

غیبت اور بے کار بات کے کرنے سے بچنے کا طریقہ

حال: جب کسی کے پاس بیٹھنے سے غیبت یا دوسری بے کار باتوں میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو کیا (ایسے وقت) آنے جانے والوں کو جلدی رخصت کر دینا اور تنہائی میں رہنا مناسب ہے؟

تحقیق: ان لوگوں کو رخصت کرنے کے بجائے خود اٹھ جانا زیادہ بہتر ہے۔ رخصت کرنے میں دل شکنی ہوتی ہے (یعنی لوگوں کا دل ٹوٹتا ہے)

کم ہمتی کا علاج ہمت ہے

حال: حضور والا کا خط مبارک پہنچا عزت و امتیاز عطا ہوا۔ غفلت کی واضح کیفیت نہ لکھنے پر حضور سے معافی مانگتا ہوں۔ اس عاجز کا مطلب یہ ہے کہ ذکر میں کچھ کمی ضرور معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: اس (یعنی ذکر کی کمی) کا علاج تو اختیاری چیز ہے۔ ہمت کر کے ذکر کو ہمیشہ کیجئے۔ کم ہمتی کا علاج ہمت کے علاوہ اور کیا بتاؤں۔

حال: خاکسار اپنا کچھ حال عرض کرتا ہے براہ کرم اس کو توجہ سے سن لیجئے۔ میں کوئی غرض یا دنیاوی مطلب پیش نہیں کر رہا ہوں، صرف ایک علاج کی تمنا ہے۔ مرض یہ ہے کہ میرے دل کی کیفیت ایک حالت پر نہیں رہتی ہے۔ بہت کوشش کرتا ہوں کہ میں خدا کا نیک اور فرمانبردار بندہ بن کر عمر گزاروں مگر کوئی کوشش بھی کامیاب نہیں ہوتی ہے (میری دونوں حالتیں درج ذیل ہیں)۔

(ایک حالت تو یہ ہے کہ) میں خود بخود پانچوں نمازیں بہت ہی پابندی کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ بہت ہی خشوع خضوع اور عاجزی وانکساری کے ساتھ لمبی لمبی نمازیں پڑھتا ہوں۔ استغفار، درود شریف اور قرآن شریف کی تلاوت کثرت سے کرتا ہوں۔ نفس امارہ کو بھی بہت برا بھلا کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی مراقبہ قلب میں کرتا ہوں۔ گناہوں سے اکثر نفرت ہونے لگتی ہے۔ دل میں (ایک) نور سرور پیدا ہوتا ہے۔

مگر دو تین مہینے تک یہ حالت رہنے کے بعد معاملہ بالکل الٹ ہو جاتا ہے۔ نہ وہ نماز، نہ تلاوت اور نہ ہی ذکر بلکہ اس کی جگہ برے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ گناہوں کا ذوق وشوق بلکہ عورتوں سے تعلق رکھنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ طبیعت کے چاہنے کے مطابق تعلقات پیدا بھی ہو جاتے ہیں۔ دل ہر وقت یہی چاہتا ہے کہ روزانہ ایک نئی حسین عورت بغل میں ہو۔ غرض ان فاسد خیالات کا اتنا زور ہوتا ہے کہ تمام دن رات ان ہی میں کھویا اور ڈوبا رہتا ہوں۔ نیند بھی نہیں آتی ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ خیال بھی رہتا ہے اور دل بھی (اس بات سے) ڈرتا رہتا ہوں کہ تو ان گناہوں کے عذاب میں ضرور مبتلا ہوگا۔ چنانچہ جب بھی کوئی مصیبت، فکر یا رنج پیش آتا ہے تو فوراً عذاب الٰہی کا خیال آتا ہے۔ پھر بے غیرت دل شرمندہ ہوتا ہے اور آستانۂ الٰہی کی طرف جا کر دوبارہ سے وہی نماز، استغفار، درود اور ذکر سب کچھ کرتا ہے۔ (میں) دوبارہ نیک لوگوں کی طرح ہو جاتا ہوں۔

میری عمر اس وقت ۳۲ سال کی ہے یہ قبض اور بسط کی حالت زندگی کا کچھ ایسا یقینی حصہ بنی ہوئی ہے کہ اس میں کچھ فرق نہیں آتا ہے۔ قبض وبسط کی حالت تقریباً سب ہی کو پیش آتی ہے مگر ایسا قبض نہیں ہوتا کہ نور نظر کو بالکل ہی قبض کر لے۔

حضور! اللہ تعالیٰ کے لئے (میرے) اس مہلک مرض کا علاج فرمائیے۔ اس نے میری زندگی کو بالکل خراب کر دیا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس قابل کیا ہے کہ مجھ جیسے گمراہ کو ہدایت کا راستہ بتائیں۔ ایسی کوئی تدبیر

بتائیے جس پر میں عمل کروں تو یہ گند مجھ سے دور ہو جائے۔

میری جو بھی حالت تھی وہ عرض کر دی۔ بہت بزرگوں سے ملا ہوں مگر بیعت کسی سے نہیں ہوا۔ آپ اگر (اپنی) قوت قدسیہ کا مجھ پر اثر ڈالیں اور کچھ توجہ فرمائیں تو میری حالت درست ہو سکتی ہے۔ بہت ہی امید ہے کہ آپ سے فیض ضرور حاصل ہوگا۔

تحقیق: آپ کی حالت کوئی عجیب نہیں ہے۔ ایسا بہت لوگوں کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔ کم ہمتی اس کا سبب اور قوت اور ہمت اس کا علاج ہے۔ اس قوت اور ہمت کی مدد کے لئے دو تدبیریں ہیں۔ پہلے درجہ کی تدبیر تو یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو کسی اہل اللہ کی خدمت میں چند دن حاضر رہ کر ہر طرح اس کی پیروی کریں۔ اگر اتنی مہلت نہ ملے تو دوسرے درجہ کی تدبیر یہ ہے کہ روزانہ پابندی سے کیمیائے سعادت کا غور سے مطالعہ کیجئے۔ کبھی کبھی حالات سے مطلع کرتے رہئے۔ باقی قوت قدسیہ نہ میرے اندر ہے اور نہ ہی مجھے اس کا اثر ڈالنا آتا ہے۔ میں تو صرف ایک طالب علم آدمی ہوں۔

بدنظری کا علاج

حال: دوسری عرض یہ ہے کہ اپنی دو بیویوں کے علاوہ (دوسری) اجنبیہ عورتوں کا خیال بھی دل میں آتا ہے۔ جب کسی اجنبیہ عورت پر نظر پڑ جاتی ہے تو اس کا خیال بھی دل میں آتا ہے اور اس کے دیکھنے کا بھی دل چاہتا ہے خوبصورت ہو یا نہ ہو۔

تحقیق: بلاشبہ یہ ایک مرض ہے۔ (اور) اس کا علاج مجاہدہ ہے یعنی زور کے ساتھ نفس کی مخالفت کرنا اور خطا ہو جانے پر کوئی جرمانہ مقرر کرنا ہے۔ مثلاً ایک نظر پر بیس نفلیں پڑھوں گا۔ اس سے ان شاء اللہ اصلاح ہو جائے گی۔

حال: تیسری عرض یہ ہے کہ جب مثنوی پڑھتا ہوں تو دل کچھ اچھا ہو جاتا ہے اس لئے کئی دن تک پڑھتا ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ دفتر اول ختم ہو، دفتر دوم شروع کیا۔ کچھ شعر سمجھ میں آئے ہیں اور اکثر نہیں آئے ہیں۔ دل حدیث تفسیر اور فقہ سے بھی زیادہ مثنوی دیکھنے کا جی چاہتا ہے سمجھ میں آئے یا نہیں۔ چاہتا ہوں صرف متن ہی پڑھتا رہوں۔

تحقیق: (متن ہی پڑھتے رہیں) کوئی حرج نہیں ہے لیکن اپنی طرف سے کوئی معنی نہ نکالیں۔

سوال: پرسوں احقر نیند سے جاگا تو زبان پر یہ اسم پاک جاری تھا "اللّٰہ جمیل وھو الجمال" اس کی تفصیل اور تعبیر بیان فرمائیں (پھر ذکر و شغل کے کچھ لکھنے کے بعد اخیر میں لکھا ہے) چونکہ دوکان پر زیادہ بیٹھنا

ہوتا ہے۔ اکثر ہر قسم کی عورتیں نظر کے سامنے سے گزرتی ہیں۔ پہلی بار نظر پڑنے سے سکون نہیں ملتا ہے دوبارہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ جان بوجھ کر نظر نیچی کر لیتا ہوں۔ اس کا علاج اور اپنی حالت کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔

جواب: (یہ نیند سے جاگنے پر زبان پر اس اسم مبارک کا آنا) اس مرض کا جواب ہے جو آپ نے آخر میں لکھا ہے۔ (یعنی) یہ بات بتائی گئی ہے کہ جب کسی جمیل (خوبصورت) کی طرف میلان ہو تو اس وقت یہ اس حدیث کے مضمون کا تصور اور مراقبہ کرنا چاہئے کہ اصل جمیل تو اللہ تعالیٰ ہے اس لئے دوسرے کی طرف نظر نہیں کرنا چاہئے۔ حدیث میں دوسرا جملہ یحب الجمال ہے وھو الجمال کا (زبان پر) جاری ہونا قوت خیالیہ کی غلطی ہے۔ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ وہ جمال معنوی (باطنی خوبصورتی) کو محبوب رکھتا ہے اور جمال معنوی گناہوں سے ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے گناہوں سے بچنا چاہئے۔ اس مراقبہ سے نفس کی (دوبارہ دیکھنے یا دیکھنے) کی چاہت ختم ہو جائے گی۔

حال: راستہ وغیرہ میں کہیں بدنگاہی کا موقع مل جاتا ہے تو اپنے دل سے یہ کہتا ہوں: ”اگر تو خود کو بدنگاہی سے بچا لے تو تیرے لئے یہی بہت بڑی کرامت ہے بلکہ لاکھوں کرامتیں اس پر قربان کر دی جائیں تو اس لائق عوارف کا یہ قول بھی یاد آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ استقامت طلب کرتے ہیں اور ہم کرامت کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت آسانی سے نظر کی حفاظت کر لیتا ہوں۔ ان خیالات کے بارے میں بتا دیں کہ صحیح ہیں یا نہیں۔

تحقیق: بالکل صحیح ہیں۔ اللہ تعالیٰ علم وفہم میں زیادہ برکت عطا فرمائیں۔

حال: یہ ناکارہ حضرت کی برکت اور توجہ سے اگرچہ معمولی کام میں مشغول رہتا ہے۔ مگر اس ملک میں کفار کے ساتھ ہمیشہ رہنے اور ملازمت کی وجہ سے جو کام ذمہ ہیں ان کے مکروہات کی وجہ سے اپنی حالت پر جتنا بھی غور کرتا ہوں صرف ظلمت ہی ظلمت نظر آتی ہے۔ (نماز، نفل ذکر وغیرہ کی) اصل (کیفیت) تو کہاں (حاصل ہے) صرف نماز، نوافل اور ذکر کی نقل ہی تھوڑی دیر کر لیتا ہوں (لیکن) ان مکروہات اور گناہوں میں مبتلا رہ کر عمر گذر رہی ہے۔ ایسی حالت کیا خاک نفع ہو سکتا ہے۔ یہ قصہ کیونکہ بار بار عرض کر چکا ہوں اس لئے بار بار کان کھانے کو نامناسب سمجھ کر مختصر طور پر ذکر کرنے کے بعد دعا کی امید کرتا ہوں۔

گذشتہ شب کا ایک خواب عرض کرتا ہوں پورا واقعہ تو یاد نہیں مگر اتنا یاد ہے کہ حضور سرورکائنات (ﷺ) تشریف فرما ہیں اور حضرت خاتون (فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی ہیں۔ غالب گمان یہ ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما ہیں۔ حضور ﷺ اپنے سینہ مبارک سے کچھ کپڑا ہٹا کر فرما رہے ہیں: ادھر کا (یعنی دائیں طرف کا سینہ) ان کا ہے (اس کا اشارہ امامین حضرت حسن وحسین کی طرف معلوم ہوا ہے اگرچہ ان حضرات کا وہاں تشریف فرما ہونا یاد نہیں ہے) اور ادھر (یعنی بائیں جانب کا سینہ) ان کا ہے (یہ اشارہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہے)۔ ان حضرات کا حلیہ مبارک نہ تو اچھی طرح دیکھنا نصیب ہوا اور نہ ہی یاد ہے۔ اس کے فوراً بعد آنکھ کھل گئی۔ اب تک حیرت ہو رہی ہے کہ مجھ جیسا تباہ حال اور سیاہ کار (کہاں) اور (عظیم) دولت (کہاں)۔ اگر یہ بات معلوم نہ ہوتی کہ شیطان حضور ﷺ کی صورت میں شیطان نہیں آسکتا ہے تو مجھ ناکارہ کو اپنا یہ خواب صرف خیال اور وہم لگتا۔ مگر الحمد للہ! اس کا کامل یقین ہے اس لئے کبھی اس دولت کے نصیب ہونے پر خوشی ہوتی ہے اور کبھی اپنی بداعمالیوں پر بہت افسوس ہوتا ہے۔

(میری) نماز کی حالت یہ ہے کہ دنیا بھر کے خیالات خصوصاً جاگیر کے معاملات جو لوگوں یا جاگیر کے بارے میں ہوتے ہیں جن میں دن بھر مشغول ومصروف رہتا ہوں۔ نماز کو خاص طور پر خراب کرتے ہیں۔ یہی حال تہجد کے نوافل اور ذکر کا ہے۔ اپنی اس حالت سے بہت ہی تنگ ہوں اور خود بخود جی چاہتا ہے کہ تنہائی میں بیٹھا اپنی بداعمالیوں پر افسوس کرتا ہوں۔

ایک کافی عرصے سے بدنظری کے مرض میں مبتلا ہوں مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بدنظری میں لذت کا آنا اسی (زنا کی) آفت کی ابتدا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضور کی برکت سے اب اس مرض میں پہلے کے مقابلے میں بہت کمی آگئی ہے۔ پہلے (تو حالت یہ تھی کہ) ہر عورت حتیٰ کہ چوپائے اور دوسرے جانوروں کے مخصوص مقامات پر نظر ڈالنے کو بار بار جی چاہتا تھا جس سے مجبور ہو کر بار بار نظر ڈالتا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے پڑتی ہوئی نظر کو کوئی روکتا ہے اور نظر فوراً نیچی کر لیتا ہوں۔ مگر اپنی بیوی اور صحبت کی ہیئت (وصورت) کا خیال اکثر نظر کے سامنے رہتا ہے۔ یہ خیال کیونکہ حلال اور منکوحہ کا ہے اس سے بچنے کی زیادہ کوشش نہیں کرتا ہوں۔ معلوم نہیں یہ نہ بچنا مناسب ہے یا نہیں ہے۔ دعا فرمائیں کہ اس مشغولیت کے بجائے ذکر اور اللہ تعالیٰ کی یاد کی مشغولیت نصیب ہو۔

تحقیق: عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے پرچہ کا ایک ایک حرف پڑھا (اب) جواب عرض کرتا ہوں۔ موجودہ حالت میں روزگار چھوڑنے سے اس سے زیادہ ظلمت کا خوف ہے جو معاشی پریشانی کی وجہ سے

پیش آتا ہے۔ جتنا (عمل وغیرہ) ہوسکے کرتے جایئے اور جو کچھ کمی کوتاہی ہوجائے اس پر استغفار کیجئے۔

خواب بہت ہی مبارک ہے۔ کیا بداعمالیوں کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں ہوسکتی ہے۔

اسی طرح خیالات سے کس کی نماز پاک ہوسکتی ہے۔ جتنا ہوسکے دل کو حاضر رکھنا چاہئے اور جو کمی کوتاہی ہو جائے اس پر استغفار کرنا چاہئے۔

بدنظری کا علاج ہمت کرنا ہے اس کے علاوہ اس پر عذاب کے استحضار کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ باقی منکوحہ کا خیال گناہ تو نہیں ہے لیکن حد سے زیادہ ایسا ہے جیسا بہت سارا گھی کھا لینے سے معدہ خراب ہوجاتا ہے۔

حَال: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ! حضرت اقدس کی برکت سے بری صفات جیسے بغض، حسد، غیبت اور لالچ وغیرہ سے بالکل دوری ہے لیکن مال کی محبت ابھی تک پہلے کی طرح ہے۔ اسی طرح بدنظری کا مرض بھی جڑ سے نہیں اکھڑا ہے۔ ان دونوں مرضوں کے دور ہونے کے لئے دعا اور دوا کا طالب ہوں۔

تحقیق: نظر فعل اختیاری ہے ہمت کیجیے۔ مال کی محبت کا کیا مطلب ہے؟ کیا مال کی طرف میلان ہے یا مال حقوق واجبہ کے ادا کرنے میں رکاوٹ ہے۔

حَال: یہ روسیاہ (کالے چہرے والا) بہت دنوں سے اس مرض میں مبتلا ہے کہ اچھی اور حسین کو دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ پہلے یہ مرض روزانہ بڑھ رہا تھا مگر اب حضور کی محبت کی برکت سے اس میں بہت کمی آگئی ہے۔ ایسے مواقع میں اب نگاہ کی حفاظت کرلیتا ہوں۔ کبھی کبھی نفس غالب آجاتا ہے مگر فوراً ہی خبردار ہوجاتا ہے اور توبہ و استغفار کرلیتا ہے۔

اصل مرض (ایک اور) یہ ہے کہ اکثر دل میں یہ خیال آتا ہے کہ مجھے حسین عورتیں دیکھیں۔ نفس کی خواہش ہوتی ہے کہ میں اس راستے پر چلوں جس میں عورتیں مجھے دیکھیں۔ اکثر اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے سے جاتا ہوں۔ مگر سرکش نفس دوبارہ غالب آجاتا ہے اور اسی راستے پر لے جانا چاہتا ہے۔

تحقیق: (جو فعل اختیاری ہو اس) فعل اختیاری کا علاج ہمت اور ارادے کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے (کہ خوب ہمت اور ارادہ کرکے وہ کام نہ کیا جائے) ہاں اس ہمت کو مضبوط کرنے اور قوت دینے کے لئے اپنے اوپر کوئی جرمانہ مقرر کرلینا مناسب ہے (مثال کے طور پر جرمانہ یہ ہو کہ) جب بھی ایسی غلطی ہوجائے سو رکعت نفل پڑھنا چاہئے۔

حَال: اکثر دل چاہتا ہے کہ کپڑے خوب صاف ہوں اور ہر وقت صاف ستھرا رہوں۔ جب نیا کپڑا بدلوں تو

لوگ خصوصاً عورتیں میری طرف دیکھیں۔

تحقیق: اس کا علاج یہ ہے کہ جان بوجھ کر کپڑے ہلکے درجے کے کپڑے پہنے جائیں۔

حال: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اپنے سے برا کوئی نہیں لگتا ہے اور کبھی نفس خود کو دوسروں پر ترجیح دیتا ہے لیکن الحمدللہ! فوراً خبردار ہو جاتا ہے اور اپنے گناہوں کو خیال کر لیتا ہے۔ پھر وہ خیال ختم ہو جاتا ہے کبھی اس کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی ہے۔ اپنے امراض کو کہاں تک لکھوں بس حضرت کی برکت والی ذات ہی سے امید ہے کہ کشتی کو پار لگائیں گے ورنہ نجات کی کوئی صورت نہیں ہے۔

تحقیق: جب تم میرے پاس ہی نہیں ہو (تو) اگر میرے اندر کچھ اثر بھی ہو تو وہ اثر بھی (پاس نہ ہونے کی وجہ سے تم تک) نہیں پہنچ سکتا ہے۔ (یعنی میرے پاس رہنا ان سب کا علاج ہے جب تم میرے پاس ہی نہیں ہو تو تمہیں کیسے فائدہ ہوگا)۔

حال: اصل مرض میں بہت کمی ہے اتفاقیہ کبھی کسی نامحرم کی طرف آنکھ اٹھ جاتی ہے۔ اس کے کفارے کے لئے مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت پڑھنے کا معمول بنالیا ہے کیونکہ دوسرے اوقات میں فرصت نہیں ملتی ہے۔

تحقیق: اس (مغرب کے بعد چھ رکعت مقرر کر لینے) سے فائدہ کم ہوگا۔ جرمانے کی نفلیں اس ہمیشہ کے معمول کے علاوہ ہونی چاہئیں ورنہ ہمیشہ کے معمول سے زجر، تنبیہ (ڈانٹ ڈپٹ) نہیں ہوتا ہے کیونکہ نفس کہتا ہے یہ تو ہر حال میں پڑھنا ہی ہیں خواہ بدنظری ہو یا نہ ہو تو (اس کی وجہ سے) بدنظری کیا چھوڑوں اور یہ بھی کہے گا کہ اس سے تو کفارہ ہو ہی جاتا ہے پھر پرہیز کیوں کروں۔ مستقل (علیحدہ سے) پڑھنے سے کیونکہ یہ پڑھنا نفس پر بھاری ہوگا اس لئے وہ اس بھاری ہونے کی وجہ سے بدنظری چھوڑے گا۔

حال: بدنظری کے بارے میں تو شاید اتنا ہی عرض کر دینا کافی ہے۔

لختے برد از دل گزرد ہر کہ زپیشم   من قاش فروش دل صد پارۂ خویشم

ترجمہ: ''جو بھی میرے سامنے سے گزرتا ہے میرے دل کا ٹکڑا لے جاتا ہے ــــــ میں اپنے زخمی دل کے ٹکڑے بیچنے والا ہوں۔'' (یعنی ہر آ جانے کو دیکھنے کا جی چاہتا ہے اور دل ہر ایک پر عاشق ہو جاتا ہے۔)

اس کے بارے میں اتنا ضرور عرض کرتا ہوں کہ جب کسی پر نظر پڑی تو فوراً اس جگہ سے نگاہ ہٹا کر تیزی سے

اس جگہ سے چلا گیا اور توبہ واستغفار کر لی۔ مگر پھر بھی نفس کی چاہت ایسی ہوئی ہے کہ اللہ کی پناہ۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ دیکھنے کے بعد بھی دو چار سیکنڈ اس کو دیکھتا رہتا ہوں پھر جب خیال آتا ہے فوراً نظر ہٹا کر توبہ کرتا ہوں۔ لیکن یہ جو دو چار سیکنڈ دیکھ لیتا ہوں اس کا کیا کروں؟ اس سے بہت پریشان ہو جاتا ہوں یہ معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کر لی ہے مگر دل صاف نہیں ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں ابھی اس کا ملال ورنج باقی ہے۔ اور زیادہ دل پریشان ہوتا ہے۔

تحقیق: استغفار سے دل اتنی جلدی صاف نہیں ہوتا ہے۔ آئندہ جب ایسے موقع پر چند بار نفس کو روکنے سے اس کے نور سے دل میں پوری صفائی ہوتی ہے۔ اس کے لئے ہمت قوی چاہئے۔

حال: ایک اور بات یہ ہے کہ وسوسے بہت آتے ہیں۔ وسوسے اگر وسوسے ہی رہیں تو نقصان دہ نہیں ہوتے ہیں لیکن ان کا سلسلہ چلتا رہتا ہے (کہ ایک کے بعد دوسرا، پھر تیسرا) جس کی وجہ سے خراب خیالات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اس لئے یہ وسوسے ہی نہیں رہتے ہیں۔ ہاں جب خیال آیا کہ ارے..... یہ کیا کر رہا ہے کہ ان وسوسوں کو آگے بڑھا رہا ہے یہ تو گناہ ہے تو رک جاتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ مشکل تو یہ ہے کہ یہ خیال ہی کم آتا ہے اس لئے وہ وسوسے یقینی طور پر گناہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس لئے حضرت سے ان وسوسوں کے بارے میں دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ (حضرت دعائیں کہ) اللہ تعالیٰ مجھے ان وسوسوں سے نجات عطا فرمائیں۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔ آپ (ان وسوسوں کے دور کرنے کے لئے) جو تدبیریں کر رہے ہیں وہ کافی ہیں۔ بار بار کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ خیال جلدی جلدی آنے لگے گا پھر یہی حال بن جائے گا۔

حال: (حضرت! عرض یہ ہے کہ) میری حالت (دینی اعتبار سے) خراب ہوگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضور کے تشریف لانے سے حالت دوبارہ اچھی ہوگئی۔ حضور کے مواعظ اکثر مطالعے میں رہتے ہیں۔ ان سے بہت فائدہ ہو رہا ہے۔ مجھ میں دو عیب بڑے قوی ہیں۔ ایک ریا دوسرے بدنظری کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے لیکن اس کے لئے کوشش نہیں کرتا ہوں بلکہ اس کے نہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر اچانک بدنظری کا موقع آجاتا ہے تو بدنظری کر کے گناہگار ہو جاتا ہوں۔

اگر عیوب چھپاتا رہوں تو اصلاح کیسے ہوگی۔ حضور کی توجہ کی ضرورت ہے۔ میرے لئے جو بھی حکم ہو اس پر عمل کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مدد کرنے والے ہیں۔

تحقیق: ہمت کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا ہے۔ بدنظری (سے بچنے) کی اصل بھی یہی ہے۔ جس وقت ایسا

موقع آئے تو یہ خیال کیا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت بھی دیکھ رہے ہیں، اگر ہمارا پیر اس حرکت کو دیکھتا تو (ایسا کرنے کو) ہماری کبھی جرات (وہمت) نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے دیکھتے ہوئے جرات کرنا غضب کی بات ہے پھر اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے بارے میں پوچھیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے سزا کا حکم دیا تو کیا بنے گا۔ بار بار اس خیال کو کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی۔ ریاء کے بارے میں کبھی زبانی عرض کروں گا۔

حَالؔ: (آپ کا) الطاف نامہ (خط مبارک) ملے ہوئے ایک ہفتہ گزر گیا۔ اب تک اپنی بدحالی نے (آپ کے سامنے) اپنا حال پیش کرنے کی اجازت نہیں دی۔ (میری) غفلت وکم ہمتی پہلے ہی کی طرح ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ تباہ کر رہی ہے۔ اس (حالت) پر بدنظری (کی عادت) مزید ظلم ڈھا رہی ہے۔ بہت تدبیریں کرتا ہوں لیکن اب تک تو پہلے کی طرح ہوں۔

ہر شبے گویم کہ فردا ترک ایں سودا کنم   باز چوں فردا شود امروز را فردا کنم

تَرجَمَہ: ”ہر رات کہتا ہوں کل یہ کام چھوڑ دوں گا پھر جب کل آتا ہے تو کہتا ہوں کل چھوڑ دوں گا۔“

(یعنی ہر مرتبہ آئندہ نہ کرنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر ہر بار آئندہ ہی کرتا رہتا ہوں۔

کل آپ کہہ رہے ہیں کل کا کیا اعتبار   وعدے ہزار آپ کے کل کل پہ ٹل گئے)

اللہ تعالیٰ کے لئے خیر کی دعا اور علاج فرما کر مدد فرمائیے۔

تَحقِیق: کیا خاک تدبیریں کر رہے ہیں۔ اس کی تدبیر صرف ہمت ہے جو اختیاری چیز ہے وہی نہیں ہوسکتی تو برائے مہربانی میرے پاس خط نہ بھیجا جائے۔ مجھ سے یہ تکلیف نہیں اٹھائی جاتی ہے۔

حَالؔ: (حضرت!) بدنظری کے نقصان سے بچنے کے لئے یہ کمترین اکثر وقت گاؤں سے باہر رہتا ہوں ظہر و عصر کی نمازیں جماعت سے نہیں مل سکتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی بھرنے کا تالاب مسجد کے بالکل سامنے اور قریب ہے۔ ان ہی اوقات میں غیر محرموں کا ہجوم ہوتا ہے۔ اس لئے احتیاطاً مسجد نہیں جاتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہوجاؤں۔ قبلہ!

تَحقِیق: وہاں جماعت موکد ہی نہیں ہے۔

حَالؔ: احقر کا حال یہ ہے کہ عرصے سے حضرت کی خدمت میں آنے کا ارادہ کر رہا تھا جب بھی آنے کا ارادہ کرتا کچھ ایسے حالات پیش آتے کہ حاضری نہ ہوتی تھی۔ احقر نے اس بات کو اپنے پچھلے خط میں بھی لکھا تھا۔

اب بھی جس دن سے آنے کے لئے گھر سے چلا ہوں بہت زیادہ رکاوٹیں پیش آئیں مگر جو حالت پیش آئی (جو نیچے ذکر کرتا ہوں) اس کی وجہ سے مجبور ہو کر چل پڑا ہوں۔

وہ حالت (جو پیش آئی) یہ ہے کہ کئی دنوں سے طبیعت کو مار مار کر اوراد کی طرف راغب کیا تھا۔ ایک دن گھر میں کچھ مقدمہ کے کاغذات تلاش کر رہا تھا۔ میرے گھر والے دوسرے گھر میں تھے۔ اچانک ایک پڑوسی لڑکی جو قریبی رشتہ میں بہن ہوتی ہے میرے پاس آئی اور کہا: میرے شوہر کو خط لکھ دو (اس وقت میری والدہ صاحبہ بھی میرے پاس تھیں) میرے دل میں فوراً ہی یہ خیال آیا کہ تم اس کو خط لکھنے سے انکار کر دو اور کہہ دو کہ مجھے فرصت نہیں ہے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ تمہاری والدہ موجود ہیں مگر کیونکہ ان کو کم نظر آتا ہے اور نفس کا کچھ اعتبار نہیں ہے کہ دھوکہ دے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ ایسا بھی کیا دھوکہ ہوگا لاؤ لکھ دو۔

مجھے مدت سے یہ خیال تھا کہ میں اپنے نفس پر زیادہ قدرت رکھتا ہوں کہ اگر کوئی غیر محرم میرے ساتھ سو بھی جائے تو بھی اس کے بارے میں کسی قسم کا وسوسہ بھی نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس کا خط لکھنے بیٹھ گیا۔ خط لکھنے کے درمیان یہ خیال بہت ہی پکا دل میں آیا کہ لاؤ اس کو آزماؤ کہ یہ لڑکی بدمعاش ہے یا لوگ ویسے ہی بدنام کرتے ہیں مگر پھر یہ خیال آیا کہ یہ شرعاً جائز بھی ہے یا نہیں مگر عقل پر ایسا پردہ پڑا کہ تمہاری نیت شہوت کی تو ہے نہیں اس سے بوسہ مانگ کر دیکھو اگر یہ اصل میں بدمعاش ہے تو تیار ہو جائے گی تو پھر بوسہ نہ لینا یہ ناجائز کیوں ہوگا۔ بس اسی خیال کی وجہ سے اس سے بوسہ مانگ لیا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھے فوراً ہی یہ خیال آیا کہ نفس نیکی کے پردہ میں تجھے گناہوں میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ اس وجہ سے فوراً اس سے علیحدہ ہو گیا اور اس کا خط نامکمل چھوڑا اور بہانہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ حالانکہ اس کے بعد بہت توبہ واستغفار کیا مگر طبیعت میں ایک انقباض سا ہے۔ اوراد وغیرہ کی بالکل ہمت نہیں پاتا ہوں۔ پھر یہ بھی عہد کیا کہ کبھی اپنا اعتبار نہیں کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فضل شامل حال ہوا کہ اسی روز میری بیوی سے اس لڑکی کی لڑائی ہو گئی۔ وہ پڑوس میں گانا گا رہی تھی میری بیوی کسی کام سے اچانک گھر کی چھت پر گئی۔ میری بیوی نے اس کو بہت مارا۔ اس وجہ سے اس کا آنا بھی بند ہو گیا۔ پھر میری بیوی نے اس کے گانے کی حرکت اور مارنے کے بارے میں مجھے بتایا۔ میں پہلے ہی اس فکر میں تھا کہ کسی طرح اس کا آنا بند کروں مگر رشتہ کی وجہ سے مجبور تھا۔ اس کے مارنے سے بہت خوش ہوا اور اپنی بیوی سے کہا: ایسی عورت کی ہمارے گھر میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اب عرض یہ ہے کہ جو کچھ بھی ہوا وہ اس وجہ سے کہ۔

ع درد از طبیباں نتواں نہفتن

ترجمہ: ”چھپا نہیں سکے ہم درد طبیبوں سے۔“

بتا دیا میں قسم کھا کر عرض کرتا ہوں کہ اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہوئی۔ اب اللہ تعالیٰ کے لئے میری مغفرت کی دعا فرمایئے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو کر مجھے دوبارہ اوراد و اشغال کی ہمت اور استقلال کی توفیق عطا فرمائیں۔

تحقیق: اچھا کیا جو بتا دیا۔ تعجب ہے سمجھدار ہو کر بھی نفس کا اس طرح امتحان لیا۔ نفس کا کیا بھروسہ۔ اللہ تعالیٰ نے خیر کی (کہ بچا لیا) مگر اس کا علاج ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ جتنا وقت ذکر و شغل میں لگتا تھا اس میں آدھا گھنٹہ اور اضافہ کر کے اس سارے وقت میں صرف نوافل پڑھتے رہیں۔ ذکر و شغل جو لذت کی چیز ہے بالکل چھوڑ دیں۔ محرم کے دس دن تک ایسا کریں اور نفس کو کہہ دیں کہ جب بھی کبھی ایسی شرارت کرے گا نماز کا مجاہدہ تجھ پر ڈالوں گا۔

حال: عاجزانہ ایک گزارش یہ بھی ہے کہ (اس) غلام میں خود بخود یا اشعار پڑھنے سے جب شورش (گناہوں کی رغبت و چاہت) ہوتی ہے تو ساتھ ہی ابتدائی عمر کی باتوں کی طرف دل کا لگاؤ ہو جاتا ہے۔ جیسے کسی نامحرم کی طرف دیکھنے یا نظر پڑ جانے سے اس کی کوئی ادا پسند آ گئی اور خیال میں محفوظ رہ گئی (شورش کے علاوہ) دوسری حالتوں میں تو اس میں کمزوری اور کمی رہتی ہے لیکن (شورس کی) اس حالت میں زیادتی ہوتی ہے۔ الحمد للہ اگرچہ یہ حالت مغلوب ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ غالب ہے۔

اس حالت میں اکثر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے لیکن وہ خیالات کانٹے لگتے ہیں۔ ان خیالات کے مقابلے میں جتنا کر سکتا ہوں پسندیدہ خیالات لا کر نفی کرتا ہوں۔ غیر پر التفات نہیں کرتا ہوں۔ پرسوں اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب نالہ اور ادغریب پڑھ کر یہ حالت ہو گئی تھی۔

تحقیق: ایسی حالت میں اشعار پڑھنا مکمل طور پر چھوڑ دیں کیونکہ وہ اس نفس کے ابھار کا اختیاری سبب ہے اور جب بے اختیار شورش ہو تو اس کی تدبیر وہی ہے جو آپ کر رہے ہیں۔

حال: جناب والا! احقر ناکارہ نے اپنی بری حالت جس کا نام چھپی ہوئی بیماری اور باطنی شکایت ہے کو حضرت کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ وہ یہ ہے کہ اپنی بیوی کے علاوہ دوسری اجنبی عورتوں کا خیال دل میں آتا ہے۔ جب کسی وقت کسی اجنبی عورت پر نظر پڑ جاتی ہے تو اس کا خیال بھی دل میں آتا ہے، اس کو دیکھنے کا دل چاہتا ہے۔

اس کے جواب میں حضرت نے ارشاد فرمایا تھا (کیا اس (دیکھنے کا) ترک (کرنا) اختیار میں نہیں ہے۔

حضور والا! اس کا ترک ضرور اختیار میں ہے مگر یہ احقر ناکارہ کامل عہد و پیمان کے باوجود بری عادت اور شیطان اور برے نفس کے حملہ سے عاجز اور مغلوب ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے خدمت اقدس میں فریاد کرتا ہے کہ (اس کے علاوہ) کوئی کامل نسخہ اور علاج بتائیں۔

تحقیق: سبحان اللہ! کیا سمجھ ہے۔ اختیاری چیزوں امیں ختیار کا استعمال ہی علاج ہے۔ اس کے علاوہ دوسرا کیا علاج بتایا جائے۔ اس علاج سے انکار کی کیا وجہ ہے اور دوسرے علاج کی درخواست کیوں ہے۔ اگر دوسرا علاج بھی آپ کے نزدیک مشکل ہو اور اس میں بھی ایسی ہی مجبوری ہو تو پھر کیا ہوگا۔

(خلاصہ یہ کہ) میں علاج بتایا کروں اور آپ مجبوری بتایا کریں۔ خیر اب بات یہ ہے کہ اگر اس علاج پر عمل نہیں کرتے تو (آئندہ) خط و کتابت بند۔

سؤال: احقر کی اس عرض پر ''کہ نظر میں احتیاط نہیں ہے علاج فرمایا جائے'' (کے جواب میں) حضرت والا نے فرمایا: ''یہ فعل اختیاری ہے یا غیر اختیاری'' (اس کے بارے عرض یہ ہے کہ) اگر یہ فعل غیر اختیاری ہے تو اس میں نظر جھکانے کا حکم کیوں ہے اور اگر اختیاری ہے تو پھر اس پر عمل کیوں ہوتا ہے۔

حضور کے خبردار کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ (نظر جھکانا) اختیاری فعل ہے اور اس کا علاج اختیار کا استعمال کرنا ہے۔ اس کے باوجود اختیار کے استعمال کرنے کی ہمت نہیں ہوتی ہے اور گناہ ہو جاتا ہے۔ ہمت میں قوت نہیں ہے اس کی تدبیر کیا کروں؟

جواب: (ہمت میں) قوت بھی اختیار کو استعمال کرنے سے پیدا ہوگی۔ اختیار کو استعمال کرنے میں قوت کی نہیں ہمت کی ضرورت ہے۔ اگرچہ اس میں تکلیف ہو۔ (مثال سے سمجھئے کہ) طالب علم میں علمی استعداد کس چیز سے پیدا ہوتی ہے۔ علم کے مطالعہ کرنے، سبق میں بیٹھنے اور بحث و مباحثہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اب اگر (طالب علم) ان چیزوں میں بھی اس قوت کا انتظار کرے جو ان کے بعد حاصل ہوتی ہے تو اس کا نتیجہ محرومی کے علاوہ اور کیا ہوگا۔ اس لئے ان (اسباب علم) کو خود کو تکلیف میں ڈال کر اختیار کیا جاتا ہے۔

اس سوال (کہ اختیاری صورت میں عمل کیوں نہیں ہوتا اور غیر اختیاری صورت میں نظر جھکانے کا حکم کیوں ہے) سے بہت رنج ہوا کہ ایسے اوابین (اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے والوں) میں یہ شبہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل کا ارادہ ہی نہیں ہے انا للہ (میری) ایسی حالت میں چونکہ میں ایسے رنج کو برداشت نہیں کر سکتا ہوں اس

لئے خط و کتابت سے معافی چاہتا ہوں۔ جس نے نظر جھکانے کا حکم دیا ہے وہ ہی قیامت کے دن قولی یا عملی جواب دے گا۔

حَال: احقر نے حضور والا کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ بدنظری سے خود کو روک لوں گا۔ الحمد للہ! اب تک اس گناہ میں مبتلا نہیں ہوا صرف اچانک نظر پڑ جاتی ہے تو فوراً اس کا انتظام کر لیتا ہوں اور نظر دوسری طرف کر لیتا ہوں۔

تحقیق: مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائیں۔

حَال: (حضرت آپ کی) خدمت میں حاضر ہو کر جس مرض کے بارے میں عرض کیا تھا اس مرض کے علاج کے لئے (آپ نے رسالہ) غض البصر کا مطالعہ کرنے کے لئے فرمایا تھا۔ جب سے یہاں آیا ہوں صرف ایک مرتبہ مطالعہ کیا لیکن ایک مرتبہ دیکھنے سے ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتنا فائدہ ہوا کہ (اگرچہ) مرض ابھی ختم تو نہیں ہوا لیکن ختم ہونے کے قریب ہو گیا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتنا غالب ہو گیا ہے کہ اگر (بدنظری کی طرف دل کی) چاہت ہو تو فوراً مغلوب کر لیتا ہوں۔ چاہت تو ضرور ہوتی ہے لیکن حضور کی دعا کی برکت سے (میں) غالب آ جاتا ہوں۔ حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہت (کا ہونا) بھی ختم فرما دیں۔

تحقیق: چاہت کا ختم اور کمزور ہو جانا بھی ایک مدت تک اس پر عمل نہ ہونے پر موقوف ہے۔ پھر دب جاتی ہے گرچہ میلان پھر بھی رہے۔

تکبر کرنے اور خود کو اونچا سمجھنے کا علاج

حَال: احقر نے کچھ عرصے پہلے ایک خط خدمت میں بھیجا تھا۔ جس میں اپنے کچھ حالات بتائے تھے۔ جس کے جواب میں یہ ارشاد ہوا تھا "کہ جو معمول بنا لیا ہے وہی شکایت کے دور ہونے کے لئے کافی ہے (زیادہ) جلدی اور پریشانی نہ کرو" اس ارشاد پر عمل کیا اور کر رہا ہوں جس سے بہت فائدہ ہوا۔ آج کل ایک اور شرمندہ کرنے والی بات پیش آئی ہے جس کو بتانے سے طبیعت انکار کرتی ہے اور حیا رکاوٹ بنتی ہے۔ مگر اس خیال سے کہ نہ بتانے سے اس میں اور زیادتی نہ ہو جائے یا اس کی وجہ سے کوئی دوسرا نقصان پیدا نہ ہو جائے (اس لئے عرض کرنے کے علاوہ) کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی (اس لئے عرض کرتا ہوں کہ میں) کچھ عرصے سے اپنے اندر تکبر

کے آثار پاتا ہوں۔ چھوٹی عمر یا نیچے (جماعت) کے طالب علموں سے سلام وکلام کرتے ہوئے اور ان کے پاس بیٹھتے ہوئے شرم آتی ہے (اور عیب محسوس ہوتا ہے)۔ وہ سارے کام جو پہلے آسانی اور بغیر تکلیف کے ہو جاتے تھے جیسا کہ طلبہ کا طریقہ اور عمل ہونا چاہئے (ان کاموں کو) کرتے ہوئے شرم سی آتی ہے۔ اکثر باتوں میں اپنی عزت کا خیال آتا ہے۔ ایسے کام کرنے کا شوق ہوتا ہے جس میں ایک الگ شان ہو۔

تحقیق: انسان کو صرف اس بات کا حکم ہے کہ وہ برے اخلاق کی چاہت پر عمل نہ کرے رہی یہ بات کہ برے اخلاق کی چاہت ہی نہ رہے یا کمزور ہو جائے تو نہ ہی انسان کو اس بات کا حکم ہے اور نہ ہی یہ بات آسانی سے حاصل ہوتی ہے۔

ع بسیار سفر باید تاپختہ شود خامے

ترجمہ: ''کچے کو پکا ہونے کو ایک مدت چاہئے ہے۔''

(یعنی برے اخلاق کی چاہت کا نہ ہونا یا کمزور ہو جانا یہ بڑے مجاہد اور مستقل مجاہدے کرتے رہنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔)

اور نہ ہی علم حاصل کرنے کی مصروفیت میں آپ کے پاس اس کا وقت ہے۔ اس لئے آپ کو جتنا حکم ہے آپ اسی کو کافی سمجھئے یعنی دل میں یہ اعتقاد رکھیں کہ میں سب سے کمتر ہوں۔ اس اعتقاد کے لئے اپنے عیبوں کا استحضار کرنا مددگار ہوگا۔ جن لوگوں کی بے قیمتی ذہن میں آئے ان کی خوب عزت کیجئے اگرچہ نفس کو ناپسند ہو ان کو تکلیف کے ساتھ سلام کیجئے۔ یہ ناپسندیدگی غیر اختیاری چیز ہے اس پر اللہ تعالیٰ کے ہاں پکڑ نہیں ہے۔ لیکن لوگوں سے (اچھا) معاملہ کرنا اختیاری چیز ہے اس میں کمی پر پکڑ اور پوچھ ہے۔ ان شاء اللہ اس طرح کرنے سے برائی کا سبب بھی کمزور ہو جائے گا۔

بداعمالیوں پر حسرت وافسوس ہونا تعجب کی بات نہیں ہے

حال: اکثر مغرب کی نماز کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر اپنی بداعمالیوں پر حسرت وافسوس کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں دونوں جہاں میں کامیابی اور بھلائی کی التجا اور دعا کرتا ہوں۔ اس وقت اکثر رونا بھی آجاتا ہے جو بے تکلف (بناوٹی) ہوتا ہے۔ مگر اس کے بعد طبیعت میں اطمینان اور خوشی محسوس ہوتی ہے۔ معلوم نہیں یہ عجب ہے یا نفس کی شرارت کی وجہ سے تو نہیں ہے؟

تحقیق: (یہ نفس کی شرارت اور عجب کی وجہ سے) نہیں ہے بلکہ مبارک حالت ہے۔

حال: (حضرت!) نفس کے دھوکے کیونکہ بہت گہرے ہوتے ہیں جیسا کہ کتابوں اور حضور کے مواعظ سے

معلوم ہوتا ہے اپنی کمزوری اور نااہلی ہمیشہ نظر کے سامنے رہنے کے باوجود مسجد میں کسی نمازی کے سامنے رونے سے یہ خیال آتا ہے کہ شاید یہ نفس کا دھوکہ نہ ہو کہ دیکھنے والا اچھا اور خوف الٰہی سے ڈرنے والا سمجھے حالانکہ دل سے یہ ارادہ نہیں ہوتا ہے۔

تحقیق: (یہ) وسوسہ نہ کیجئے۔

عشق کا علاج

حال: حضرت کی خدمت عالی میں گزارش یہ ہے کہ ۱۹۰۱ء میں مجھے شملہ جانے کا اتفاق ہوا۔ اتفاقاً راستے میں صبح کے وقت مجھے ایک مست فقیر مل گئے۔ اس وقت مجھے ایسا وہم ہوا کہ میں ان سے نہیں ملا۔ ان کے جانے کے بعد ان سے نہ ملنے کی وجہ سے میں میرے سینہ میں دائیں طرف درد پیدا ہوگیا۔ ان کا خیال میری آنکھوں اور سینہ میں جم گیا۔ ان کی تصویر میرے سینے میں بارہ سال تک مکمل رہی اور ساتھ میں اللہ اللہ ہر وقت کہتا رہا جس کی وجہ سے بہت تڑپ رہی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسی دن شام کے وقت سفر میں راستے میں ایک بہت ہی حسین عورت گھوڑے پر سوار ہوکر سیر کرنے کے لئے نکلی تھی جس کو دیکھ کر میں اور میرا دل قابو میں نہیں رہا۔ میں نے اپنی ساری عمر میں ایسا حسن نہیں دیکھا۔ اس عورت کے دیکھنے سے میرے بائیں طرف درد پیدا ہوگیا جب وہ عورت ہنسی تو میرے سر سے پیر تک ایک قسم کا زہر جاتا ہوا محسوس ہوا۔ جس کی وجہ سے مجھے تڑپ بہت ہوگئی۔ ایک جنون کے مرض میں مبتلا ہوگیا۔ چھ مہینوں سے صرف عورت کا خیال اور تصور مجھے ستاتا رہتا ہے۔

ہر وقت اس کا تصور میرے سامنے ہے جس کی وجہ سے سینہ میں تکلیف آگ اور سینہ میں ایسی تکلیف ہوئی کہ جس کی وجہ سے ملازمت چھوٹ گئی۔ دہشت کی وجہ سے اس عورت کے مکان پر نہیں گیا اور ملازمت چھوڑ کر امروہہ آگیا ہوں۔ اب بھی بہت تکلیف ہے۔ یا امیر المؤمنین! اس کا خیال میرے سینے سے جلد جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق اور آپ کی محبت نصیب ہو۔

تحقیق: السلام علیکم۔ کوئی تنہائی کا وقت مقرر کرکے پانچ سو مرتبہ لا الہ الا اللہ اس طرح پڑھے کہ لا الہ کے ساتھ اس عورت کے تعلق کو دل سے نکالنا تصور کیجئے اور لا الہ الا اللہ کے ساتھ یہ تصور کیجئے کہ خدا اور رسول کی محبت کو دل میں داخل کیا شروع کیجئے۔ اس کے بعد اپنے مرنے کا مراقبہ کیجئے کہ دنیا سے رخصت ہوکر اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کا سوال کریں تو کیا جواب دوں گا اور کیا منہ دکھاؤں گا۔ اس عورت کے مرنے کا تصور کیجئے کہ مرکر گل سڑ کر کیڑے پڑ جائیں گے۔ صورت بگڑ جائے گی کہ دیکھنے والے کو بھی نفرت ہوگی۔ فرصت کے

وقت میں استغفار کی کثرت کیجئے۔ دو ہفتہ بعد اپنی حالت کی اطلاع دیجئے اور ساتھ ہی یہ خط بھی بھیجئے۔

حال: سلام کے بعد خدمت عالیہ میں گزارش ہے کہ آپ نے جو پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا میں نے اس پر عمل کیا۔ اس کی برکت سے مجھے اس عورت کی صورت سے نفرت پیدا ہوگئی اور اس کے خیال سے طبیعت فارغ ہوگئی۔

تحقیق: الحمدللہ! ہزار ہزار مرتبہ (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے)۔

زیادہ بات کرنے کا علاج

سوال: اکثر اوقات دوستوں، بزرگوں اور عزیز رشتہ داروں میں (بیٹھے ہوئے) کچھ فضول بات زبان سے نکل جاتی ہے۔ (اگرچہ) معلوم ہے کہ جو چیز ذہن اور حافظہ کو کمزور کرتی ہے وہ زیادہ بات کرنا ہے۔ اس لئے بندہ اس کے لئے کیا کرے کہ یہ عادت بندے سے بالکل ختم ہو جائے اور زبان سے ضروری بات کے علاوہ کوئی لفظ نہ نکلے۔

جواب: زیادہ بات کرنے کا علاج یہ ہے کہ (زیادہ بات کرنے پر) نفس پر کوئی سزا و جرمانہ مقرر کیا جائے جیسے ہر مرتبہ فضول بات کرنے پر ایک آنہ یا دو آنہ یا دو یا چار رکعت مقرر کر لی جائیں۔ (اتنا مقرر کیا جائے) جتنا نفس کے لئے نہ بہت ہی آسان ہو اور نہ ہی بہت مشکل ہو کہ برداشت سے باہر ہو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ (اس طرح کرنے سے) بہت جلدی یہ مرض سارا کا سارا ختم ہو جائے گا۔

توبہ توڑنے کا علاج

حال: (بندے کا حال یہ ہے کہ) نفس و شیطان مسلسل تکلیف دے رہے ہیں۔ کبھی کبھی نفس کا اتنا غلبہ ہو جاتا ہے کہ صغیرہ گناہ تو کیا کبیرہ گناہوں سے بھی بچا نہیں رہتا ہے۔ (پھر) حالت بدلنے پر یعنی گناہ کی طرف نفس کے ابھار کے ختم ہونے کے بعد بہت شرمندگی ہوتی ہے تو بار بار توبہ کرتا ہوں اور پکا ارادہ کرتا ہوں کہ آئندہ نہیں کروں گا۔ دوبارہ جب گناہوں کا ارادہ ہوتا ہے تو توبہ استغفار کر کے مضبوط ہو جاتا ہوں۔ پھر کبھی دوبارہ وہی پہلی جیسی حالت ہو جاتی ہے۔

اس لئے حضرت سے امید کرتا ہوں کہ بندہ کے لئے قلبی توجہ کے ساتھ ایسی دعا فرمائیں یا باطن کی ہمت سے ایسا تصرف فرمائیں کہ نفس کی حالت مطمئن ہو جائے اور گناہوں کا شوق بالکل چھوٹ جائے۔ بندہ بہت حیران ہوگیا ہے اب تو اللہ تعالیٰ (اس کو) اپنی رحمت میں داخل فرما کر قبول فرمائیں۔

تحقیق: اگر نفس پر بھاری جرمانہ مقرر کریں تو ان شاء اللہ (بہت) فائدہ ہوگا۔ میرے نزدیک جب (نفس) گناہوں کی طرف دوبارہ جانے لگے تو اس کے علاج کے لئے پچاس نفلیں پڑھی جائیں اور پھر اطلاع دیں۔

اجنبی عورت کے عشق کا علاج

سوال: میں ایک عورت پر بھی عاشق ہوں اور ایک دنیا پرست کے ساتھ بھی رہتا ہوں۔ اس سے پہلے خط میں جو حالت لکھی تھی اب بھی وہی ہے۔ اس حالت کا نام حضرت نے (حالت) قبض لکھا تھا۔

جواب: اس دنیا پرست کے ساتھ رہنا فوراً چھوڑ دو۔ اگر اس سے کوئی دنیاوی ضروری حاجت ہو تو کم ملو اور (جب ملو تو) دلی نفرت کے ساتھ ملو۔

اس عورت سے ظاہری اور باطنی طور سے دور ہو جاؤ۔ ظاہری دوری تو یہ ہے کہ نہ اس سے بات کرو، نہ اس کی آواز کان میں پڑنے دو، نہ اس کو دیکھو، نہ اس کا تذکرہ کرو اور نہ ہی اس کا تذکرہ کسی سے سنو۔ باطنی دوری یہ ہے کہ اس کے تصور کا ارادہ نہ کرو اور اگر تصور آجائے تو کسی دوسرے کام میں لگ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہو اگرچہ دل نہ لگے پھر بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہو۔ موت اور موت کو سوچا کرو اور پھر اطلاع دو۔

حال: الحمد للہ! اس عورت کی محبت میں ضعف آنا شروع ہوگیا ہے۔

تحقیق: ان شاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ فائدہ ہوگا۔

حال: ان شاء اللہ تعالیٰ حضور کے حکم اور ہدایت کے مطابق ہمت کر کے نفس کی مخالفت کروں گا۔

تحقیق: یہی بات سب سے زیادہ ضروری ہے۔

سوال: تصور کی کوشش ہر مرتبہ کرتا ہوں مگر کامیابی نہیں ہوتی ہے۔ (اس سے) کبھی طبیعت پریشان ہو جاتی ہے جب تصور ٹھیک نہیں ہوتا ہے سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ تصور جمانے کی کیا اور کس طرح کوشش کروں۔

جواب: سرسری (ہلکا سا) خیال ہی کافی ہے۔ اس میں زیادہ کوشش نہ کریں۔

حال: حضور کی ہدایت کے مطابق عمل کر رہا ہوں۔ حضور نے تحریر فرمایا تھا کہ جزاء الاعمال (رسالے) کا چند بار غور سے مطالعہ کر کے اطلاع دوں۔ کئی دنوں سے ارادہ کر رہا تھا مگر آج تک باری نہیں آئی۔ جزاء الاعمال کئی مرتبہ

پڑھ چکا ہوں، لا الہ الا اللہ کا ذکر پانچ سو مرتبہ ضرب کے ساتھ کرتا ہوں۔ کبھی کبھی اتفاق سے چھوٹ جاتا ہے۔ باقی لکھی گئی ہدایت کے مطابق تکشف پر عمل کر رہا ہوں۔ الحمد للہ! اپنی حالت پہلے سے بہت اچھی محسوس کر رہا ہوں۔ یہ سب حضور کی توجہ اور دعاؤں کا اثر ہے ورنہ مجھ جیسے گناہ گار اور خطا کار کے بارے میں کیا امید تھی کہ اس راستے پر چل سکے۔

تحقیق: الحمد للہ! وہ تدبیریں مفید ہوئیں اور بھی (دوسری بہت) جگہوں پر مفید ہو چکی ہیں۔ صدق رسول اللہ ﷺ ان لکل داء دواء (رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا: ہر بیماری کی دوا ہے)۔

حال: ان سب (احتیاطی) باتوں کے باوجود اب بھی جب اس عورت کا خیال آتا ہے تو دل میں ایک حرکت پیدا ہوتی ہے اور ایک مزہ ولذت محسوس ہوتی ہے مگر فوراً دوسری طرف توجہ کر کے اس خیال کو دور کرتا ہوں۔

تحقیق: یہ (خیال آ جانا) طبعی بات ہے مجاہدہ سے اس کا ختم ہونا بہت کم ہوتا ہے ہاں (مجاہدہ سے) اس طبعی بات میں کمی ضرور آتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل (آپ میں) آئی۔ یہ بات ضروری ہے کہ جب بھی وہ حرکت ہو سستی نہ کریں اور فوراً اس کا علاج کریں (اور اس کا علاج وہی ہے) جو آپ کر رہے ہیں کہ فوراً خیال کو دوسری طرف لے جاتا ہوں۔

حال: دس پندرہ دن ہوئے ایک خاص ضرورت کی وجہ سے وطن جانا ہوا تھا۔ اس عورت نے مجھے سلام کیا مگر میں نے جواب نہیں دیا۔

تحقیق: جزاک اللہ وبارک اللہ! بہت اچھا کیا۔

حال: میں نے اس سے کوئی بات بھی نہیں کی۔

تحقیق: جزاک اللہ بارک اللہ! بہت اچھا کیا۔

حال: میری نگاہ دوبارہ اس کے چہرے کی طرف اٹھی ضرور مگر فوراً پھیر لی۔

تحقیق: جزاک اللہ بارک اللہ بہت اچھا کیا۔

حال: نگاہ نیچے کئے ہوئے ایک مرتبہ ہنسی بھی آ گئی۔

تحقیق: آئندہ ہنسی کو روکنے کا بھی اہتمام کیا جائے۔

حال: (وطن میں) قیام کیونکہ تھوڑا تھا اس لئے واپسی کے فوراً توبہ استغفار بہت کی۔

تحقیق: کوتاہی کے بعد یہی علاج ہے۔

سوال: اس میں شک نہیں ہے کہ اس عورت کے ساتھ محبت بہت کمزور ہو گئی ہے اور گھر والوں (یعنی اہلیہ)

سے محبت زیادہ ہوگئی ہے۔ (مگر) اب تک اس کی محبت دل سے بالکل نہیں نکلی ہے۔ جب اس کا خیال آ جاتا ہے تو دل میں ایک سنسناہٹ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضور ہی کچھ دعا فرمائیں اور کوئی (دوسری) تدبیر بتائیں جس سے یہ کیفیت بھی ختم ہو جائے۔

جواب: اس کی تدبیر اسی میں منحصر ہے کہ اس عورت سے اتنی دوری ہو کہ کبھی اس کا سامنا نہ ہو۔ اس وقت یہ کیفیت نہیں رہے گی اگرچہ کمزور میلان اور ہلکی سی پسندیدگی رہے گی جو نہ بواسطہ اور نہ ہی بالواسطہ مضر ہے۔

حال: گذارش یہ ہے کہ یہ احقر الخلق (مخلوق میں سب سے حقیر بندہ) ایک عرصے سے حضور کی خدمت میں حاضری اور زیارت کی تمنا رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب کانپور میں میری یہ تمنا پوری ہوئی۔ خدمت اقدس میں اپنی بری حالت عرض کرتے ہوئے ڈرتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ بے ادبی ہو جائے جس کا نتیجہ نقصان اور محرومی ہو۔

ع بر بے ادب ہرگز نبا شد فضل رب

ترجمہ: ''ہوتا نہیں فضل رب بے ادب پر کبھی (ہوتا ہے فضل رب باادب پر جبھی)۔''

لیکن مریض اگر معالج سے مرض کی حالت نہ کہے تو کیا کرے بہت پریشان تھا لیکن مکرمی ...... کے ہمت دلانے سے کچھ ہمت بندھی اور ؎

انہیں افسانہ غم ڈرتے ڈرتے سنایا کچھ کہیں سے کچھ کہیں سے

(لیکن) حضور نے جس مہربانی اور ہمدردی سے میرا برا حال سنا اس کا شکریہ ادا کروں تو ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا عرض کروں۔

ع شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو

ترجمہ: ''آپ کی نعمتوں کے برابر شکریہ ہے آپ کا۔''

حضور کے دربار سے خط کے ذریعے تفصیلی حال لکھنے کی اجازت ہوئی تھی اس لئے کمال ادب کے ساتھ عرض کرنے کی جرات کرتا ہوں اور حضور کی شفقت بزرگانہ سے امید کرتا ہوں کہ بے ادبی اور گستاخی کو معاف فرمائیں گے۔ ؎

مرد خشمے اگر دستے بدامان تو زد غالب وکیلش من نمیدانند رسوم داد خواہی را

ترجمہ: ''اے غالب! اگر وہ تیرے دامن پر ہاتھ مار رہا ہے تو اس پر غصہ مت کرــــــ اس کا وکیل میں ہوں مجھے معلوم ہے کہ اسے انصاف (بخشش) مانگنے کے طریقے معلوم نہیں ہیں۔''

احقر کی عمر اس وقت چالیس سال ہے۔ ابتدائی عمر اکثر گناہوں میں گزری جس میں کبیرہ گناہ بہت زیادہ اور صغیر گناہ بہت کم ہوئے۔ مگر چونکہ صغیرہ گناہ بار بار کرنا (صغیرہ گناہ کو) کبیرہ بنادیتا ہے۔ اس لئے میں اپنے سارے گناہوں کو کبیرہ ہی سمجھتا ہوں اور ان پر شرمندہ ہوں۔ لیکن خود کردہ را علاجے نیست۔ خود کے لیے کا کوئی علاج نہیں ہے۔

جب اپنے گناہوں کو سوچتا ہوں تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ (میرے گناہ ایسے ہیں کہ) جہنم کا عذاب میرے لئے کافی نہیں ہوگا۔ مجھ جیسے نافرمان غلام کے لئے اگر صرف جہنم کے عذاب ہی کو کافی سمجھا جائے تو یہ کمال رحمت ہے۔

قیامت کے دن جب ان گناہوں کے ڈھیر کے ساتھ جس کا مقابلہ وہاں کوئی نہیں کر سکے گا یہ نافرمان غلام مالک حقیقی کے سامنے پیش کیا جائے گا تو کیا حالت ہوگی۔ اس خیال سے دل کانپتا ہے لیکن چونکہ خدا کی رحمت سے ناامیدی کفر ہے اس لئے تسلی رہتی ہے۔ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا رہتا ہوں اور بہت ہی شرمندہ ہوں۔

اس وقت اس خط کے ذریعہ حضور والا کی خدمت میں مختصر طور پر اپنے گناہوں کا اظہار کر کے خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں توبہ کرتا ہوں اور کمال ادب سے گزارش کرتا ہوں کہ حضور میرے لئے خصوصی اوقات میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمائیں اور نیک عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور بزرگان دین کے طفیل دونوں جہاں کی بھلائیاں عطا فرمائیں۔ خدا کے لئے میری گزارش قبول فرمائیں۔ ورنہ حسرت اور ناامیدی میرا کام تمام کردے گی۔

یہ حالت تو ابتدائی جوانی کی تھی۔ اب اس کے بعد کی حالت عرض ہے کہ جب میری عمر کم وبیش بیس سال کی تھی تو طبیعت کا رجحان ایک خاص طرف ہوا لیکن کیونکہ اس عمر کے اعتبار سے یہ ایک معمولی بات تھی اس کو روکنے کی طرف کچھ بھی خیال نہ ہوا گویا کہ یہ کوئی بات ہی نہیں تھی۔ اب اگر الفاظ کے صحیح معنی کا مجھے اندازہ ہے تو رجحان سے میلان ہوا میلان سے دلچسپی اور دلچسپی سے محبت پھر عشق ہوگیا اور جنون کی ابتدا ہے۔ اس کے بعد دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ جس عورت سے میں محبت کرتا تھا کیونکہ اس کی نسبت دوسرے کے ساتھ طے ہوگئی تھی اس لئے ادب لحاظ شرم اور دوسری رکاوٹیں ایسی ہوئیں کہ اس سے کبھی محبت کے اظہار کا موقع نہیں ملا۔

میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اس وقت سے اب تک ایک لمحہ ایک منٹ بھی ایسا نہیں گزرا کہ اس کی یاد سے دل خالی ہو۔ اگر سونے کی حالت میں سمجھا جائے تو عمر کا یہ حصہ ایسا ہے کہ اس میں یہ حالت نہ ہوگی تو بہت ممکن ہے کہ ایسا ہو لیکن میں تو یہی کہوں گا کہ سوتے وقت اس کا نام زبان پر اور دل میں اس کا خیال یقینی تھا ادھر آنکھ لگی

ادھر وہ صورت سامنے آ گئی۔ ایک تو رات کو نیند ہی کم آتی ہے اور جب آتی تو ساتھ لے کر آتی جب آنکھ کھلی تو اس کا خیال دل کو تنگ کر رہا ہوتا تھا اگرچہ ان سب باتوں میں مبالغہ ہو لیکن حالت اس سے ملی جلی ہے۔

سن شعور کی ابتدا ہی سے عبادت کا ذوق زیادہ تھا۔ اگرچہ ایک عرصہ تک نمازیں ترتیب کے ساتھ نہیں ہوئیں روزے بھی قضا ہوئے لیکن آہستہ آہستہ الحمدللہ پابندی ہوگئی لیکن وہ خیال دل سے نہیں گیا۔

کبھی وہ اور کبھی اس کا رہا غم غرض خالی دل شیدا نہ پایا

نفس کو بار بار ملامت کی بہت سوچا بہت عقل لڑائی لیکن سب بے فائدہ یہ صورتیں اختیار کیں کہ برسوں اس کی طرف نہیں گیا دل سے اس کا خیال ہٹانے کی ہر طرح کوشش کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ پہلے میں آزاد زندگی گزارنا چاہتا تھا دل نکاح کرنے پر راضی نہ تھا۔ لیکن خیال آیا کہ یہ عشق و محبت عمر کا تقاضا ہے اگر نکاح کر لیا جائے تو یقین ہے کہ آہستہ آہستہ یہ حالت ختم ہو جائے گی۔ ادھر والدین نے زور دیا کہ نکاح ضرور کرنا چاہئے چنانچہ نکاح ہوا۔ خدا تعالیٰ نے صرف اپنے فضل و کرم سے بیوی بھی بہت نیک عطا فرمائی۔ پڑھی لکھی سلیقہ والی نماز روزہ کی پابند لیکن (اس کے باوجود) اس حالت میں بالکل کچھ فرق نہیں آیا۔ خدائے برتر نے اپنے فضل عمیم سے تین اولاد نرینہ عطا فرمائیں۔ نو سال بعد بیوی کا انتقال ہوگیا۔ بچے کیونکہ بہت چھوٹے تھے ان کی پرورش کے خیال اور نفس کے خیال سے دوسرے نکاح کے لئے مجھے مجبور کیا گیا۔ (چنانچہ دوسری شادی ہوئی) یہ بیوی بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت ہی نیک اور فرمانبردار دی ہیں۔ نماز روزہ کی پابند اور ہر طرح سے اچھی ہیں۔ ان سے بھی تین اولاد ہیں دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ ان کا اور اولاد کا اس محبت پر کچھ بھی اثر نہیں ہوا۔ وہی حالت رہی اور روزانہ زیادہ ہوتی چلی گئی۔

اب یہ خیال ہوا کہ کہیں دور چلے جانا چاہئے کیونکہ ایک ہی بستی میں رہنے سے سال ڈیڑھ سال میں کبھی سامنا ہو ہی جاتا ہے اس لئے میں ...... چلا گیا وہاں سے ...... چلا گیا۔ ایک عرصہ تک دور رہا، سالوں اپنے وطن نہیں آیا لیکن سب بے فائدہ۔ کیا یہ آسمانی آفت مجھ پر مسلط کی گئی ہے جس نے مجھے نہ دین کا رکھا اور نہ دنیا کا رکھا ہے۔ ایک عرصہ دنیا سے دل ٹھنڈا ہو گیا ہے کسی چیز سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہے۔ خوشی دل سے کھو گئی ہے حزن و ملال غالب ہے۔ دل میں ایک چبھن ہے جو مسلسل موجود ہے۔ بعض دنوں میں دل کی بے چینی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ کسی طرح بھی چین نہیں آتا ہے پھر اس حالت میں کمی آ جاتی ہے۔ دنیا کی تمام چیزوں سے اسی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ نہ بیوی سے انسیت ہے نہ بچوں سے محبت ہے اگر دن رات خیال ہے تو اسی کا خیال ہے۔

ایک عرصہ سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہوں کہ اے قادر مطلق! یا تو اس کی محبت

دل سے نکال دے یا کوئی دوسری صورت پیدا ہو یا موت ان سب باتوں کا فیصلہ کر دے۔ کئی مرتبہ خودکشی کا خیال آیا لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے رکا رہا۔ ابھی تک اس حالت کا اظہار کسی پر نہیں کیا پہلی مرتبہ حضور کے سامنے عرض کرنے کی جرات ہوتی ہے۔ ؎

ہوا نہ کوئی حال دل سے آگاہ وہی مشتاق گوش اپنی کہانی

میں کمال ادب سے یہ پوچھتا ہوں کہ آخر عشق کیا چیز ہے۔ ایک خاص طرف میں کشش کیوں ہوتی ہے کیا دوسری طرف بھی اس کا اثر ہوتا ہے یہ بہت ہی مختصر حال تھا جو عرض کیا گیا۔

میری صحت بہت اچھی نہیں ہے۔ معدہ کمزور ہے۔ ہر تیسرے چوتھے سال گردہ کے درد کا دورہ پڑتا ہے۔ ورزش اور چہل قدمی کئی مرتبہ شروع کی لیکن چھوٹ گئی۔ میں نے فقہ اور حدیث کی اکثر کتابیں پڑھی ہیں۔ چند تفاسیر بھی دیکھی ہیں۔ لیکن شروع سے آخر تک کسی تفسیر کو نہیں پڑھا ہے۔ حضور کی اکثر تصانیف دیکھی ہیں۔ بہشتی زیور اور گوہر کو کئی بار دیکھ چکا ہوں۔ آج کل کلید مثنوی دیکھ رہا ہوں۔ خود شاعر نہیں ہوں لیکن اشعار سے بہت ہی دلچسپی ہے۔ شعر پڑھنے سے ایک خاص کیفیت ہو جاتی ہے جو تحریر میں نہیں آ سکتی ہے۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر کوئی خوش آوازی سے غزل یا شعر پڑھے تو ممکن ہے جسم سے روح نکل جائے۔ یہی حالت قرآن پاک کے سنتے وقت ہوتی ہے۔ خود پڑھنے میں یہ کیفیت نہیں ہوتی ہے۔

ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ حزب البحر اعتصام کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ نماز مغرب کے بعد تین مرتبہ پڑھتا ہوں۔ ایک بزرگ سے اس کے پڑھنے کی اجازت حاصل کر چکا ہوں۔ صبح کی نماز کے بعد پانچ سو مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور پانچ سو مرتبہ آیت کریمہ ﴿لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین﴾ اور مغرب کی نماز کے بعد پانچ سو مرتبہ ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ اور پانچ سو مرتبہ ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل ونعم المولی ونعم النصیر“ پڑھتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور ﴿لقد جاء کم رسول من انفسک عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین روف الرحیم. فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم﴾ سات مرتبہ پڑھتا ہوں۔

یہ میری مختصر کیفیت تھی اب جو حضور ارشاد فرمائیں وہ کروں۔ میں چاہتا ہوں اس (عورت) کا خیال میرے دل سے نکل جائے یا قادر مطلق کوئی اور اسباب پیدا فرما دیں کیونکہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہیں۔ میں سیدھے راستے پر چل پڑوں۔ دل میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کی محبت غالب ہو جائے۔

خواب میں اکثر بزرگان دین کی زیارت ہو چکی ہے۔ حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کی کئی بار زیارت ہوئی۔ خانہ کعبہ میں کئی مرتبہ ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ اندر بھی اور باہر بھی۔ خواب میں مدینہ منورہ اور روضہ پاک کی زیارت کر چکا ہوں۔ حضور کی قدم بوسی کا بہت شوق جب سے حضور کی زیارت ہوئی ہے دل کو ایک سکون سا ملا ہے۔ (اب تو) دل یہی چاہتا ہے کہ بقیہ عمر حضور ہی کے قدموں میں گزرے۔ کثیر العیال ہوں اس لئے معاش کی فکر بعض اوقات روح کو تکلیف دیتی ہے۔ ابھی تک کوئی ایسی ملازمت نہیں ملی جس سے دل کو اطمینان ہوتا۔ حضور کو رخصت کر کے جب اسٹیشن سے واپس آیا تو دل کی حالت بیان کے قابل نہیں تھی۔ ؎

فردا دوئی کا تفرقہ یکبار مٹ گیا   تم کیا گئے ہم پر قیامت گزر گئی

میں اپنے خط کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں ؎

نہ دے نامے کو اتنا طول اے دل مختصر لکھ دے

کہ حسرت سنج ہوں عرض ستمہائے جدائی کا

تحقیق: میں نے خوب توجہ اور دلچسپی سے آپ کا خط پڑھا کیونکہ مجھے بھی اس میں ایک قسم کا لطف آیا۔ آپ کی ساری حالت کو سامنے رکھنے کے بعد دل میں خود بخود جو بات آتی ہے وہ یہ ہے۔

(اس عورت کے بارے میں) اگر آپ اپنے اختیار اور ارادے سے بھی اس شغل میں کچھ حصہ لیتے ہیں تو اس کو چھوڑ دیجئے۔ جس فعل کو کرنے کی قدرت ہوتی ہے اس کو چھوڑنے کی بھی قدرت ہوتی ہے۔ اگر آپ کے اختیار اور ارادے کا اس میں کچھ حصہ نہیں ہے تو یہ پسندیدہ حالت ہے اور بہت سے برے اخلاق کا علاج ہے اور مجاہدہ کی ایک اعلیٰ قسم ہے۔ اس پر صبر کیجئے۔ ہاں! ختم ہونے کے لئے دعا کرتے رہئے۔

باقی جب (ختم ہونے کے لئے) سب تدبیریں کر چکے اور ختم نہیں ہوا تو اب صبر سے کام لیجئے اس صورت میں (کہ ختم کرنے کے باوجود ختم نہ ہونے کی اس صورت میں) اس کے ختم کرنے کے پیچھے پڑ جانا اللہ تعالیٰ کے فیصلہ اور (اپنی) تقدیر سے فرار ہے۔

ع   از کہ بگریزم از خود اے محال

ترجمہ: ”کس سے بھاگوں کہ خود سے بھی ہے محال۔“

اگر ساری عمر کے لئے کوئی جسمانی مرض لگ جاتا تو صبر کے علاوہ اور کیا کرتے اب بھی یہی کیجئے۔ اس سے گھبرانا نفس کی بڑی آرام طلبی ہے۔

اس میں ایک بڑی خیر یہ ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص عشق میں مبتلا ہو جائے اور وہ صبر

کرے اور خلاف شرع کوئی کام نہ کرے (جس میں اس کو نہ دیکھنا، آواز کا نہ سننا، اس کا خیال جان بوجھ کر نہ لائیں اور اس کا تذکرہ نہ کرنا سب داخل ہے) پھر وہ اسی (عشق کی) حالت میں مر جائے تو وہ شہید ہے۔ سبحان اللہ! ہم کم درجے لوگوں کے لئے اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔ ہاں! اگر کبھی یہاں آسانی کے ساتھ قیام ہو جائے تو کیا تعجب کی بات ہے۔ اگر زوال نہ بھی ہوا تو اعتدال ضروری ہو جائے گا۔

چونکہ برمخت یہ بند دبستہ باش ۔۔۔ چوں کشاید چابک و برجستہ باش

ترجمہ: ''بندھن میں جو تم بند ہو بندھن میں بندھے رہو ـــــ کھل جاؤ جو بندھن سے جو چاہو وہ کرو۔''

میں بھی دعائے خیر کرتا ہوں۔

ریاء کا علاج

حال: ریاء کے بارے میں ایک حال یہ ہے کہ کبھی کسی اچھے کام میں مصروف ہوتا ہوں اور اچانک کسی شخص پر نظر پڑ جاتی ہے تو اکثر یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کام کو اور اچھی طرح کریں۔ مجھے اتنا تو یقینی طور سے معلوم ہے کہ یہ ریاء ہے۔ اس وقت یہ خیال کر کے یہ انسان کیا چیز ہے جو اس کو دکھا کر کام کریں (یہ سوچ کر) اس کام کو کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف نیت کر لیتا ہوں۔ کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے؟ نیت کے پھیر لینے سے اخلاص رہے گا یا نہیں۔

تحقیق: اس میں میرا مذاق (مزاج) یہ ہے کہ (اس کے لئے) صرف نیت کو صحیح کر لینا کافی نہیں ہے کیونکہ یہ تصحیح ذاتی طور سے مقصود نہیں ہے بلکہ (اس سے مقصود) مخلوق کے لئے اچھا عمل بنانا ہے اور یہ تصحیح نیت اس عمل کو اچھا بنانے کا آلہ ہے تاکہ ریا کی خرابی سے بھی بچا رہوں اور نفس کا مقصود (ریا) بھی حاصل ہو جائے خلاصہ یہ کہ جس اخلاص سے ریا کو حاصل کرنا مقصود ہو وہ اخلاص بھی ریا کی ابتدا ہونے کی وجہ سے ریا ہی ہے۔

(میرے نزدیک) اس صورت میں ریا سے حفاظت کی ترتیب صرف یہ ہے کہ اس خیال کے بعد (کہ اس کام کو اور اچھی طرح کرو) میں تبدیلی نہ کی جائے (یعنی اچھا نہ بنایا جائے بلکہ جیسے کر رہے تھے اسی طرح کیا جائے) اس کے خلاف بھی ہو تب بھی میں اپنی رائے پر قائم ہوں۔ ذوقیات (مزاجوں) میں ایک کا اجتہاد دوسرے کے لئے دلیل نہیں ہے۔

حال: مجھے ایک خیال یہ بھی ہوتا ہے کہ جلسہ (اجتماع) میں کچھ تجوید کے واجبات کا بیاں بھی ہونا چاہئے جس

سے تجوید کا شوق ہو۔ اگر چہ یہاں (اس خیال کی) موافقت (میں لوگ) بہت ہیں۔ مگر مجھے یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ مجھے اپنا دکھاوا لگتا ہے۔ یہ تمام کام جلسہ وعظ وغیرہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ حدیث میں دکھاوے کی برائی آئی ہے۔ میرا یہ خیال اس حدیث کے مطابق تو نہیں ہے اگر ہو تو حضور اس کا علاج فرمائیں۔ اس خیال کے آئے بغیر کچھ نہیں ہوتا ہے (یعنی یہ خیال ضرور آتا ہے)۔

تحقیق: یہ سوچئے کہ اگر جلسے کے بعد آپ کی تعریف یا قدر نہ ہو تو جلسے سے خوش ہوں گے یا نہ ہوں گے اگر خوش ہوں تو دکھاوے کا صرف وسوسہ ہے نقصان دہ نہیں ہے۔ اگر خوش نہ ہوں تو پھر علاج پوچھئے۔

ریاء کی حقیقت

حال: دل ہر وقت یہ چاہتا ہے کہ اللہ اللہ کرتا رہوں ایک لمحہ کے لئے بھی اس ذکر سے غافل نہ رہوں۔ یہ بھی دل چاہتا ہے کہ یہ بات کسی کو معلوم نہ ہو۔ جہاں تک موقع ملتا ہے اس ذکر سے غافل نہیں ہوتا ہے۔

تحقیق: اس کی کوشش ضروری نہیں ہے کہ کسی کو معلوم نہ ہو۔ (کیونکہ) کبھی اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کام ہی چھوٹ جاتا ہے۔ (علماء) محققین نے کہا ہے کہ جس طرح بتانے کا اہتمام کرنا ریا ہے اسی طرح چھپانے کا زیادہ اہتمام بھی ایک قسم کی ریاء ہے۔ (تو یہ بھی) مخلوق پر نظر ہوئی جبھی تو ان سے چھپانا چاہتا ہے۔ ریا کی روح بھی یہی (مخلوق پر نظر کرنا) ہے۔

بس اپنے کام میں اخلاص کے ساتھ مشغول رہنا چاہئے محبوب کو اختیار ہے کہ چاہے ظاہر کریں یا چھپائے رکھیں۔

حال: غیبت سے یقینی نفرت ہے حتیٰ کہ بعض لوگ تو (مجھ سے) ناراض ہیں کہ ہماری باتیں سنتا ہی نہیں ہے۔ مجھے ان لوگوں کی ان باتوں سے وحشت اور نفرت ہوتی ہے۔

تحقیق: مبارک حالت ہے۔

حال: کبھی تنہائی نہ ملنے کی وجہ سے ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہ خیال آتا ہے کہ کہیں ریا نہ پیدا ہو جائے (اس لئے) ایسے وقت بہت ہی ہلکی آواز میں سے ذکر کر لیتا ہوں۔

تحقیق: مناسب ہے۔ ریا کسی کو لپٹتی تھوڑی ہے وہ تو ارادہ سے پیدا ہوتی ہے اور جو بغیر ارادہ ہو وہ ریاء نہیں ہے صرف ریاء کا وسوسہ ہے۔ وسوسہ تو کفر کا بھی نقصان دہ نہیں ہے چہ جائیکہ ریاء کا وسوسہ ہو۔

سُؤال: ریا کی حقیقت دکھلاوا ہے خواہ جسمانی عبادت میں ہو یا مالی عبادت میں ہو۔ جس میں اپنی عزت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے سے مطلوب ہوتی ہے اور یہ تکبر کا حصہ ہے۔

جَوَاب: ریاء کی حقیقت یہ ہے کہ عبادت کا اظہار کسی دنیوی غرض سے کیا جائے یا کسی مباح فعل کا اظہار کسی گناہ کی غرض سے کیا جائے۔ اب اس (بات) کو بہت غور سے سمجھ کر بتایا جائے کہ اپنے نفس میں اس کا وجود ہے یا نہیں ہے۔

حَال: دوسری گزارش یہ ہے کہ اس خاکسار کو جو خوف ہے اسے اصلاح کی غرض سے خدمت عالی میں عرض کرتا ہے۔ وہ خوف یہ ہے کہ حضور والا نے فرمایا ہے کہ ''چند دن کام کر کے دکھا دو اگر باقاعدہ کام دیکھوں گا تو اطمینان ہو جائے گا'' اس میں اس خاکسار کو جو دین اور عقل کی کمی رکھنے والا ہے کو ریا کا گمان ہے۔ کیونکہ دکھانے کا ارادہ پہلے سے موجود ہوگا۔ اس لئے اس کے بارے میں ایسا جواب عنایت فرمائیں کہ جس سے تسلی ہو جائے تاکہ دل کی صفائی کے ساتھ ارشاد کے مطابق عمل کروں۔

تحقیق: اس دکھایا جانے سے مقصود دنیا ہوگی یا دین ہوگا۔ ریا وہ ہے جو دنیا کی غرض سے کسی کو عمل دکھایا جائے اور یہ جواب اس صورت میں ہے جب کسی کو دکھانے ہی کی نیت ہو ورنہ حقیقت میں یہاں خود عمل ہی دکھانے کی نیت سے نہیں ہوتا ہے کہ فلاں فلاں کو عمل کی اطلاع ہو۔ (بلکہ) عمل تو اللہ تعالیٰ ہی کی راضی کے لئے ہوتا ہے پھر عمل کے بعد اپنے معلم کو آئندہ دینی فائدہ کے لئے اس عمل کی اطلاع دی جاتی ہے جیسا کہ قرآن حفظ کرنے والا قرآن کو تو ثواب سمجھ کر ہی یاد کرتا ہے لیکن سبق یاد کر کے استاد کو یاد کی اطلاع اس کو سبق سنا کر کرتا ہے تاکہ استاد آئندہ خوش ہو کر پڑھائے۔

(اس میں اور ریاء میں فرق یہ ہے کہ) ریاء میں خود عمل کی غرض ہی دکھانے کی ہوتی ہے اور یہاں عمل سے اللہ تعالیٰ کی رضا غرض ہے۔ اطلاع کا مقصد مستقل ہے وہ بھی دین کے لئے ہے۔

جلدی غصہ آنے کا علاج

حَال: میرا مزاج غصہ کا بہت تیز ہے اس کی اصلاح چاہتا ہوں۔ بات کرنے اور سمجھانے کے طریقے میں جو نرمی ایک بار آستانہ میں حاضری کے بعد کچھ دنوں کے لئے پیدا ہوئی تھی اب نہیں ہے۔

تحقیق: جلدی غصہ آنا ایک طبعی بات ہے جو اختیار سے باہر ہے اور نہ ہی اس پر ملامت ہے۔ ہاں اس کی چاہت پر عمل اگر حدود شرعیہ سے بڑھ جائے تو برا ہے۔ اس کا علاج ہمت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اس ہمت میں

جس پر غصہ آئے اس سے دور چلے جانا، اعوذ باللہ پڑھنا، اپنی خطاؤں اور اللہ تعالیٰ کے غصہ کا خیال کرنا بہت مددگار ہے۔ نرمی وغیرہ ایک عرصہ تک (غصہ کے بارے میں یہ باتیں) سوچ سوچ کر اختیار کرنا چاہئے ایک عرصے بعد ملکہ (نرمی کی مہارت) پیدا ہوگا ہمت نہ ہاریئے۔

غصہ کا علاج

حال: مجھ پر غصہ کا اتنا غلبہ ہے کہ میں اپنے ہوش وحواس میں نہیں رہتا ہوں۔

تحقیق: یہ سچ ہے لیکن مجھے ہی اس غصہ کا تختۂ مشق بنانا تھا جیسا کہ آپ نے دوسروں پر غصہ کر کے مجھے بے ہودہ طریقے سے اطلاع دی جس سے مجھے رنج ہوا۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن — کہ جاہا سپر باید انداختن

ترجمہ: "ہر جگہ اچھا نہیں ہے کرنا یارو قیل وقال —— پھینکنی پڑتی ہے کہیں میرے یارو اپنی ڈھال۔"

(یعنی ہر جگہ ایک ہی چال نہیں چلی جاتی کہ ہر ایک پر غصہ کیا جائے کہیں کسی جگہ غصہ نہیں بھی کرنا چاہیے۔)

حال: غصہ کی وجہ سے برے نتائج پیدا ہوئے ہیں۔ حضرت (میرے لئے) دعا فرمائیں۔

تحقیق: جس سے دعا کرانا چاہیں۔

سوال: غصہ کا علاج بتا دیں۔

جواب: ہمت اور تدبیر کرنے کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے۔ جب تک ایسا (یعنی ہمت وتدبیر) نہیں کر سکتے اس طرح (کہ پہلے غصہ کریں بعد میں مجھے اطلاع دیں اور اصلاح چاہیں) اپنی اصلاح نہ فرمائیں کم از کم مجھے تو لکھ کر یا زبانی طور پر بات کرنے سے معاف فرمائیں کیونکہ اگر آپ کے لئے میرے طبیعت پر بوجھ ہوگا تو یہ آپ کی باطنی حالت کے لئے نقصان دہ ہوگا (کہ شیخ کے دل میں اگر مرید کے لئے بوجھ وتکدر ہو تو مرید کو شیخ سے باطنی فائدہ نہیں ہوتا ہے)۔

حال: عرض یہ ہے کہ میں نے ایک مرتبہ لکھا تھا کہ جب کوئی (شخص) کسی دینی بات میں خرابی پیدا کرتا ہے اور مجھے اپنی حرکتوں سے ابھارتا ہے تو مجھے غصہ بہت آتا ہے اور برداشت کرنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ کبھی تو برداشت نہیں ہوسکتا ہے۔ لوگ خواہ مخواہ نیک کاموں میں رکاوٹ ڈالتے ہیں حالانکہ ان سے نرمی کی جاتی ہے

لیکن (وہ) بے دینی کی یا کچھ ایسی ویسی باتیں کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے وقت مزاج میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگرچہ مجھے بھی اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ بہت چاہتا ہوں کہ اعتدال (میانہ روی اختیار) کروں مگر ایسے موقع پر معذور (مجبور) ہو جاتا ہوں۔

حضرت نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ ''بتکلف (تکلیف برداشت کر کے) صبر کیا کروں۔''
میرے حضرت! بتکلف صبر کرنے کے بعد جو غصہ آتا ہے اس کو روک نہیں سکتا ہوں اور اگر روک لوں تو بہت سخت تکلیف ہوتی ہے۔ بہرحال کوئی مناسب تدبیر بتائیں تاکہ اس کی اصلاح ہو جائے۔

اس کے ساتھ یہ بھی عرض ہے کہ غصہ جلدی نہیں آتا ہے اور جب آتا ہے تو اس میں گرمی بہت ہوتی ہے۔ دوسرے غصہ بلاوجہ نہیں ہوتا ہے بلکہ جب کوئی دینی امور میں رکاوٹ ڈالتا ہے تو جب ہی آتا ہے۔

تحقیق: غصہ سے اگر کوئی دینی یا دنیوی خرابی پیدا نہیں ہوتی ہے تو اس کے علاج کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ غصہ مفید ہے۔ اگر کوئی خرابی دینی یا دنیوی ہوتی ہو تو پھر دینی مشورہ دوں گا بتکلف صبر کرنا چاہئے اگر تکلیف زیادہ ہونے لگے تو اس جگہ سے فوراً چلا جانا چاہئے۔

حال: بندہ میں جو عیب ہیں عرض کئے جاتے ہیں۔ ان کی دوا چاہتا ہے۔

❶ میرا حافظہ بہت ہی خراب ہے کوئی بات یاد نہیں رہتی ہے۔

❷ مزاج میں تیزی اور غصہ زیادہ ہے۔

❸ مزاج میں جلد بازی بہت ہے۔

تحقیق: ❶ حافظہ کی کمی دماغ کی کمزوری کی وجہ سے ہے۔ (اس کے لئے) کسی طبیب سے مشورہ کرنا چاہئے۔

❷، ❸ مزاج کی تیزی، غصہ اور جلد بازی کی وجہ اگر شرعی واجب میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو فکر کی بات نہیں ہے۔ اگر کوئی رکاوٹ ہو تو اس کا علاج ضروری ہے۔ اس کا اصل علاج صرف برداشت کرنا ہمت کرنا اور بتکلف عمل کرنا ہے۔ غصہ کے وقت جس پر غصہ آئے اس سے دور ہو جانا، اپنے گناہوں کو یاد کرنا، اللہ تعالیٰ سے اپنی معافی کی چاہت کو سوچنا، اعوذ باللہ بار بار پڑھنا اور (غصہ کے) انجام کو سوچنے میں لگ جانا اس علاج کے لئے مددگار ہوگا۔
یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ آپ کیا کرتے ہیں، کیا کچھ دنوں کے لئے یہاں (میرے پاس) قیام کرنا ممکن ہے۔

سؤال: مجھے غصہ بہت آتا ہے جس کی وجہ سے میں خود بھی مجبور ہوں۔ بہت کوشش کرتا ہوں غصہ بالکل نہ کیا کروں مگر غصہ کے وقت کچھ خیال نہیں رہتا ہے۔ غصہ کے بعد اپنے دل میں خود شرمندہ ہوتا ہوں۔ کبھی تین چار دن تک (غصہ کی وجہ سے) دل میں ایک بوجھ سا لگتا ہے۔ کبھی جس پر غصہ کرتا ہوں اس سے معافی مانگ لیتا ہوں تو کوئی بوجھ نہیں ہوتا ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جس سے معافی مانگی ہے وہ دل سے معاف کرتا ہے یا میرے ادب (مروت وخیال) کی وجہ سے معاف کرتا ہے۔ کبھی لڑکوں پر غصہ آتا ہے اور ان کی غلطی سے زیادہ سزا دی جاتی ہے جس کا مجھے بعد میں افسوس ہوتا ہے کیا کرنا چاہئے؟

جواب: غصہ کے وقت تھوڑی سی ہمت کرنے کی ضرورت ہے کہ جس پر غصہ آئے اس کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا جائے یا خود وہاں سے ہٹ جائے۔ اس کے بعد بھی اگر غلطی ہو جائے تو اس کا علاج یہی ہے جو آپ جناب کا معمول ہے وہ کافی ہے۔

یہ شک نہ کیا جائے کہ اس نے شاید دل سے معاف نہیں کیا ہوگا کیونکہ انسان کو اس (معافی مانگنے) سے زیادہ کا حکم نہیں کیا گیا ہے کہ خود اپنی طرف سے اس کو دل سے راضی کرے۔ جب اس (معافی مانگنے) سے زیادہ اختیار نہیں ہے تو اس کا حکم بھی نہیں ہے۔

حال: بندہ کے معمولات میں گناہ کی وجہ سے فرق آ گیا تھا۔ اب کچھ دنوں سے اللہ تعالیٰ کے فضل اور جناب کے باطنی فیض کی برکت سے اپنے معمولات کر رہا ہوں۔ آئندہ بھی ہمیشہ کرتے رہنے کے لئے دعا فرمائیں۔

بندہ کئی قسم کے گناہوں میں مبتلا ہے۔ مگر تمام کی اصل جڑ دو گناہ لگتے ہیں بہت سی ترکیبوں سے ان گناہوں سے بچنا چاہتا ہوں لیکن تین چار دن سے زیادہ پرہیز نہ ہو سکا۔ ان دونوں کو اپنی تباہی و گمراہی کا سبب سمجھتا ہوں۔ اس لئے (عرض کرتا ہوں کہ) براہ کرم کوئی ترکیب (ان کے چھوڑنے کی) بتائیں تاکہ میں اس پر عمل کر کے ان دونوں گناہوں سے بچ جاؤں۔

پہلا مرض غصہ ہے۔ یہ مجھے بہت تنگ کرتا ہے۔ وقت بے وقت اور حق و باطل میں تمیز کرنے نہیں دیتا ہے۔ آخر میں شرمندگی اٹھاتا ہوں۔ کئی بار رو کر لوگوں کے پاؤں پکڑنے پڑے۔ کچھ دن پہلے ایک مسئلہ میں تکرار کرتے ہوئے سامنے والے کے نہ ماننے کی وجہ سے غصہ کی وجہ سے اس کو مارنا پڑا اور معافی کے لئے پیر پر ہاتھ رکھنا پڑا پھر بھی بڑی مشکل سے معافی ہوئی۔

دوسرا مرض بدنظری کا ہے۔ ان دونوں برائیوں کے ختم ہو جانے کے لئے کوئی ترکیب تحریر فرما دیں۔ قوی

امید ہے کہ آنجناب کے قول پر عمل کروں گا۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائیں۔ پہلے مرض کا علاج یہ ہے کہ پہلا کام یہ کریں کہ جس وقت غصہ آئے تو یہ سوچیں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر اس طرح غصہ کریں تو میں بھی آخر میں یہی چاہوں گا کہ معافی ہو جائے اس لئے مجھے بھی چاہئے کہ اس کو معاف کر دوں۔ یہ بھی سوچیں کہ یہ شخص میرا اتنا خطاوار تو ہو گا نہیں جتنا میں اللہ تعالیٰ کا گناہگار ہوں۔ اس کے باوجود جب میں اپنی معافی کی آرزو کرتا ہوں تو میں اس کو کیوں نہ معاف کروں۔

دوسرا کام یہ کریں کہ اس جگہ سے فوراً ہٹ جائیں۔ جب تک غصہ ختم نہ ہو اس جگہ نہ آئیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس تدبیر سے اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔

تیسرا کام یہ کریں کہ کوئی وقت مقرر کر کے اپنے عیوب کو سامنے رکھ کر سوچیں کہ میں سب سے برا ہوں اس سے تکبر کی جڑ کٹ جائے گی۔ غصہ تکبر ہی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جب غصہ آئے تو یہ خیال کریں کہ تو تو سب سے برا ہے اس لئے اپنے سے بڑے شخص پر غصہ نہیں کرنا چاہئے۔

دوسرے مرض (بدنظری) کا علاج صرف ہمت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ اختیاری فعل ہے۔ اگر جان بوجھ کر نہ دیکھیں تو خود بخود نظر اٹھ نہیں سکتی ہے۔ جب یہ بات ہے تو جان بوجھ کر نگاہ نیچے کرنی چاہئے۔ اس نگاہ نیچی کرنے میں مدد اس سے ملتی ہے کہ یہ سوچیں اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں، اگر اس وقت تیرا استاد، باپ یا پیر دیکھ رہا ہو تو ان کے دیکھنے کی حالت میں بدنظری نہیں کر سکتا ہے اور ان لوگوں سے شرمندہ ہوں گا تو کیا خدا سے تجھے شرم نہیں آتی ہے۔ بس اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ بدنظری کی روک تھام ہو جائے گی۔ یہ تمام علاج کرنے کے بعد پھر اطلاع دیں۔

حال: جب میں وہاں (تھانہ بھون) میں تھا تو اکثر لوگ میری برائی کرتے تھے کہ دیکھئے تھانہ بھون گئے ہیں ولی بن کر آئیں گے۔ اب تک بعض لوگ یہ کہتے ہیں: ولی بن کر آ گئے۔ لوگ شکایت ہی کی وجہ سے صوفی، خواجہ اور شاہد صاحب کہتے ہیں۔ بعض مرتبہ بہت تکلیف ہوتی ہے اور بہت غصہ آتا ہے لیکن چوٹ سی کھا کر چپ رہتا ہوں۔ بہت پریشان ہوں کبھی کبھی دل سے فوراً نکلتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی بات کو قبول فرما لے۔ برائے مہربانی ایسے موقع پر مجھے کیا کرنا چاہئے جو میرے لیے مناسب ہو بتائیے کہ میں اس پر عمل کروں۔

تحقیق: (ان لوگوں کے یہ کہنے پر) برا ماننا صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ میری تحقیر کرتے ہیں حالانکہ میں تحقیر کے قابل نہیں ہوں۔ یہ سمجھنا چاہئے کہ (برا ماننے کی یہ) وجہ ہی غلط ہے میں تو ان عیبوں کی وجہ سے جو مجھے

معلوم ہیں اور ان لوگوں کو معلوم نہیں اس سے زیادہ تحقیر کے قابل ہوں۔

امرد پرستی (نوجوان لڑکوں سے عشق) اور فرائض کے چھوڑنے کا علاج

سُؤال: بندہ اپنا کچھ تباہ حال عرض کرتا ہے۔ یہ خیال ظاہر کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے کہ میری ایسی بری حالت ہے اور میں حضور کے خدام میں شمار ہوں۔ شکل تو مسلمانوں جیسی اور کام فساق فجار بلکہ کافروں جیسے ہیں۔ (لیکن بات یہ ہے کہ) حضور ہمارے روحانی طبیب ہیں دو جہاں کے راہ نما ہیں اس لئے اگر حضور کو یہ بات نہ بتاؤں تو صحت کی کیا امید ہو سکتی ہے مجھے اس خیال کو بتاتے ہوئے بہت سے خیالات نے اب تک روکے رکھا مگر میں نے اب سارے خیالات کو دور کر کے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ اب (میں) حضور سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گا اور حضور جو کچھ علاج تجویز فرمائیں گے ان شاء اللہ کچھ بھی ہو اس پر عمل کرنے سے نہیں رکوں گا۔ اب اگر حضرت کی ظاہری اور باطنی توجہ ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے (بہتری کی) امید ہے ورنہ میرا تو کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

حضرت! میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اب تک کوئی عمل اچھا نہیں کیا ہے۔ نماز پہلے تو پڑھی نہیں اور اگر پڑھی تو کبھی بغیر وضو پڑھ لی اور کبھی لوگوں کو دکھانے کے لیے ویسے ہی چپ کھڑا ہو گیا۔ مجھے کوئی دو مہینے پورے ایسا یاد نہیں کہ میں نے پابندی سے نماز پڑھی ہو۔ آٹھ دن پڑھی چھوڑ دی مہینہ پڑھی چھوڑ دی۔ اسی طرح روزے اکثر تو رکھے نہیں اور بہت سے رکھ کر جان بوجھ کر توڑ دیئے۔ رمضان کا کوئی مہینہ ایسا یاد نہیں کہ دو چار روزے جان بوجھ کر نہ توڑے ہوں۔

اندرونی حالت یہ ہے اور لباس علماء صلحاء کا ہے اور عقائد اچھے لوگوں کے ہیں۔ غرض ظاہر تو ایسا اور باطن میں جھوٹ، غیبت، حسد، مال، منصب وعزت کی محبت ہے اور اس پر تعجب کی بات تکبر کا ہونا ہے۔

غرض جو کچھ بیماریاں میرے اندر ہیں ان میں سب سے بڑی بیماری لڑکوں کا عشق میرے دل میں موجود ہے۔ یہی ساری خرابیوں کی جڑ لگتی ہے۔ ایک مہینے سے اس کی احتیاط کر رہا ہوں مگر جب بھی اچانک نظر پڑ جاتی ہے دل میں کافی دیر تک جلن رہتی ہے۔ (اور اس احتیاط سے) جو کچھ اطمینان پیدا ہوتا ہے سب ختم ہو جاتا ہے جس سے بہت صدمہ ہوتا ہے۔

سب سے زیادہ خرابی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ہدایت ملتی ہے جیسے پورے ہفتہ بہت اچھی حالت رہتی ہے کہ نماز کی پابندی رہتی ہے دنیا سے بھی بالکل بے رغبتی معلوم ہوتی ہے اور لڑکوں کی محبت بھی کمزور

ہو جاتی ہے لیکن کچھ عرصے بعد وہی پہلی حالت واپس لوٹ آتی ہے۔

حضرت! اب وہی خوف لگا ہوا ہے کہ خدا نہ کرے کہ وہی حالت واپس لوٹ آئے اس لئے حضور سے عرض کرتا ہوں کوئی ایسا علاج بتایئے جس سے میری حالت صحیح ہو جائے اور یہ قلبی بیماریاں ٹھیک ہو جائیں خیر کے اعمال میں ہمیشہ کے لئے استقامت مل جائے۔ یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ پچھلے نماز روزوں کا حال لکھنا ہے ان کا کیا کروں۔ حقوق العباد (کو ادا کرنے) میں بہت ہوتی ہے۔ اب جن لوگوں کے حقوق یاد ہیں یا جن کے بارے میں خیال ہے کہ ان کے حقوق ہیں ان سے تو (معافی مانگ کر) معاف کرالوں گا یا ادا کرنا ہے تو ان کو ادا کروں گا لیکن جن کے حقوق یاد نہیں ہیں یا وہ موجود نہیں ہیں تو ان کا کیا کروں۔

اگرچہ مجھے (اللہ تعالیٰ کی) محبت کی کیفیت حاصل نہیں ہے لیکن اب تو دل یہی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں جم جائے اور دنیا سے سخت نفرت ہو جائے اور جب تک دنیا میں رہنا ہو تو دنیا میں محبت اور دشمنی بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔

تحقیق: (آپ نے) امراض چھپا کے بڑی غلطی کی۔ کوئی مرض لاعلاج نہیں ہے۔ مایوسی کی کوئی بات نہیں ہے۔ (ذیل میں آپ کے جوابات یہ ہیں)۔

جن نمازوں کو نہیں پڑھا یا بے وضو پڑھا تو ان کا اندازہ کرکے (کہ کتنی ہیں) ان کی قضا پڑھ لو۔ اسی طرح روزوں کا بھی اندازہ کرکے ان کی بھی قضا کرلیں۔ بعض علماء کے نزدیک ایک روزہ یا چند روزوں کا کفارہ دوسرے روزوں کے کفارہ میں داخل ہو سکتے ہیں اس لئے ساٹھ روزے مسلسل کفارہ کے رکھو اور خوب توبہ کرو۔

امردوں (نوجوان لڑکوں) سے میل جول، دیکھنا، چھونا اور بات کرنا چھوڑ دو۔ اس چھوڑنے میں جو تکلیف ہو اس کو برداشت کرو۔ اگر اچانک نظر اٹھ جانے سے پریشانی ہو جائے تو صبر کرو۔

اخلاق رذیلہ (برے اخلاق) کا علاج موت کا مراقبہ کرکے کرو۔ (رسالہ) تبلیغ دین مطالعہ میں رکھو۔

حقوق العباد جتنے یاد ہوں ان کے ادا کرنے یا معاف کرانے کی کوشش کرو۔ اگر ادا کرنے پر قدرت نہ ہو تو ادا کرنے کا پکا ارادہ رکھو۔ جتنی قدرت ہوتی جائے ادا کرتے رہو۔ ان حقوق والوں کے لئے دعا اور استغفار کرتے رہو۔

آئندہ غیر ضروری تعلقات کم کرو۔ میرے مواعظ ہمیشہ دیکھو۔ فرصت کے اوقات میں (مجھ سے) ملتے رہو۔ (اپنے لئے) دعا بھی کرتے رہو میں بھی دعا کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ نسخہ کافی وشافی ہے۔

خوشامد کا ممنوع ہونا

سُؤال: بعض بزرگ ایسے ہیں کہ جو حقیقت میں اتنے بزرگ نظر نہیں آتے ہیں کہ جس کی وجہ سے (ان کی) ـــــ بزرگوں کی طرح تعظیم کرنے اور ہاتھ پر بوسہ لینے کو جی چاہے مگر پھر بھی ایسا کیا جائے تو کیا یہ منع ہے اور نفاق ہے؟

جَواب: (ایسا کرنا) اگر صرف خوشامد کی وجہ سے ہو تو منع ہے۔ اگر ان کے معتقدین کی دشمنی یا نقصان پہنچانے سے بچنا ہو تو جائز ہے۔

(معمولات کے) ناغہ ہونے پر غصہ آنے کا علاج

حَال: اب کچھ دنوں سے (میری) حالت کچھ ٹھیک ہے۔ اکثر جب کوئی مشتبہ (شبہ والی) چیز کھانے میں آتی ہے تو شہوات کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ یہ کوئی نئی حالت نہیں ہے۔ بہت عرصے سے اسی طرح ہوتا ہے اکثر مشتبہ چیز سے بچنا بھی بہت مشکل ہے۔

تحقیق: اس کا علاج بھی وہی ہمت ہے۔ جتنا ہو سکے ایسی چیز کھانے سے بچنے میں بھی ہمت کی ضرورت ہے اور جب شہوت کا غلبہ ہو اس وقت اس کی چاہت پر عمل نہ کرنے کے لئے بھی ہمت کی ضرورت ہے۔

حَال: ان (امرد) لڑکوں کی صحبت میں بھی اگر چہ کمی تو ہے لیکن بالکل ختم نہیں ہوتی ہے۔ باقی کبھی ان کی شکل پر نظر پڑ جاتی ہے تو ایک لذت کی آگ دل میں لگا دیتی ہے مگر فوراً منہ پھیر لیتا ہوں۔

تحقیق: (ایسے موقع پر) منہ بھی پھیرنا چاہئے اور دل سے بھی اس کی توجہ ہٹانی چاہئے۔ جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ خیال کو فوراً دوسری طرف متوجہ کر دیا جائے۔

شہوت (خواہش) کا علاج

حَال: اب چند دنوں سے حالت کچھ ٹھیک ہے اکثر جب کوئی شبہ والی چیز کھانے میں آتی ہے تو شہوات (خواہشات) کی زیادتی ہو جاتی ہے یہ حالت کوئی نئی نہیں ہے بہت عرصے سے یہی ہوتا آ رہا ہے اور ایسی چیز سے بچنا بھی بعض اوقات مشکل ہوتا ہے۔

تحقیق: اس کا علاج بھی وہی ہمت ہے جتنا ہو سکے ایسی چیز کے کھانے کے وقت اور شہوت کے غلبہ کے وقت اس کی چاہت پر عمل کرنے کے وقت بھی ہمت سے بچنا چاہیے۔

حَال: ان لڑکوں کی محبت میں بھی اگر چہ کمی تو ہے لیکن بالکل ختم نہیں ہوتی ہے اگر کبھی ان کی شکل پر نظر پڑ جاتی

ہے تو دل میں ایک لذت بھڑک اٹھتی ہے مگر فوراً منہ پھیر لیتا ہوں۔

تحقیق: منہ بھی پھیرنا چاہیے اور دل یعنی توجہ بھی ہٹانا چاہیے جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ فوراً خیال کو دوسری طرف متوجہ کر دیا جائے۔

فضول تعلقات چھوڑنے کی تدبیر

حال: عرض یہ ہے کہ میری طبیعت تعلقات سے گھبراتی ہے۔ کبھی کسی کو مسئلہ بتاتے وقت بھی بہت تنگی ہوتی ہے۔ میرے خاندان کے لوگ مجھے تعلقات اور جاہ و منزلت (عزت و مرتبہ) کا شوق دلاتے ہیں۔ میں نے اپنی کمزوری ـــــ اور برداشت نہ کرنا ان کو بتایا لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ ؎

تا ترا حالے نباشد ہمچو ما　　حال ما باشد ترا افسانہ پیش

ترجمہ: "یکساں نہ ہو جب تک تیرا میرا حال ـــــ افسانہ ہی رہے گا تجھ پہ میرا حال۔"

میں مجبور ہوں ان کو کیا جواب دوں۔

تحقیق: دل میں تو یہی تا ترا حالے الخ جواب ہے اور زبان سے یہ کہ میں اس کے قابل نہیں ہوں معاف کیجیے۔

مال کی محبت کا علاج

حال: "موصلی الی اللہ وسیلتنافی الا الدین متعانا للّٰہ بطول بقائہ۔"

آداب بجالانے اور سلاموں کے بعد اپنا طلب عرض کرتا ہے کہ حضرت کے ضعف کی حالت معلوم ہوئی اللہ پاک ہم گناہگاروں کے سر پر حضرت کا سایہ باقی رکھے آمین۔ ان دنوں بندہ میں ایک سخت مہلک مرض پیدا ہو گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مال کی لالچ اور اس کو حاصل کرنے کی بہت فکر رہتی ہے۔ کبھی ایسی تدبیریں کرنے کا دل چاہتا ہے جس میں گناہ ہوتا ہے کبھی ایسی کہ جس میں ذلت ہوتی ہے۔ امید ہے کہ حضور علاج تجویز فرما کر یا تو خود لکھیں گے یا فلاں مولوی صاحب کے دست مبارک سے لکھوا کر بھیجیں گے۔ نیز حضرت والا کی خیریت کا طالب ہوں اطلاع دی جائے۔

تحقیق: علاج دو ہیں۔

1. ایک یہ ہے کہ کبھی کبھی مال کی برائیوں کو سوچا جائے۔
2. اس کے چاہنے کی مخالفت کی جائے۔ یعنی جو گناہوں کے اسباب ہوں یا جس میں بہت ہی مشغولیت ہو

ان اسباب کو اختیار نہ کیا جائے۔

حال: احقر کے اندر جو عیوب اور نقصانات ہیں ان کو اصلاح کی غرض سے (حضرت کی) خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

مال کی محبت زیادہ لگتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کا اتنا شکر ہے کہ اس کی وجہ سے کسی ناجائز کام کو نہیں کرتا ہوں اور نہ ہی واجب حقوق میں کوتاہی کرتا ہوں مگر خرچ کرنے میں بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ ناداری (کچھ نہ رہنے) اور دوسروں سے قرض لینے کا بہت خوف رہتا ہے۔ (میں ایک درمیانی حیثیت کا آدمی ہوں آمدنی خرچ کے مطابق ہے) اس وجہ سے ہر جگہ دل کھول کر خرچ نہیں کرتا ہوں جیسا کہ دوسرے لوگ ہونے نہ ہونے کا بالکل خیال نہیں کرتے اور خدا پر بھروسہ کر کے دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔

تحقیق: (آپ کی حالت) یہ مال کی محبت کی نہیں ہے بلکہ اعتدال کی محبت ہے۔

بغیر ضرورت نام کے ساتھ نسبت کا لکھنا برا ہے

حال: نماز جو کہ تمام عبادتوں کی جڑ ہے۔ جب میں نماز میں قرآن مجید کے نظم ونسق (انتظام، الفاظ کی ہم وزنی) کی لذت میں مشغول ہو جاتا ہوں تو اکثر رکعات لمبی ہو جاتی ہیں۔ اس سے اتنا فائدہ تو ہوتا ہے کہ بے کار وسوسوں سے نجات مل جاتی ہے مگر (عبادت کا) مقصود تو یہ تھا کہ کانك تراہ کہ تو عبادت ایسی کر جیسے تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یا فانه یراك کہ اگر ایسا نہیں کر سکتے اس طرح کرو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ میں کھو جاتا جس سے بہت دور ہوں۔ کبھی تو مایوسی ہو جاتی ہے۔ اسی لالچ میں حضرت کے سامنے زانو تہہ کیا ہے ورنہ بے روح نماز کو ایک عرصے سے پڑھتا ہوں۔ (آپ) کیونکہ طبیب ہیں اس لئے عرض کیا ہے۔ ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ عرض مدعا۔ ناچیز خادم فلاں ماتریدی۔

تحقیق: حدیث کانك تراہ کے معنی یہ نہیں ہیں جو مشہور ہیں۔ یہاں کبھی موقع نہیں ملا ورنہ میں عرض کر دیتا۔ اس کے سننے کے بعد معلوم ہو جاتا کہ یہ درجہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سہولت سے حاصل ہو جاتا ہے۔

ایک بات جس کا تعلق تربیت سے ہے وہ عرض ہے کہ آج کل اپنے نام کے ساتھ اکثر نسبتوں کا بڑھانا فخر کرنے والوں کا کام ہو گیا ہے۔ اس لئے جب تک خاص ضرورت نہ ہو یا قابل شمار نہ ہو فخر کرنے والوں کے ساتھ تشبیہ سے بھی بچنا بہت ضروری ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ (آپ) اپنے نام کے ساتھ ماتریدی کا لفظ نہ بڑھایا کریں خصوصاً جبکہ اس کی حقیقت اکثر لوگوں کو معلوم بھی نہیں ہے۔ اس صورت میں تو کوئی فائدہ بھی نہیں

ہے۔ ہاں حنفی نسبت کہ اس کا فائدہ ظاہر ہے کہ اس میں بدعتی فرقوں سے امتیاز ہے جس کو سب سمجھتے ہیں۔ والسلام

غصہ برداشت کرنے کی فضیلت

حَال: (میری) طبیعت کی حالت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص (مجھے) کوئی سخت بات کہتا ہے تو میری طبیعت اس کا بدلہ لینے کو بہت چاہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پہلے تو ایسا کر لیتا تھا مگر اب برداشت کر لیتا ہوں مگر طبیعت بہت متردد (فکرمند پریشان) رہتی ہے۔ حضور سے دعا چاہتا ہوں۔

تحقیق: ماشاء اللہ (آپ کی) حالت بہت اچھی ہے۔ غصہ کو برداشت کرنے سے جو تردد (فکر مندی اور پریشانی) کی شکایت لکھی ہے (اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ) برداشت کرنے کی فضیلت اس تردد کی وجہ سے ہی ہے۔ اگر (غصہ برداشت کرنے کی وجہ سے) پریشانی نہ ہو تو برداشت کرنا ہی نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ یہ کوئی بری حالت نہیں ہے۔

گناہ کو نقصان دہ نہ سمجھنا شیطانی دھوکہ ہے

حَال: (دوسری بات) عرض ہے کہ احقر کو گناہوں کے ہو جانے سے اللہ کے ساتھ محبت و تعلق میں کمی نہیں آتی ہے۔ اگر طبیعت میں کبھی کوئی حجاب (پردہ، رکاوٹ) آتا ہے تو یہ خیال اس کو دور کر دیتا ہے کہ کیا (تو) اس تعلق کو اپنے نیک اعمال کا نتیجہ سمجھتا ہے کہ جس میں برے کاموں سے کمی آ جائے گی نہیں (بلکہ جو کچھ بھی ہے کوشش کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عطا ہے نہ کسی اچھے عمل سے اس کا ہونا موقوف تھا اور نہ ہی اچھے عمل کی کمی سے اس میں کمی ہونی چاہئے۔

اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ کیا کہیں یہ خیال گناہوں پر جرات پیدا کرنے والا تو نہیں ہے۔

تحقیق: یہ اچھی صورت میں بری حالت ہے۔ (یہ تو ایسا ہے کہ) ﴿کلمة حق بها الباطل﴾ (کہ حق بات جس سے باطل مراد ہو) شیطان کا دھوکہ ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کا سایہ ہے (یعنی بندہ کا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے بندے سے محبت کرنے کی وجہ سے ہے) گناہوں سے اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت میں کمی آتی ہے کیونکہ رضا مندی اور ناراضگی دونوں ضد ہیں۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ کی محبت میں کمی آئے گی تو بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت میں بھی کمی آئے گی۔

(آپ کو) جو کمی محسوس نہیں ہوتی ہے وہ تعلق کی حقیقت نہیں ہے بلکہ تعلق کا وہم و خیال ہے۔ اس لئے یہ حالت گناہ پر جرات کا سبب ضرور ہے۔ خلاصہ یہ کہ گناہ کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ضرور سمجھے لیکن طاعت کو

اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب نہیں سمجھئے کیونکہ ہماری طاعت میں ایسا اثر نہیں ہے لیکن گناہ میں ناراضگی ہونے کا سبب ضرور ہے۔ فلا تزل قدمك آپ کا قدم نہ پھسلے۔

فضول دنیاوی مشغولیتوں کا علاج

حال: (دوسری ظاہری) حالت یہ ہے کہ پہلے دنیاوی معاملات کی طرف توجہ کم تھی اور دنیاوی کاموں سے جی اکتاتا ہے (بیزار ہوتا) تھا۔ اب دنیاوی مشغولیتوں میں جی لگتا ہے اور اس کے انتظام میں وقت زیادہ لگتا ہے۔ لیکن دل گھبراتا ہے جی نہیں لگتا ہے۔

تحقیق: وہ دنیاوی مشغولیات اگر ضروری ہیں تو نقصان دہ نہیں ہے خصوصاً جب کہ دل گھبرانے کے ساتھ ہوں۔ اگر فضول ہیں تو نقصان دہ ہیں۔ اس کا علاج اگرچہ تکلیف کے ساتھ ہو ان فضولیات کو چھوڑ دینا ہے۔

حال: (تیسری) حالت یہ ہے کہ نفسانی لذتوں کی چیزوں اور سامان کو جمع کرنے کو جی چاہتا ہے۔

تحقیق: اس کی مثال لکھنا چاہئے۔

گناہوں کے وسوسوں کا علاج اور نفس کا محاسبہ

حال: میرے دل پر وسوسے بہت رہتے ہیں۔ کبھی جب کسی برے کام کا شوق دلاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بچا لیتے ہیں۔ کبھی مغلوب بھی ہو جاتا ہوں (اور گناہ کر بیٹھتا ہوں) لیکن (گناہ کے) بعد بہت پریشانی اور شرمندگی ہوتی ہے۔ اگر آپ اپنے دربار فیض سے کوئی نسخہ مرحمت فرمائیں جس پر (آپ کی) ہدایت کے مطابق عمل کر کے میری طبیعت پر اللہ اور اس کے رسول کا فضل ہو جائے اور (مجھے) ہدایت کا راستہ نصیب ہو جائے تو بہت ہی مہربانی ہوگی۔ امید ہے کہ اس سے محروم نہ رہوں گا۔

تحقیق: اگر ہو سکے تو نیچے ذکر کئے گئے معمولات کو مقرر کر لیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔ پھر حالات کی اطلاع دیجئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تلقین کا سلسلہ جاری رکھوں گا۔

معمولات یہ ہیں۔

1. تہجد کی نماز چار رکعت سے بارہ رکعت تک جتنا آسان ہو خواہ رات کے آخری حصہ میں ہو یا عشاء کے بعد ہو۔
2. تہجد کی نماز یا کسی اور فرصت کے وقت لا الہ الا اللہ کا ذکر چھ سو سے بارہ سو تک اتنی آواز سے کہ اپنی آواز کان میں آتی رہے اور دوسروں کو پریشانی نہ ہو۔ کبھی کبھی درمیان میں محمد رسول اللہ بھی ملا لیجئے۔

❸ سوتے وقت نفس کا محاسبہ کیجئے۔ یعنی تنہا بیٹھ کر دن بھر کے گناہوں کو یاد کر کے یہ سوچنا چاہئے کہ گویا قیامت کا میدان ہے اور (میں) حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں۔ (مجھ سے) ایک ایک گناہ کی پوچھ گچھ ہو رہی ہے اور میں لاجواب ہوا جاتا ہوں۔ میرے لئے سزا کا حکم ہو چکا ہے اور میں اس وقت معافی کی درخواست کر رہا ہوں۔ ایسے وقت میں جس کیفیت سے معافی مانگی جاتی ہے اسی طرح اس وقت استغفار میں مشغول ہونا چاہئے اور عہد کرنا چاہئے کہ آئندہ نافرمانی نہیں کروں گا۔ اسی خیال میں (مگن) سو جانا چاہئے۔ صبح اٹھتے ہی رات کو کئے ہوئے عہد کو یاد کرنا چاہئے۔ جب کسی گناہ کا دل چاہے اس عہد کو یاد کر لینا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے حاضر ناظر (موجود ہونے اور دیکھنے) کا خیال کر لینا چاہئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ روزانہ حالت درست ہوتی جائے گی۔ پھر اطلاع دیجئے۔

دنیا کی محبت کا علاج

سؤال: (دوسری) عرض یہ ہے کہ دل سے دنیا کی محبت نکلنے کا علاج بتایا جائے کہ اس مرض سے نجات حاصل ہو جائے۔

جواب: (رسالہ) تبلیغ دین دیکھئے۔

حال: تہجد رات میں پڑھی جاتی ہے مگر کبھی کبھی ناغہ بھی ہو جاتا ہے۔ کبھی طبیعت کی بے لطفی سبب بن جاتی ہے، کبھی دوسری رکاوٹیں آجاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشگی اور مستقل مزاجی نصیب فرمائیں۔ دنیا کی محبت کے کم ہونے کی کوشش کی جاتی ہے مگر یہ آفت اب تک دل میں ایسی جگہ بنائے ہوئے ہے کہ کسی طریقہ سے بھی دل سے نہیں نکلتی ہے۔ خاص توجہ کا طالب ہوں۔

جواب: موجودہ حالت میں دو باتوں کی ضرورت ہے۔

❶ کسی عارف زاہد کی محبت میں کچھ دن رہیں۔

❷ زاہدوں کی حکایات (وقصوں) کا مطالعہ کیا جائے۔ اگر کچھ نہ ہو تو احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت کی کتاب الزہد ہی کا مطالعہ کریں۔

مشتبہ مال سے پرہیز

حال: اللہ تعالیٰ مشتبہ مال سے محفوظ رکھیں۔

تحقیق: آمین۔

حال: پہلے تو میرا ذاتی سامان کچھ نہیں ہے اور جو کچھ ہے گھر جانے کے بعد اس کی تحقیق کروں گا۔ مشتبہ مال کو (اگر ہو تو) شریعت کے مطابق علیحدہ کر کے جہاں شریعت کا حکم ہے وہاں خرچ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس ارادے کو پورا فرمائیں۔

تحقیق: آمین۔

فضول کلام اور فضول خیال سے پرہیز کرنا

حال: فضول بات، فضول خیال اور فضول کام سے طبیعت بھاگتی ہے۔ اگر زبان سے کوئی فضول بات نکل جاتی ہے تو (ایک) تیر سا کلیجے میں لگ جاتا ہے کہ ہائے یہ بے کار بات بھی زبان سے کیوں نکلی۔ ہر وقت کام میں مصروف رہنا پسند ہے۔ گناہ کے بارے میں دل میں خیال آتا ہے کہ خدا کرے میں اس دن سے پہلے غارت ہو جاؤں جس دن کوئی گناہ ہو۔

تحقیق: دونوں حالتیں عین سنت ہیں۔

بات کرنے میں سختی کا علاج

حال: (میری) اخلاقی حالت یہ ہے کہ اکثر لوگ میرے اخلاق کے بارے میں شکایت کرتے ہوئے ہی نظر آتے ہیں۔ بات کرتے ہوئے اکثر طبیعت میں تنگی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے خوشی سے مخاطب کی بات کا جواب نہیں دیا جاتا ہے۔ کیا کروں نہ کیا نہ کروں اپنی بداخلاقی پر بڑا افسوس ہوتا ہے ایسا لگتا ہے میں حسن اخلاق کی دولت سے محروم ہی رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے دعا فرمائیں کہ ایسا نہ ہو اے مخلوق کے حاکم اپنے مریض کا علاج کیجیے۔

تحقیق: اس میں ہمت کی ضرورت ہے اگر کسی سے سختی سے بات ہو جائے تو کسی دوسرے وقت اس سے معافی مانگ لیجیے چند بار ایسا کرنے سے اعتدال (میانہ روی) پیدا ہو جائے گا۔

ریا اختیاری چیز ہے

حال: ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی کو دکھانے کے لئے کرنا یہ دکھانا اللہ تعالیٰ اور دوسرے کو برابر درجہ کا ہو (کہ دونوں کو برابر دکھانے کی نیت ہو) یا مخلوق کو دکھانا اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہو یا کم سے کم (یہ ہو کہ) اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی مقصود ہو مگر (یہ عبادت) لوگوں کے سامنے مجمع میں کرتے ہوئے دل زیادہ لگتا ہو یا عبادت

تو تنہائی میں کی ہو لیکن لوگوں کو معلوم ہو جانے کے بعد دل میں خوشی پیدا ہوتی ہو یا عبادت کی وجہ سے لوگوں میں عزت حاصل ہونے کا خیال ہو یہ ساری صورتیں ریا میں شمار کی گئی ہیں۔ (اللّٰهم احفظنا منه وجميع المؤمنين والمؤمنات)

ان سب صورتوں میں ایک یکساں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مقصود ہونی چاہئے اللہ تعالیٰ کے غیر کا کوئی شبہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ بعض بزرگوں کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت میں دل کی توجہ جب تک اخلاص کے اس درجہ تک نہ پہنچ جائے کہ اس (عبادت کرنے والے) کے سامنے جانور، بچہ اور بڑے سے بڑے شخص کا (اس کے پاس سے) گذر جانا برابر ہو جائے اس وقت تک ریاء کی جڑ باقی رہتی ہے۔

اب گزارش یہ ہے کہ بندہ کے اختیار میں اتنا تو ہے کہ نیت تو خالص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھے لیکن کسی کو (اس کی عبادت وغیرہ کے) معلوم ہو جانے کے بعد دل میں خوش ہونا، بچہ بڑے کے گزرنے کے برابر ہونا یہ تو ظاہری طور پر غیر اختیاری معلوم ہوتا ہے۔ (جب یہ غیر اختیاری ہے تو) یہ ریا میں کیسے داخل ہو سکتا ہے۔ (کیونکہ) ریا تو ایک اختیاری فعل ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں پکڑ عمل کا ضائع ہونا یا ثواب کم ملتا ہے۔ خصوصاً اس وقت (جب لوگوں کو کوئی نیک عمل معلوم ہو جائے) کوئی اختیاری فعل جس کی وجہ کہا جائے کہ یہ اس کی سزا ہے۔ ''ولا يشرك بعباده به احد' فعل شرک کی نسبت فاعل کی طرف ہے (جس سے معلوم) ہوتا ہے کہ بندہ صرف اختیار ہی کا مکلّف کا معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق: آپ نے جو کچھ سمجھا ٹھیک ہے اگر اس کے خلاف کسی ثقہ (معتبر عالم وغیرہ) سے منقول ہو تو وہ ماول (یعنی اس میں تاویل ہے)۔

امام کا مقتدی کی رعایت کرنا ریا نہیں ہے اس کو ریاء کی صورت پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے

حال: دوسری بات شبہ کی یہ ہے کہ بعض اوقات (آدمی) کسی عبادت میں مشغول تھا اس وقت اس کو معلوم ہوا کہ میرا کوئی بزرگ سامنے آ گیا ہے یا کوئی جماعت آ گئی ہے جس کی وجہ سے اس کی عبادت میں خوشی کے بجائے شرم محسوس ہوئی اور جس طرح (پہلے) مشغول تھا اس طرح مشغولیت باقی نہیں رہی بلکہ کمی پیدا ہو گئی یا بعض عبادت یا اذکار اپنے بڑوں کے سامنے کرتے ہوئے حجاب محسوس ہوتا ہے یا کبھی مجمع میں یا ایسی جگہ جہاں لوگوں کو

معلوم ہو جائے تو طعنہ دیں گے اس وجہ سے عبادت نہ کرنا یا شرم کی وجہ سے چھوڑ دینا ان صورتوں میں بھی ریاء ہے یا کیا ہے؟ ظاہری طور پر تو معلوم ہوتا ہے کہ ریا ہی ہے۔ اس لئے کہ غیر اللہ کے اثر سے ریاء میں کمی یا تبدیلی پیدا ہوگئی ہے جو آیت ﴿ولا یشرك بعبادة ربه احدا﴾ مذکورہ کے مفہوم میں داخل ہے۔

تحقیق: یہی صحیح ہے کہ ان باتوں کی وجہ سے چھوڑ دینا ریا ہے۔

حال: لیکن جب وہ حدیث یاد آتی ہے کہ جس میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: میں کبھی قرأت کو طویل کرنے کا ارادہ کرتا ہوں اور بچوں کے رونے کی آواز کان میں آگئی اور ان کی مائیں نماز میں شریک تھیں تو ان کی رعایت کی وجہ سے عبارت میں کمی کی گئی ہے۔ اس لئے شاید اوپر ذکر کی گئی صورت میں بھی ریا نہ ہو مگر تسلی نہیں ہوتی ہے۔

تحقیق: یہ کمی غیر اللہ کے خیال سے نہیں ہے بلکہ مقتدی کی رعایت کرنا خود اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اس کے علاوہ میں ترک یا کمی کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے۔ "فکیف القیاس" کہ پھر قیاس کس طرح ہوگا۔

حال: بعض فقہاء نے بعض مقام میں اس کی وضاحت کی ہے کہ اگر کوئی شخص وضو کر کے نماز کی طرف چلا اور امام رکوع میں جا چکا تھا تو امام کو رکوع میں اتنی دیر کرنا کہ وہ شخص بھی شریک ہو جائے کوئی حرج نہیں ہے فقہاء کے اس قول سے بھی تائید ہوتی ہے کہ صورت مذکورہ میں ریاء نہ ہونے کی کچھ گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: اس موجودہ صورت اور گزشتہ میں فرق گزر چکا ہے کہ اس میں مقتدی کی رعایت کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اس میں ترک کرنے اور کم کرنے میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے۔

حال: مگر جس صورت پر خود قیاس کیا گیا ہے اس میں شبہ ہوتا ہے کہ یہ دونوں صورتیں ریاء سے کیوں خالی ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں بھی تو غیر اللہ کی رضا مندی و بہتری اختیار کی گئی ہے جو ظاہری اعتبار سے اخلاص کے خلاف لگتا ہے جو بھی ہو امید ہے کہ تسلی دی جائے گی۔

تحقیق: تسلی کی وجہ سے پیچھے فرق کی وجہ میں گزر چکی ہے (کہ جن صورتوں پر قیاس کیا گیا ہے ان میں رعایت حکم خداوندی ہے اور صورت مذکورہ میں عبادت کو چھوڑنا یا کمی کرنا حکم خداوندی نہیں ہے)۔

ریا کے خوف سے بچنا ضروری نہیں ہے

حال: کبھی بہت ہی پریشانی ہوتی ہے کہ لوگوں کے سامنے ذکر کیسے کیا جائے یا کبھی اسم ذات کا ذکر آہستہ آواز سے چلتے پھرتے کیا جاتا ہے اس میں اگرچہ کسی کو سنانا مقصود نہیں ہوتا ہے مگر پھر بھی ریا کا خوف ہوتا ہے کہ کہیں

ریا نہ ہو جائے۔ آہستہ ذکر کرنے میں تو بوجھ ہوتا ہے ہاں آہستہ اگر ضرب کے ساتھ ہو تو مشکل نہیں ہوتی ہے مگر وہ بھی آواز سے کرنے کے قریب ہو جاتا ہے۔

تحقیق: (یہ ریا نہیں بلکہ ریاء کا خوف ہے اور) ریا کے خوف سے بچنا ضروری نہیں ہے۔

تکبر کی حقیقت

حال: ایک بیماری تو مجھ میں قابل علاج یہ ہے کہ مجھ میں کچھ تکبر ہے۔ اس کو ختم کرنے کی تدبیر بتائیے۔ پہلے تو ظاہر میں تکبر معلوم ہوتا تھا۔ ظاہری تکبر کو دباتی ہوں مگر اب باطن میں تکبر معلوم ہوتا ہے۔ تکبر کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی جاہل یا ذلیل آدمی ہوتا ہے اور اس کو مجھ سے کوئی کام ہوتا ہے تو میں اس کو خدا کا بندہ سمجھ کر موقع پر تو اس کی خاطر تواضع کرتی ہوں مگر باطن میں یہی ہوتا ہے کہ یہ آدمی بہت برا ہے اور خود کو دل اچھا کہتا ہے زبان سے اگرچہ توبہ توبہ کرتی ہوں لیکن دل خود کو اچھا سمجھتا ہے۔ یہ تکبر ہی ہوگا۔

تحقیق: اتنا سمجھنا تو غیر اختیاری ہے اس پر پکڑ نہیں ہے۔ اگر اس خیال کو جان بوجھ کر جمایا جائے تو تکبر ہے۔ اگر اس خیال کو دور کرنا چاہا مگر وہ دور نہ ہو اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ ممکن ہے کہ اس آدمی کی کوئی خوبی (اچھائی) ایسی ہو جس کی وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہم سے اچھا ہو تو پھر تکبر نہ ہوگا۔

حال: دوسری بات یہ ہے کہ بد دین، جاہل اور ذلیل آدمی، نفس پرست، دنیا کا زیادہ شوق رکھنے والا، فضول باتیں کرنے والا، گانے والی اور نوحہ کرنے والی عورتیں اور مکار آدمی غرض ایسے لوگوں سے مجھے دل میں نفرت ہوتی ہے اور یہ لوگ دل میں ذلیل لگتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ تکبر ہے یا کیا ہے مگر توبہ کرتی رہتی ہوں۔

تحقیق: اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو اوپر گزری ہے۔

حال: پہلے تو مجھے دو چار عورتیں مغرور کہتی تھیں۔ اب معلوم کیا تو اب مغرور نہیں کہتی ہیں۔ مگر مجھے میرے باطن میں اب بھی تکبر محسوس ہوتا ہے۔ اس کو دور کرنے کی تدبیر بتائیے۔

تحقیق: اوپر بتا چکا ہوں۔

حال: دیندار، تمیز دار اور نیک مزاج آدمیوں کی دل میں بہت قدر و قیمت ہوتی ہے۔ اب میرے دل میں بچوں سے بہت محبت معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق: ایسے لوگوں سے محبت حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سے محبت ہے۔

حال: بچوں سے باتیں کرنے اور ان کا کام کرنے کو دل چاہتا ہے۔

تحقیق: بچوں سے ایسا سلوک کرنا تکبر نہ ہونے کی دلیل ہے۔
حال: اب دل ہر آدمی کی حالت اور عادت کو آزماتا (اور پرکھتا) ہے کہ یہ آدمی کیسا ہے؟ دیندار ہے یا نہیں؟
تحقیق: آزمانے کا ارادہ نہیں کرنا چاہئے ہاں بغیر آزمائے معلوم ہو جائے تو اور بات ہے۔
حال: (پھر آزمانے کے بعد) جو دیندار ہوتا ہے اس سے طبیعت خوش اور مانوس ہوتی ہے اور بددین اور جاہل آدمیوں سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہے۔ میں (اپنے) وطن گئی اور تمام برادری کی عورتوں کو آزمایا یہاں سب کی حالت ردی دیکھی۔ جو عورتیں نماز روزہ کرنے والی ہیں وہ بھی برائے نام کی ہیں اور سب برائیوں میں ڈوبی ہوئی مبتلا ہیں۔ اس بات کو دیکھ کر بھی دل میں غرور پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ سب کو دین کی توفیق دیں۔ (آمین) باطنی حالت تو کسی میں ہے ہی نہیں۔
تحقیق: یہ کیفیت ہر حالت میں تکبر نہیں ہے۔ اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو اوپر لکھی گئی ہے۔
حال: اپنے خاندان کی تین چار عورتوں کے مزاج میں عاجزی زیادہ دیکھی کہ ہر ایک کے پیر کی خاک ہو جانا۔ ایسی عاجزی میرے مزاج میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی عاجزی اور انکساری عطا فرمائیں۔
تحقیق: یہ (کیفیت) بھی عاجزی کا ایک رنگ ہے مگر عاجزی صرف اسی رنگ میں منحصر نہیں ہے۔
حال: جب میں وطن سے آئی تھی تو میرے دل میں یہی خیال آتا تھا کہ سب کی حالت ردی ہے گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ میری حالت اچھی ہے اس لئے بار بار اس سے توبہ کرتی تھی مگر پھر بھی بار بار دل میں یہی خیال آتا تھا۔ آٹھ دس دن یہی حال رہا وطن جانے سے بہت نقصان ہوا خیر اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ خیال دل سے نکل گیا اور اللہ تعالیٰ کا دھیان دل میں بس گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔
تحقیق: اللہ تعالیٰ اپنی یاد دل میں اور بسا دیں۔

غصہ کی حالت میں کسی گناہگار کو حقیر سمجھنے کا علاج

حال: کچھ دنوں سے (میری حالت یہ ہے کہ) شریعت کے خلاف کام کرنے والوں سے ایک (قسم کی) نفرت ہونے لگی تھی۔ (اب) جب سے حضور کی خدمت سے (واپس) یہاں (اپنے وطن) آیا ہوں تو ایسی حالت ہوگئی ہے کہ بات کرنا تو دور کی بات ہے ان لوگوں کی صورت دیکھنے کو بھی جی نہیں چاہتا ہے۔ چنانچہ اس مرتبہ رمضان شریف میں اکثر ان لوگوں جن سے کچھ دوستی یا پڑھائی میں ساتھ ہونے کی وجہ سے تعلقات تھے اور ان لوگوں نے روزہ رکھ سکنے کے باوجود روزے نہیں رکھتے تھے ان کو کھاتے اور حقہ پیتے دیکھ کر مجھ سے غصہ

برداشت نہیں ہوسکا اور ان سے سختی اور غصہ کے ساتھ بات کرنے کی نوبت آتی۔

غصہ کے بعد یہ خیال آتا ہے کہ تم کوئی خدائی فوجدار تو نہیں ہو۔ تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ اپنے غصہ کی وجہ سے افسوس اور شرمندگی ہوئی۔ اس کے باوجود غصہ برداشت نہیں ہوتا ہے۔ اس بارے میں حضور کی دعا کا امیدوار ہوں کہ کسی سے لڑائی جھگڑے کی نوبت نہ آئے۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔ مگر یہ حالت بڑی نہیں ہے۔ ہاں کبھی برداشت کی کمی کی وجہ سے اعتدال کی حد سے نکل جانے کا خوف ضرور ہے۔ جتنا ہوسکے حد سے نہیں نکلنا چاہئے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ کسی گناہ گار کو حقیر نہیں سمجھا جائے اگرچہ اس پر غصہ آئے۔ غصہ کے وقت ہی یہ بھی سوچا جائے کہ ہم میں اس سے زیادہ عیب ہیں۔

حسن پرستی کا علاج

حال: احقر کو بچپن سے بدنظری کا مرض تھا۔ بحمد اللہ جب سے حضرت کا وسیلہ حاصل ہوا اور حضرت کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہوں وہ مرض ختم ہوگیا ہے اور اس کا وسوسہ کبھی دل میں نہیں آتا ہے بلکہ طبیعت میں ایک قسم کی نفرت محسوس کرتا ہوں۔ اس کے باوجود جب کوئی حسین طالب علم یا کوئی عزیز ہوتا ہے تو ان کے ساتھ سلوک کرنے یا ان کے ساتھ بات کرنے میں اچھا خیال ہوتا ہے اور محبت کا سلوک ہوتا ہے۔ عزیزوں سے محبت کا سلوک کرنا اگرچہ برا نہیں ہے بلکہ (شریعت میں) مطلوب ہے لیکن مجھے پرانے (بدنظری کے) مرض کے لوٹ آنے کا خوف غالب ہوتا ہے اس لئے حضور سے دعا کی درخواست کرنا اور علاج کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔

تحقیق: اس مرض کا جتنا بقیہ موجود ہے اس سے بھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جس شخص سے سلوک اور بات کرنے میں نفس کو لذت حاصل ہوتی ہے اس سے فوراً جدا ہوجانا چاہئے اس میں بالکل بھی سستی نہ کریں میں بھی دعا کرتا ہوں۔

کسی میں عیب تلاش کرنے کا علاج

حال: حضور مجھ میں ایک سخت عیب یہ بھی ہے جو بہت ہی مضبوط بھی ہوگیا ہے (وہ عیب یہ ہے کہ) دوسروں کا عیب تو بہت بڑا لگتا ہے حتیٰ کہ اس میں غیبت تک ہوجاتی ہے اور اپنا عیب لگتا ہی نہیں ہے۔ کوشش بہت کرتا ہوں کہ یہ بری عادت ختم ہوجائے لیکن کسی طرح بھی ختم نہیں ہوتی ہے۔ (حضرت!) کوئی طریقہ بتائیں جس پر عمل کرنے سے یہ بری عادت ختم ہوجائے اس کے لیے خصوصی طور پر حضور کی توجہ اور دعا کی تمنا کرتا ہوں۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ آپ ہر بار کرنے سے پہلے یہ سوچ لیا کریں کہ اس بات کو نہ کرنے میں کوئی ضروری فائدہ تو فوت نہیں ہو جائے گا جس بات کے نہ کرنے میں ضروری فائدہ فوت نہ ہو وہ بات نہ کیجئے۔ یہ انتظام تو زبان کا ہے۔ باقی اس کی جڑ کا انتظام یہ ہے کہ جب کسی کے عیب پر نظر پڑے تو یہ سوچا کریں اس شخص میں اگرچہ یہ عیب ہے مگر شاید اس میں کچھ ایسی خوبیاں بھی ہوں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی مجموعی حالت میری مجموعی حالت سے بہتر ہو۔ اس صورت میں مجھے اس میں عیب نکالنے کا کیا حق حاصل ہے۔ جس طرح اندھے کو کانے کو چڑانے کا حق نہیں (یعنی کانا ہونا بھی عیب ہے لیکن اندھا ہو اس سے بڑا عیب ہے اب اگر اندھا کانے کو چڑائے تو اس کو اس بات کا حق نہیں ہے کیونکہ کانا اندھے کے مقابلے میں بہت بہتر ہے کہ وہ دیکھتا ہے حالانکہ اندھا دیکھتا نہیں ہے)۔ بار بار اس بات کے استحضار سے ان شاء اللہ یہ عیب ختم ہو جائے گا۔ اگر کبھی کبھی اچانک یہ بات ہو بھی جائے تو جرمانے کے طور پر بیس رکعت نفل پڑھا کیجئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ نفس سیدھا ہو جائے گا۔

اپنے آپ کو ایسا حقیر سمجھنا جو ناپسندیدہ ہے

حال: کبھی برے اخلاق کے وسوسوں کی دل پر ایسی کثرت ہوتی ہے کہ دل چاہتا ہے کاش میں کسی بھنگی چمار کے گھر پیدا ہوتا تا کہ اپنے آپ کو بھولا ہوا تو ہوتا۔

تحقیق: یہ اپنے آپ کو ذلیل کرنے کا غلبہ ہے مگر ایسا غلبہ پسندیدہ نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت سے غفلت ہو۔ مسلمان کے گھر پیدا ہونے سے اسلام کی نعمت ملی جو شاید بھنگی چمار کے گھر پیدا ہونے سے نہ ملتی۔ (بلکہ) ایسے وقت موجودہ (ایمان کی) حالت کو مستحضر کر لینا ضروری ہے پھر اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

اپنی بات بنانے میں حیلہ کرنا اور دھوکہ دینا طالب کے لئے نقصان دہ ہے

حال: احقر نے ذی الحجہ کو ایک خط بھیجا تھا۔ جس میں احقر نے گزارش کی تھی کہ "اس میں شک نہیں کہ وہ حالات اور انوارات جو ذکر وغیرہ سے لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں خود مقصود نہیں ہوتے اور نہ ہی اصل چیز ہیں مگر پھر بھی فضل الٰہی ہونے سے خالی نہیں ہیں اس وجہ سے اکثر اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر یہ حاصل ہوتے تو اچھا ہوتا اور کبھی ان کے حاصل نہ ہونے پر افسوس ہوتا ہے۔ مگر تھوڑی ہی دیر میں یہ خیال جاتا رہا۔ دعا فرمائیں کہ یہ حاصل ہوں۔"

اس کا جواب ۱۲ ذی الحجہ کو جناب والا کے ہاں سے یہ آیا کہ "باقی حالات وغیرہ کے بارے میں جو مضمون

لکھا ہے وہ بالکل بے قاعدہ ہے جس سے عقیدت ہو اس کو اپنے مزاج کے تابع بنانا کتنا قاعدہ کے خلاف ہے۔''

اس کو دیکھ کر احقر چند منٹ کے لئے بالکل سکتے کے عالم میں آگیا اور بہت شرمندگی ہوئی۔ اس ندامت کی وجہ سے چند دن تو جواب لکھنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ اس کے بعد خط لکھا تھا جو بدقسمتی گم ہو گیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا ''مجھے اس بات سے بہت شرمندگی ہوئی کہ میری درخواست جناب کی طبیعت کے خلاف ہوئی میری غرض یہ نہیں تھی کہ جناب میری مرضی کے مطابق مجھے ہدایت فرمائیں اور اس کو پورا کریں ہرگز نہیں! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے مرشد سے کوئی فرمائش کرے حاشا کلا۔ بلکہ اصلی غرض یہ تھی کہ یہ تمنا اگر صحیح ہے تو حضور دعا فرما دیں اگر صحیح نہیں ہے تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ تمنا کرنا فضول ہے۔ اگر یہی بات ملال کا سبب ہے تو جناب معاف فرما دیں اور درگزر کریں اور کم فہموں سے غلطی ہو جاتی ہے جناب کی ذات سے امید ہے کہ معاف فرما کر سرفراز فرمائیں گے تاکہ اطمینان حاصل ہو۔

تحقیق: (آپ نے اپنی) بات کی جو وجہ بیان کی ہے آپ کے الفاظ سے کوئی شخص اس کو نہیں سمجھ سکتا ہے بلکہ آپ کے الفاظ خود اس (وجہ) کے خلاف ہیں۔ جب آپ نے خود اپنی تحریر میں یہ بات صاف طور سے لکھ دی کہ (یہ حالات و انوارات) کی تمنا کرنا صحیح نہیں ہے تو اب دوسری بات (کہ اگر تمنا صحیح ہو تو کا) احتمال کہاں رہا۔ اگرچہ دوسری بات آپ کی تحریر میں صاف نہیں تھی بلکہ چھپی ہوئی تھی تو اس کے لئے شروع ہی سے دو باتیں کہہ کر لکھتے ایسا کیوں نہیں لکھا۔

اب یہ دوسری وجہ بیان کرنا اس بڑھ کر غلطی اپنی بات کو بنانا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے غلطی نہیں کی اس بات میں اپنے معلم کو جھٹلانا اور جاہل بتانا ہے۔ افسوس ہے کہ جس سے باطن کی اصلاح چاہی جاتی ہے اس سے بھی دھوکہ دیا جاتا ہے۔ یہ مرض (یعنی اپنی بات کو بنانا) طالب علمی کی ابتدائی ہی سے طبیعت میں مضبوط ہو جاتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر معلم ہر حالت میں احمق نہیں ہوتا اور اگر کبھی دھوکہ میں آجائے تو طالب کو نقصان تو ہوا ہی اس کے اخلاق کی درستی نہ ہوئی۔

فضول سوال سے بچنا

سؤال: سلطان الاذکار کیسے ہوتا ہے اور اس کی کیا کیفیات ہیں؟ اور سلطان الاذکار کی حالت پسندیدہ اور مطلوب ہے یا نہیں؟

جواب: یہ سوال کیوں کیا ہے؟

سؤال: امید کرتا ہوں کہ حضور احقر کے لئے دعا فرمائیں گے۔

جواب: دعا کرتا ہوں خصوصاً فضول باتوں کو چھوڑنے کی (دعا کرتا ہوں)۔

(اپنی) غلطی کو نہ ماننے کا علاج

حال: (حضرت! میری حالت یہ ہے کہ) مجھ سے اگر کوئی دینی یا دنیاوی غلطی ہو جائے جیسے مسجد میں مجھے ابکائی (متلی) آئی اور میرے گھبرا کر بھاگنے اور کھنکار کی بری آواز کی وجہ سے ایک صاحب جو لطیف (نازک) مزاج ہیں ان کو ابکائیاں آنے لگیں۔ اس کے بعد ہی عصر کی جماعت کھڑی ہوگئی۔ (مجھے) نماز میں ان کی ابکائیوں کا خیال آیا اور ساتھ ہی ہنسی آئی۔ نفس فوراً اس ہنسی کو ٹھنڈی سانس کے ساتھ بجھایا اور حیلہ (بہانہ) کیا۔

دنیاوی معاملات میں تو اپنی غلطی سمجھ میں آجاتی ہے پھر بھی اس پر یہ کہنا بہت بھاری ہوتا ہے کہ ہم سے غلطی ہوگئی ہے۔ (بلکہ) میں یہ سوچتا ہوں کہ کسی طرح یہ غلطی میرے ذمہ نہ رہے خصوصاً اس وقت جب مقابلہ میں بڑا ہو تو غلطی ماننے میں نفس کو بہت عار ہوتا ہے۔ اگر مقابلے میں چھوٹا ہو تو اپنی غلطی ماننے میں بالکل حجاب نہیں ہوتا ہے۔

بڑوں سے مقابلے میں عار بلکہ غصہ تک آجانے کی وجہ سے (مجھے) بہت پریشانی ہوتی ہے۔ کوئی عملی علاج تجویز فرمائیں تاکہ اس پر عمل کروں اور عمل کرنے کی ہمت پیدا ہونے کے لئے دعا بھی چاہتا ہوں۔

تحقیق: اس کا علاج صرف یہی ہے کہ عمل اس کے خلاف کیا جائے چند دن ایسا کرنے سے یہ برائی یا تو ختم ہو جائے گی یا مغلوب ہو جائے گی۔

عقل کے لحاظ سے ہر عیب سے نفرت کا حکم ہے

حال: اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر کام کرتے وقت یہ سوچتا ہوں کہ یہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔ اپنے عیوب سے عقل کے لحاظ سے نفرت کرتا ہوں۔ طبعی طور پر کبھی وہ عیوب ہو جاتے ہیں۔

تحقیق: انسان کو اس سے زیادہ کا حکم بھی نہیں ہے۔

گناہوں کی طرف رغبت، عبادت میں سستی اور بزرگوں سے بدظنی کا علاج

حال: جناب سے اس خاکسار کی ملاقات شاہدرہ کی ریل میں جب سے ہوئی ہے اس وقت سے اس غمگین طبیعت کو حضور کی ملاقات کا بہت شوق ہے۔ بندہ نے اپنے گناہوں کے بارے میں عرض کیا تھا اور عبادت کی رغبت کے کم ہونے اور اس میں مزہ نہ آنے کا اظہار کیا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا: مجھ کو خط کے ذریعہ اطلاع دینا مناسب ہے۔ لہٰذا ارشاد کے مطابق عرض کرتا ہوں، کہ مختصراً یہ ہے کہ گناہوں کی طرف رغبت عبادت میں سستی

اور مزہ نہ آتا ہے۔

دل میں دوسرا خیال یہ آتا ہے کہ کوئی بزرگ نہیں ہے سب ظاہر پرست ہیں اگر چہ اپنی حالت بھی اچھی نہیں سمجھتا ہوں مگر دوسرے کے لئے ابھی نیک ہونے کا خیال نہیں ہوتا ہے۔ (مجھے) یہ مرض بہت تنگ کر رہا ہے۔ اطلاعاً عرض کرتا ہوں کہ حضرت مولانا...... فلاں صاحب نے مجھے ایک علاج یہ بتایا کہ تم پندرہ منٹ موت کا تصور کرلیا کرو۔ جناب کی توجہ اور دعا کا منتظر ہوں۔

تحقیق: مولانا المکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جواب میں عرض ہے کہ عبادت کی طرف رغبت اور سستی ایک تو طبعی ہے جو نقصان دہ نہیں ہے ایک عقلی ہے یہ موجود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ عادت مبارکہ یہ ہے کہ اسی عقلی (رغبت کے ہونے اور سستی نہ ہونے) سے مضبوطی اور ہمیشگی کے ساتھ کام لینے میں (یہ عقلی) طبعی بن جاتی ہے۔ مگر اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ خارجی اسباب اور (ہر آدمی کے) حالات کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس کی مدت مختلف ہوتی ہے۔ ہمت کر کے جتنا کرسکیں کوشش کرتے رہیں انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی۔

باقی ''یہ خیال کہ کوئی بزرگ نہیں ہے'' یہ بہت خطرناک ہے اس کا علاج موت کا مراقبہ نہیں ہے۔ اس کا مقرر علاج ذہن کو خالی کر کے بزرگوں کی خدمت میں رہنا ہے، اگر یہ نہ ہوسکے تو ان سے خط وکتابت رکھنا ہے۔ مگر یہ دوسرا علاج کمزور ہے۔ آدمی اپنی دنیاوی ضرورتوں کے لئے وقت نکالتا ہے تو یہ تو اصل ضرورت ہے۔ اس کے لئے ضرور وقت نکالنا چاہئے۔ حسن ظن کے بغیر فرمانبرداری کا جذبہ حاصل نہیں ہوتا ہے اور بغیر فرمانبرداری کے اس سلوک کے راستے میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھتا ہے۔ واللہ الموفق۔

غیر اللہ کی محبت کا علاج

(ان صاحب کا پھر مندرجہ ذیل خط آیا)

آپ نے جو تحریر فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے۔ وہ شخص دہلی ہی میں ہے جہاں میں رہتا ہوں۔ جس محلہ میں میرا مکان ہے اس کا مکان بھی اسی محلّہ میں ہے بلکہ میرے مکان کے برابر میں ہے۔ وہ میرا ہم مکتب اور ہم عمر بھی ہے۔

آپ نے جو تحریر فرمایا کہ وہ ملتا بھی ہے یا نہیں۔ وہ ملتا ہے لیکن ایک مہینہ سے بول چال نہیں ہے۔ صرف نماز میں خیالات آتے ہیں۔ لہٰذا مہربانی فرما کر اس کی بھی کوئی تدبیر لکھ دیجئے تا کہ یہ خیالات بھی ختم ہوجائیں۔

(پھر یہ خط آیا)

آپ نے جو تحریر فرمایا کہ کوئی ایسی تدبیر بھی ہوسکتی ہے کہ جس طرح اب بول چال بند ہے اسی طرح ہمیشہ

بند رہے بلکہ سامنا بھی نہ ہو تو یہ محال (ناممکن) ہے کیونکہ وہ میرے مکان کے برابر ہی رہتے ہیں مسجد میں نماز کے وقت بھی سامنا ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ میں شہر سے باہر چلا جاؤں اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ چلے جائیں۔ غرض دن میں تین چار مرتبہ آمنا سامنا ہوجاتا ہے۔

جواب: خیر اگر ظاہری دوری نہیں ہوسکتی تو یہ تو ممکن ہے کہ آپ اس کی طرف کبھی نگاہ اٹھا کر جان بوجھ کر نہ دیکھیں۔ اگر کبھی کبھار سامنا ہوجائے تو فوراً وہاں سے ہٹ جائیں۔ جان بوجھ کر اس کا تصور دل میں نہ لائیں اور اس کا تذکرہ بھی زبان پر نہ لائیں اور اگر بغیر ارادے کے کبھی خیال آجائے تو فوراً اس کی وہ صورت دل میں جما لیں جو مرنے کے بعد مردے کی ہوتی ہے کہ تمام رنگ و روغن چلا جاتا ہے، دو چار دن کے بعد بدن پھول اور پھر پھٹ جاتا ہے، اس میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے، اس میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ اس وقت یہ بھی سوچا کریں کہ جس کی آخری حالت یہ ہونے والی ہے اس سے کیا دل لگایا جائے بلکہ دل لگانے کے قابل وہ ذات ہے جس کا حسن و جمال نہ ختم ہوا اور نہ کبھی ختم ہوگا۔

اسی طرح اس وقت اپنی موت کا تصور بھی کیا جائے کہ ایک دن مرنا ہے جس میں ساری لذتیں اور ساری مستیاں ختم ہوجائیں گی۔ (پھر یہ کہ) اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور (اللہ تعالیٰ کو) ظاہری اور باطنی اعمال کا حساب دینا ہے۔ اگر میں غیر اللہ کی محبت دل میں لے کر حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اگر اللہ تعالیٰ پوچھیں کہ ہمارا بندہ ہو کر تو نے غیر سے ایسا دل لگایا جیسا ہم سے لگانا چاہئے تھا تو اس کا کیا جواب دوں گا۔ بس ان خیالات کے بار بار استحضار سے انشاء اللہ تعالیٰ مرض بالکل ختم ہوجائے گا مگر (ان باتوں کو) نباہنا اور (ان کا) ارادہ کرنا شرط ہے۔

فخر کرنے، تکبر کرنے اور ریا کا علاج

حال: بہت سارے عیوب اپنے اندر پاتا ہوں۔ تفاخر، تکبر، ریا اور اپنی بات وتقریر کی تاویل خواہ صحیح ہو یا نہ ہو۔ براہ کرم اس کا جو علاج ہو تحریر فرمائیں۔

تحقیق: اپنے نفس پر سزا مقرر کیجئے۔ جان بوجھ کر ایسے کام کیجئے جو فخر کے خلاف ہوں۔ خیر کے اعمال فرائض اور سنتوں کے علاوہ چھپ کر کیجئے۔ (بات) سوچ کر کیجیے۔ جب کسی قسم کی کوتاہی ہوجائے جرمانے کے طور پر بیس رکعت پڑھئے۔

وہ غصہ جو برا نہ ہو

حال: بندہ کا حال یہ ہے کہ اسی ہفتہ میں رات کو ایک مریض کو دیکھنے کے لئے گیا۔ وہ اجنبی شخص تھا۔ ظاہری

طور پر غریب بھی نہیں لگتا تھا مگر اس نے مجھے (حکیم کی فیس کے طور پر) کچھ دیا نہیں۔ وہ ہیضہ کا مریض تھا۔ یہاں ہیضہ کی حالت یہ ہے کہ ابتدا تو بہت معمولی سی ہوتی ہے اور کچھ دیر بعد حالت بگڑ جاتی ہے۔ اس کی حالت اس وقت شروع کی تھی اور وہ اس کو معمولی سمجھ رہا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اس کی حالت عنقریب خراب ہونے والی ہے۔ میں نسخہ لکھ کر آ گیا لیکن اس کا کچھ نہ دینا بہت ناگوار ہوا۔

تھوڑی دیر بعد اس کا آدمی خبر دینے کے لئے آیا۔ اس وقت احقر کو بہت غصہ آیا کہنا تو یہ چاہتا تھا کہ اب دیکھنا کیا ہوتا ہے جس کو معمولی بات سمجھ رکھی ہے وہ معمولی نہیں ہے۔ مرض ہیضہ کا ہے اور بھی جانے کیا کچھ کہتا مگر کوئی بات ہی نہیں ہوئی (میں نے صرف) اتنا کہہ دیا کہ بہتر ہے کسی دوسرے حکیم کا علاج کر لیں میں علاج نہیں کرتا۔

آدمی کے چلے جانے کے بعد بہت ہی شرمندگی ہوئی کہ مریض اس کا یہ مطلب نہ سمجھے کہ مرض لاعلاج ہو چکا ہے اس وجہ سے اس کو اور اس کے سارے گھر والوں کو بہت پریشانی ہوئی ہوگی۔ بہت دیر تک طبیعت پریشان رہی کہ دل توڑ دیا۔ خواجہ صاحب بھی اس وقت موجود تھے انہوں نے فرمایا: یہ رحم کھانے کے خلاف تھا، اس مرض کے مریض کو ایسا لفظ نہیں کہنا چاہئے تھا۔ میں نے جب خواجہ صاحب سے وجہ بیان کی تو انہوں نے بھی یہی کہا کوئی حرج نہیں ہے کوئی غریب آدمی ہوتا تو بلاشبہ برا تھا۔

طبیعت پھر بھی پریشان رہی۔ دل میں خیال آیا کہ اس کی وجہ کیا ہوئی۔ ایک خیال یہ آیا کہ یہ صرف فیس نہ ملنے کی وجہ سے ہوا اور ایک خیال یہ آیا کہ اپنی تشخیص پر اعتماد ہے لیکن اس خیال کی تردید یہ ذہن میں آئی کہ یہ لفظ تو نہیں کہا کہ دیکھنا اب کیا ہوتا ہے؟ ایک خیال یہ بھی آیا کہ یہ سنگدلی ہے تکبر ہے۔ اس خیال کی تردید ذہن میں یہ آئی کہ اس سے دو دن پہلے ایک شخص کی بیوی جس کا فلاں نام ہے بیمار ہوئی۔ یہ شخص فلاں مولوی صاحب سے بیعت ہیں۔ بہت ہی غریب ہیں۔ بندہ کا علاج دو دن تک ہوا۔ الحمد للہ صرف ان کی غربت کی وجہ سے بندہ نے بغیر فیس کے بارش کے باوجود بار بار جا کر ان کے گھر دیکھا۔ دوسرے دن ان کی حالت خراب ہوئی۔ مجبوری کی وجہ سے علاج بدلنا پڑا۔ بندہ نے خود رائے دی کہ دوسرے حکیم کو دکھا دیں۔ انہوں نے ایک ایسے حکیم کا جو بندہ سے جلتے تھے علاج شروع کیا۔ بندہ اب بھی (جبکہ علاج دوسرے حکیم کا ہو رہا تھا) ان کی عیادت کے لئے مسلسل جاتا رہا۔ ایک مرتبہ مایوسی کی حالت سمجھ کر خواجہ صاحب کو بھی لے گیا اور مریضہ کو نماز وغیرہ کی ہدایت کی۔ اس کے بعد ان کو آرام آیا۔ اس واقعہ کو یاد کر کے ایک قسم کا سکون حاصل ہوتا ہے۔

لیکن پھر طبیعت ایسی پریشان ہوئی کہ اس کے بعد ایک دوسری جگہ کئی بار جانا پڑا۔ میں نے (ان سے)

فیس کا بالکل خیال نہیں کیا بلکہ قیمتی دوا بھی اپنے پاس سے دی۔ بہر حال پریشانی پوری طرح ختم نہیں ہوئی ہے۔ حضور والا ارشاد فرمائیں کہ یہ گناہ ہے یا نہیں اگر گناہ ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: ایسے شخص پر غصہ آنا اور اس سے اعراض کرنا بالکل بھی برا نہیں تھا بلکہ اگر غصہ نہ آتا تو برا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ایسا کرنا بدتہذیبی اور ناقدری تھا ظاہر ہے کہ یہ برا ہے اور غصہ آنا برا نہیں ہے۔ ہاں غصہ آنے کے باوجود غصہ پر عمل نہ ہوتا تو یہ زیادہ کمال کی بات ہوتی مگر یہ کمال کی بات اس وقت ہوتی جب اس حالت میں غصہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے دل میں غبار کے بڑھ جانے کا خوف اور احتمال غالب نہ ہوا گر غالب ہو تو غصہ پر عمل کرنا ہی افضل ہے۔ غالب یہ ہے کہ یہاں اسی افضل کا وقوع ہوا ہے اور اگر افضل نہیں بھی ہوا تو جائز کے ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

ہاں ایسے وقت اگر اس کی رعایت کی جائے کہ کوئی بات ایسی نہ ہو جائے جس سے مریض کو ناامیدی پیدا ہو تو بہتر ہے لیکن اگر غصہ کی شدت کی وجہ سے ایسی (کوئی) بات سمجھ میں نہ آئے اور جتنی باتیں اس وقت ذہن میں ہوں ان میں سب سے محفوظ اور آسان بات کہی جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

ریا کی حقیقت اور اس کو دور کرنے کا طریقہ

سوال: میری طبیعت چاہتی ہے کہ دنیاوی معاملات جیسے کپڑا پہننے کھانے پینے میں حضور کا جو سادہ طریقہ ہے اپنا طور طریقہ بھی اسی کے مطابق بنا کر (میں) اس حدیث "من تشبه بقوم فهو منهم" (کہ جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ ان ہی میں سے ہوتا ہے) کا مصداق ہو جاؤں۔ (یعنی اس حدیث کا عملی نمونہ ہو جاؤں)، مگر یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر آپ کے جیسے کپڑے اور ٹوپی پہنوں تو شاید لوگوں کے دل میں یہ بات پیدا ہو کہ یہ حضرت مولانا (یعنی حضور سے) بیعت ہے۔ ان کا یہ خیال میرے لئے ریا کے پیدا ہونے کا سبب ہو جائے۔ اس صورت میں پوچھنے کی بات یہ ہے کہ اگر میں حضور کی طرح ٹوپی اور لباس پہنوں تو یہ ریا تو نہیں ہوگی۔

جواب: ریا بغیر ارادے کے نہیں ہوتی ہے۔ جب آپ کی نیت اچھی ہے تو یہ ریا نہیں ہے۔

عجب (خود پسندی) حسد وغیرہ کا علاج

حال ①: اللہ تعالیٰ حضرت والا کو بخار سے جلد صحت عطا فرمائے۔

حال ②: (اس) خادم کو اپنے میں جو خوبیاں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں وہ جتنی ہیں اس سے بہت زیادہ لگتی

ہیں۔ دل یہ چاہتا ہے کہ دوسرے لوگ ہماری تعریف کریں اور ہم نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے مجھے درد بھری آواز عطا فرمائی ہے۔ اشعار پڑھنے کے بعد اگر کوئی شخص تعریف کرے تو اس موقع پر خاموش رہنے کے باوجود نفس کو مزہ محسوس ہوتا ہے۔ طبیعت اندر سے اس کو چاہتی ہے کہ اگر (یہ تعریف اور) زیادہ ہو تو مناسب ہے۔

حال (۳): مجھ میں حسد یا رشک ہے مگر دین کے معاملے میں ہے۔ اگر دین کے معاملے میں اپنے بھائیوں کو زیادہ کام کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو دل چاہتا ہے میں بھی کروں اور ہو نہیں سکتا تب یہ خیال آتا ہے کہ یہ ایسا ہے کہ دل کے اندر ایک تکلیف پیدا ہوتی ہے اور ان لوگوں کے لئے دل میں کچھ انقباض محسوس ہوتا ہے مگر تھوڑی دیر کے بعد لگتا ہے کچھ بھی اثر نہیں ہے۔

تحقیق: ان نمبروں کا تفصیلی علاج (رسالہ) تبلیغ دین میں ہے۔ اس کو غور کے ساتھ پڑھئے اور اس کی تدبیروں (علاج وغیرہ) پر پوری طرح عمل کیجئے پھر جو اثر ہو اس کی طلاع کیجئے۔

حال: آج کل میرا معمول صرف تہجد کی نماز کے بعد پانچ سو مرتبہ اللہ اللہ پڑھنا ہے۔

تحقیق: ذکر کم ہے برداشت کے بقدر بڑھایا جائے۔

غرور اور تکبر کا علاج

حال: اس خادم کے اندر غرور اور تکبر بہت ہے۔ دوسرے لوگوں کو کبھی عقل و ہوشیاری، علم اور کبھی باپ دادا کی مالداری پر اپنے سے کم سمجھتا ہو۔ یہ مرض یہاں پر اگرچہ کم لگتا ہے اپنی بستی میں بہت پایا جاتا ہے حضور اس کا علاج بتائیں۔

تحقیق: ایک وقت بیٹھ کر اپنے عیبوں کو سوچا کرو اور (ان کو) زبان سے بھی کہا کرو کہ میں بڑا بے وقوف ہوں میں بڑا نالائق ہوں۔ روزانہ آدھا گھنٹہ اس میں لگاؤ پھر اس پرچے کے ساتھ اطلاع دو۔

حال: آج کل احقر تہجد کی نماز کے بعد بارہ تسبیح، استغفار دس ہزار مرتبہ اور اسم ذات چوبیس ہزار مرتبہ کر لیتا ہے۔ نشر الطیب، تعلیم الدین، قصد السبیل، تبلیغ دین اور دعوات عبدیت کے وعظ پڑھ رہا ہوں۔ قرآن شریف روزانہ مناجات مقبول کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ ان سب کاموں کے بعد جو وقت بچتا ہے اور چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے گویا ان تمام حالات میں اسم ذات کا ذکر ہلکی آواز سے کرتا رہتا ہوں۔ غرض یہ کہ الحمد للہ شاید بہت کم وقت غفلت میں گزرتا ہے ورنہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔ یہ سب صرف اللہ تعالیٰ کا فضل، حضور کی دعا کی برکت وشفقت توجہ اور جناب کی عنایت کی وجہ سے ہے۔

الحمد ﷲ! دل کی حالت بہت اچھی حالت لگتی ہے۔ استغنا کے قلب (دل کی بے نیازی) بے انتہاء ہے۔ دل میں اتنی قوت ہے کہ بڑی سے بڑی مصیبت اور تکلیف میں راحت اور چین محسوس ہوتا ہے بلکہ لذت آتی ہے۔ یہی خیال آتا ہے کہ میری یہ جو میری حالت ہے میرے آقا کو میرے لئے یہی پسند ہے۔ توکل کی قوت کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر خالص بھروسہ ہے۔ کسی انسان سے اپنی حالت کا ذکر کرنا کفر اور شرک سے بھی زیادہ برا لگتا ہے۔ تکلیفیں خوشی کے ساتھ برداشت کرنا منظور ہے۔ غرض جو بھی اچھی بری حالت ہوتی ہے واللہ! الحمد للہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر بہت خوش رہتا ہوں۔ بس (اپنی حالت تو یہ ہے)۔

ع بے زر و گنج بصد حشمت قارون باشی

ترجمہ: ''بغیر مال و دولت کے قارون کے وقار کے سوگنا وقار کے ساتھ رہنے کی حالت ہے۔''

حضرت! دل میں ہر وقت ایسا لگتا ہے کہ جیسے آگ دہکتی ہے اور ذکر کے وقت ایسا لگتا ہے کہ وہ آگ بھڑکتی رہتی ہے۔ ذکر میں اور نماز کے دوران رقت پہلے سے زیادہ ہوتی ہے۔ اکثر گرم گرم آہیں نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ جس دن سے میں نے تکبر سے توبہ کی تھی جب سے اب تک یہ حالت ہے کہ مجھ سے برا ذلیل کوئی بھی نظر نہیں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تکبر کے خیال سے یقینی نفرت ہے۔ دل یہ چاہتا ہے کہ یہ لباس اتار کر کوئی ایسا لباس اختیار کرلوں تمام دنیا مجھ کو ذلت کی نظر سے دیکھے۔ لیکن اس ڈر سے کہ کہیں اس میں نفس کا دھوکہ نہ ہو اس لئے ایسا نہیں کرتا۔

اس بات کا تو دل بالکل چاہتا ہے کہ رات کو سونے کے وقت خانقاہ امدادیہ میں جو لوگ سوتے ہیں (ان کے لئے) ایک گھنٹہ مقرر کرلوں کہ لوگوں کے ہاتھ پیر دبایا کروں اور زبان سے آہستہ آہستہ ذکر بھی کرتا رہوں اور وطن جا کر بھی اس کا معمول رکھوں کہ مسجدوں میں جو مسافر رات تھکے ہارے آکر سوتے ہیں ان کے ہاتھ پیر دبا کر آیا کروں۔ اس سے میرا نفس بھی ٹھیک رہے گا اور ایک، دو، تین چار مسلمانوں کا دل بھی خوش ہوگا کیونکہ طریقت بجز خدمت خلق نیست کہ طریقت مخلوق کی خدمت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اس لئے گزارش ہے کہ اگر اجازت ہو تو ایسا کیا کروں۔

حضرت! غور کرنے سے معلوم ہوا کہ جس طرح تکبر بہت سی بیماریوں کی جڑ ہے اسی طرح بے سوچے سمجھے بولنا بھی سینکڑوں گناہوں کی جڑ ہے۔ اس لئے میں آج ہی توبہ کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ بغیر سوچے سمجھے نہیں بولوں گا۔ حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس میں میری مدد فرمائیں اور توفیق عطا فرمائیں۔

حضرت! مجھے اب ساری دنیا میں میرا کوئی دشمن نہیں ہے سب سے صلح ہوگئی ہے لیکن میرا یہ نفس مجھے آستین

کا سانپ لگتا ہے۔ ظالم کسی وقت بھی مجھ سے غافل نہیں ہوتا ہے۔ جہاں مجھے غافل پاتا ہے ایسا نیش مارتا ہے (یعنی گناہ کرادیتا ہے) کہ میں تڑپتا رہ جاتا ہوں۔ یہ بات بڑی اچھی ہے کہ میرے مولا کو معلوم ہے کہ یہ (نفس) میرا حقیقی دشمن ہے۔ بس جہاں میں نے عذر کیا کہ اللہ تعالیٰ میں معافی چاہتا ہوں اور یہ عرض کیا کہ۔

ع نفس و شیطان زد کریما راہ من

ترجمہ: ''نفس وشیطان نے گمراہ کیا مجھے اے کریم۔''

بس اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں۔ حضرت! اللہ تعالیٰ کے لئے میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی اور اپنے حبیب کی کامل محبت عطا فرمائیں اور اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائیں۔

تحقیق: بہت ہی دل خوش ہوا۔ ماشاء اللہ بہت اچھے حالات ہیں۔ حق تعالیٰ استقامت اور ترقی عطا فرمائیں۔ صرف ایک حصہ کچھ تفصیل کے قابل ہے اور وہ یہ ہے کہ تکبر کے علاج کے لئے جو مسافروں کے ہاتھ پیر دبانا تجویز کیا ہے بہت اچھا ہے مگر تجربہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس طرح دوا اگر روزانہ استعمال کی جائے تو وہ دوا نہیں رہتی ہے اسی طرح بعض باطنی علاج بھی روزانہ کرنے سے اس کی عادت ہو جاتی ہے اور اس میں اتنا (زیادہ) اثر نہیں رہتا ہے۔ اس لئے فائدہ اسی میں ہے کہ جس دن تکبر کے مرض کا کچھ اثر محسوس ہو اس دن ایسا کر لیا جائے اور دبانے میں بھی اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس دوسرے شخص کو بوجھ نہ اس کی خوشی سے ہو۔ اگر وہ منع کرے تو پہلے اس کو راضی کیا جائے جب اندازے سے معلوم ہو جائے کہ یہ دل سے راضی ہے تو کیا جائے۔

نقصان دینے والی صحبت سے بچنا

حال: خادم کا حضور پر حقیقتاً اعتقاد ایسا ہے کہ بس دنیا میں میرے پیر و مرشد سے زیادہ کوئی نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خادم کو حضور سے ہی فیض پہنچے گا باقی اور کوئی مطلب نہیں ہے۔ حضور ہی خود کسی جگہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''ہر بزرگ سے محبت سے پیش آؤ اور اس کا ادب کرو لیکن فیض کی امید اپنے ہی پیر سے رکھو۔'' حاشا کلا۔ اکثر حضور کا تصور دل میں رہتا ہے لیکن عرصے سے خواب میں لطیفے نظر نہیں آتے ہیں اور اب حضور بھی خواب میں نظر نہیں آتے ہیں۔ میں حضور کا ایک کم سمجھ اور کم علم خادم ہوں اور کم سمجھی ہی کی وجہ ہے کہ حضور کی صحبت مبارک میں زیادہ رہنے کا موقع نہیں ملا ورنہ تمام باتوں کی اصلاح ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ تمام باتوں کی اصلاح حضور کی دعا اور اسی طرح تحریر سے ہو جائے گی بقول بزرگ بیت ؎

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں میدہد یزداں مراد متقیں

ترجمہ: ''۔جوتو چاہتا ہے چاہ لیتا ہے خدا ـــــــ متقیوں کی مراد پوری کر دیتا ہے خدا''

دوسری عرض یہ ہے کہ ایک صاحب یہ فرماتے ہیں کہ میز پر کھانا کھانا اور انگریزی لباس پہننا کچھ بھی جرم نہیں ہے جیسے کہ ترک (لوگ پہنتے ہیں) بلکہ شریعت نے کسی کی خواہش اور لباس کو منع نہیں فرمایا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس کے بارے میں شریعت میں جو مسائل ہوں گے وہ آپ مختصراً تحریر فرمائیں گے یا اگر آپ کے نزدیک اگر یہ مناسب ہو کہ اس کا جواب نہ دیا جائے تو یہی جواب ہے۔

تحقیق: خواب پر کسی چیز کا دارومدار نہیں ہے اس لئے خواب میں کمی ہونے سے پریشان ہونا نادانی ہے۔ میز کرسی وغیرہ کے بارے میں اس شخص کی تحقیق غلط ہے۔ افسوس ہے ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے میں جن سے دین کو نقصان ہوتا ہے۔ تمام مقاصد کے لئے دعا کرتا ہوں۔

نفس کی کنجوسی کا علاج

حال: اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرنے کو دل چاہتا ہے مگر نفس روکتا ہے۔

تحقیق: نفس کی چند بار مخالفت کیجئے پھر آسان ہو جائے گا۔

غیبت، لغوبات، تکبر اور حرص کا علاج

حال: حضور والا کے مواعظ کو مطالعہ کر کے اپنے اندر بہت سارے باطنی امراض کی اطلاع ہوئی۔ اپنے گمان کے مطابق کچھ کا علاج کیا اور کچھ ذکر سے ختم ہو گئے۔ جن کا علاج کیا وہ یہ ہیں۔

ایک غیبت کا مرض تھا۔ (اس کا علاج یہ کیا کہ) یہاں آ کر زبان تو غیبت سے بند کر لی لیکن دل سے کبھی ہو جاتی تھی۔ غور کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ دوسروں کے عیوب یا بری حالت کو دیکھنا اس کا سبب ہے۔ اس کا علاج آنکھ بند کر کے کیا یعنی جب تک حجرہ کے اندر ہوں تو آنکھ کھلی ہے لیکن جب کسی ضرورت سے باہر نکلتا ہوں تو نیچے کی طرف دیکھتا ہوں دائیں بائیں یا کسی پر بغیر ضرورت کے بالکل نظر نہیں کرتا تھا۔ اس سے بالکل ختم ہو گیا۔ اب کسی کی شکایت دل میں نہیں آتی ہے اور زمین کی طرف دیکھ کر چلنے کی ایک قسم کی عادت ہو گئی ہے۔

دوسرا مرض لغوبات کا تھا۔ اس کا علاج لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ کر کیا۔ بغیر شدید ضرورت کے کسی سے نہیں ملتا ہوں۔ اگر کبھی باہر جانا ہوا اور کوئی دوست ساتھ ہو گیا تو واپس آ جاتا تھا۔ غرض تنہا ہو جاتا تھا۔ چند دن ایسا کرتے کرتے (یہ ہوا کہ) اب اگر کسی سے میل جول ہو جاتا ہے تو زبان بات کرنے سے رکتی ہے۔ اگر کبھی ایک دو بات ضرورت سے زیادہ ہو جائے تو خبردار ہو جاتا ہوں پھر توبہ کر لیتا ہوں۔

تیسرا مرض (خود پسندی کا تھا کہ) اپنا کام اچھا لگتا تھا اور دوسرے کا کام برا لگتا تھا۔ تکبر کا یہ مرض بہت دنوں سے تھا نفس کو بہت سمجھاتا تھا کہ تمہارے اندر فلاں فلاں کمی ہے لیکن نفس نہیں سمجھتا تھا۔ حضور کا شکر کیسے ادا کروں اگر بدن کا ہر بال بھی شکر یہ ادا کرے پھر بھی ادا نہیں ہوگا وہ بات یہ ہے کہ جس دن سے حضور والا نے مجھے مجلس سے نکال دیا اور فرمایا تھا کہ نکل جاؤ تجھ کو فہم نہیں ہے۔ اس دن سے میں نے نفس کو کہا: میاں اچھا ہونا ثابت ہوگیا کہ مجلس میں بیٹھنے کے بھی قابل نہیں رہے۔ اس دن سے سمجھ لیا اور یقین کرلیا کہ حقیقت میں مجھ سے خراب کسی کی حالت نہیں ہے کیونکہ کسی اور کو اس طرح مجلس سے نہیں نکالا گیا۔

حضرت والا! اب ایک سبق مل گیا ہے جب کسی کے بارے میں حقارت کی نظر ہوتی ہے تو یہ واقعہ —— یاد دلاتا ہوں تو (نفس) پھر مان لیتا ہے۔ اور کہتا ہے مجھ سے بری حالت کسی کی نہیں ہے۔

چوتھا مرض مجھ میں کھانے کی حرص ہے۔ جب کبھی دعوت ہوجاتی یا کھانا معمول سے زیادہ مل جاتا تو صرف پیٹ بھرنے پر ہی بس نہیں کرتا تھا بلکہ نیت بھر کر چھوڑتا تھا۔ اس وقت یہ یاد بھی نہیں رہتا تھا کہ یہ حرص ہے۔ کھانے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس (نفس) نے تو نیت بھی بھر لی صرف پیٹ بھرنے پر بس نہیں کیا۔ اس پر افسوس ہوتا کہ حدیث میں اس کی برائی آئی ہے۔ یہ مرض اب بھی موجود ہے۔ اس کا کوئی علاج سمجھ میں نہیں آیا۔

اب حضور والا عرض ہے کہ اس کا علاج اور پہلے جو خیالات بتائے ان میں جو جو غلطیاں ہیں اصلاح کے لئے ارشاد فرمائیں دل وجان سے قبول کر کے عمل کروں گا۔

تحقیق: ماشاء اللہ! سارے حالات اور امراض کے علاج صحیح ہیں۔ حرص کا علاج عملی ہے اور وہی زیادہ مفید ہوتا ہے۔ علاج یہ ہے کہ پیٹ بھرنے کے بعد ہمت کر کے چھوڑ دیا جائے کیونکہ بات اختیاری ہے۔ چند دنوں کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ آسان ہوجائے گا۔

کھانے کی حرص اور عجب (خود پسندی) کا علاج

حال: احقر نے حضرت کے ارشاد کے مطابق وعظ مطالعہ کئے۔ اشرف المواعظ کے حصہ اول دوم مطالعہ کرلیا اب سوم کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے الجھن بالکل کم ہوگئی ہے۔ گھریلو فکروں کی وجہ سے جو طبیعت پریشان رہتی تھی وہ کچھ باقی ہے۔ خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ بھی جلدی ہی ختم ہوجائے گی۔ جناب والا کی دعا کی ضرورت ہے۔

دو باتیں اصلاح طلب ہیں (جو نیچے ذکر کی جاتی ہیں)۔

❶ کھانے کی لالچ کا مرض ہے۔

❷ کبھی گناہوں سے بچنے سے یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ تو دوسروں سے اچھا ہے۔ جو آدمی گناہ میں مبتلا ہوتا ہے اس کو دیکھ کر دل میں (اس کو) حقیر سمجھتا ہوں۔ کبھی کسی اچھے کام کو کرتا ہوں تو بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ یہ بات دن میں چار پانچ مرتبہ ہوتی ہے خصوصاً نماز میں یہ وسوسہ اکثر ہوتا ہے جو نمازی پاس کھڑے ہوتے ہیں اور جلدی جلدی رکوع سجدے کر کے نماز ختم کر دیتے ہیں۔ (ان کو دیکھ کر یہ وسوسہ ہوتا ہے)۔

تحقیق: حالات سے دل خوش ہوا۔ دو باتوں کی اصلاح چاہی ہے ان کا جواب یہ ہے۔

❶ مباح درجہ تک کمی کرنے کی ضرورت نہیں ہے جب دل بھر جائے گا خود بخود کمزور ہو جائے گی۔

❷ یہ صرف وسوسہ ہے ایسا نہ کیا جائے کہ اس وسوسے سے بچنے کے لئے کہیں طاعت ہی چھوڑ دو یا گناہ کرنے لگو۔ جب بھی ایسا وسوسہ آئے بس اس وقت اتنا خیال کر لینا کافی ہے کہ ممکن ہے کہ اس شخص میں کوئی خوبی ایسی ہو جس کی وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہم سے اچھا ہو۔

عشق مجازی کی حقیقت جو عشق حقیقی کا پل ہے

حال: حضرت! جب عشق ہو جاتا ہے تو تمام عیبوں کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ جب سے اس عورت سے جس سے میں نکاح کرنے والا تھا اور نہیں کیا محبت کا مزہ معلوم ہوا ہے اس وقت سے یہ تمنا ہے کہ خدا کرے اللہ پاک کا عشق مجھے جلدی عطا ہو جائے۔ انشاء اللہ آقائے کریم سے قوی امید ہے کہ (عشق خداوندی) عطا ہوگا۔ کیونکہ اب اس عورت کی ذات سے تو محبت باقی نہیں رہی۔ جب سے جان بوجھ کر اس سے تعلق ختم کیا اور کسی مصلحت کی وجہ سے اس سے نکاح کرنے کا ارادہ ملتوی کیا۔ لیکن عشق کا مزہ اور لذت معلوم ہوگئی ہے۔ جس سے ایسا لگتا ہے کہ میرے آقائے کریم نے مثال کے طور پر مجھے بتا دیا ہے کہ محبت ایسی ہوتی ہے، محبوب کے ساتھ ایسا سلوک ہوتا ہے جیسا کہ کبھی کبھی استاد اپنے غبی (کند ذہن) شاگرد کو شفقت سے کئی قسم کی مثالیں دے کر کسی خاص مضمون کو سمجھاتا ہے۔ حضرت یہ بھی اللہ پاک کا میرے حال پر بہت ہی کرم ہے کہاں تک اللہ میاں کے احسانات اور عنایات کا ذکر کروں۔

تحقیق: عشق مجازی کے عشق حقیقی کے لئے پل ہونے کی یہی حقیقت ہے۔

اجنبی عورت کے عشق کا علاج

حال: اس احقر نے اپنے مرشد کی حیات ظاہری میں تقریباً پانچ سال سخت محنت کر کے دل کی کچھ صفائی حاصل

کی تھی اور امید تھی کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا نقشہ دل پر چھپ جائے گا۔ مگر بقول شخصے ؎

تہی دستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل	کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

ترجمہ: ''بدنصیبوں کو رہبر کامل سے کیا فائدہ حاصل ہوگا کیونکہ خضر علیہ السلام سکندر کو چشمۂ آبِ حیات سے پیاسا ہی لائے تھے۔''

مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر نے وفا نہ کی سب بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔ نفس اور شیطان جو انسان کے حقیقی دشمن ہیں ان کا بس چل گیا۔ قافلہ کا سالار آگے چلا گیا (یعنی اس کا انتقال ہوگیا) قافلہ جنگل میں بھٹکتا رہا۔ (حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال کے بعد) کچھ عرصہ تو ذوق وشوق رہا آخر میں اس میں کمی آنی شروع ہوگئی غرض ایسی حالت ہوگئی جو بیان کرنے کے قابل نہیں ہے۔ نہ بات کئے بغیر بات بنتی ہے اور نہ چھپانے سے کام بنتا ہے۔ ماہر طبیب سے مرض چھپانا گویا اپنی موت کا انتظام کرنا ہے۔ عرصے سے احقر کے دل کا میلان حضور پرنور کی طرف ہے۔ اس لئے آپ سے زیادہ اپنا کوئی معالج نہیں سمجھ سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ بہت جلد اصلاح ہو جائے گی۔ تفصیلی حالات تحریر کرنے کے لئے تو ایک دفتر (رجسٹر) چاہئے مگر کچھ مختصرا حضور کی اطلاع کے لئے تحریر کرتا ہوں۔

چار ماہ کا عرصہ ہوا ایک عورت جس کا چال چلن (یعنی کردار) اچھا نہیں ہے خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔ پہلے تو اپنے ناز و انداز سے میرے دل کو لبھایا (مائل کیا) جب اس نے مجھ کو اپنا عاشق بنالیا تو خود بخود میری طرف کھنچ گئی۔ بس اس کا میری طرف کھنچنا میرے لئے قیامت کا آجانا ہوگیا۔ عشق بازی کا مزہ، جدائی کے درد کی لذت، جدائی کی کیفیت اور ملنے کی طلب کا پورا پورا مزہ آگیا۔ حضرت شیخ ضیاع کا قصہ جو منطق الطیر میں پڑھا تھا بالکل میرے ساتھ ہوا۔ جو کچھ نہ کرنا تھا کیا۔

؏ کیا کیا نہ کیا عشق میں کیا کیا نہ کریں گے

اوراد و وظائف تو درکنار نماز تک چھوٹ گئی۔ اس کے نام کا وظیفہ اور باتیں ہی ورد زبان رہنے لگیں اور اسی کے کتابی چہرے کا مطالعہ کرنے لگا۔

؎ عشق کے مکتب میں آیا ہوں دبستان چھوڑ کر
اب پڑھا کرتا ہوں حسن و عشق قرآن چھوڑ کر

غرض اس (کی محبت) کا جنون پوری طرح جوان ہے۔ اس سے ملنے کی تدبیر میں ہوں۔ مگر کبھی کبھی خیال آجاتا ہے کہ افسوس کیا حال ہوگیا۔

ع بتوں کو پوجتا ہوں اور پھر سیدھا مسلماں ہوں

اسی خیال میں تھا کہ آج حضور کو خط لکھا۔ اگر چہ بہت دنوں سے آپ کو لکھنا چاہتا تھا مگر وقت نہیں آیا تھا۔ اب اس کا وقت آگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اب اصلاح ہوجائے گی۔ اس لئے عاجزی و انکساری کے ساتھ عرض ہے! اس احقر کو ہلاکت کے گڑھے سے نکالئے اور اللہ تعالیٰ کے لئے میرے لئے دعا فرمایئے۔ آپ پر میرا حق ہے۔ آپ مجھ کو اپنا غلام تصور کریں اور دعا کریں۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے (یعنی ضروری ہے) کہ اس کے میری طرف کھنچے جانے سے پہلے میری طبیعت اس سے بالکل ہٹ جائے ورنہ میرے لئے قیامت ہوجائے گی۔ گستاخی معاف فرمایئے ضروری بات تھی اس لئے لکھی۔ یہ ساری باتیں بے کار ہیں۔ اصل چیز تو عشق خداوندی ہے اللہ تعالیٰ اپنا عشق اور اپنے حبیب رسول مقبول ﷺ کی الفت (محبت) عطا فرمائے۔ (آمین)

جواب: میرے مشفق! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پہلے یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ ہمت کے بغیر آسان سے آسان کام بھی نہیں ہوتا ہے۔ دیکھئے ظاہری امراض کے علاج کے لئے کڑوی اور ناگوار دوا پینی پڑتی ہے کیونکہ صحت کی طلب ہوتی ہے اس لئے ہمت کرکے پی جاتے ہیں۔ باطنی امراض میں تو اس کی زیادہ ضرورت ہوگی۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو اب اس کا علاج سنئے اور ہمت کرکے اللہ تعالیٰ کے نام سے استعمال کیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کامل صحت حاصل ہوگی۔ یہ علاج چند چیزوں کا مرکب ہے۔ (جس کو ترتیب وار ذیل ذکر کیا جاتا ہے)۔

پہلی بات: اس مردار سے بالکل تعلق توڑ لیجئے یعنی اس سے بولنا چالنا، اس کو دیکھنا بھالنا اور اس کے پاس آنا جانا یہاں تک کہ دوسرا شخص بھی اگر اس کا تذکرہ کرے تو اس کو بھی بالکل روک دیا جائے بلکہ جان بوجھ کر کسی بہانے (یعنی کسی ذریعہ) سے اس کو خوب برا بھلا کہہ کر اس سے جھگڑا کرلیا جائے جس سے اس کو ایسی نفرت ہوجائے کہ اس کو آپ کی طرف مائل ہونے اور آپ کو راضی کرنے کی بالکل امید نہ رہے۔ اس سے ظاہری طور پر اتنی دوری اختیار کی جائے کہ کبھی غلطی سے بھی اس پر نظر نہ پڑے غرض اس سے بالکل جدائی ہوجائے۔

دوسری بات: تنہائی کا ایک وقت مقرر کرکے، تازہ غسل کرکے، صاف کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر قبلہ رخ ہوکر پہلے دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب توبہ واستغفار کیا جائے اور اس بلا سے نجات ملنے کی دعا اور التجا کی جائے پھر پانچ سو سے لے کر ہزار مرتبہ تک لا الہ الا اللہ کا ذکر اس طرح کیا جائے کہ لا الہ کے یہ تصور کیا جائے میں نے سارے اللہ تعالیٰ کے غیر کو دل سے نکال دیا اور الا اللہ کے ساتھ یہ خیال کیا جائے

کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو دل میں جمالیا ہے یہ ذکر ضرب کے ساتھ ہو۔
تیسری بات: جس بزرگ سے عقیدت زیادہ ہو اس کو اپنے دل میں بیٹھے ہوئے خیال کیا جائے کہ وہ بیٹھے ہیں اور ساری بے کار چیزوں کو دل سے نکال کر پھینک رہے ہیں۔
چوتھی بات: حدیث کی کوئی کتاب کا ترجمہ یا کوئی دوسری کتاب ہو جس میں دوزخ یا اللہ تعالیٰ کا غصہ جو نافرمانوں پر ہوگا اس کا بہت مطالعہ کیا جائے۔
پانچویں بات: تنہائی میں وقت مقرر کر کے یہ تصور کیا جائے کہ میں قیامت کے میدان میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہوں اور اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں: بے حیا! تجھے شرم نہیں آتی ہے کہ ہم کو چھوڑ کر ایک مردار کی طرف مائل ہوا کیا ہمارا تجھ پر یہی حق تھا؟ کیا ہم نے تجھے اسی لئے پیدا کیا تھا؟ اے بے حیا! تو نے ہماری ہی دی ہوئی چیزوں کو آنکھ کو دل کو ہماری نافرمانی میں استعمال کیا کچھ شرم بھی آئی۔ بڑی دیر تک اس مراقبہ میں مشغول رہنا چاہئے۔ میں اوپر بھی لکھ چکا ہوں کہ اگرچہ نفس کو تکلیف ہو مگر ہمت کر کے اس نسخہ کو ہمت کر کے نباہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ شافی مطلق ہیں۔
سوال: حضرت مخدومی و معظمی جناب مولانا مولوی اشرف علی صاحب تسلیم۔ خط لکھنے کا سبب یہ ہوا کہ میں ایک بلا میں مبتلا ہوں۔ ایک دوست کے خفا اور ناراض ہونے نے مجھے تباہ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے میری مدد فرمائیے۔ خصوصی توجہ کے ساتھ دعا فرمائیے کہ وہ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اس کے لئے اگر کوئی مجرب (تجربہ کیا ہوا) وظیفہ اور عمل عنایت فرمائیں تو بندہ نوازی ہوگی۔ اس دوست کے ساتھ میرا تعلق مجبوری کی وجہ سے ہے اختیاری نہیں ہے۔

صرف میرے وقت گزارنے کا ذریعہ ہے۔ اگر یہی حال رہا تو خدا جانے میرا کیا حال ہوگا۔ میرے حال پر نظر فرمائیے اور جلدی جواب دیجئے۔ والسلام۔
جواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ سے چونکہ پیر بھائی ہونے کا تعلق ہے اس لئے گستاخانہ مگر خیر خواہانہ عرض ہے۔

عشقہائے کز پئے رنگے بود عشق بنود عاقبت ننگے بود

ترجمہ: ”عشق جو رنگ و بو کی وجہ سے ہوتا ہے ـــــ وہ عشق نہیں ایک عیب ہوتا ہے۔“

عشق با مردہ نباشد پائیدار عشق را باحی و باقیوم دار

ترجمہ: ”پائیداری نہیں مردہ کے عشق میں، پائیداری ہے بس رب کے عشق میں۔“

غرق عشق شو کہ غرق است اندریں　　عشقہائے اولیں و آخریں

ترجمہ: ”عشق حقیقی میں ڈوب جاؤ کہ اس میں غرق ہونا اولین و آخرین کا عشق ہے۔“

عشق آں بگزیں کہ جملہ انبیاء　　یافتند از عشق او کار و کیا

ترجمہ: ”اس ذات پاک سے عشق کرو جس کے عشق سے تمام انبیاء ممتاز ہوئے ہیں۔“

(مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عشق انسان کو بلند مرتبہ بنا دیتا ہے اس کے خلاف مخلوق کا عشق ذلت و خواری کا سبب ہے۔ (مفتاح ۱/۱۲۲)

اسی کا عشق ہے سراپا خیر خواہی　　رسولوں کو جس سے ملی ہے بادشاہی)

حق کی طلب اور غیر پر نظر ہو اللہ تعالیٰ سے ڈریئے اور شرمایئے۔ مانا کہ تعلق مجبوری کی وجہ سے ہے نظر، خیال لانے اور قربت کی تدابیر وغیرہ تو سب اختیاری چیزیں ہیں اور شرعی طور پر گناہ ہیں۔ گناہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کہاں حاصل ہوسکتی ہے۔

وقت گزارنے کے ذریعے سے مراد اگر نظر اور قرب کی لذت ہے تو یہ گناہ ہے، اگر رزق اور خرچوں کی کفالت ہے تو طریقت کے راستے میں مخلوق پر نظر کرنا گناہ اور توکل کے خلاف ہے۔

یہ جو فرمایا کیا حال ہوگا تو کیا حال ہوتا زیادہ سے زیادہ موت آئے گی (حدیث میں آیا ہے) ”من عشق فعف و کتم مات فھو شھید“ (کہ جس شخص نے عشق کیا اور پاکیزہ رہا (یعنی شریعت کے خلاف کوئی کام نہیں کیا) اور اس کو چھپایا اور مر گیا شہید ہوا) آپ نے یہ حدیث سنی ہوگی۔

اگر اس (کیا ہوگا) سے مراد فقر ہے تو

خدا گر بحکمت بہ بندو درے　　کشاید بفضل و کرم دیگرے

ترجمہ: ”ہوتا ہے مصلحت سے گر یک در بند ——— کھلتے ہیں فضل رب سے سو در بند۔“

عرض تو یہ کیجئے۔ مجھے تو یہی تعویذ و عمل آتا ہے۔ گستاخی معاف فرمائیے۔ والسلام۔

حال: ایک مہینہ ہوا کہ فدوی کی بہو کا انتقال ہوگیا۔ جس کی عمر ۱۶ یا ۱۷ سال تھی۔ بہت ہی نیک بخت اور میری فرمانبردار تھی۔ اس کے انتقال کا مجھے بہت صدمہ ہوا۔ میرا خیال تھا کہ مجھے دنیاوی محبت کچھ بھی نہیں ہے لیکن یہ خیال غلط نکلا۔ ہزار ہزار کوشش کرتا کہ روؤں نہیں لیکن دل پر ایسا اثر ہوتا تھا کہ آنسو روکے نہیں رکتے تھے۔

ایک ہفتہ تک بہت تکلیف رہی پھر حضور والا کی خواب میں زیارت ہوئی اور حضور نے تسلی فرمائی۔ اس دن

سے حقیقتاً تسکین ہوئی اور تکلیف دہ خیال جاتا رہا۔

تحقیق: بیوی یا اولاد کی محبت میں یہ حالت ہوتی تو کوئی حرج نہیں تھا۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ بہو سے ایسے تعلق کا کیا مطلب ہے مجھے تو بہت ہی ناگوار ہوا۔ اس کا نقصان جو دین پر ہونے والا ہے اس سے بچو اور فکر کرو۔ لا الہ الا اللہ! کیا واہیات بات ہے۔ نفس میں ضرور کچھ ہو رہا ہے نکالو اور جلدی نکالو ورنہ یہ دوسری جگہ ہی سہی رنگ لائے گا۔ افسوس یہ سنجیدگی اور یہ خیانت۔

اپنی اچھائی اور دوسرے کی برائی دیکھنے کا علاج

حال: سب باطنی حالات اچھے ہیں کسی مرض کی شکایت نہیں ہے۔ مگر دو بیماریاں ابھی تک دل کے اندر ایسی ہیں جس سے کبھی کبھی پوری یکسوئی میں خلل ہو جاتا ہے۔ ایک بیماری تو یہ ہے کہ اپنی اچھائیاں دیکھنا اور دوسرے یہ کہ دوسرے کی برائیاں دیکھنا ہے۔

اب صرف ان دو کدورتوں سے بہت تنگی ہوتی ہے اور میری تدبیر ان دونوں برائیوں کے ختم کرنے میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے اب حضرت والا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس پریشانی کے جڑ سے ختم ہونے کے لئے دعا اور توجہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔

تحقیق: انسان کو نہ تو اس بات کا حکم ہے کہ اس میں برائیوں کا مادہ ہی ختم ہو جائے اور نہ اس بات کا حکم ہے کہ (اس کو) ان برائیوں کا وسوسہ بھی نہ آئے بلکہ (اس کو) صرف اس بات کا حکم ہے کہ ان برائیوں کا ارادہ نہ کرے اور نہ اس کے وسوسہ پر عمل کرے۔ اس پر عمل کرنے سے ان برائیوں کا مادہ اور وسوسہ کمزور اور ختم ہونے کی طرح ہو جاتا ہے ہاں ذکر کرتے رہنا اور اپنے عیوب کا مراقبہ کرنا اس وسوسے کی کمزوری میں مددگار ہوتا ہے۔ (اس تجویز پر) عمل کر کے اگر ضرورت ہو تو دوبارہ اطلاع دی جائے۔

علم اور عمل کے عجب کا علاج

حال: حضور! ایک خیال زیادہ اب یہ آنے لگا ہے کہ (مطالعہ میں) جہاں اچھے اخلاق، صحیح عقائد اعضاء و جوارح کے ضروری اعمال کی ترغیب اور ضرورت بیان ہوتی ہے تو یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ (باتیں) تو تجھ میں پہلے ہی سے موجود ہیں (اور جہاں) جن باتوں اور رسموں سے بچنا ضروری کا بیان ہوتا ہے تو دل میں خیال آتا ہے کہ تو ان سے ہمیشہ سے بچتا ہے تو (اس خیال کی وجہ سے) اس بیان (اور) کتاب کا مطالعہ بغیر شوق یا کم توجہ سے گزر جاتا ہے۔ حضور! کل سے یہ خیال آیا کہ ظاہری طور پر تو یہ عجب (خود پسندی) لگتی ہے۔

اب حضور اس کا علاج فرما کر تسلیبن فرمائیں۔ الحمد للہ! اگرچہ اس خیال کا اثر عمل پر تو نہیں ہوا۔ حضور! ان خیالات کا جن کا ذکر اوپر ہوا علاج ضرور فرمائیں اب یہ خیال زیادہ خراب نہ کرے۔

تحقیق: (جب یہ خیال آئے تو اس وقت) یہ سمجھنا چاہئے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر عمل اور ہر عادت کمال کے درجات بھی ہیں (یعنی یہ عمل اور عادت مجھ میں ہے لیکن اس کے درجات کمال اور بھی ہیں) جو مجھے حاصل نہیں ہوئے ہیں۔ (اس لئے ان کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے) دوسری بات یہ سمجھنی چاہئے کہ (جو عمل اور عادت میرے اندر ہے) اس کے باقی رہنے کی بھی ضرورت ہے اور بار بار مطالعہ کرنا اس کے باقی رہنے میں مددگار ہوتا ہے۔ انشاء اللہ اس (طرح کرنے) سے علم وعمل کو کوتاہی کی اصلاح ہو جائے گی۔

غیبت کا علاج

سؤال: ایک بات یہ پوچھنی ہے کہ اگر ہمارے سامنے کوئی کسی کی غیبت کرے اور ہمارے دل کو برا لگے اور جس کی غیبت کی گئی اس کو حقیر بھی نہ سمجھے تو کیا اس صورت میں بھی سننے والا گناہگار ہوگا۔ ہاں اگر کسی مجبوری سے وہ غیبت کرنے والے کو منع نہیں کر سکتا ہے۔

جواب: کیا کسی بہانے سے وہاں سے اٹھ بھی نہیں سکتا ہے؟

حال: اگر کسی مجلس میں کسی کا کوئی عیب زبان سے نکل گیا اور فوراً اس کی حقیقت تعریف بھی کر دی۔ استغفار اور توبہ روزانہ کرتا ہوں۔

تحقیق: مکمل انتظام نہ کرنے سے تو بہتر ہے لیکن اسی پر بس نہ کیا جائے اور (حقیقی انتظام کیا جائے اور اس کا) حقیقی انتظام اصلاح ہے۔

حال: اب ارادہ کر لیا ہے کہ تہجد اور زبانی ذکر پوری پابندی سے کیا کروں گا اگر کبھی ناغہ ہو جائے تو جتنی حضرت رائے عالی ہو جرمانہ مقرر کروں گا۔ اسی طرح اگر کسی کی غیبت ہو جائے تو بھی شدید جرمانہ مقرر کروں گا۔

تحقیق: میرے نزدیک نماز نفس پر بہت دشوار ہے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے ﴿**وانها لكبيرة الا على الخا شعين**﴾ کہ نماز اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے علاوہ پر بہت ہی مشکل ہے) اس لئے رکعات کی ایک بڑی تعداد کو جرمانہ بنانا زیادہ مفید ہے۔ رکعات کی تعداد اپنی رائے سے متعین کر لی جائے۔

حال: کسی کے بارے میں ایسا کلمہ نکل گیا جو اس کو معلوم ہوتا تو اس کو برا لگتا۔

تحقیق: اس کے لئے استغفار کیا جائے اور آئندہ نہ کرنے کا پکا ارادہ کیا جائے۔

حال: (حضرت!) میں کان کے بارے میں یہ سمجھتا تھا کہ اس سے گناہ کرنا اپنی اختیاری بات ہے۔ (اس لئے) یہ جلدی چھوٹ سکتا ہے۔ مگر اب آنکھ اور زبان کی حفاظت کرنے سے معلوم ہوا کہ کان کی حفاظت بہت ہی مشکل ہے۔ میں رات اور دن کو جہاں بھی لیٹتا یا قرآن پاک کی تلاوت کرنے بیٹھتا ہوں تو برابر سے مجھے آواز آتی رہتی ہے کہ دو آدمی کسی کی شکایت، غیبت، یا لایعنی باتیں کر رہے ہیں۔

اس کا علاج بتا دیں کہ چلتے پھرتے کان میں روئی رکھا کروں یا کیا کروں۔

تحقیق: ادھر توجہ نہ کی جائے تو گناہ نہیں ہے۔

حال: (حضرت! میرا حال یہ ہے کہ) جب میں لوگوں مجمع میں ہوتا ہوں تو مجھ سے غیبت ہو جاتی ہے۔ اس وقت تو سمجھ میں نہیں آتا مگر بعد میں غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ غیبت ہوگئی ہے۔ میں تنہائی میں اپنے دل گھبرانے کی بیماری کی وجہ سے نہیں رہتا ہوں۔

تحقیق: (مجمع میں) ہر ایک کے پاس نہ بیٹھیں، دینداروں کے پاس بیٹھیں اور اگر دیندار نہ ملیں تو خود غیبت نہ کریں اور اگر دوسرا کرے تو برا سمجھیں اور اس میں شامل نہ ہوں۔

حال: حضور! پچھلے خط میں میں نے حضور کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی تھی جواب میں حضور نے منع نہیں فرمایا تھا۔ جس سے دل بہت خوش ہوا مگر افسوس کہ میری رخصت منظور نہیں ہوئی۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی بہتری ضرور ہوگی۔ حضور کی کتابوں کا مطالعہ بہت دلچسپی سے کر رہا ہوں اور اس کا اپنے اوپر اثر بھی بہت محسوس کر رہا ہوں۔

ایک بات یہ ہے کہ لایعنی (فضول) باتوں میں بہت مبتلا ہو جاتا ہوں۔ اسی کی وجہ سے غیبت میں بھی مبتلا ہو جاتا ہوں لیکن غیبت کرنے کے بعد مجھے فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں کی اشارۃً غیبت ہوگئی ہے۔ کبھی لایعنی کے وقت خود کو لایعنی سے روک لیتا ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ نماز میں یکسوئی حاصل نہیں ہوتی ہے۔ میری حالت ذیل کے شعر کی طرح ہے۔ ؎

بے گناہ نگذشت برمن ساعتے   با حضور دل نکردم طاعتے

ترجمہ: ”کبھی یکسوئی سے نہ طاعت ہوتی ——— نہ گذری بن پاپ ساعت کوئی۔“

اس شعر سے جو دل کی حالت معلوم ہوتی ہے اس کے علاج کے لئے میں نے سوچا کہ تربیت کی ضرورت ہے اور تربیت آپ کی خدمت میں حاضری کے بغیر ہوتی نظر نہیں آتی ہے ارشاد عالی سے مطلع فرمایئے۔

تحقیق: اچھی حالت ہونے کی وجہ سے دل خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ اور برکت عطا فرمائیں۔ غیبت اور لایعنی سے بچنے کی صرف ایک ہی تدبیر ہے اور اگر اس پر بھی عمل نہ کیا جائے تو پھر اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔ وہ تدبیر یہ ہے کہ جو بات کہنا ہو کہنے سے پہلے ذرا سوچ لیا جائے کہ جو بات میں کہنا چاہتا تھا یہ گناہ یا فضول بات تو نہیں ہے۔ جس بات میں گناہ یا فضول ہونے کا شبہ بھی ہو اس کو منہ سے کہا جائے۔ کچھ ہی دنوں میں انشاء اللہ تعالیٰ بلا تکلف عمل ہونے لگے گا۔

نماز میں یکسوئی نہ ہونے کا جو لکھا ہے یہ لکھئے کہ آپ یکسوئی کرتے ہیں اور نہیں ہوتی ہے یا آپ کرتے ہی نہیں ہیں۔ اس شعر کی حالت کے بارے میں بھی یہی ہے کہ یہ حالت آپ کے ارادے سے ہوتی ہے یا بغیر ارادے کے ہوتی ہے۔ آپ اگر ان سوالوں کا جواب لکھیں تو یہ خط بھی ساتھ ہی رکھ دیں۔ ہمیشہ اپنے حالات کی اطلاع دیتے رہنا اور جو مشورہ دیا جائے اس پر عمل کرنا یہ بھی حاضری ہی کی طرح ہے۔

سؤال: کبھی یہ عہد بھی کرتا ہوں کہ غیبت نہ سنوں اور نہ کروں مگر پھر بھی جب لوگوں میں جانا پڑتا ہے تو غیبت یا جھوٹ سننا یا کرنا پڑ جاتی ہے۔ یہ چاہتا ہوں کہ کسی کے پاس نہ جاؤں مگر کمزوری کی بیماری کی وجہ سے طبیعت گھبرا جاتی ہے تو چلا جاتا ہوں۔ ایسی حالت میں کیا کروں؟

جواب: لوگوں میں بیٹھے جب غیبت ہونے لگے تو اٹھ جایئے۔

عجب (خود پسندی) کا علاج

حال: (حال یہ ہے کہ) اگر احقر کی کوئی برائی کرتا ہے تو زیادہ غصہ نہیں آتا ہے اور طبیعت فوراً رک جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص تعریف کرتا ہے تو طبیعت خوش ہوتی ہے مگر فوراً اپنی برائی کی طرف توجہ کر لیتا ہوں اور اس (برائی کی طرف توجہ کرنے کو) اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتا ہوں یہ برا تو نہیں ہے؟

تحقیق: نہیں ہے۔

حال: ورنہ۔

ع صلاح کار کجا و من خراب کجا

ترجمہ: ”نیک کام کہاں اور میں خراب کہاں“۔

اللہ تعالیٰ محبوب حقیقی کی محبت حاصل ہے جس کی مجھے امید نہیں تھی (کہ مجھے بھی حاصل ہوگی) خلوت (تنہائی) اتنی سکون کا سبب ہے کہ اس کے سامنے دنیاوی پر جوش میں بھی اتنا سکون نہیں ہے۔ توکل علی اللہ اتنا ہے کہ کسی بھی ناپسندیدہ اور ڈرانے والی چیز کا دل پر اثر و غم نہیں ہوتا ہے۔ سارے جہاں کو اپنی مرضی کے مطابق سمجھتا ہوں۔ تائید غیبی (اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد) اکثر رات کو جاگنے کی حالت، ہمت و مستقل مزاجی، صبر و محنت تمام حالات میں شامل رہتی ہے۔ دنیاوی لذتوں سے نفرت، آخرت کے توشہ کی فکر ہر دم خبردار کرتی رہتی ہے۔ مراقبۂ موت رونے کی وجہ سے ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ مراقبہ محاسبہ ایک شفقت بھرا دوست بن گیا ہے۔ علوم اور حقیقتوں کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ آیا احادیث کے وہ راز اور معانی منکشف ہوتے ہیں جو تفاسیر اور مروجہ کتب کے مطالعے سے نہیں ہوتے ہیں۔ وغیرہ۔ الحمد للہ علی ذلك۔

تحقیق: کچھ دن کسی محقق کی صحبت میں رہئے جب ان باتوں کی اچھائی برائی کی پہچان ہو جائے گی۔

حال: نفس کی چاہت سے جو بشریت کے لئے لازمی ہے کبھی کبھی معاش کی فکر ہو جاتی ہے کیونکہ نفس کو اپنی گذشتہ تیس سالہ زندگی کی تونگری، دنیا کی لذتیں اور عیش و عشرت یاد ہیں ساتھ ہی اسیری کے ناجائز اسباب کو چھوڑ دینا نفس کی ناگواری کا صاف سبب ہے۔ اس سے بڑی بات یہ کہ طب کے پیشے میں ہدیہ صرف امیروں سے اور وہ بھی اصرار کے بعد لینا اور غریبوں کے علاج کے اخراجات کو خود برداشت کرنا نفس کے محاسبہ کی لازمی وجہ ہے۔

تحقیق: اتنے دعوے نہ کیجئے۔

حال: حضور کے مولفہ رسالہ اعمال قرآنی میں سے سورہ مزمل کا وظیفہ مل گیا۔ سورہ مزمل گیارہ بار اور یا مغنی گیارہ سو مرتبہ پڑھنے سے دل کو غناء تو کافی حاصل ہو چکا ہے کہ دنیا کی نعمتوں کو بہت ہی گھٹیا چیز سمجھتا ہوں۔

تحقیق: عملیات و عزائم سے قوت کا حاصل ہونا خود کمزوری کی علامت ہے اور عارفین کے مسلک کے خلاف ہے۔

حال: نفس کو قلبی ظاہری غنا حاصل نہ ہونے کی وجہ سے حضور کے ارشاد اور اجازت کو ضروری سمجھ کر حضور کی اجازت کا امیدوار ہوں۔

تحقیق: کیا اس اجازت کی ضرورت کی کوئی دلیل ہے۔

حال: (دنیا والوں کے لیے) اللہ والوں کی مخالفت کرنا دو وجہوں سے ضروری ہے۔

ایک تو دنیاوی حیثیت کہ دنیا والوں کے معاملات شامل ہو کر اصلاح و مشورہ اور مدد نہ کرنے کی وجہ سے ان دنیا والوں میں عجب اور حسد پیدا ہو جاتی ہے جو اللہ والوں کی مخالفت کا سبب بنتی ہے۔

دوسرے دینی حیثیت سے کہ امر و نہی سے زیادہ مذہبی مخالفت (ان سے) نفرت کا واضح سبب ہے جیسا کہ میرے وطن میں شیعہ لوگ ہر وقت مجھے تکلیف پہنچانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

مزید یہ کہ پہلی اہلیہ کے فوت ہو جانے اور دوسرا نکاح کرنے کی وجہ سے کچھ مقروض ہو گیا ہوں۔ کچھ دنوں سے دل اس قرض کے بوجھ سے نجات پانے کے لئے بے چینی سے نجات کے اسباب کو چاہتا ہے۔ بہت سارے وسائل میں سے دعوات (دعاؤں) کو اور دعوات میں سے حزب البحر کو (پڑھنے کے لئے) منتخب کیا ہے۔ مشائخ طریقت اور صوفیائے کرام کے معمول بنانے اور خصوصاً محدث دہلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اور علامہ پانی پتی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا اختیار کرنا اور تشریح کرنا اس کو منتخب کرنے کی خصوصی وجہ ہوئی۔ اس لئے اجازت، شرائط دعا کے طریقے اور پڑھنے کی درخواست کے لئے بھی حضور ہی کو مقرر کیا ہے۔ کیونکہ یہ دعا جس طرح ذکر ہے اسی طرح سالک کا ہتھیار بھی ہے۔ اجازت اور ارشاد اس لئے ضروری ہے کہ جب نفس کو اپنی چاہت کے مطابق نہ ملا تو چاہت کے خلاف کو تلاش کرے گا "نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا" اور چونکہ مرید مرشد کے ارشاد کو سارے ارشادات میں افضل سمجھتا ہے اس لئے حضرت اجازت دینے میں قبولیت کی برکات بغیر اجازت دینے سے زیادہ ہوں گے۔

تحقیق: سب خیالی مضامین ہیں۔

حال: اولاد کی دعا کرنا انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے اور مجھے چالیس سال کی عمر میں ابھی یہ عمل (اولاد کی دعا) کرنا باقی ہے۔ اہلیہ کا حمل اس دعا کی طلب کا باعث ہے لیکن حضور سے دعا کی درخواست نیک اولاد کے لئے ہے۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

خیر خواہانہ تنبیہ ؎

جز خضوع و بندگی و اضطرار　　اندریں حضرت ندارد اعتبار

ترجمہ: "دربار الٰہی میں ہے معتبر بس یہی ـــــــ عاجزی بندگی لاچاری وہی۔"

برے اخلاق کے مغلوب ہو جانے سے ان کے ختم ہونے کی بھی امید ہوتی ہے

حال: حضرت کا خط مبارک کل ملا جو بندہ کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا جس سے عزت بخشی ہوئی۔

مریض کو طبیب سے اپنا پورا پورا حال بیان کرنا چاہئے اور علاج کے دوران جو تبدیلیاں پیش آئیں ان کو بھی بتاتے رہنا چاہئے۔ اس لئے احقر بھی اپنا موجودہ حال کمی زیادتی کے بغیر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں عرض کرتا اور اصلاح چاہتا ہے۔

پہلے خط میں عرض کیا تھا کہ تنہا رہنے کا جی چاہتا ہے اور کوشش کر رہا ہوں کہ کوئی تنہائی کی جگہ مل جائے۔ (اب) الحمدللہ! سات دنوں سے مسجد کے حجرے میں رہ رہا ہوں اور سارے معمولات بہت اچھی طرح وقت پر ادا ہورہے ہیں۔ میری حالت یہ تھی کہ نیند مجھ پر غالب رہتی تھی مگر (اب) الحمدللہ! خدا تعالیٰ کی رحمت سے بالکل اس وقت اٹھ جاتا ہوں کہ لمبی قرات کے ساتھ تہجد پڑھ کر بارہ تسبیح کر لیتا ہوں اور پھر بھی وقت بچ جاتا ہے۔ اس وقت میں قضا شدہ نمازیں پڑھتا ہوں۔ اس تنہائی سے اتنا سکون حاصل ہوا ہے کہ عرض نہیں کرسکتا ہوں۔

ہر کام اپنے وقت پر اس طرح کرتا ہوں کہ کسی سے بات کرنے کا موقع بھی نہیں ملتا ہے اور دل کی چاہت بھی یہی تھی۔ جتنا کام حضرت نے تجویز فرمادیا تھا اس سے زیادہ اگرچہ کرنے کو جی چاہتا ہے مگر میں ایسا بالکل نہیں کرتا ہوں۔ چنانچہ اس وقت تک میری صحت بہت زیادہ شکر کے قابل جس کا مجھے بڑا خیال تھا۔

امارد (وہ نوجوان لڑکے جن کی ڈاڑھی کا خط نہ نکلا ہو) کی محبت کی بیماری تھی۔ اب وہ اگرچہ بالکل ختم تو نہیں ہوئی مگر بہت ضعیف ہوگئی ہے۔ کسی (بچے) کی طرف جان بوجھ کر بالکل بھی نہیں دیکھتا ہوں اور ایسا کرنے سے مجھ کو کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی ہے۔ جو پہلے ہوتی تھی۔ اور نہ ہی کسی سے بات کرتا ہوں۔ ایک بیماری دنیا کی محبت کی تھی۔ وہ بہت بہت کمزور لگتی ہے۔ پہلے دل میں بڑے بڑے خیالات آتے تھے کہ مکان ایسا ہونا چاہئے اور جائیداد ایسی ہونی چاہئے اور اب ان سب خیالات سے نفرت ہوتی ہے۔

جاہ (عزت) کی بیماری تھی۔ اس کو حاصل کرنے کے لئے پریشان رہتا تھا۔ بڑے بڑے لوگوں سے ملتا اور ان کی ناجائز چاپلوسی (خوشامد) کرتا تھا۔ اچھے لباس اور اچھے سامان کی ہر وقت فکر رہتی تھی۔ اب ان سب چیزوں سے نفرت ہے۔ سب کو ایک دم چھوڑ دیا ہے۔ لباس کے بارے میں جی چاہتا ہے کہ پریشان اور بغیر فکر کے بدن ڈھانکنے کے لئے موٹے پیوند لگے ہوئے کپڑے مل جائیں تو اچھا ہے مگر دل ایسے کاموں (اچھے کپڑے کی فکر وغیرہ) میں لگ کر پریشان نہ ہو۔

چنانچہ اب اس پر عمل ہے۔ کچھ دن تک یہ خیال آتا رہا کہ لوگ ایسی حالت دیکھ کر کیا کہیں گے مگر میں نے اس خیال کی بالکل پرواہ نہیں کی۔ پھر یہ خیال آیا کہ لوگ کہیں گے بڑے بزرگ بنے ہیں اس لئے جی چاہا کہ میں ذکر اسم ذات ہر وقت کرتا رہوں آہستہ کروں مگر میں نے اس کی بھی مخالفت کی اور یہ سمجھ لیا کہ اللہ پاک سے

معاملہ صاف ہونا چاہئے مخلوق جب کچھ نفع نقصان کی مالک نہیں ہے تو اس کی طرف توجہ کرنا بھی فضول ہے بلکہ ایسا لگتا ہے کہ یہ شرک ہے نعوذ باللہ۔

پہلے (ایک) حال یہ بھی تھا کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ فلاں میری غیبت کرتا اور عیب نکالتا ہے تو بہت بے چینی ہوتی تھی اور ہفتوں اس کا خیال رہتا تھا (اور) اب یہ حال ہے کہ اس کی طرف بالکل توجہ نہیں ہوتی ہے۔ اگر معلوم ہوا کہ فلاں شخص غیبت کرتا تھا تو صرف یہ خیال آتا ہے کہ اپنی فکر کرو وہ جانے اور خدا اس کی غیبت سے اپنا کیا نقصان ہے۔

حسد کی بیماری تھی وہ بھی اب کمزور ہوگئی ہے کیونکہ حسد کسی شخص کی دنیوی یا دینی حالت کو دیکھ کر ہوتا تھا۔ (تو) جب دنیا ہی سے نفرت ہوگئی تو کسی دنیادار کو دیکھ کر کیا حسد ہو اور جب دین سے محبت ہوگئی تو جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہوں وہی دوسروں میں دیکھنے کا جی چاہتا ہے۔

بغض اور کینہ کی بیماری تھی۔ اس کا اندازہ بھی اسی طرح کرتا ہوں۔ (جس طرح حسد کی بیماری میں کیا تھا) تو اپنے دل میں اس ذرا بھی رنج (وغم) محسوس نہیں کرتا ہوں۔ یہ خیال کرتا ہوں کہ آدمی اگر اپنی حالت صحیح کرے تو کسی سے دشمنی کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا ہے اور دوسرے بھی اس سے دشمنی نہ کریں اور اگر کریں تو اس کا کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ کسی کی دشمنی کا اثر دین پر ہو ہی نہیں سکتا ہے اور دنیا پر ہوتا ہے جو میں نے خود چھوڑ دی ہے۔

غصہ کی بیماری تھی۔ اس کا کچھ معلوم نہیں ہوا کہ کیسا ہے۔ کیونکہ غصہ کرنے کا موقع ہی نہیں آیا۔ ہاں ایسا ہوتا ہے کہ مسجد میں بعض لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں مسجد میں اگر سوتے ہیں، کھانا کھا کر مسجد خراب کر دیتے ہیں، بغیر وضو کے اذان دے دیتے ہیں اور بھی بہت سی شرعی غلطیاں کرتے ہیں تو ان پر غصہ آتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ ان کو منع کروں۔ مگر غور کرنے اور ایک آدھ مرتبہ ایسا کرنے سے معلوم ہوا کہ اس سے اپنا ہی باطنی نقصان ہے کیونکہ ایسا کرنے سے دل پریشان ہو جاتا ہے پھر ذکر کرنے سے وہ پریشانی دور ہوتی ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے کسی کو کچھ نہیں کہتا ہوں اور خیال کر لیتا ہوں کہ آخر مجھ پر امر (حکم) کرنا فرض تو نہیں ہے دوسرے یہ مسائل ایسے نہیں ہیں کہ عام لوگوں کو معلوم ہو۔ بس یہ خیال رہتا ہے کہ تجھے دوسروں کی کیا پڑی ہے اپنی فکر کر۔

اوپر ذکر کی گئی تمام بیماریوں کے بارے میں یہ عرض ہے کہ یہ ختم نہیں ہوئی ہیں بلکہ کمزور ہوگئی ہیں۔ چنانچہ کبھی کبھی ان بیماریوں کو کرنے کی چاہت ہوتی ہے مگر اس چاہت پر عمل نہ کرنے کی بہت کوشش کرتا ہوں اور کامیاب ہو جاتا ہوں۔ یہ بھی عرض ہے کہ کیا اتنی جلدی یہ بیماریاں چلی جاتی ہیں یا یہ بھی کوئی نفس و شیطان کا

دھوکہ ہے۔

تحقیق: (یہ بیماریاں) مغلوب ہوئی ہیں ان شاء اللہ ختم ہو جائیں گی۔

تکبر کا علاج

حال: تکبر کا مرض اب بھی بہت تنگ کرتا ہے۔ اس سے بچنے کی اگرچہ بہت کوشش کرتا ہوں اور اس کی چاہت پر عمل نہیں کرتا ہوں۔ اگر کبھی ہو جاتا ہے تو دل بہت بے چین ہوتا ہے اور استغفار کرنے سے سکون حاصل ہوتا ہے۔

تحقیق: (رسالہ) تبلیغ دین کا علاج کرتے رہئے (یعنی اس رسالہ کو پڑھتے رہئے کہ یہی علاج ہے) انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی۔

سؤال: ایک اور سوال پیش خدمت ہے اس کے جواب سے بھی سرفراز فرمایئے۔

(حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب) فتوح الغیب میں تواضع کی حقیقت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ "هو ان لا يلقى العبد احدا من الناس الا راى له الفضل عليه" (کہ آدمی لوگوں میں جس سے بھی ملے اس میں اپنے سے زیادہ خوبی دیکھے)۔ (اس کے بارے میں) پہلی بات تو یہ ہے کہ بندہ نے خود کو جو دیکھا تو اپنے اندر یہ صفت بالکل نہیں پائی۔ اس لئے بہت ہی ادب سے درخواست کرتا ہوں کہ حضور بندے کے لئے دعا فرمائیں اور کوئی ایسی آسان تدبیر بتائیں جن سے آسانی کے ساتھ یہ صفت حاصل ہو جائے اور تکبر اور عجب (خود پسندی) کا نام تک نہ رہے۔

دوسری بات یہ عرض ہے کہ تواضع کی چاہت (یعنی اس کا مطلب تو) یہ ہے کہ ہر ایک کو بہتر سمجھا جائے اور اس کے ساتھ نرمی کی جائے اور بغض فی اللہ (اللہ تعالیٰ کے لئے نفرت کرنے کی) چاہت تو یہ ہے کہ گناہ گار کو برا سمجھا جائے اور اس پر سختی اور ناراضگی کی جائے۔ تو دونوں (تواضع اور بغض فی اللہ) کیسے ایک ساتھ آ جائیں۔

جواب: اچھا یا برا سمجھنا اور خیال کے درجے میں کافی ہے۔ یعنی یہ سمجھنا چاہئے کہ اگرچہ اس وقت ظاہر میں یہ شخص ہم سے کم ہے لیکن اسی وقت شاید اس کے باطن میں کوئی خوبی ایسی ہو کہ یہ (اس خوبی کی وجہ سے) ہم سے اچھا ہو۔ اس کی وجہ سے خود کو یقینی طور پر افضل نہیں سمجھے گا۔

اسی طرح سمجھ اور خیال سے کسی کو اچھا سمجھنے سے اس کے ساتھ نرمی اور الفت کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ جو آئندہ کے اعتبار سے ہم اچھا ہو شاید اس میں اس وقت اس کی کوئی ایسی حالت ہو جس کی وجہ سے شریعت نے

ہمیں اس سے نفرت کرنے کا حکم دیا ہو۔ ان دونوں میں کیا مخالفت ہوئی۔ اس سمجھ اور خیال کا استحضار کرنے سے عجب اور تکبر دور ہو جائے گا۔

حال: جو لوگ شریعت کے خلاف کرتے ہیں وہ میری نظر میں حقیر لگتے ہیں حالانکہ میں اس کو برا سمجھتا ہوں۔
تحقیق: طبعی طور پر حقیر لگنا تکبر نہیں ہے۔ ہاں! عقل کے اعتبار سے اتنا سمجھ لیجئے کہ شاید کسی شخص کی خاص حالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھ سے اچھا ہو۔ بس تکبر کے دور ہونے کے لئے اتنا کافی ہے۔

حال: جس شخص میں کوئی عیب ہوتا ہے تو جب وہ شخص میرے سامنے سے گزرتا ہے تو میرے دل میں اس کی حقارت کا خیال آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے فوراً دل سے آواز آتی ہے کہ تم سے تو اچھا ہے، تم میں فلاں عیب ہے۔
تحقیق: یہ مطلوب مجاہدہ ہے۔
حال: احقر میں یہ عیب ہے کہ دوسرے کا (اپنے اوپر) احسان نظر کے سامنے نہیں رہتا ہے اور اپنا (دوسرے پر) معمولی احسان بھی نظر کے سامنے رہتا ہے۔
تحقیق: اگر اس (احسان کے نظر کے سامنے رہنے) کی چاہت کے مطابق اس پر عمل نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (یعنی لوگوں پر اس احسان کی وجہ سے احسان جتانا وغیرہ) جب کوئی شخص میری طبیعت کے خلاف کرتا ہے تو نفس احقر پر غالب آجاتا ہے اور اس سے خواہ مخواہ نفرت ہو جاتی ہے۔ یہ بھی بہت برا عیب ہے دعا فرمائیں۔
تحقیق: دعا کرتا ہوں مگر طبعی طور پر ایسا ہو اور اس کی چاہت کے مطابق عمل نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے (یعنی غصہ کی وجہ سے کسی سے لڑنا اس کو برا بھلا کہنا وغیرہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے)۔

حال: الحمد للہ! اب بیس ہزار مرتبہ اسم ذات (کا ذکر) اور تین پارہ (روزانہ) قرآن مجید پڑھ لیتا ہوں۔ کبھی ایسی حالت ہوتی ہے کہ کسی صادق الیقین (سچے یقین والے) مسلمان کی نہیں ہوتی ہے کہ بہت جبر اور مجبوری کے ساتھ اوراد اور تہجد ہوتی ہے بلکہ اکثر تاخیر ہو جاتی ہے۔ کبھی اس کے بالکل الٹ ایسی حالت ہوتی ہے کہ خوش حال سے خوش حال آدمی کو بھی ایسا اطمینان اور سرور حاصل نہ ہوتا ہوگا۔
حضرت کے فیض اور تربیت السالک کے مطالعہ سے کیونکہ اس بات کا یقین ہوگیا ہے کہ حق تعالیٰ کی

مصلحت ہے جس طرح چاہیں رکھیں اس لئے پریشانی نہیں ہوتی ہے۔ ہاں! یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ یہ قبض بدقسمتی کی وجہ سے نہ ہوتا ہو اور مجھے سالکوں کے قبض کی بہت فکر رہتی ہے۔ حضور! اس وقت استغفار کے علاوہ کچھ اور سوجھتا نہیں ہے۔ ذکر کے وقت خصوصی طور پر اور ہر وقت عام طور پر حضرت کی صورت مبارک کا خیال رہتا ہے اور کبھی نہیں بھی رہتا ہے۔ زیادہ تر ان اوقات میں رہتا ہے جن اوقات کو بسط کہتا ہے۔ (اور جو کچھ ہو واللہ اعلم)

غلام باطنی مرضوں میں بہت مبتلا ہے جیسے کبر۔ اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو اچھا لگتا ہے اور کچھ برائی کرتا ہے تو بوجھ ہوتا ہے اور کبھی دونوں باتوں (تعریف کرنے اور برائی کرنے) پر غصہ آتا ہے۔ (اور یہ) غلام غصہ کے مرض میں بھی مبتلا ہے۔

اے! ماں باپ سے بھی بہت زیادہ شفقت کرنے والے طبیب! (اور میری جان اور ماں باپ دونوں آپ پر قربان ہوں) اس سر سے لے کر پیر تک مریض کے لئے دعا فرمائیں جو اپنی حالت کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے پوری طرح نہیں بتا سکا۔

وداع و وصل جدا گانہ لذتے دارد   ہزار بار برو صد ہزار بار بیا

ترجمہ: ''وصل و فراق کا مزہ ہے جدا جدا ——— لاکھوں بار مل جو ہزار بار ہو جدا۔''

تحقیق: اگر ان تبدیلیوں میں آپ کے ارادے اور اختیار اور قدرت کو کچھ دخل نہیں ہے یعنی عمل اختیاری (جو کر سکتے ہیں) میں کوئی کوتاہی نہیں ہوتی ہے اور گناہ اپنے اختیار سے نہیں ہوتا ہے تو کچھ غم نہیں ہے۔ (اور) اگر اختیار کو کچھ دخل ہے تو اس کا تدارک (تلافی و علاج) آپ کے ہاتھ میں ہے میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس نکتہ کو ہمیشہ نظر کے سامنے رکھئے بہت فائدہ ہوگا۔

حال: جناب نے میرے بارے میں جو تدبیر اور جو تحقیق فرمائی ہے وہ بالکل صحیح ہے میں بہت ہی خبیث طبیعت کا آدمی ہوں۔ خداوند کریم میرے خبث (گندگی و برائی) سے اپنی تمام مخلوق کو بچائے اور مجھے اس (خبث) سے نجات عطا فرمائے۔ میری حالت بہت ہی خطرناک ہے۔ خدا اپنے نبی ﷺ کے واسطے سے میرے برے اخلاق کی اصلاح فرمائے۔ اور مجھے ایمان نور کے ساتھ موت عطا فرمائے۔

میں اپنے نفس سے بہت ہی تنگ ہوں برائی کے علاوہ اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا ہوں۔ میں اس مہینہ کے ختم ہونے کے بعد حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں گا۔

تحقیق: میرے پاس آنے سے ظاہری طور پر سمجھتے ہو کہ علاج ہوگا۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ تمہارا علاج نہیں

ہوگا۔ تمہارا نفس کیونکہ چھوٹی جگہ علاج کرانے کو گوارا نہیں کرتا ہے اس لئے اپنے ہاں بڑی جگہ ڈھونڈ تا ہے اور یہ مرض ہے۔

تمہیں حکیم صاحب اور خواجہ صاحب یعنی دونوں سے ذلت اختیار کرتے ہوئے اپنا علاج اس طرح کرانا چاہئے کہ اپنے جتنے عیوب معلوم ہیں وہ بھی بتادو اور جتنے وہ بتائیں ان کو نہ جھٹلاؤ اور نہ کوئی بہانہ بناؤ۔ ہر طرح ان کی طاعت کرو۔ جب یہ دونوں صاحب مجھے لکھ دیں گے کہ ہم ان کا علاج کر چکے ہیں تو پھر کسی کو ختم کرنے کے لئے یہاں (میرے پاس) آنا۔

حَال: حضرت کی ہدایت کے مطابق رسالہ تبلیغ دین میں برے اخلاق کے بیان کا مطالعہ کرتا ہوں۔ مگر محسوس ہوتا ہے کہ مجھ میں تکبر ہے حالانکہ طلبہ کا جوتا اٹھا لیتا ہوں اور ملنے والوں سے سلام میں پہل بھی کرتا ہوں خواہ وہ ادنی ہو یا اعلیٰ ہو۔

تحقیق: (اگر ایسا کرتے ہیں تو) پھر تکبر نہیں ہے اور جو بات محسوس ہوتی ہے اس کی چاہت کے مطابق عمل نہ کرنے سے یہ بھی ختم ہو جائے گا۔ جب تک زوال نہ ہو وہ ملامت کے قابل نہیں ہے۔

حَال: (حضرت!) بندہ کو غصہ بھی بہت پریشان کرتا رہا ہے۔ کتنا ہی نفس سے کہتا ہوں (یہ جو کچھ ہوا) اللہ تعالیٰ نے اسی طرح چاہا ہے تو اس پر کیوں غصہ کرتا ہے یہ تو گویا اللہ تعالیٰ شانہ پر اعتراض ہے کہ اپنی خواہش کے خلاف ہونے سے غصہ کرتا ہے مگر کچھ فرق نہیں پڑتا ہے۔

تحقیق: بس (نفس کو) اسی طرح سمجھاتے رہئے اور نفس کی چاہت پر عمل نہ کیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ (غصہ) بھی ختم ہو جائے گا۔

حَال: حضرت مرشدنا ادام اللہ ظلکم العالی۔ سلام کے بعد عرض یہ ہے کہ بندہ یہاں ہر طرح خیریت سے ہے۔ اس وقت خط لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک عرصے سے ایک مرض میں مبتلا ہوں۔ بہت تلاش کرنے کے بعد میری سمجھ یہ آیا کہ وہ تکبر ہے۔ یہ مرض کیونکہ پرانا ہے اور چھوٹے بڑے تمام گناہوں کا سبب ہے۔ اس لئے بندہ اپنی حالت آپ کو بتا رہا ہے کہ اس کے لئے اس ناکارہ نے ایک علاج تجویز کیا ہے تاکہ یہ مہلک مرض ختم ہو جائے۔ وہ علاج یہ ہے کہ جب بھی تنہائی میں بیٹھتا ہوں تو ان اسباب کو غور سے تلاش کرتا ہوں کہ وہ تمام امراض جو بندہ میں ہیں ان سب کا سبب کبر پاتا ہوں۔ یہ بات دل میں مضبوط ہو چکی ہے کہ تمام مرض اسی سے نکلتے ہیں۔ اب امید کرتا ہوں کہ اس خط کو ملاحظہ فرما کر علاج تجویز فرمائیں گے۔

تحقیق: کسی وقت بیٹھ کر بات کرنے کی ضرورت ہے فی الحال یہ کیجئے کہ اس عادت کو برا سمجھئے اور اس کی چاہت پر عمل نہ کیجئے اگر کبھی ہو جائے تو فوراً استغفار کیجئے۔ ابھی تو یہی کافی ہے میں دعا بھی کرتا ہوں۔

حال: آج کل احقر کی حالت اپنی حیثیت سے بہت خراب ہو رہی ہے۔ احقر اگر چہ اس کی اصلاح کی ہر وقت کوشش کرتا رہتا ہے۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔ کام میں لگے رہئے اور گناہوں سے بچئے اس کے بعد خواہ کچھ بھی حالت ہو بے فکر رہئے۔

حال: اپنی حالت یہ ہے کہ اکثر کاموں کو کرنے میں یہ خوف رہتا ہے کہ کہیں اس میں تکبر نہ ہو۔ جو شخص نظر آتا ہے یہ لگتا ہے کہ اس میں تو تکبر نہیں ہے اور مجھ میں ہے۔ کافر نظر آتے ہیں تو دل میں فوراً اس کے علاوہ کچھ نہیں آتا کہ اگر چہ یہ کافر ہیں مگر ان کی جو (باطنی) حالت ہے انہوں نے ظاہر میں بھی وہی حالت بنا رکھی ہے۔ غرضیکہ ان کا ظاہر اور باطن ایک ہی ہے اور میرے دل میں کچھ ہے اور ظاہری صورت کچھ اور ہے۔ اس لئے میں ان (کافروں) سے بہت برا ہوں۔

اس کے علاوہ دل میں یہ خیال خوب جم گیا ہے کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہے اور میں ایسا کمینہ ہوں کہ سب کے خلاف اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہوں اس لئے میں دنیا میں سب سے برا ہوں۔ کوئی شخص مجھ سے زیادہ برا نہیں ہے۔ سب کو سلام کرنے میں پہل کرتا ہوں۔ اکثر دل چاہتا ہے کہ کافروں کو بھی سلام کر لیا کروں۔ سب سے نرمی سے بات چیت کرتا ہوں۔ دل پر خود بخود ایک ہیبت سی رہتی ہے۔ ہر شخص کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہوں۔ پہلے یہ خیال ہوتا تھا کہ اہل کمال کے پیچھے ہی نماز پڑھنی چاہئے مگر اب کسی کے پیچھے نماز پڑھنے میں نہیں آتی ہے۔ اگر کبھی بہت ہی مجبوری کی وجہ سے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھانی ہوتی ہے تو زبان سے آواز بہت آہستہ نکلتی ہے۔ خوف کی وجہ سے آواز بلند نہیں ہوتی ہے۔

اپنی وہی عادت ہے کہ جہاں بھی مسجد میں جانا ہوتا ہے وہاں جوتے سیدھے کرنا، پانی لوٹوں میں بھر دینا اگر موقع ملے تو جھاڑو دے دینا۔ بعض جگہ کچھ لوگوں سے میں نے پیر دبانے کے لئے کہا تھا۔ مگر کوئی قبول ہی نہیں کرتا ہے۔ کسی پر حقارت کی نظر نہیں پڑتی ہے۔

تحقیق: مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہو گیا۔ علاج چونکہ ضروری چیز ہے اور وہ ضرورت ختم ہو گئی۔ اب یہ علاج چھوڑ دیا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ پوری صحت حاصل ہو گئی ہے۔ اب اسی پہلے والی حالت کو لوٹا لیجئے۔ وہی مجلس وہی

خم (پیالے) دے (شراب)۔

حال: غیر مسلم لوگ اور وہ لوگ جو داڑھی نہیں رکھتے کبھی تو ان کا چہرہ بہت اچھا لگتا ہے اکثر ان لوگوں کے چہرے دیکھنے سے یہ خیال آتا ہے کہ ان سب نے تواضع کے لئے اپنی یہ حالت بنالی ہے۔ یہ سب اپنے آپ کو حقیر و ذلیل دکھا رہے ہیں۔ اور میں ایسا خبیث ہوں کہ ظاہری صورت تو ایسی بنائی ہے اور دل میں تکبر بھرا ہوا ہے۔ اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور میں مردود ہوں۔

تحقیق: اس خیال کی وجہ اپنے ساتھ سوء ظن (برے گمان) کے حال کا غلبہ ہے۔ مگر اعتقادی طور پر اس خیال کو صحیح نہ سمجھا جائے۔

حال: جو مجھے اچھا کہتا ہے تو مجھے بہت بوجھ ہوتا ہے۔ جو لوگ جانتے نہیں ہیں ان میں کوئی تو مجھے مولوی کہتا ہے، کوئی طالب علم کہتا ہے اور نیک تو اکثر لوگ سمجھتے ہیں۔ اس سے طبیعت کو بہت وحشت ہوتی ہے اور یہ سمجھ میں آتا ہے کہ لوگوں کا یہ گمان (میری اس) ڈاڑھی اور (میرے اس) لباس کی وجہ سے ہے۔ اس لئے ان دونوں میں ایسی تبدیلی کی جائے کہ جس سے لوگ (مجھے) برا سمجھیں کبھی تو دل چاہتا ہے کہ ڈاڑھی منڈوا دوں اور انگریزی لباس پہن لوں تاکہ سب لوگ نفرت سے دیکھیں۔ (اس کے بغیر) ان سے میرا پیچھا نہیں چھوٹے گا۔

تحقیق: یہ اثر اسی (اپنے بارے میں برے گمان کے) غلبہ حال کی وجہ سے ہے۔ اس میں کمال یہ ہے کہ پرہیزگاری غالب رہے یعنی حال کی اس چاہت پر عمل نہ کیا جائے۔ یہ بڑا مجاہدہ ہے۔ ایسے حال کا اتباع کرنا کم ہمتی کی دلیل ہے کہ (یہ صاحب حال اس حال سے) مغلوب ہوگیا۔

حال: حضرت کے حکم کے مطابق سارے کام چھوڑ دیئے ہیں۔ صرف پانچ وقت نماز اور تہجد کی چار رکعات پڑھ لیتا ہوں قرآن مجید کبھی آدھا یا کبھی ایک پارہ پڑھ لیتا ہوں۔ ذکر چلتے پھرتے کرتا ہوں مگر ذکر بہت کم وقت زبان پر جاری رہتا ہے۔ اکثر باتوں (کے وقت) چھوٹ جاتا ہے۔

تحقیق: بس اب پہلا ہی طریقہ اختیار کرلیا جائے جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں۔

حال: زیادہ وقت اس خیال میں گزرتا ہے کہ میرے اندر تکبر بھرا ہوا ہے۔ میں بہت ہی نالائق ہوں اور دنیا میں سب سے برا شخص ہوں۔ کبھی تو دل یہ چاہتا ہے کہ مجھے موت آجاتی تو اچھا ہوتا میری زندگی سے تو موت بہتر ہے۔

تحقیق: جان بوجھ کر اس کا استحضار اب ضروری نہیں ہے غیر اختیاری ہوجائے کافی ہے۔

حال: ذکر جہر (بلند آواز سے ذکر) کو دل ترستا ہے۔

تحقیق: کیجئے اور مزے لیجئے۔

حال: یہ تو پکا عہد کرلیا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک عمل بھی کیا ہے کہ کسی سے کوئی دین کی پابندی کے بارے میں نہیں کہوں گا خواہ کوئی شخص کیسا ہی (شریعت کے) خلاف کام کرتا ہے۔ اپنی پچھلی نالائق حرکتوں سے توبہ کرتا رہتا ہوں۔ آئندہ کے لئے پکا ارادہ کرلیا ہے کہ بالکل کسی سے یہ نہ کہوں گا کہ یہ کام کرو اور یہ نہ کرو۔ مجھے کسی سے کوئی مطلب نہیں ہے۔

تحقیق: ہاں! جب تک آپ کا مربی اجازت نہ دے ایسا ہی کیجئے۔

حال: اس بات کے خیال سے بہت افسوس ہوتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ناقدری کی اگر ذکر کی قدر کرتا تو کسی سے کوئی تعلق نہ رکھتا۔ قدر نہ ہونے کی کچھ یہ وجہ بھی ہوئی کہ ذکر کا کسی دن ناغہ نہیں ہوا تھا اس لئے ناغہ کے افسوس معلوم ہی نہیں تھا۔ اب نعمت کے چلے جانے کے بعد (اس کا) لطف حاصل ہوا ہے۔ ؎

مزہ وصال کا کیا گر فراق نہ ہو نشہ کی قدر نہیں اس میں اگر خمار نہ ہو

تحقیق: یہ بھی ایک حکمت ہے۔

ریاء کا علاج

حال: کبر سے زیادہ ریا کا زور ہے۔ اگرچہ عبادت جان بوجھ کر ریا کے لئے نہیں کرتا مگر نماز پڑھنے اور ذکر کرتے ہوئے اگر کوئی شخص آجاتا ہے تو ریا محسوس ہوتی ہے اگرچہ ہمت کر کے اس ریا کے خیال کو دور کرتا ہوں اور نفس پر لعنت کرتا ہوں کہ کم بخت تو اس عبادت کی قیمت بس یہی سمجھتا ہے (اگر ایسا ہے) تو یہ محنت ہی بے کار ہوگئی۔

تحقیق: تبلیغ دین (رسالے) کا علاج مفید ہوگا۔ (یعنی اس رسالے کو پڑھنا علاج کے لئے مفید ہوگا)۔

حال: ہاں! ایک بات یہ ہے کہ نماز یا ذکر شروع کرنے سے پہلے یہ وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ کاش کوئی دیکھ لے بلکہ اگر کوئی دیکھ لیتا ہے تو تنہائی میں جو تھوڑی بہت یکسوئی ہوتی ہے وہ بھی چلی جاتی ہے۔

لوگوں کو ذلیل اور حقیر سمجھنے کا مرض تھا الحمدللہ! اب وہ کمزور ہوگیا ہے۔ اعتقادی طور پر تو کسی کو ذلیل سمجھتا ہی نہیں ہوں اور اب طبعی طور پر بھی یہ ہوتا ہے کہ اپنے علاوہ کسی کو ذلیل نہیں سمجھتا ہوں۔ اگر کسی کا کوئی برا فعل دیکھتا یا اس کے بارے میں سنتا ہوں تو پہلے تو کسی اس برے فعل کی وجہ سے اس کی ذلت دل میں آتی ہی نہیں ہے اگر آتی بھی ہے تو نفس سے کہتا ہوں کہ تو نے بس اس کا یہی فعل دیکھا ہے تجھے کیا معلوم شاید اور دوسرے افعال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو۔ اگر یہ ذہن میں نہیں آتا تو یہ تو آہی جاتا ہے کہ شاید (اپنے) آخری وقت

میں یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جائے۔ نفس سے کہتا ہوں کہ کم بخت تجھے کسی کے معاملے سے کیا غرض ہے تو تو اپنے بارے میں خبر رکھ کسی کے گناہ نہ تو تو پکڑا جائے گا اور نہ کسی کے مقبول ہونے سے تیری نجات ہوگی۔

اس طرح کرنے سے یہ ہوا کہ کسی کے حال دیکھنے یا سننے کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی ہے یا ہوتی بھی ہے تو بہت کم ہوتی ہے۔

یہ بندہ کے اخلاق رذیلہ کا حال ہے بغیر تکلف اور بغیر ترتیب کے اصلاح اور ظاہری باطنی توجہ کے لئے عرض کر دیا جو کچھ بھی (خوبی) ہے یہ حضرت کی توجہ کی برکت سے ہے جس کا شکریہ ادا ہونا ناممکن ہے۔ حضور! بندہ بہت ساری امیدیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوری فرمائیں۔

اخلاق حسنہ کے بارے میں عرض ہے کہ میرا خیال یہ ہے کہ اخلاق رذیلہ اخلاق حسنہ کی ضد ہیں جتنے اخلاق رذیلہ دور ہوں گے اتنے ہی اخلاق حسنہ ذرا سی توجہ اور محنت سے اتنے ہی پیدا ہو جائیں گے۔

تحقیق: بالکل ٹھیک ہے۔

لڑکوں سے محبت کا برا ہونا

حال: حضرت! بعض ہندو لڑکے ایسی فرمانبرداری اور خدمت کرتے ہیں کہ ان سے دل بہت خوش ہوتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ان کو کچھ فائدہ ہو ساتھ ساتھ دل کو ان سے محبت محسوس ہوتی ہے۔ دل میں دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! یہ مسلمان ہو جائیں مگر اس دعا کو ظاہر کرنا کسی طرح بھی مصلحت نہیں ہے۔ کبھی دل میں یہ خیال آتا ہے کہ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے اس میں ایسی کیا بات رکھی ہے کہ اس کو کفر پر پیدا کیا ہے۔ اس مصلحت کی وجہ سے دل پریشان ہو جاتا ہے کہ۔

ع ہر چہ از دوست میرسد نیکو است

ترجمہ: "دوست کی طرف سے جو بھی ملے اچھا ہے۔"

مگر معلوم نہیں کیوں دل بار بار اس کی خیر خواہی کو چاہتا ہے۔ یہ حالت صرف اس کے خلاف، ادب اور تمیز کی وجہ سے ہے۔ حضرت یہ کیا بات ہے؟ اس میں نفس کی شرارت تو نہیں ہے۔

تحقیق: (نفس کی شرارت) اکثر ہوتی ہے۔ اسی لئے بالغ لڑکا جو بااخلاق اور باادب ہو اس کے ساتھ بات نہیں ہوتی ہے جو لڑکوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگر (لڑکوں سے محبت وغیرہ کا ہونا) صرف اخلاق کی وجہ سے ہو تو یہ دونوں میں موجود ہیں۔

کبر (بڑائی) کی علامت

حَالْ: الحمد للہ! تمام حالات شکر کے قابل ہیں۔ ہر دم منہ سے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حضرت کا شکر ادا کرتا ہوں۔ سکون اور دلی یکسوئی میں ترقی ہے۔ آزادی کی یہ کیفیت کہ کسی ثواب کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ حضور کی وجہ سے خود ہی نوابی حاصل ہے۔ ہر رگ و جوڑ بالکل خوشحال اور مستغنی ہیں۔ مگر اس میں ایک قسم کا تکبر لگتا ہے۔

تحقیق: تکبر دوسری چیز ہے۔ اس کا امتحان یہ ہے کہ اگر کوئی آپ کی تعظیم نہ کرے تو غصہ آئے اور آپ اس کے پیچھے پڑ جائیں۔

کبر، غصہ اور غیبت کا علاج

حَالْ: الحمد للہ! جب سے حضرت کا والا نامہ (خط مبارک) آیا ہے (ذکر واشغال میں) ناغہ نہیں ہوا ہے۔ تیرہ تسبیح کے بعد رات میں سات ہزار مرتبہ اسم ذات اور دن میں تین مرتبہ کرنا معمول ہے۔ گزارش یہ ہے کہ مثلاً لا الہ الا اللہ پڑھتا رہا جب ذرا توجہ ہٹی تو لا الہ الا اللہ کی جگہ اسم ذات زبان سے ادا ہونے لگا۔ اسی اور اجزاء (ٹکڑوں) کے ساتھ ہوتا تھا (کہ لا الہ الا اللہ پڑھ رہا تھا اور الا اللہ ادا ہونے لگا وغیرہ) کل دن کو فرصت کے وقت میں جان بوجھ کر لا الہ الا اللہ آہستہ سے پڑھتا رہا تو رات کو دو یا تین تسبیح سے زیادہ کلمہ شریف کا ذکر ہوا بغیر ارادہ کے گویا زبان رکتی ہی نہیں تھی۔

بدنظری سے اب تک بچنا مشکل تھا اور اب آسانی سے نگاہیں نیچی ہو جاتی ہیں۔

کبر تو بہت ہے۔ مگر اب پہلے کے مقابلے میں خلاف طبیعت بات پر طبیعت بہت جلدی گرم ہو جاتی ہے اور خاموشی اور برداشت سے کام لیتا ہوں۔ دعا اور علاج کی امید رکھتا ہوں کہ یہ ساری خطاؤں کی جڑ کبر دور ہو جائے۔ آپ کے ارشاد عالی کے مطابق تربیت السالک پڑھ رہا ہوں اور حضرت کے وعظ بھی دیکھتا ہوں۔ جس سے اپنے مرضوں میں اچھی خاصی کمی صاف محسوس کرتا ہوں۔

کیا عرض کروں آنے جانے والوں کی وجہ سے غیبت میں بھی مبتلا ہو جاتا ہوں۔ اگرچہ اس کے لئے ہمت کر کے بہت سے لوگوں کو آنے سے منع کر دیا ہے لیکن بڑوں کو منع نہیں کیا جاتا ہے جب وہ لوگ باتیں کرتے ہیں تو میں بھی غیبت کر بیٹھتا ہوں بعد میں ندامت ہوتی ہے۔

تحقیق: ماشاء اللہ مجموعی طور پر حالت اچھی ہے۔ ذکر میں جو احاطہ کا لکھا ہے اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ مقصود ہر حال میں محفوظ ہے۔ کبر کا علاج اپنے عیوب، اپنے گناہ اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا استحضار ہے۔ اس کو بار بار

کرنے سے ان شاء اللہ یہ مغلوب ہو جائے گا۔

طبیعت کا گرم ہونا یہ ایک الگ بات ہے۔ یہ غضب ہے اس کا علاج اس بات کا استحضار کرنا ہے کہ جس طرح یہ شخص ہمارا خطاوار ہے (اسی طرح) ہم اللہ تعالیٰ کے خطاوار ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہم سے اس طرح انتقام لینے لگیں تو کہاں ٹھکانہ رہے۔ بس جس طرح ہم اپنی معافی کو پسند کرتے ہیں اس کے ساتھ بھی ہم کو یہی معاملہ کرنا مناسب ہے۔

غیبت کا سلسلہ شروع ہونے کے وقت سب سے بہتر یہ ہے کہ وہاں کسی بہانہ سے اٹھ جائیں اور اگر پھر بھی لغزش ہو جائے تو ہر غیبت پر دو رکعت صلاۃ التوبہ کا پڑھنا لازم کر لیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔

حَالؒ: بندہ کے معمولات پہلے کی طرح پورے ہو رہے ہیں۔

تحقیق: اللھم بارك۔ (اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائیں)۔

دنیا کی محبت کا علاج

حَالؒ: (حضرت!) مجھے کوئی ایسی دعا بتایئے جس کو پڑھنے سے دنیا کی محبت میرے دل سے نکل جائے اور آخرت کی محبت کی طرف دل مائل ہو جائے۔

تحقیق: صرف پڑھنے سے کیا ہوتا ہے۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ میرا مواعظ کا مطالعہ کرو اور عمل کرو۔ فقط

نفس کی چاہت سے بچنے کا علاج

حَالؒ: اکثر لوگوں کے حالات بیماری کے بعد اچھے ہو جاتے ہیں مگر میری حالت یہ ہے کہ بیماری کے بعد بھی بدکاری بدنگاہی اور زنا کی خواہش ہوتی ہے۔

تحقیق: غیر اختیاری خواہش سے جب اختیاری طور پر لذت نہ لی جائے تو گناہ نہیں ہوتا ہے۔

حَالؒ: الحمد للہ! اس وقت تک نفس (برائی سے) بچا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا تو بچا رہے گا۔ مگر نفس میں اس قسم کی خواہش سے کبھی بہت الجھن ہوتی ہے۔ اور کبھی نفس کو لطف و لذت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے حال پر رحم فرمائے۔ حضور میرے لئے دعا فرمائیں اور کوئی دعا یا ایسی کوئی تجویز بتائیں کہ اللہ تعالیٰ اس نفس کی خواہش سے مجھے محفوظ رکھیں۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ کی سزا کا استحضار اور صرف دعا اور التجا ہے۔

حَالؒ: بہر حال حضور کی دعا کا خواہش مند ہوں اور کسی ایسے وظیفے کا بھی خواہش مند ہوں جو ہمیشہ کے لئے ان

بری خواہشات سے مجھے محفوظ رکھے۔

تحقیق: تعجب ہے آپ ابھی تک اس (برائیوں سے بچنے) کا تعلق وظیفوں سے سمجھتے ہیں۔ میرے رسائل پڑھنے والوں اور میرے پاس رہنے والوں کے لیے یہ عجیب بات ہے۔

نفس کی شرارت کے آثار

حال: (مجھے) ایک عادت ایسی خراب پڑ گئی ہے جو بہت تکلیف دہ ہے بلکہ اس کے بارے میں حضور کو لکھتے ہوئے شرم آتی ہے وہ عادت یہ ہے کہ لوگوں کے نقصان پر اکثر نفس کو خوشی ہوتی ہے۔ جیسے کوئی شخص چلتی ہوئی ریل پر چڑھتے ہوئے گرنے لگے تو جی یہ چاہتا ہے کہ وہ گر جائے۔

تحقیق: یہ نفس کی شرارت ہے مگر جب عقل کے اعتبار سے اس کو برا سمجھا جاتا ہو تو یہ نقصان دہ نہیں ہے۔

حال: جب بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت یا رسول مقبول ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر آتا ہے تو سارے جسم میں کپکپی سی آجاتی ہے اور تھوڑی دیر کے لئے عجیب حالت ہو جاتی ہے جس کو میں لکھ نہیں سکتا ہوں۔

تحقیق: شکر کیجیے۔

نفس کی خواہش پر چلنے کا علاج

حال: شہوت کے بارے میں باطل خیالات بہت آتے ہیں۔ آج شہوت کے گناہ میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ اس کے بعد جو پریشانی اور شرمندگی ہوتی ہے میں ہی جانتا ہوں۔ اسی وقت خصوصی طور پر دو رکعت توبہ کی پڑھی اور کثرت سے استغفار کر رہا ہوں مگر چین حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ایمان سے نکل گیا ہوں۔

حضرت! التجا ہے کہ غلام کی مدد فرمائی جائے ورنہ میں ہلاک ہو گیا۔ زمین اپنی کشادگی کے باوجود تنگ لگتی ہے، دل بے چین ہے۔ کوئی ایسا علاج فرمایئے جس سے پہلے کی تلافی اور بعد کی سزا ہو جائے۔ حضور کے فرمانے کے مطابق علاج بھی کرا رہا ہوں۔ یہ بھی دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ایمان کا نور عطا فرمائے اور گذشتہ گنا معاف فرمائے۔

تحقیق: سبحان اللہ! کیا خوش کرنے والا خط ہے جس کو بھیجا ہے۔ اختیاری مرض کا مجھ سے تدارک پوچھا جا رہا ہے اور تدارک بھی تسلی کا۔ کیوں صاحب آگ میں خود ہاتھ ڈال کر کسی طبیب کو خط نہ لکھا کہ سکون کی تدبیر بتاؤ۔ میرا جی ایک حرف بھی لکھنے کو نہیں چاہتا ہے۔ (یعنی گناہ کرنا اختیاری چیز ہے تو اس کا تدارک بھی اختیاری ہے اس لئے اختیار استعمال کر کے اس کا تدارک کرنا چاہئے جو آپ کا کام ہے)

اختیاری گناہوں کا علاج

حال: کل منگل دن دس بجے سے احقر کی حالت خراب ہوگئی ہے۔ اس سے پہلے ایک قسم کا جو ذوق وشوق تھا اور دل میں ایک قسم کی جو سوزش تھی اور اس سے جو طبیعت خوش ہوتی تھی وہ چھن گئی ہے۔ اب طبیعت گناہوں کی طرف راغب ہوتی ہے اور تین مرتبہ کبیرہ گناہ کر چکا ہوں۔ اب اس وجہ سے بہت پریشان ہوں اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ علاج فرمائیے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرا دل سیاہ ہوگیا ہے اور مجھے مردود ہونے کا خیال بھی آتا ہے کہ خدا نہ کرے نعوذ باللہ میں اللہ تعالیٰ کے دربار سے نکالا ہوا ہوگیا ہوں مجھے کل سے بہت پریشانی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے بہت جلدی علاج فرمائیے۔ میں تباہ ہو رہا ہوں اور اپنی حالت پر افسوس بھی بہت ہوتا ہے۔

کل سے طاعت خداوندی میں بھی دل نہیں لگتا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں۔ جناب کو کل سے اس وجہ سے اطلاع نہ کر سکا کہ یہ بات قانون کے خلاف ہے کہ ایک ہفتہ میں دو پرچہ دیئے جائیں مگر مجبور ہوکر جب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ بن پایا تو جناب ہی کو اطلاع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ (علاج) تجویز فرمائیں۔ افسوس اور پریشانی کے علاوہ اور کیا عرض کروں۔ میرے لئے علم وعمل اور ظاہر و باطن کی اصلاح کے لئے دعا فرمائیں۔

تحقیق: نسخہ کے اجزاء۔

❶ اختیاری کاموں میں اپنے ارادے اور ہمت سے کام لینا۔

❷ جب کوئی کوتاہی ہو جائے تو نفس پر بیس رکعات کا جرمانہ مقرر کرنا۔

❸ تربیت السالک کا مطالعہ کرنا۔

❹ اپنے عاجز ہونے اور حفاظت کی درخواست کی نیت سے کثرت سے لاحول پڑھنا۔

❺ بلاضرورت نہ کسی سے ملنا نہ بولنا۔

❻ میرے پاس بیٹھنے کے لئے عصر کے بعد اور راستے میں ساتھ چلنے کے وقت کے علاوہ کوئی وقت مقرر کرنا کیونکہ ان دونوں وقتوں میں مجھے بوجھ ہوتا ہے۔

(جس قانون میں یہ لکھا ہے کہ ہفتہ میں دو پرچے نہیں دینے چاہئے) اس قانون میں (وہاں) یہ بھی لکھا ہے کہ ضرورت کی حالت میں دو پرچے دے سکتے ہیں۔

ریا کے آثار

حال: بحمدہ تعالیٰ! جناب کی بزرگ صحبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے نام لینے کی توفیق ہوئی ہے جس کا چرچا آباء واجداد میں بھی نہیں تھا اگرچہ نام سے کسی شریف النسب قوم کی طرف منسوب ہیں۔

تحقیق: یہ (سب باتیں) فخر اور شرافت کا اظہار ہے۔ اس کی مضمون میں کیا ضرورت تھی یہی ریا کی باریکیاں ہیں۔

فضول باتیں کرنے کا علاج

حال: بندہ کی حالت بیان کے قابل نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ فضول باتیں اکثر ہو جاتی ہیں۔ کئی بار روزہ رکھا کہ بغیر ضرورت کے بات نہیں کروں گا مگر افسوس کہ اب تک کامیابی نہیں ہوئی ہے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ (فضول باتوں سے بچنے کی) توفیق عطا فرمائیں۔ اسی طرح اس مرض کا علاج بھی تحریر فرمائیں۔

تحقیق: (اس کا) علاج یہ ہے کہ ہر وقت ہاتھ میں تسبیح رکھئے اور یہ سمجھئے کہ میرا اصلی کام ذکر ہے اس سے کوئی وقت بھی خالی نہیں رہنا چاہئے۔ اس طریقے سے خود ہی بات کرنے کو جی نہیں چاہے گا کہ بات کرنے کو اپنے اصلی کام میں رکاوٹ محسوس کریں گے۔ اگر اس کے بعد بھی فضول بات ہو جائے تو اسی وقت جرمانے کے طور پر چار رکعت نفل ادا کی جائیں اور نفس کو خطاب کر کے کہا جائے: جب تو ایسی حرکت کرے گا تو ایسی ہی مشقت تجھ پر ڈالوں گا۔ (اور میں) دعا بھی کرتا ہوں۔

ریا میں ارادہ کرنا شرط ہے

حال: ہر جمعہ کو صلاۃ التسبیح پڑھنے کا معمول ہیں۔ دو تین جمعہ سے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ آدمی ریا کار سمجھیں گے۔ چنانچہ ایک شخص نے مجھے کہا بھی کہ ہر جمعہ کو صلوۃ التسبیح پڑھنے سے ریا کا شبہ ہے۔ اس دن سے دل میں ایک شرم سی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے کی طرح پڑھتا رہتا ہوں کیونکہ مجھے صلاۃ التسبیح میں بہت ذوق وشوق محسوس ہوتا ہے۔

اب پوچھنے کی بات یہ ہے کہ ایسی حالت میں جمعہ کے دن کے علاوہ دوسرے دن صلوۃ التسبیح پڑھنا بہتر ہے یا جمعہ کے دن پڑھنا ہی مناسب ہے۔

تحقیق: بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ریا نیت (کرنے) سے ہوتی ہے عمل سے نہیں ہوتی ہے۔

بری مجلس سے پرہیز کرنا

حال: ایک بات پوچھنے کی ہے جو اکثر ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جب دو تین شخص جمع ہوتے ہیں تو مستقل کچھ قصے کہانی کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ فحش تو نہیں ہوتی ہیں مگر لایعنی ضرور ہوتی ہیں۔ جب ان باتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو جی چاہتا ہے کہ وہاں سے اٹھ جاؤں لیکن اس خیال سے نہیں اٹھتا ہوں کہ بات کرنے والے کی بات کٹنے کی وجہ سے اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ خود دل میں اللہ اللہ کرتا رہتا ہوں کیا ایسا ہی کیا کروں یا اٹھ کر چلا جاؤں اگرچہ دل ٹوٹ جائے۔

تحقیق: دوسرے کے دل ٹوٹنے سے اپنے دین کو ٹوٹنے سے بچانا زیادہ ضروری ہے اس لئے اٹھ جانا چاہئے۔

فضول سوال سے بچنا

سوال: حضور کا مزاج مبارک کیسا؟ مراد آباد میں حضور نے فرمایا تھا: چھوٹی پیرانی صاحبہ کا حج کا عزم ہے اس کا کیا ہوا؟ رمضان شریف قرآن پاک حضور ہی پڑھائیں گے یا کوئی دوسرے صاحب پڑھائیں گے۔

جواب: میں خیریت سے ہوں۔ باقی آپ نے دو باتیں پوچھیں ہیں، حج اور میرے قرآن مجید پڑھنے کے بارے میں۔ ان سوالوں کا کوئی مقصد ہے تو اس مقصد کو متعین کیجئے اور اگر نہیں ہے تو یہ سوال ہی فضول ہے۔ فضول بات کا جواب ضروری نہیں ہے۔ لوگ اس کو اصلاح کے باب میں داخل ہی نہیں سمجھتے ہیں۔

نوجوان لڑکوں سے محبت کا علاج

حال: اب بھی یہ خیال تھا کہ خانقاہ میں رہنے کا انتظام ہو جائے تو لکھوں گا۔ مگر ایک نئی پریشانی کے پیش آنے کی وجہ سے طبیعت (آنے کے لئے) تیار ہوگئی۔ پہلے تو اپنی ہی حالت سے پریشان تھا۔ اب ایک نئی پریشانی یہ ہے کہ ایک طالب علم سے محبت ہوگئی ہے۔ ڈیڑھ مہینے پہلے وہ مجھ سے پڑھتا تھا پہلے طبیعت پر ذرا بھی اثر نہیں تھا۔ مگر غالباً دو تین مہینے سے مجھے پتہ چلا کہ مجھے اس سے محبت ہوگئی ہے۔ جب تک شک رہا اس وقت تک میں نے کوئی علاج نہیں کیا جب یقین ہوگیا تو میں نے اس لڑکے کو دوسری درس گاہ میں بٹھا دیا کہ سبق پڑھ کر وہاں چلے جایا کرو۔ اس سے کچھ سکون تو حاصل ہوا مگر شفا نہ ہوئی بلکہ کچھ دن بعد جب (اس کی) محبت کا غلبہ ہوتا ہے تو اتفاق سے وہ بیمار ہو جاتا اور مجھے اس کو چند دن نہ دیکھنے سے سکون حاصل ہوا۔

اب کچھ دنوں سے کسی طرح بھی سکون حاصل نہیں ہوتا ہے۔ الحمد للہ! اب دلی طور پر اس کو دیکھنے کی خواہش

زیادہ تو نہیں ہے۔ میں جان بوجھ کر اس کو دیکھنے سے اپنی نگاہوں کو بچائے رکھتا ہوں مگر بے چینی بہت ہے ہر وقت اسی کا خیال رہتا ہے۔ کتنی ہی کوشش کرتا ہوں مگر اس کا خیال دل سے نہیں نکلتا ہے۔ اگر صرف اس لڑکے کے اسباق اپنے پاس ہٹا دوں۔ پھر بھی اگر کوئی صورت بھی شفا کی نہ نکلے تو مہتمم صاحب سے عرض کروں کہ وہ لڑکا صرف ان اسباق (اسباق کا نام) میں شریک رہے۔ یہ سب ایک گھنٹہ کے اسباق ہیں۔ میں مہتمم صاحب سے درخواست کروں کہ مدرسہ میں میرا ایک گھنٹہ کم کر دیا جائے۔ اس گھنٹہ میں کسی دوسرے سے یہ اسباق پڑھوا لئے جائیں۔ ان اسباق کے پڑھانے میں میرے دل کی حالت یہ ہوتی ہے کہ (سب سے) زیادہ فائدہ اس کو ہو اس پر کسی حالت میں سختی کرنے کو جی نہیں چاہتا ہے، لیکن ضرورت ہو تو مجبور ہو کر سختی کرتا ہوں دل اندر سے بہت دکھتا ہے اور یہ کیفیت ہوتی ہے کہ (سختی کے) بعد میں اس کو تسلی دینے اور خوش کرنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔

اب میرے لئے جو مناسب ہو اس پر عمل کروں (ساتھ ہی) ان باتوں کو بھی بتا دیتا ہوں جو شاید میرے خیال میں محبت کا سبب بنی ہیں۔

❶ میں نے اس کو قابل سمجھ پڑھانے میں زیادہ کوشش کی۔

❷ اپنے گھر والوں (اہلیہ) کے ساتھ کچھ رنجشوں کی وجہ سے (ان سے) محبت کم ہونا (اس سے محبت ہونے کا سبب بنی) پہلے میں اس (اہلیہ کی) محبت کو برا سمجھتا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ وہ (محبت) تو میرے بہت سارے فتنوں سے ڈھال تھی۔

❸ ذکر کی پابندی نہ ہونا۔

میری نظر میں اس وقت کوئی اور سبب نہیں ہے۔ حضرت! مجھے اس ہلاک کرنے والی چیز سے نکالئے۔

تحقیق: میں نے جو قاعدہ ذکر کے لئے خانقاہ کے قیام کے انتظام کے جواب میں لکھا ہے اس سے اس پریشانی کا فیصلہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا۔ ذرا غور کیا جائے گا تو سمجھ میں آ جائے گا۔ مگر ضرورت کے بقدر واضح اور صاف بیان کر دیتا ہوں۔

وہ یہ ہے کہ پیشہ تو ہے تعلیم کا اور سابقہ ہے بچوں سے اور بچے بھی جن کا سلسلہ ختم ہی نہیں ہوتا ہے۔ (کہ ایک ہی بچہ نہیں بلکہ کئی بچے اور وہ بھی کہ ان کی کوئی انتہاء نہیں ہے تو) اگر ایک بچہ کے لئے تو یہ تدبیر (دوسری جماعت میں بٹھانے اور مہتمم صاحب سے کہہ کر اسباق بدلوانے وغیرہ) اختیار کی جا سکتی ہے۔ اس سے چند برائیاں ہیں (جو ذیل میں ہیں)

جیسے (ایک برائی تو یہ ہے کہ) اپنی حالت غیر مربی کو بتانا جس کو حدیث میں منع فرمایا ہے کہ (حدیث میں)

گناہوں کے بتانے کو منع فرمایا ہے۔ (دوسری برائی یہ ہے کہ) گناہ کی ابتدائی باتیں بھی ایسے احکام میں گناہ کی طرح ہیں کیونکہ دوسرے شخص کو ان ابتدائی باتوں کے اعتراف کو سن کر فوراً ہی (آپ سے) بدگمانی ہو جائے گی۔ یہ بھی گناہوں کے بتانے سے منع کرنے کی ایک حکمت ہے۔ ہاں مربی (تربیت کرنے والا) اور مصلح (اصلاح کرنے والا) اس سے الگ ہے جیسا کہ ستر کا کھولنا طبیب کے علاوہ کے سامنے حرام ہے اور طبیب کے سامنے جائز ہے۔ (بہت کم لوگ ہیں جن کو حدیث کے یہ معنی معلوم ہیں)

(تیسری بات یہ ہے کہ) دوسرے کو اسی فتنہ میں ڈالنا کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کا ذہن کسی کی محبت سے خالی ہوتا ہے پھر جب اس کو اپنی محبت کی اطلاع دی جاتی ہے تو اب اس کو بھی اس کی اچھائیوں کی طرف توجہ ہوگئی۔ وہ بھی اس فتنے میں مبتلا ہوگیا۔ تو اس کے اس گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب اس کو بتانا ہوا۔ (بغیر ضرورت کے گناہ کا سبب بننا بھی گناہ ہے)۔

(چوتھی خرابی اس میں) اپنے محبوب کو رسوا کرنا ہے۔ اس کو بھی حدیث میں منع فرمایا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ "من تعشق فعف وکتم ومات فهو شهيد." (کہ جس شخص نے عشق کیا اور پاک دامن رہا اور اس کو چھپایا وہ مر گیا تو وہ شہید ہے) اگرچہ اس سے علماء نے کلام کیا ہے لیکن دوسری شرعی قواعد بھی اس کے منع ہونے کے لئے کافی ہیں کسی کو رسوا کرنا جائز نہیں ہے۔

بہرحال اس میں اس قسم کی برائیاں ہیں اگر ان برائیوں کو نہ بھی دیکھا جائے تو بھی بات یہ ہے کہ ایک کے لئے تو یہ تدبیر کر لی اور اگر بلا اختیار باقی طلباء میں کسی ایسا ہی تعلق پھر ہوگیا کیونکہ دل پر تو کسی کا اختیار نہیں ہے تو اس کے لئے بھی کیا یہی تدبیر کرو گے۔ پھر اگر تیسرے کے ساتھ تعلق ہوگیا تو کیا ہوگا؟ کیا سارے طلباء کو چھوڑ دو گے تو پھر تعلیم کس کو دو گے۔

ہاں ایسے شخص کے لئے اگر ممکن ہو تو پڑھانے کا پیشہ ہی چھوڑنا زیادہ محفوظ ہے (بشرطیکہ کوئی ضروری فائدہ فوت نہ ہو جس کا فیصلہ اپنے مصلح کے مشورے سے ہوسکتا ہے) لیکن طلباء کے ساتھ رہتے ہوئے تو یہ تدبیر عام نہیں ہوسکتی ہے۔ اس لئے اسی قاعدہ سے جس کو اوپر ذکر کیا ہے اسی سے کام لینا چاہئے کہ پڑھاؤ اور گناہ سے بچو جیسے اپنی طرف سے جان بوجھ کر اس سے بات کرنے میں لذت لینا ہاں سبق میں عمومی خطاب ہو تو وہ نقصان دہ نہیں ہے۔ اسی طرح اس سے ضرورت کے مطابق سوال جواب کرنا بھی نقصان دہ نہیں ہے۔ اسی طرح اس کی طرف دیکھنا (اس سے بچنا چاہئے) باقی بلا اختیار اس کی طرف میلان اور رجحان کا ہونا وہ گناہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کی ہمت پر عمل کرنے سے نفس کو روکنا مجاہدہ ہے اور نفس کی اصلاح کے لئے معین اور مددگار ہے۔

شہوت دنیا مثال گلخن است
کہ ازو حمام تقویٰ روشن ہے

ترجمہ: ''دنیا کی شہوت رکھتی ہے انگارے کا بھرم ـــــ تقویٰ کا جس سے رہتا ہے جذبہ گرم۔''

یہ اختیاری چیزیں نقصان دہ نہیں ہے لیکن کبھی جو شخص اس بیماری میں مبتلا ہوتا ہے اس کی کم ہمتی کی وجہ سے یہ بھی گناہ کی طرف لے جاتی ہے کبھی گناہ کی طرف تو نہیں لے جاتا مگر جسمانی مرض کی طرف لے جاتا ہے۔ اس لئے اس کا علاج بھی ضروری ہے۔ وہ علاج یہ ہے کہ جب اس کی طرف رجحان کا غلبہ ہو تو فوراً یہ بات مستحضر کر لی جائے کہ جب یہ شخص مرے گا تو ساری رونق فوراً ہی ختم ہو جائے گی تو اس وقت (موجودہ) رونق صرف وقتی ناپائیدار ہے۔ اس قابل نہیں ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے۔ پھر جب قبر میں رکھیں گے تو دو چار دن میں ساری لاش پھٹ کر اس میں کیڑے اور پیپ پڑ جائیں گے۔

(تو) جب یہ حالت ہونے والی ہے تو اس کا اعتبار کرنا اور اس سے متاثر ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ عقل والا آدمی جب کسی جرم کا ارادہ کرتا ہے تو یہ سوچ کر کہ اس کام کا انجام جیل خانہ ہے اگرچہ جیل خانہ ابھی موجود نہیں ہے مگر (وہ) اس کو ابھی ایسا سمجھتا ہے کہ جیسا ہو گیا ہو اور اس کی وجہ سے اس جرم سے رک جاتا ہے۔ اسی طرح (اس لڑکے کی) اس حالت کو آئندہ (قبر والی) حالت کو نظر کے سامنے رکھنا چاہئے گویا اس کی لاش ابھی گل سڑ گئی ہو، اس میں ابھی کیڑے پڑ گئے ہوں اس (ہونے والے) نقشے کو ابھی تصور کر لیا جائے۔ ان شاء اللہ کچھ دنوں میں ہی (اس کی طرف) کھنچاؤ اور بے چینی ختم ہو جائے گی۔

دوسرا علاج یہ کرو کہ ذکر میں یہ تصور کرو کہ اللہ تعالیٰ کا سارا غیر دل سے نکل گیا ہو۔ ایسی بیماری میں مبتلا شخص کے لئے جو مفید طریقہ ہے وہ تکشف پر لکھا ہوا ہے۔ اس پر عمل کیا جائے ان شاء اللہ اس غیر اختیاری بات سے بھی نجات حاصل ہو جائے گی۔ اسی طرح بیوی سے تعلق بڑھانا بھی اس کے لئے مددگار ہوگا۔ فعلیك به واللہ الموفق۔

یہ بات بھی ضروری ہے کہ اگر اس غیر اختیاری سے نجات حاصل ہونے میں کچھ دیر ہو تو گھبرائیں نہیں کیونکہ یہ مقصود نہیں ہے۔ اصل مقصود وہی ہے اوپر ذکر کی گئی تفصیل کے ساتھ گناہوں سے بچنا ہے جو اختیار میں ہے اگرچہ نجات کے حاصل نہ ہونے سے جسم یا نفس کو کچھ تکلیف ہو۔ اس تکلیف کو برداشت کرنا چاہئے۔

ع کیں بلائے دوست تطہیر شما است

ترجمہ: ''ڈانٹا تنبیہ کرنا یہ دوست کا تمہاری پاکی کا سبب ہے۔''

میں اپنی طرف سے اس الجھی ہوئی بات کو پوری طرح سمجھا چکا ہوں۔ اب قدر کرنا اور عمل کرنا طالب کا کام

ہے۔

''پھر ان صاحب نے دوسرا مضمون پیش کیا جو نیچے جواب کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔''

حَال: عرض ہے کہ حضرت نے ایسی حالت میں مدد فرمائی کہ میں بالکل پریشان تھا۔ عقل کچھ کام نہیں کر رہی تھی۔ ہر حالت میں ایسی الجھن تھی کہ اس کا سلجھنا بہت مشکل معلوم ہوتا تھا بلکہ بعض حالتوں میں تو لا علاج معلوم ہوتا تھا۔

حضرت کو اطلاع دینے سے پہلے خانقاہ کے باہر ذکر کی پابندی نہ ہونے کے بارے میں جہاں تک غور کیا بس یہ بات ہی سمجھ میں آئی کہ اس کا علاج خانقاہ میں ہی رہنے سے ہوگا کسی اور طریقہ سے یہ بے قاعدگی ختم نہیں ہوگی۔ موجودہ حالت میں بھی اطلاع کرنے کے بارے میں بھی یہی خیال ہوتا تھا کہ جب اس وقت پابندی نہیں ہوسکتی تو حضرت کو اطلاع دینا حضرت کو تکلیف دینا ہے۔

محبت میں مبتلا ہونے کے بارے میں تو حضرت کے تجویز کردہ علاج جو چھپ چکے ہیں اکثر دیکھنے کے بعد یہ رائے یقینی ہوگئی کہ اس کا علاج علیحدہ ہونے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ حضرت کو اطلاع دوں گا تو حضرت بھی یہی تجویز فرمائیں گے۔ چنانچہ میں نے اسی پر عمل کیا تھا کہ مہتمم صاحب سے یہ کہہ کر ان اسباق میں مجھے مشکل ہوتی ہے ان اسباق کو دوسرے مدرس سے تبدیل کروالیا تھا۔ مگر جب وہ اسباق واپس میرے پاس آ گئے تو علیحدہ ہونے کی صرف یہی صورت تھی کہ مدرسہ سے اپنا وقت کم کر دوں۔ ایسا کرنے کے لئے حضرت کی رائے کے بغیر کرنے کی جرات نہیں ہوئی تو حضرت کو اس کی اطلاع کی۔

یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ جب کہ کسی حالت کا علاج فوری طور پر معلوم ہوگیا تو بھی اس پر اپنے شیخ کی رائے کے بغیر عمل نہیں کرنا چاہئے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا اپنی حالت اور علاج کو دوسرے کی حالت پر پرکھنا نہیں چاہئے۔ ؎

مدد از خاطر رنداں طلب اے دل ورنہ   کار صعبست مبادا کہ خطائے میکنم

تَرجَمَہ: ''تو مدد کے لیے اہل دل ہی کو تھام —— ہو نہ خطا کہیں مشکل بہت ہے کام۔''

تحقیق: حقیقت میں یہی بات ہے۔

حَال: اب احقر نے ذکر کرنا شروع کر دیا ہے۔ مغرب کے بعد عشاء کی اذان تک ذکر اسم ذات کرتا ہوں۔ فی الحال اخیر رات میں آنکھ کھل جاتی ہے۔ جس وقت آنکھ کھل جاتی ہے۔ اسی وقت بیٹھ جاتا ہے ہے وضو کر کے اور نماز پڑھنے کی ہمت تو ہوتی نہیں ہے ایسے ہی ذکر نفی اثبات جس طرح تکشف میں لکھا ہے اس طرح کرتا ہوں۔

تحقیق: بارك الله۔ تہجد کی نماز عشاء کے بعد پڑھ لیا کریں۔

حال: اب پہلے جیسی بے چینی تو نہیں ہے لیکن اس کا خیال بالکل ختم نہیں ہوتا ہے۔

تحقیق: نقصان ہی کیا ہے۔ روحانی نقصان تو قصد اور اختیار سے ہوتا ہے۔ اس سے بچنا چاہئے۔ باقی غیر اختیاری باتوں سے کبھی جسم ضرر ہو جاتا ہے۔ تو اگر وہ نہیں جاتا تو نہ جانے باقی ہلکے اور کمزور اور کبھی وہ بھی زائل ہو جاتا ہے مگر اس کا انتظار نہیں کرنا چاہئے۔

حال: اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ شاید یہ ابتلا بھی میری اصلاح کا سبب ہو جائے۔

تحقیق: ہاں ایسا بھی ہوتا ہے۔

حال: اتنا فائدہ تو اس وقت بھی محسوس ہوتا ہے کہ میں اپنی اصلاح سے غفلت نہیں کر سکتا۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے مرید کی طرح مجھ پر بھی یہ دل کی کھجلی مسلط کی گئی ہے۔

تحقیق: اس کے باقی رہنے یا ختم ہونے کی توجہ ہی نہیں کی جائے۔

حال: ایک رات عشاء کی نماز میں ایک آدمی میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔ مجھے شک ہوا کہ یہ وہی لڑکا نہ ہو جس کے پاس میں بیٹھنا نہیں چاہتا ہوں اور پہلی صف چھوڑنے کو بھی جی نہیں چاہتا تھا اس لئے اس کو خوب گھور گھور کر دیکھا کہ یہ وہی ہے یا کوئی اور ہے۔

تحقیق: یہ غلطی کی (اس کی طرف) توجہ ہی نہیں کرنی چاہئے تھی۔

سوال: میری نگاہ چونکہ کمزور ہے اس لئے معلوم نہ ہو سکا کہ کون ہے مگر شک کی وجہ سے پیچھے ہٹ گیا۔ نماز کے بعد معلوم ہوا کہ وہی تھا۔ ایسی تحقیق کرنا کیسا ہے؟

جواب: نقصان دہ ہے۔

سوال: نماز یا سبق میں کوئی امرد (نوجوان لڑکا) پاس آکر بیٹھتا ہے تو اگر کوئی عذر نکال سکتا ہوں تو وہاں سے اٹھ جاتا ہوں ورنہ شرم اور تہمت کے خوف سے بہت تکلیف میں وہیں بیٹھا رہتا ہوں۔ کیا کرنا چاہئے۔

جواب: اٹھ جانا چاہئے۔ بہانہ کیا مشکل ہے ناک صاف کرنے کا بہانہ کافی ہے۔

حال: بالغ ہونے کے ابتدائی زمانے سے امارد (نوجوان لڑکوں) کی جانب میلان ہوتا رہتا ہے۔ الحمد للہ! کسی برے فعل کا وسوسہ تک بھی نہیں ہوتا ہے۔ (ہاں) اتنی بات ہوتی ہے کہ کسی کی صورت نفس کو ذرا اچھی لگی تو اچانک

جونظر پڑی اس کے بعد دوبارہ دیکھنے کا تقاضا ہوتا ہے۔ حضرت کے مواعظ اور تربیت السالک کے مطالعہ سے جو علاج ذہن میں آیا وہ یہ ہے کہ ہمت کر کے نظر کو روکا جائے اور دل میں بھی جان بوجھ کر خیال نہ لایا جائے۔

الحمد للہ! اس پر عمل کرتا ہوں کامیابی ہوتی رہتی ہے۔ جس سے ایسا تعلق ہو جاتا ہے کہ نہ اس سے بلا ضرورت بات کرتا ہوں اور نہ جان بوجھ کر دیکھتا ہوں۔ ضرورت کے وقت بھی جہاں تک ہو سکے نظر نیچی رکھتا ہوں۔ نفس کی چاہت (دیکھنے کی) کمزور ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ختم ہونے کے قریب ہو جاتی ہے۔ پھر کوئی دوسری صورت نظر آتی ہے تو اس سے بھی یہ تعلق پیدا ہو جاتا ہے علاج کرتا ہوں اللہ تعالیٰ شفا عطا فرماتے ہیں۔ (مگر) اصلی مرض ختم نہیں ہوتا ہے۔ اس سے پریشانی ہوتی ہے کہ کہیں خدانخواستہ آئندہ زیادہ رنگ نہ لائے اور آخرت میں روسیاہی (یعنی ناکامی) کی نوبت نہ آئے العیاذ باللہ۔

اس سے پہلے بھی کبھی کبھی حضرت کو اطلاع کرنے کا خیال ہوتا تھا۔ لیکن حضرت کی تحریروں کے مطابق اس مرض کا علاج یہی ہے اس خیال سے خط لکھنے سے رک جاتا تھا کہ جو علاج ہے وہ تو کر ہی رہا ہوں۔ لیکن اب یہ خیال آیا کہ حضرت کو ضرور مطلع کرنا چاہئے کیا عجب ہے کہ (حضرت) کوئی اور مفید علاج بتائیں اور کم از کم دعا کی برکت تو ضرور حاصل ہوگی۔

اس مرض کے بارے میں جو (بندے کے) ذہن میں تھا عرض کر دیا۔ اب حضرت سے درخواست ہے کہ علاج کا طریقہ تجویز فرما کر مشکور فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

تحقیق: جب تک مادہ جڑ سے ختم نہ ہو جائے نئے علاج کی ضرورت رہے گی۔ جڑ سے ختم ہو جانے کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔ موسمی بخار کا نسخہ پینے کے بعد کیا آئندہ سال موسم میں دوبارہ نہ ہوگا۔ وہ کون سی تدبیر ہے کہ صفرا ہی پیدا نہ ہو۔ اگر ایسا کیا جائے کہ صفرا ہی پیدا نہ ہوتو جو وہ بہت سارے فائدہ جو صفرا کے ساتھ ہوتے ہیں وہ فائدے ہی ختم ہو جائیں گے۔ اسی طرح شہوت کے مادہ میں بھی بہت سارے فائدے ہیں۔ (تو اگر یہ ختم ہو جائے تو وہ سارے مائد ہی ختم ہو جائیں گے)۔

کبر حسد اور دوسرے باطنی امراض کا علاج

حال: نگران (بیماریوں) میں کبر، حسد، حرص (لالچ) ریا اور لمبی امیدیں رکھنا (جس کی وجہ سے غفلت اور ٹال مٹول میں مبتلا ہوں) یہ پانچ خبیث مادے جن کو امہات الخبائث (برائیوں کی جڑیں) سمجھتا ہوں میرے اندر زیادہ غالب ہیں۔ جن کی وجہ سے اعمال میں اکثر کوتاہی ہو جاتی ہے۔ (جن کا بیان ذیل میں ہے)۔

مثلاً کبر اور حسد کی وجہ سے کسی کی غیبت ہوگئی، زبان سے کہی یا کان سے سنی یا کسی کام کو لے کے عجب پیدا ہوگیا یا کسی کو نقصان پہنچا ہو۔ حرص کی وجہ سے کسی کے حق کو دبا لیا، لمبی امید کی وجہ سے غفلت اور ٹال مٹول میں مبتلا ہو کر ہر روز آج کو کل پر ٹالتا رہا۔ ریاء کی تو یہ حالت ہے کہ کوئی کام ایسا نہیں ہوگا کہ اس میں نفس کی غرض شامل نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کے لئے ان (خرابیوں) کے ختم ہونے کی کوئی تدبیر بتایئے اور ان خرابیوں کی الٹ یعنی محاسن اچھائیاں کے حاصل ہونے کی بھی کوئی تدبیر ارشاد فرمایئے۔

تحقیق: جو (چیز) اختیار میں ہے اس میں دعا کے ساتھ (ساتھ) استحضار و ہمت کرنا ہے اور اس میں کوتاہی ہو جائے تو استغفار و معذرت کرنا ہے۔ جو (چیز) اختیار میں نہیں اس میں دعا کرنا کافی ہے ان شاء اللہ۔

حب جاہ (عزت، مرتبہ، منصب) کی محبت کا علاج

حال: دل کے امراض یعنی برے اخلاق تو مجھ میں سارے ہی ہیں جس کی وجہ سے مجھے امامت کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے خصوصاً ایسے بابرکت اور مقدس مجمع میں (تو اور شرم آتی ہے)

تحقیق: طبعی طور پر ایسا ہی ہونا چاہئے مگر عقلی طور پر یہ سمجھنا چاہئے کہ آپ نے خود سے یہ کام نہیں کیا ہے بلکہ (یہ کام آپ کو) دوسروں کی طرف سے حوالے کیا گیا ہے۔ اس میں حدیث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے (امامت کی) اہلیت نہ ہو ایسا نہیں ہوسکتا ہے۔ اس لئے یہ (اللہ تعالیٰ کی مدد ہونا) صلاحیت ہونے کے اسباب میں سے ہے۔

حال: روپیہ پیسے کی حرص کم ہے۔ یہ بات پہلے سے ہے ہاں پہلے اتنی بات تھی کہ مرتبے اور عہدہ کی خواہش بہت زیادہ تھی اب اس میں کچھ کمی ہے۔

تحقیق: الحمد للہ! اور بھی کمی ہوگی جس کی تدبیر یہ ہے کہ یہ بات سوچی جائے کہ اس (مرتبے اور عہدہ کے بڑھنے) میں صرف لوگوں کی نظر میں عزت کے زیادہ ہونے کے علاوہ اور کیا فائدہ ہوگا اور یہ صرف خیالی چیز ہے حقیقت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

حال: حضرت مولانا و مرشدنا دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گزارش یہ ہے کہ:

"اجعلنی فی عینی صغیرا و فی اعین الناس کبیرا."

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے میری نظر میں چھوٹا اور لوگوں کی نظر میں بڑا بنا دیجئے۔"

یہ دعا مناجات مقبول میں ہے۔ اس دعا کو پڑھتے وقت (و فی اعین الناس کبیرا کہ لوگوں کی نظر میں بڑا بنا دیجئے) کو ذہن خالی کر کے پڑھتا ہوں۔ یہ خیال آتا تھا کہ (اپنی) حالت تو ایسی بری ہے اور اللہ تعالیٰ سے بند کورت دعا لوگوں میں بڑا بننے کی کروں۔

کل یہ خیال آیا کہ جب حضور سرور کائنات ﷺ نے یہ دعا سکھائی ہے تو اس میں فائدے اور حکمتیں ہوں گی (جو غور کرنے سے سمجھ میں آتی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کو بھی یہی دعا پسند ہوگی۔

اگر طمع خواہد زمن سلطان دیں خاک برفرق قناعت بعد ازیں

ترجمہ: "جب خدا ہی طمع کا طلب گار ہو ـــــ خاک پھر قناعت پر میرے یار ہو۔"

دنیا میں کوئی شفیق مالک یہ نہیں چاہتا کہ میرا غلام لوگوں کی نظر میں ذلیل وخوار رہے اب دل یہ ہی چاہتا ہے کہ اس دعا کو معنی سوچ کر پڑھوں کیونکہ ایسی دعا میں نفس کو لذت بھی آتی ہے۔ وہ (لذت) لوگوں کی نظر میں بڑا بننا چاہنا ہے۔ اس کمتر میں یہ استعداد نہیں ہے کہ یہ پہچان سکے کہ یہ خیال رحمانی ہے یا نفسانی ہے اس لئے حضور والا کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جیسے پہلے (خالی ذہن سے) پڑھا کرتا تھا اس طرح پڑھوں یا معنی کا خیال کر لیا کروں۔ کمترین کا طبعی مزاج یہ ہے کہ گم نام رہوں کوئی امتیازی حالت نہ ہو۔

تحقیق: بہت ہی مبارک مزاج ہے۔ اس دعا کی حقیقت اس مزاج کے خلاف نہیں ہے۔ اس حقیقت کا سمجھنا جاہ کی حکمت سمجھنے پر موقوف ہے۔ جاہ کی حکمت یہ ہے کہ جاہ خود مقصود نہیں ہے بلکہ وہ برائیوں کے دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ برائی مخلوق کی اذیت ہے۔ اس اذیت کو دور اور ختم کرنے والی چیز جاہ ہے کہ وہ ظالموں کو ظلم کرنے سے روکنے والی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اصل مقصود یہ ہے کہ عوام اور حکام اذیت سے محفوظ رہیں تاکہ بغیر پریشانی کے طاعت میں مشغول رہ سکیں۔ اس معنی کا خیال کر کے دعا کرنا نہ ہی مزاج کے خلاف ہوگا اور نہ ہی اس میں نفس کو بڑا بننے کی لذت حاصل ہوگی۔

حال: جب کوئی شخص مجھ سے دعا کرنے کے لئے کہتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ کے حضور یوں عرض کرتا ہوں کہ یا اللہ! میں تو کسی قابل نہیں ہوں۔ یہ آپ کی بندہ نوازی ہے کہ آپ نے ان لوگوں کے دل میں میری وقعت (قدرو

قیمت) پیدا کر دی جس کی وجہ سے انہوں نے مجھے دعا کے لئے کہا ہے۔ اس کے بعد دعا کرتا ہوں۔

تحقیق: وقعت کی جگہ حسن ظن کہنا مناسب ہے اور برائی سے بہت محفوظ ہے۔ بندہ کے ساتھ ستاری بھی کہا جائے کہ اس میں اپنے عیوب کا استحضار ہے۔

حال: (دعا کرتے ہوئے) جب یہ خیال آتا ہے کہ اگر اس کا کام ہوگیا تو عقیدت بڑھ جائے گی تو دعا میں جی نہیں لگتا ہے۔

تحقیق: یہ بھی پسندیدہ بات ہے مگر تکلف کے ساتھ دعا میں اس نیت سے جی لگانا چاہئے کہ (یہ دعا کرنا) خدا کے بندے کی خدمت ہے اور یہ خدمت طاعت ہے۔

حال: کبھی حب جاہ (عزت، منصب، عہدہ کی محبت) اور کبر کا خیال آتا ہے۔ اپنے اندر ان دونوں مرضوں کو موجود پاتا ہوں۔ دل سے شرمندہ بھی ہوں اور پریشان بھی ہوں۔ دعا بھی کرتا ہوں کہ میرے اللہ! مجھے ان دونوں مرضوں سے نجات عطا فرمائیے۔ اب حضور اقدس کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ ان دونوں بیماریوں کا علاج فرمادیں۔

تحقیق: ان چیزوں کی خواہش کا ہونا تو گناہ نہیں ہے باقی ان کی چاہت پر عمل کرنا یا نہ کرنا اختیاری فعل ہے۔ آدمی کو تو صرف اسی بات کا حکم ہے کہ ان کی چاہت پر عمل نہ کرے لیکن اگر ان کی چاہت کے خلاف کرے تو یہ زیادہ قوت اور نفع والا ہے۔

حال: عرض یہ ہے کہ فقیر کے اندر حب جاہ ہے یعنی دل چاہتا ہے کہ لوگ میری تعریفیں اور ثنائیں بیان کریں۔ میری قابلیت کا اعتراف کریں اور (میرے) معتقد ہو جائیں۔ یہاں تک کہ ہر جگہ لوگوں میں تعظیم کے قابل ہونے کو دل چاہتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص میری تعریف کرتا ہے تو دل ایک (قسم کی) خوشی ہوتی ہے۔ اگر تعریف کی جگہ کوئی برائی کرے یا خاموش رہے تو بہت ہی برا لگتا ہے۔ ساتھ ساتھ یہ خیال آتا ہے کہ شاید اس شخص کو میرے کمالات کا علم نہیں ہے۔

یہ خواہش اگرچہ شروع میں غیر اختیاری ہوتی ہے لیکن آخر میں اختیاری سے بڑھ جاتی ہے۔ ہاں! خبردار ہونے کے بعد بہت کوشش کرتا ہوں کہ یہ خیال دل سے نکال دوں کبھی اس بات کی پہچان بھی ہو جاتی ہے کہ حب جاہ ہے اور نفس کا دھوکہ ہے پھر بھی اپنی کوشش میں ناکام رہتا ہوں۔ اس لئے بہت ہی باادب گزارش ہے کہ

بندے کے لئے اس مرض کا علاج ارشاد فرمائیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے تمام باطنی امراض کو ختم فرمائیں۔

تحقیق: ہر علاج میں مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ یعنی اس (میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک) نفس کی خواہش کے برا ہونے کا استحضار (دوسرے) اس خواہش کی مخالفت کرنا ہے اس مرض کا علاج بھی انہی دو حصوں سے مرکب ہے۔ پہلا حصہ یہ ہے کہ حدیث میں ان برائیوں کی جو وعیدیں آئی ہیں ان کا استحضار کرنا بلکہ زبان سے بھی ان کو دہرانا بلکہ اپنی زبان سے ان مضامین کے ذریعے اپنے نفس کی حفاظت کرنا کہ تجھے ایسا عذاب ہونے کا خوف ہے۔ ساتھ ساتھ اپنے عیوب کا استحضار اور اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہنا کہ اگر لوگوں کو یہ برائیاں معلوم ہو جائیں تو (تجھے) کتنا ذلیل اور حقیر سمجھیں گے۔ اس لئے تو تو یہی کافی سمجھ لے کہ لوگ تجھ سے نفرت اور تیری تحقیر نہیں کرتے ہیں نہ کہ ان سے اپنی تعظیم و مدح کی جائے۔

دوسرا حصہ وہ یہ ہے کہ تعریف کرنے والے کو زبان سے منع کر دیا جائے اور یہ ذرا اہتمام سے کیا جائے۔ سرسری لہجہ سے کہنا کافی نہیں ہے ساتھ ساتھ جو لوگ ذلیل سمجھے جاتے ہیں ان کی تعظیم کی جائے اگرچہ نفس کو بہت برا لگے۔ اس پر عمل کر کے ایک ہفتہ کے بعد دوبارہ اطلاع دی جائے۔

ایک طالب علم کے خطوط

پہلا خط

(اس) خاکسار کو تعلیم و تلقین کی اجازت مولانا...... صاحب کے طریقہ میں پہلے ایک بزرگ نے عنایات فرمائی تھی بعد میں مولوی...... صاحب مونگیری نے بھی اس کو جائز رکھا اور سلسلہ قادریہ و چشتیہ و نظامیہ کی نسبت کی طرف منسوب فرمایا۔ خادم اس کا اہل نہ سمجھ کر بہت انکار کیا لیکن آخر میں حکم کی نافرمانی نہ کر سکا۔

تحقیق: ان کے فرمانے سے واجب نہیں تھا اس پر عمل نہ کرنا نافرمانی نہیں تھا۔ (اس سے صرف) جائز ہوا تھا۔ اس پر عمل نہ کرنا بھی جائز تھا، عمل سے بھی اپنی اہلیت کا دیکھنا ضروری تھا۔

حال: بلکہ خادم نے صاف صاف یہ لکھ دیا تھا کہ مجھے تعلیم کے بارے میں حضرت کا نام سن کر (ان سے) تعلق ہے اس (خلیفہ بنانے) کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر اور زیادہ شفقت فرمانے لگے۔ ایک مرتبہ اتفاق سے ان کے مریدوں کے ساتھ مونگیر جانے کا موقع مل گیا تھا۔ مولوی صاحب نے اس ناقص کو تنہائی میں بلا کر اپنے بہت سارے باطنی کمالات بیان فرما کر میرے لئے دعا فرمائی۔ یہ فرمایا کہ میں نے اپنی ساری عمر میں صرف دو مرید

پائے ایک کا وصال ہوگیا اور ایک کا نام نہیں بتایا اور یہ فرمایا کہ تیسرے تم ہو جو خالص اللہ تعالیٰ کی طلب ہے اور میرا دل کھنچا چلا جاتا ہے۔

تحقیق: مگر اس سے بھی شیخ ہونے کی اہلیت ثابت نہیں ہوسکی ہے۔

حال: الحمد للہ! اس تقریر کے بعد بھی اپنے نفس کو ذلیل ہی پایا۔

تحقیق: اس سے بھی مذکورہ اہلیت نہیں ہوسکتی ہے۔

حال: (میں) ان سب باتوں کو دوسرے رنگ میں حضور کے لطائف سمجھتا رہا۔

تحقیق: یہ بھی غلطی ہے بلکہ دوسرے شیخ کو پہلے شیخ کا ایک لطیفہ سمجھنا چاہئے بشرطیکہ پہلا شیخ کامل ہو۔

حال: اس کو ایک معمولی سی بات سمجھ کر حضور کے سامنے پیش نہیں کیا۔

تحقیق: یہ بہانہ صحیح نہیں ہے۔ اس (بات) کو کوئی شخص بھی معمولی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ حقیقت میں بھی اہم بات ہے۔ دوسروں کی تربیت کی ذمہ داری دوسرے الفاظ میں ان لوگوں کے دین میں تصرف کرنا کیا (یہ) معمولی بات ہے۔

حال: لیکن خادم کی عادت شروع سے وہی ہے کہ کوئی بات حضور سے چھپی نہ رہے۔ اگر کوئی بات رہ گئی ہے تو وہ اس وجہ سے کہ اپنی کم علمی کی وجہ سے لکھ نہیں سکا اور اس کے الفاظ نہیں ملتے ہیں۔ لیکن اب کئی دنوں سے یہ شک ہو رہا ہے کہ یہ حضور سے ایک قسم کا دھوکہ ہے کہ اس بات کو حضور کو نہ بتایا جاہے۔ (کہ) جب سے ان (دونوں) بزرگوں سے اجازت ملی ہے ایک شخص کو اللہ کا نام پڑھنے کے لئے بتا دیا ہے۔

تحقیق: اگر مجھ سے پوچھنا ضروری تھا تو اس (پوچھنے) کا وقت (اس شخص کو اللہ تعالیٰ کا نام) بتانے سے پہلے تھا۔

حال: خادم کے نزدیک اس (شخص) کی حالت اتباع اور پرہیزگاری میں اچھی ہے۔

تحقیق: تو اس سے کیا ہوا۔ (پوچھنے کا وقت تو پہلے ہی تھا)۔

حال: آج اس (شخص) کا ایک خط آیا ہے۔ وہ اس (خط) کے ساتھ حضور کے دیکھنے کے لئے رکھ دیا ہے۔ لیکن چونکہ اس کام (بیعت وغیرہ) کی اجازت حضور سے نہیں ہے اور اپنے نفس کی اصلاح کے سامنے خادم اس (بیعت وغیرہ) کو بہت ہی حقیر سمجھتا ہے اس لئے دل کو اطمینان نہیں ہوتا ہے یہ وبال کا سبب نہ ہو۔

بلکہ اس عامی شخص کو اللہ تعالیٰ کا نام بتا کر اپنی نااہلی کا اتنا خوف ہوا کہ خادم نے ان کو بلا کر صاف صاف یہ کہہ دیا کہ ہم اس (کام) کے اہل نہیں ہیں اور ان سے بہت اعراض کیا۔ لیکن مولانا ...... صاحب کے طریقے

کے لوگوں سے پہلے سے ان کو رغبت تھی اور جن بزرگوں سے وہ عقیدت رکھتے تھے انہوں نے اس ناقص کی طرف ان کو رائے دی تھی اور میرا نفس بھی مغلوب ہوگیا اس کی ہمت کر لی۔ اب جو کچھ حضور جائز رکھیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ اسی پر عمل کرنے کی کوشش رہے گی۔

تحقیق: اب جب آپ نے سلسلہ شروع کر دیا ہے تو میں کیا بتاؤں؟ اسی سلسلے کے بزرگوں سے مشورہ لیجئے۔

حال: خادم نے ایک خواب ان شخص کے بارے میں دیکھا کہ وہ خادم کے بھائی کی بیوی بنے اور لڑکا پیدا ہوتے دیکھا تھا۔ اس وقت خادم کا ذہن اس طرف گیا کہ شاید ان کی حالت اچھی ہونے والی ہے۔

تحقیق: میں اس (سلوک کے) راستے میں خواب کو کوئی دلیل نہیں سمجھتا ہوں۔

حال: اب ان کا یہ خواب ہے خادم اس کے بارے میں حضور پر ذرہ برابر بھی بوجھ ڈالنا نہیں چاہتا ہوں صرف تحقیق کے لئے اس کی ہمت کی ہے۔ باقی باتوں میں بھی خادم کا خیال یہ ہے کہ جس جس کام کو اپنی ذمہ داری سے حضور کی ہدایت کے مطابق کرسکیں اس کے لئے حضور کو تکلیف دینا گوارا نہیں ہوتا ہے۔

تحقیق: یہ ٹھیک ہے۔ پھر مجھے اس خواب کو اطلاع دینے سے کیا مقصود ہے۔ میں نے اچھی طرح پڑھا بھی نہیں ہے۔

حال: یہ سب حضرت کے قدم شریف اور دعا کی برکت ہے۔

تحقیق: میری برکت سے کیا ہوتا ہے۔ معاملہ کا صحیح ہونا اور صاف ہونا ضروری ہے۔ اگر آپ ان حضرات کے (دیئے ہوئے) منصب کے اہل ہیں تو آپ کو مجھ سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (اور) اگر اپنے کو تعلیم کا محتاج سمجھتے ہیں تو اہلیت کا خیال صحیح نہیں ہے۔ (اس صورت میں) ان حضرات کے اجازت دینے کی تاویل ضروری ہے کہ (انہوں نے) آئندہ زمانے کے اعتبار سے بطور خوشخبری فرما دیا ہوگا۔

یہ بھی تجویز کیجئے کہ دوسری صورت میں اس نئے مرید کا کیا حشر ہوگا۔ معاملہ کی بات ہے جواب صاف صاف ملنا چاہئے۔ اسی طرح (بات یہ ہے کہ) اس مرید کا کارڈ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس شخص کے پاس خود جوابی کارڈ بھیجا تھا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو خود پیر ہونے کا شوق ہے اور مریدوں کو لپیٹے پھرتے ہیں اور ان کو گھیرتے ہیں ورنہ وہ آپ کے پاس جوابی کارڈ بھیجتا نہ کہ آپ (اس کو جوابی کارڈ بھیجتے) کیا پیر ایسے ہی محتاج اور مرید ایسے ہی بے پرواہ ہوتے ہیں۔

دوسرا خط

حال: حضور کے سرفراز نامہ سے اپنے عیوب کا پتہ چلتا ہے۔ خادم اپنے نفس کو خودغرض اور جاہ کا طالب سمجھ کر

اصلاح کی نیت رکھتا ہے۔ (اور) ان مرید صاحب کو مندرجہ ذیل جواب لکھ کر بھیجنے کا ارادہ ہے۔ وہ (خط) یہ ہے کہ:

''آپ کا کارڈ ملا حالات کی اطلاع ملی۔ خادم اپنے نزدیک (منصب بیعت) کا اہل نہیں ہے۔ اس لئے جناب مجھ سے بیعت توڑ لیں۔ جن حضرت سے آپ کو مناسبت ہو (ان سے) رجوع فرمائیں۔ اور جو کچھ تکلیف آپ کوئی ہو معاف فرمائیں۔ خادم نے آپ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اپنے حالات سے مطلع فرماتے رہا کریں گے اس کے لئے آپ نے آٹھ جوابی کارڈ مرحمت فرمائے تھے۔''

تحقیق: کتنی بے ڈھنگی بات تھی۔ ذرا غور تو کیجئے۔ پہلے تو یہ واقعہ کس کو معلوم تھا دیکھنے سے صاف خودغرضی کا شک ہوتا ہے۔ دوسرے شیخ طالب ہوگیا کہ پہلے شیخ لکھے پھر اس کا جواب طالب دے (اس کے بجائے) کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ شخص پہلے جوابی کارڈ بھیجتا اور آپ جواب لکھتے کیا یہ دین کی بے قیمتی نہیں ہے۔

حال: تین کارڈ استعمال ہوگئے تھے اور باقی کارڈوں کے پیسے میری دوکان سے وصول کر لیں۔ اس کے بارے میں میں نے اپنے گھر والوں کو بھی لکھ دیا ہے۔ باقی آئندہ سے مجھ سے کوئی تعلق نہ سمجھا جائے۔ اپنے برے بھلے کے آپ خود مالک ہیں۔ اب مجھ پر اس کے بعد کوئی بوجھ نہیں رہا۔ اس لئے کہ مجھے اس کام کی بالکل فرصت نہیں ہے اور نہ ہی یہ کام میرے لئے جائز ہے۔

تحقیق: اس جملہ (مجھے بالکل فرصت نہیں) کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی اس میں نفس کی ایک چال ہے کہ اس میں اپنی اہلیت کے نہ ہونے کو ایک قسم کا چھپانا ہے کہ اہلیت تو کچھ ہے مگر فرصت نہ ہونے کی وجہ سے معذوری ہے۔

حال: ان (صاحب) کو ابھی خط اس لئے نہیں کہ شاید کچھ اور الفاظ کی ضرورت ہو۔

تحقیق: صرف ایک مضمون کے علاوہ سب (الفاظ) ٹھیک ہیں جس کے بارے میں ابھی اوپر قریب لکھا ہے۔

حال: خاکسار اب بہت ہی عاجزی سے اپنی کمی کوتاہیوں کی معافی چاہتا ہوں۔ حضور سے بیعت ہوکر ان باتوں میں بالکل بے توجہی کی۔ دعا کی درخواست (بھی) کرتا ہے۔

خادم اپنے نفس کی اصلاح کے لئے ہزاروں کرامات کو دل سے قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ ان بزرگوں سے دل سے بالکل جدا ہوتا ہوں۔

تحقیق: جو شیخ انتقال فرما گئے اگر وہ اہل تھے تو ان سے جدا ہونا بالکل درست نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے بزرگ کو ان کا ایک لطیفہ سمجھے۔ ہاں! جو بزرگ اپنے شیخ نہیں ہیں ان سے تعلقات رکھنا (سلوک کے) طریق کے خلاف

ہے۔

حال: جو حق نیک صالحین اور امت محمدیہ ﷺ کا ہے صرف اس کو بلا کسی عذر جائز رکھے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بغیر کسی سخت ضرورت کے ہر قسم کے میل جول کو چھوڑتا ہوں۔ اس کے اہتمام کرنے کے لئے پہلے بھی کچھ کچھ توجہ تھی لیکن اب انشاء اللہ تعالیٰ پوری پابندی کرے گا۔

تحقیق: ٹھیک ہے ایسا ہی ہونا چاہئے۔

حال: پچھلے خطوط اس خط کے ساتھ رکھ دیئے ہیں۔

تحقیق: دیکھ لیا ہے۔

حال: اس خط کے لکھنے کے بعد اور حضور کی خدمت شریف میں حاضری کے وقت جو دل کی کیفیت تھی اگر حضور کی توجہ نہ ہوتی تو شادی مرگ (خوشی میں موت) ہو جاتی۔

تحقیق: یہ انشراح یکسوئی کی برکات ہیں۔

حال: حضور کے اس فرمان سے بہت تکلیف ہوئی بہت ہی شرمندگی ہے اور معافی چاہتا ہوں۔

تحقیق: سب معاف ہے۔

نفسانی خواہش کی نگاہ سے بچوں کو دیکھنا بھی گناہ ہے

سؤال: جس طرح بڑی لڑکی یا بڑے لڑکے کو اگر نفس کی خواہش ہو تو دیکھنا گناہ ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ اسی طرح اگر چھوٹے بچے جن کی عمر آٹھ سال ہو ان دیکھنے سے بھی نفس میں ایک قسم کی لذت محسو ہو تو ان کو دیکھنا بھی گناہ ہے؟

جواب: سات آٹھ سال کے بچے میں حقیقت میں گناہ کا شبہ ہے۔

غیبت کا علاج

حال: زبان اور کان کی حفاظت کے بارے میں اب کچھ دنوں سے استحضار ہونے لگا ہے۔

تحقیق: الحمد للہ!

حال: کسی کی شکایت (اور) بات کرتے یا سنتے ہوئے اکثر خبردار ہو جاتا ہوں۔

تحقیق: الحمد للہ!

حال: مگر تنہائی کے بغیر (غیبت) سننے سے نجات نہیں ہوتی ہے۔

تحقیق: اگر تنہائی کا اہتمام نہ ہو تو کسی بہانے سے وہاں سے اٹھ جانا چاہئے یا جان بوجھ کر فوراً کوئی مباح (جس میں نہ کوئی گناہ ہو نہ کوئی ثواب ہو) بات کا تذکرہ شروع کر دینا چاہئے تاکہ وہ (غیبت والی بات ختم ہو جائے)۔

حال: اگر کسی کی شکایت یا کوئی بات (جو غیبت) سنتے وقت اپنے دل میں اس شخص کے قول یا فعل کی حسن ظن کی تاویل کر لی جائے تب بھی نقصان دہ ہے یا نہیں؟ یعنی غیبت کا گناہ اور وبال ہوگا یا نہیں؟

تحقیق: (گناہ) ہوگا۔ کیونکہ کہنے والے کا فعل یقینی طور پر غیبت ہے اور یہ (تاویل کرنے والا) اس (غیبت) کا سننے والا ہے۔ ہاں! غیبت کے ساتھ اس کو بدگمانی کا گناہ بھی ہوگا۔ اب تاویل کرنے سے اس (بدگمانی کے گناہ) سے بچ گیا۔ (لیکن غیبت کا گناہ تو رہے گا)

حال: (حضرت! مجھ میں) دو بڑے مرض ہیں۔ ایک زبان کا غیبت اور جھوٹ سے مبتلا رہنا دوسرے کھانا انداز سے سے زیادہ کھانا جو بے تعداد ظاہری اور باطنی مراض کا سبب ہے۔ اس سے پہلے اپنی طرف سے کوشش کر چکا ہوں لیکن (ان امراض سے) نجات نہیں ملی۔ مگر اب امید ہوگئی ہے کہ جناب کے تجویز فرمائے ہوئے علاج و دعا سے اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں گے۔ ان دونوں مرضوں کی وجہ سے بہت ہی مصیبت اور ہلاکت میں ہوں۔

تحقیق: پہلے مرض (غیبت اور جھوٹ) کا علاج یہ ہے کہ بغیر سوچے بالکل کوئی بات نہ کی جائے۔ اگر چہ کبھی یہ بھی یاد نہیں رہے گا کہ سوچ کر بولوں مگر خیال رکھنے سے اکثر اوقات یاد رہے گا اور آہستہ آہستہ ہوتے ہوتے ان شاء اللہ تعالیٰ پھر بھول نہیں ہوگی۔ جب سوچ کر بولا جائے گا تو ہر بات سے پہلے یہ سوچنا چاہئے کہ اس بات سے گناہ تو نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس (طریقے) سے بہت کچھ اصلاح ہو جائے گی۔

دوسرا مرض (زیادہ کھانا) اس وقت مرض ہے جب پیٹ بھر سے زیادہ کھایا جائے۔ پیٹ بھر کھانا مباح ہے کوئی مرض نہیں ہے۔ اگر پیٹ بھر سے زیادہ کھایا جائے تو اس کا علاج بھی وہی سوچنا ہے کہ زیادہ کھانے سے نقصان ہوگا۔ بس اسی سوچنے سے انشاء اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح ہو جائے گی۔

حال: خود کسی کی غیبت کرنے یا ذکر کرنے سے میری طبیعت رکتی ہے۔ مگر دوسرے لوگ بات چیت کر رہے ہوں تو اس میں بولنے کو چاہتی ہے اور (میں) بولتی بھی ہوں۔

تحقیق: پہلے تو جتنا ہو سکے اس کی احتیاط کریں (کہ نہ بولیں) اور اگر کبھی بے احتیاطی ہو جائے تو فوراً خوب

توبہ کریں۔

حال: گزارش یہ ہے کہ گذشتہ خط میں احقر نے اپنے بعض باطنی امراض کی اصلاح کی درخواست کی تھی۔ حضرت نے جس کا طریقہ یہ فرمایا کہ ایک ایک مرض پیش کیا جائے۔ جب ان کا علمی فیصلہ ہو جائے اور عمل (کرنے) سے نفع کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو پھر دوسرا مرض پیش کیا جائے (اسی طرح دوسرے امراض پیش کئے جائیں)۔

اس لئے عرض ہے کہ احقر غیبت کے مرض میں مبتلا ہے۔غیبت کی حقیقت احقر کے ذہن میں یہ ہے کہ کسی کے پیچھے یا سامنے ایسی بات کہنا جو اس کو ناگوار ہو یا بری لگے۔اس بات کے غیبت ہونے میں شک ہے کسی کو بے تکلفی کی وجہ سے یا کسی تعلق کی وجہ سے ایسے الفاظ کہے جائیں جو اگر الفاظ کی طرف دیکھا جائے تو ناگواری کی بات ہے مگر بے تکلفی یا تعلق یا مزاح کے طور پر (دیکھا جائے تو مزاح) ہونے کی وجہ سے ناگواری کا خیال نہیں۔

تحقیق: جب وہ ناگواری ہے خواہ کسی بھی حیثیت سے ہو تو وہ منع ہونے کے لئے کافی ہے۔اگر خود (اس کی) ناگواری ہی میں شک ہو تو بھی اس سے رکنا واجب ہے۔ہاں! اگر ناگوار نہ ہونا یقینی طور پر معلوم ہو تو غیبت نہیں ہے مگر شاید کسی اور گناہ میں داخل ہو جائے کیونکہ بزرگوں نے زبان کی آفات بیس تک شمار کی ہیں۔

حال: (غیبت ہونے کی) وجہ لوگوں سے میل جول نظر آتا ہے۔

تحقیق: (یہ) تو اختیاری چیز ہے چھوڑ دو۔

حال: اعتقادی طور پر اس کو برا سمجھتا ہوں۔ جب اس (غیبت) کی وعیدوں کو دیکھتا ہوں اور خود کو اس میں مبتلا دیکھتا ہوں تو بار بار یہ خیال آتا ہے کہ میرا کیا حشر ہوگا۔

تحقیق: (صرف خیال کر لینا) تو (اللہ تعالیٰ کے ہاں پوچھ اور) پکڑ سے بچنے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اس سے تو اللہ تعالیٰ کی حجت اور مضبوط ہو جاتی ہے کہ علم اور خبرداری کے باوجود احتیاط نہیں کی۔

حال: قیامت کے دن جب چاروں طرف سے پکڑ ہوگی کیا جواب دوں گا؟

تحقیق: تو یہاں (دنیا) ہی (میں) اس کی تدبیر کرو۔

حال: قرآن پاک میں غیبت کرنے والے کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر فرمایا ہے۔ (ان) وعیدوں کو دیکھ اور خود کو دن رات صبح شام اس میں مبتلا دیکھ کر نفس یہ بہانہ سکھاتا ہے کہ دوسرے لوگ تیری بھی تو غیبت کرتے ہیں ان سے جو ثواب تجھے ملے گا وہ جن کی تو نے غیبت کی ہے ان کو دے دینا پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ

تاویل دل کو لگتی نہیں ہے اور بیکار لگتی ہے اور بیکار ہی ہونے کی وجہ سے یہ چاہتا ہوں کہ اس کا کوئی جواب دوں۔ اب لکھتے وقت بھی بہت سوچا مگر اس کا کوئی جواب ذہن میں نہیں آیا۔

تحقیق: پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کے تفصیلی حل کی ضرورت نہیں ہے۔ جب اس تاویل کا بیکار ہونا معلوم ہو گیا تو (وہ غیبت سے) رکنے کے لئے کافی ہے۔ تفصیلی حل لکھ دیتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ پہلے تو کسی دلیل سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ دوسروں سے ملا ہوا اجر غیبت کے تدارک کے لئے کافی ہو جائے گا۔ شاید (یہ بھی ہو سکتا ہے کہ) دوسروں سے ملا ہوا اجر تمہارے پاس رہے اور جو خالص تمہارا اجر ہے وہ دوسروں کو مل جائے اور نجات کے لئے دوسروں کا اجر کافی نہ ہو۔ ان سب کو چھوڑ کر (تمہارے اور لوگوں کے اجر کے) برابر ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ (تمہارا اتنا ثواب گیا ہو اور دوسروں سے تمہارے پاس اتنا ہی ثواب آیا ہو) شاید (تم کو لوگوں سے) ثواب کم ملے اور تم سے زیادہ لے لیا جائے تو یہ تدارک کے لئے کیسے کافی ہو سکتا ہے۔

حال: مرض کی یہ حالت ہے کہ جس وقت غیبت کر رہا ہوں تو خاص اس وقت یاد ہی نہیں رہتا کہ غیبت کر رہا ہوں۔

تحقیق: ہر بات سے پہلے سوچ لیا کرو کہ کیا بات کہنا چاہتا ہوں۔

حال: اگر کبھی غیبت کرتے ہوئے یہ خیال آ جاتا ہے کہ یہ غیبت ہے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس وقت جو غیبت کر رہا ہوتا ہوں یا تو اس کو مختصر کر دیتا ہوں یا خاموش ہو جاتا ہوں۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ یاد آتے ہی یہ کہہ کر کہ غیبت کرنا گناہ ہے بات بند کر کے توبہ کر لیتا ہوں۔

تحقیق: (غیبت سے رکنا) یہ تو اختیاری بات ہے اختیاری باتوں کی تدبیر صرف اختیار استعمال کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اگر پھر بھی غلطی ہو جائے تو صاحب حق (جس کی غیبت کی ہے) سے فوراً معاف کراؤ۔ اس کو مسلسل کرنے سے غیبت چھوٹ جائے گی۔

سؤال: ایک بات اور پوچھنے کی یہ ہے کہ بعض لوگ جو گناہ کبیرہ میں مبتلا ہیں۔ ان کے عیوب اور گناہ کو ظاہر کرنا غیبت ہے یا نہیں؟ نفس یہ بہانہ ہمیشہ کرتا اور اس پر تیار کرتا رہتا ہے کہ اگر ایسے لوگوں کے عیوب دوسرے لوگوں کو معلوم نہیں ہوں گے تو ان کو دھوکہ ہوگا۔ مسلمانوں کو دھوکہ سے بچانا ضروری ہے۔ اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟

تحقیق: یہ سوال ان لوگوں کا ہے جو اس راستے کی انتہا کو پہنچ چکے ہوں اور جو ابتدا میں ہوں ان کو تو جائز غیبت

بھی نہیں کرنی چاہئے۔

حال: اگر کوئی بلاوجہ میری غیبت کرتا ہے اور مجھے معلوم ہو جائے تو اس شخص کے لئے دل میں کدورت (میل) بلکہ گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ خصوصاً جب کہ کسی تعلق کی وجہ سے اس سے یہ رویہ نہ ہو۔ اس کی مصیبت سے خوشی ہوتی ہے۔

تحقیق: یہ دونوں کیفیتیں نفس کا ابھار ہیں اور نفس کے ابھار غیر اختیاری ہوتے ہیں اور غیر اختیاری چیز گناہ یا بری نہیں ہوتی ہے۔ جب نفس یہ کیفیت ہو تو اس کی چاہت پر عمل نہیں کیا جائے اور ان کے ختم ہونے کی دعا کی جائے تا کہ نفس کے ابھار کے مطابق کام نہ ہو جائے۔

اسی طرح اپنے عیوب اور گناہوں کا استحضار کیا جائے تا کہ یہ یقین ہو جائے کہ اس شخص نے جتنی برائی میری کی ہے میں اس سے بھی زیادہ برائی کا مستحق ہوں۔ نفس کے ابھار پر فعل کرنے کی سزا کا بھی استحضار کیا جائے تا کہ افعال کی چاہت کمزور ہو جائے۔ ایک ہفتہ کے بعد پھر اطلاع دیجئے۔

حال: بندہ کو چغل خوری یعنی کسی کے پیچھے غیبت کرنے کی ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ اس سے بچنا میرے لئے بہت ہی مشکل ہو گیا ہے۔ احقر نے بعض دفعہ بہت کوشش کی مگر اس سے رکنا مشکل ہے۔

تحقیق: یہ فعل اختیاری ہے یا غیر اختیاری؟

''اس کے بعد ان کا دوسرا خط اس کے جواب کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔''

حال: یہ عادت اختیاری ہے لیکن یہ آفت بندہ پر ایسی غالب آگئی ہے کہ اگر کبھی بہت مضبوط ارادے سے دو چار دن چھوٹ بھی جائے تو پھر وہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے (آپ کی) پرفیض خدمت میں قوی امید ہے کہ اس سے چھٹکارے کا کوئی طریقہ ہو تو مہربانی و کرم کی نظر سے اصلاح فرما کر بندہ کو شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

تحقیق: اس کا طریقہ ہمت (کرنا) اور استحضار (کرنا) ہے۔ اس طریقہ کا معاون و مددگار یہ ہے کہ جب ایک بار غیبت ہو جائے تو ایک وقت کھانا نہ کھایا کرو۔

حسد ریا اور عجب (خود پسندی) کا علاج

حال: میرے اندر بڑے بڑے مرضوں میں تین مرض بہت زیادہ ہیں۔ حسد، ریا اور عجب۔ جب کسی پر حسد

ہوتا ہے تو اب یوں کرتا ہوں کہ اس کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اور اپنے بوجھ کو یوں ہلکا کرتا ہوں کہ (تیرے لئے یہی) بہتر ہے کہ تو جلا کر کہ اسی طرح تجھے تکلیف ہو۔

تحقیق: ٹھیک ہے۔

حال: یہ بات بھی بہت پیش آتی ہے کہ میں ذکر کرتا ہوں اور (اس وقت) کوئی ایسا شخص ادھر سے گزرتا ہے کہ جس سے مجھے محبت ہوتی ہے تو (میری) طبیعت میں جوش پیدا ہو جاتا ہے، آواز میں بھی (اس جوش کا) اثر ظاہر ہونے لگتا ہے۔ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے۔

تحقیق: صبر کے ساتھ کام میں لگا رہنا چاہئے۔

حال: جب ریا کا وسوسہ ہوتا ہے تو میں یہ سوچ لیتا ہوں کہ میں اور سب اپنی اپنی قبروں میں ہیں کسی کو کسی کے حال کی خبر نہیں ہے اور نہ کوئی کسی کو کچھ نفع پہنچا سکتا ہے۔

تحقیق: ٹھیک ہے۔

حال: عجب میں خیال وسوسہ سے بڑھا ہوا ہوتا ہے اور اعتقاد کے درجے سے کم ہوتا ہے (یعنی عجب کا وسوسہ ہی نہیں بلکہ خیال ہوتا ہے لیکن اعتقاد نہیں ہوتا ہے)۔

تحقیق: جب (یہ) غیر اختیاری ہے تو پھر کیا غم ہے۔ ہاں! اس کی چاہت پر عمل نہ کرو۔

حال: ایسے خیالات کے وقت یہ سوچ لیتا ہوں کہ میرے سر کے لئے جوتے کی ضرورت ہے۔ اگر میرے لئے مفید ہو تو اپنی لیاقت (قابلیت) کو مستحضر کرنے کے لئے پانچ جوتے روزانہ تنہائی میں اپنے سر کے لئے مقرر کر لوں۔

تحقیق: (اس کی) کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے دوسرے (قسم کے) عجب کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

حال: (اور) تنہائی میں پانچ منٹ چور بن کر کھڑا رہا کروں۔ فی الحال سب کے سامنے نفس کو ذلیل کرنے کی ہمت نہیں پڑتی ہے۔ حضرت حکم فرمائیں تو شاید ہمت ہو جائے۔

تحقیق: (اس کی بھی) کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حال: حضرت نے مجھے اپنی مجلس میں وہاں بیٹھنے کے لئے فرمایا ہے جہاں اکثر ممتاز لوگ بیٹھتے ہیں۔

تحقیق: صرف امتیاز ہی (وہاں بیٹھنے کا) سبب نہیں ہے۔ (وہاں بیٹھنے کی) دوسری بھی مصلحتیں ہیں جن کا ظاہر کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے امتیاز کا گمان بغیر دلیل ہے۔

حال: مجھ وہاں بیٹھے ہوئے کبھی عجب کا خیال آنے لگتا ہے اور کبھی شرم آتی ہے کہ میں ان حضرات کے برابر کیسے بیٹھ گیا۔ اس حالت میں مجھے کہاں بیٹھنا مناسب ہے؟

تحقیق: اچھا کیا جو بتا دیا۔ اب بتانے کے بعد بھی وہی جگہ تجویز کرتا ہوں اور امتیاز کی وجہ نہ ہونا پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

حال: میں آج کل الگ الگ رہتا ہوں۔ کسی سے میل جول نہیں کرتا ہوں۔ اس سے بھی کبھی عجب کا خیال آتا ہے۔

تحقیق: یہ کوئی نقصان دہ چیز نہیں ہے۔ ان خیالات کی وجہ سے اگر میل جول کیا جائے گا تو وہ نقصان دہ ہوگا۔ یہ بھی شیطان کی ایک ترکیب ہے۔

حال: بعض لوگ (میرے اس) میل جول نہ کرنے کی وجہ سے کوئی تعریفی بات بھی کہہ دیتے ہیں۔ اس سے نفس خوش ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں مجھے کیا کرنا چاہئے۔

تحقیق: یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ تعریف کرنے والے نہ اس تعریف کی حقیقت جانتے ہیں اور نہ ہی میرے دوسرے عیوب کو جانتے ہیں بلکہ یہ مجھ سے حسن ظن رکھتے ہیں۔ (اس لئے یہ تعریف کرنا) ان کے لیے تو اچھی بات ہے (کہ وہ کسی کی تعریف کر کے اس کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں) مگر میرے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔

حال: عیب تو میرے اندر بہت ہیں لیکن ہر بات پر مجھے خود اطلاع نہیں ہوتی ہے۔ اگر حضرت کو فی الحال جو میرے عیوب معلوم ہیں یا آئندہ میری کوئی بری حرکت نظر سے گزرے تو بڑی عنایت ہوگی کہ مجھے تنبیہ فرمائیں۔

تحقیق: کوشش کرنے کی مجھے نہ عادت ہے نہ فرصت اگر خود معلوم ہوگیا تو کہہ دوں گا۔

حال: اکثر کسی بات میں شک ہوتا ہے کہ یہ نقصان دہ تو نہیں ہے۔ اس وقت کیا کرنا چاہئے؟

تحقیق: انما شفا العی السوال (کہ کوری عقل کا علاج سوال کرنا ہے) فی الحال اگر وہ کام شرعی طور پر مطلوب نہیں ہے تو اس کو چھوڑ دینا چاہئے اور اگر شرعی طور پر مطلوب ہو تو اس کو کر کے اس شک کی وجہ سے استغفار کرنا چاہئے۔

حال: ایک مرتبہ حضور سے یہ سنا تھا کہ سلامتی (حفاظت) اس میں ہے کہ جس بات سے نفس خوش ہوتا اگر بات ضروری ہو تو نہیں کرنا چاہئے۔ اس پر ہی عمل کر لیا کروں۔

تحقیق: مثال بتا کر پوچھو۔

حال: (کسی) نئی ابتلا میں ابھی کوئی شمار کے قابل کمی نہیں ہے۔

تحقیق: پھر نقصان کیا ہے؟ میں نے غالباً پہلے بھی یہی جواب دیا ہے۔ کیا میرے جواب پر اعتماد نہیں ہے؟ یہ ساری کمیاں تربیت (السالک) نہ دیکھنے کی وجہ سے ہیں۔

زناء اور لواطت کا علاج

حال: خاکسار کے دل کی حالت بہت خراب ہے۔ زنا اور لواطت کے گناہ سے دل کافی عرصے سے پریشان ہو رہا ہے۔ اصلاح کے قابل نہیں ہے۔ گناہ کا اثر دل میں مضبوط ہو گیا ہے۔ دل اور آنکھ دنوں پرانے مریض ہیں۔ ایک سال ہوا ہوگا کہ دعا اور اوراد میں مشغول ہوا ہوں۔ چنانچہ سو مرتبہ سبحان اللہ، سو مرتبہ لا الہ الا اللہ، سو مرتبہ اللہ اکبر اور سوتے وقت ایک تسبیح استغفار اور ایک تسبیح درود شریف کی پڑھتا ہوں، حضرت کے حکم کے مطابق قصداً سبیل پڑھتا ہوں۔

میرے لئے جو علاج بہتر و مناسب خیال فرمائیں وہ تجویز فرمائیں۔ حضرت کے ہاں ایک مہینہ یا سوا مہینہ قیام کی نیت سے حاضر ہوا ہوں۔ للہ! حضور میری تباہی و بربادی کا علاج فرمائیں۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کا علاج بتایا ہے۔ استعمال میں ہمت کی ضرورت ہے۔ علاج کے اجزاء (حصے) یہ ہیں۔

١. آج اور واپس جانے کے ان کے علاوہ پورے چالیس دن قیام کرو۔
٢. ابھی سے حافظ اعجاز صاحب جن کے ہاں کھانا پکتا ہے کے علاوہ سب سے بالکل بات کرنا چھوڑ دو۔ حافظ صاحب سے بھی ضرورت کی بات خواہ کھانا یا کسی اور چیز کے بارے میں ہو۔ کسی اور سے کچھ کہنا ہو تو ان کے ذریعہ سے کہو۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے وہ ضروری بات سن لیا کریں گے اور مدد کریں گے۔ اگر بازار کا کام ہو تو دکاندار سے بھی صرف ضرورت کی بات کرو باقی سب چھوڑ دو۔
٣. میری عام مجلس کے علاوہ نہ کسی کے پاس بیٹھو نہ کسی سے ملو۔
٤. لگاتار تین روزے رکھو۔ ان روزوں کے دوران اوراد سے جو وقت بچے اس میں استغفار اور نوافل میں مشغول رہو۔
٥. تمام اعضا کے گناہوں سے سختی کے ساتھ پرہیز کرو۔

حرص و طمع کا علاج

حال: اب کچھ عرصے سے حرص و طمع کا غلبہ ہے۔ جو مریض آتا ہے اس کو دیکھ کر خیال آتا ہے کہ اس سے کچھ وصول ہوگا۔ کچھ نہ ملنے پر افسوس ہوتا ہے۔ خیال آتا ہے کہ اس سے کچھ وصول کیا جائے نہیں تو دو چار آنہ کی دوا

ہی دے دی جائے۔ آمدنی کا انتظار رہتا ہے۔ استغناء (بے پرواہی) میں کمی محسوس کرتا ہوں۔ اس حالت کو پیش کر کے اصلاح اور علاج کی امید کرتا ہوں۔

تحقیق: خیال آنا نقصان دہ نہیں ہے اس پر عمل نہیں کیا جائے۔ بلکہ خیال آنے پر عمل نہ کرنا ایک مجاہدہ ہے جو باطن کے لئے بہت مفید ہے۔

عجب کا علاج

سوال: اعتقاد تو یہ ہے کہ مغفرت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے علاوہ نہیں ہو سکتی۔ پھر بھی اگر کوئی کام دل کی توجہ سے ہو جاتا ہے تو اس عمل کی طرف خیال جاتا ہے اور یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرما دیں گے۔ یہ خیال برا تو نہیں ہے۔

جواب: نہیں (ہے)۔

حال: اگر کبھی کبھی اچھے کام کی توفیق ہو جاتی ہے تو طبیعت بہت ہشاش بشاش رہتی ہے۔

تحقیق: ایمان کی علامت ہے۔

سوال: اس (خوش ہونے میں) کوئی حرج تو نہیں ہے۔ (حرج کا) شبہ اس لئے ہوا کہ اس (خوش ہونے) کا راز کہیں اپنے عمل پر خوش ہونا نہ ہو۔

جواب: عمل کی دو حیثیتیں ہیں۔

1. ایک اپنا کمال (کہ میں نے ایسا نیک عمل کیا) اس حیثیت سے اس پر نظر نہیں کرنی چاہئے۔
2. دوسری یہ کہ (عمل کرنا) خدا کی رحمت ہے۔ اس حیثیت سے اس پر خوش ہونا خود اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ قل بفضل اللّٰه ورحمته فبذلك فليفرحوا۔

ترجمہ: "(اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر (مومنوں) کو خوش ہونا چاہیے۔)"

حال: خداوند کریم نے ناجائز آمدنی کا دروازہ اپنے فضل و کرم سے پہلے ہی سے بند کیا ہے۔ طبیعت میں غرور و تکبر بالکل نہیں ہے ہاں خودداری بہت ہے۔

کسی کی سخت بات کی خواہ جائز ہو یا ناجائز ہو بالکل برداشت نہیں ہے۔

تحقیق: تکلیف کے ساتھ برداشت کر کے اپنے عیوب سوچیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کم ہو جائے گا۔

حال: جوش اور غصہ بھی زیادہ ہے۔

تحقیق: یہ سب اسی کے تابع ہیں اس کے علاج سے اس کا علاج بھی ہو جائے گا۔

حال: اپنی حالت کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ اب میری حالت اچھی ہے۔
تحقیق: صحیح خیال ہے۔اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ لیا کیجئے کہ میں اس کا مستحق نہیں ہوں۔(یہ صرف) اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔
حال: مگر پھر خیال آتا ہے کہ کہیں عجب نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو کر واپس الٹے پاؤں پہلی حالت کی طرف لوٹنے کا سبب نہ بن جائے۔
تحقیق: میں نے ابھی اوپر جن باتوں کے سمجھنے کا مشورہ دیا ہے اس پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ نہ عجب کا احتمال ہے اور نہ ہی نہ کمی کا اندیشہ ہے۔

حال: اس گناہ گار شرمندہ کو ذکر کے باطنی انوارات اور تجلیات محسوس نہیں ہوتے ہیں۔نہ ہی بندے کو اس کے حاصل ہونے کی فکر ہے۔
تحقیق: (اگر حصول کی فکر نہیں ہے) تو ذکر ہی کیوں لکھا۔لکھنے سے تو اپنا کمال دکھانا معلوم ہوتا ہے کہ ایسی پسندیدہ چیز سے صبر کرتا ہوں۔اس کا جواب ظہر کے بعد زبانی دو۔

حال: احقر کے موجودہ حالت میں جو معمولات ہیں یہ تو اور ساتھیوں سے کم ہی سمجھتا ہوں۔اس (سمجھنے) میں خود کو کوئی صاحب کمال نہیں سمجھتا ہوں مگر پچھلی حالت کے مقابلے میں موجودہ حالت میں زمین و آسمان کا فرق محسوس کرتا ہوں۔جب غور کرتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ کیا تھا۔حضور والا سے گزارش ہے کہ ان دونوں حالتوں میں موازنہ کرنا اور اس میں غور کرنا چاہئے یا نہیں۔
تحقیق: جان بوجھ کر موازنہ نہیں کرنا چاہئے (ہاں اگر) بغیر ارادے استحضار ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔
حال: دوسری عرض یہ ہے کہ احقر کو مکان سے آئے ہوئے آج پانچ سال ہوگئے ہیں۔اس لئے اب میرے والد اور دادا صاحبان وغیرہ حضرات آنے کا بہت تقاضا کر رہے ہیں۔والد صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ آنے کے لئے روپیہ بھیج رہا ہوں جلدی آجاؤ۔اب میں کیا کروں ادھر میری یہ حالت ادھر یہ تقاضہ نیز التکشف کے چوتھے

حصہ صفحہ ۲۴ کی عبارت دیکھ کر تو جان ہاتھ سے گئی ''ممانعت مرید از مفارقت مرید کو پیر سے بغیر کسی شدید ضرورت کے تکمیل سے پہلے علیحدہ نہیں ہونا چاہئے۔ الخ'' اور یہ بھی کہ ''اس شخص کے لئے ہے جس کو تعلیم کی ضرورت نہ رہی ہو صرف نسبت کو قوی کرنے میں مشغول ہو ورنہ بغیر جسمانی طور پر قریب ہونے کے کام نہیں چلتا ہے۔ الخ''

دوسری جگہ صفحہ ۲۵ پر یہ عبارت ہے کہ ''ہاں اگر اس کو بغیر واسطہ کے فیض ہونے لگے اور تمکین کا مقام حاصل ہو جائے جو دانت نکلنے کی طرح ہے (جس طرح بچے کے دانت نکل آتے ہیں تو وہ کھانا خود چبا کر کھا لیتا ہے ماں کو چبا کر یا مسل کر دینے کی ضرورت نہیں رہتی ہے اسی طرح جب اس کو خود ہی فیض حاصل ہونے لگے تو اس کو بھی اس پیر کی قربت کی ضرورت نہیں رہتی ہے) اس وقت (شیخ کی) صحبت چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے الخ۔

یہ ساری عبارتیں دیکھ کر بہت فکر مند ہوں کہ کیا کروں؟ کوئی راستہ نظر نہیں آتا ہے۔ حضور والا مشورہ فرمائیں۔

تحقیق: میرے رسالہ کی عبارتیں نقل کرنا نفس کے امراض کی وجہ سے ہے کہ شاید میں کہہ دوں کہ اب (آپ کو) جسمانی قرب کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے اس کہہ دینے کو ایک قسم کے کمال کی شہادت قرار دی جائے۔ کیا یہ اصول میری نظر کے سامنے نہیں ہیں۔ (صرف) حالت لکھ کر مجھ سے مشورہ کر لینا کافی تھا۔ یہ نفس کے بہت باریک دھوکوں میں سے ہے۔

حال: الحمد للہ بفضلہٖ تعالیٰ پرچہ نمبر ۱۵ میں حضرت نے غلام جو علاج بتایا تھا اس سے احقر کو بہت اور بے حد نفع ہوا۔ پہلے تو (اپنی) تعریف اور ثناء سے خوش ہوتا تھا اب تو حضرت نے جو ارشاد فرمایا کہ ''اس وقت اپنے عیوب مستحضر کر لیا کرو۔'' جب سے اس ارشاد کے مطابق عمل کرنا شروع کیا تب سے کسی کے تعریف کرنے سے طبیعت میں اتنی وحشت اور نفرت ہوتی ہے کہ کہہ نہیں سکتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار شکر کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کے علاج میں عجیب و غریب تاثیر رکھی ہے۔ جب بھی حضرت کے کسی مضمون پر نظر پڑتی ہے تو عجیب حالت ہوتی ہے۔ خدا کی قسم، جھوٹ نہیں کہا ہے۔

تحقیق: علاج کے مطابق عمل کرنا مبارک ہو۔

حال: حضرت! احقر کو کبھی ذکر سے فارغ ہونے کے بعد نفس کو بہت خوشی و فرحت ہوتی ہے۔ اس خوشی کی

حالت میں مجھے خوف ہوتا ہے کہ یہ عجب و کبر کی علامت تو نہیں ہے؟

تحقیق: اگر اس کو اپنی فضیلت سمجھو تو کبر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھو اور خود کو مستحق نہ سمجھو تو شکر ہے۔

حال: (اس خوشی کے بعد) میں اپنے نفس کو کہتا ہوں: اے نفس! تو سر سے پیر تک گناہوں سے بھرا ہوا ہے تو کیسے خوش ہوتا ہے۔ تجھے (تو) ہر وقت استغفار کرنا چاہئے۔ حضرت! دل کبھی بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور کسی طرف خیال نہیں رہتا ہے توکل پوری طرح اللہ تعالیٰ پر ہو جاتا ہے اور کبھی دل میں یہ حالت محسوس نہیں کرتا ہوں تو بہت پریشانی ہوتی ہے۔

تحقیق: پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ شروع میں ایسی ہی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اگر اسی طرح کام میں لگے رہے تو آخر میں استقامت ہو جائے گی۔

بدنظری کے وسوسے کا علاج

حال: ایک وسوسہ میں گرفتار ہوں علاج ارشاد فرمائیے۔ راستہ میں جب کوئی عورت نظر آتی ہے تو نفس کہتا ہے: ایک دفعہ دیکھ لے کیا حرج ہے؟ کیونکہ برا کام تو نہیں کرے گا اگر بالفرض بری خواہش ہو تو اس سے رکنے میں مجاہدہ ہے۔ اس لئے دیکھ لے اگر دیکھنا نہ ہوتا تو مجاہدہ کہاں سے حاصل ہوتا۔ تو تو مولوی ہے اس کو سمجھ سکتا ہے۔ پھر اپنے مرشد سے یہ بات عرض نہ کیا کر۔ حضرت! (مجھے) اس دھوکہ سے نجات دلائیے۔

تحقیق: جب اس (وسوسہ) کا دھوکہ ہونا معلوم ہو گیا تو نجات یہی ہے کہ اس پر عمل نہیں کیا جائے۔ نفس نے اس میں جو نکتہ بنایا ہے پہلے تو اہل طریق کے فتویٰ کے مطابق کہ ''کل حقیقه ردتها الشریعة فهی زندقة'' (کہ ہر وہ حقیقت جس کو شریعت رد کرے وہ زندقہ ہے اس لئے پہلے تو) یہ نکتہ ہی مردود ہے کیونکہ شریعت نے اس کو زنا بتایا ہے (دوسرے) یہ نکتہ خود اصول فن کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں حکمت مجاہدہ کی نکالی ہے۔ اس لئے (نفس کے) چاہنے کے باوجود نہ دیکھنا کیا یہ مجاہدہ نہیں ہے بلکہ آپ کے نفس کے بنائے ہوئے مجاہد میں تو کچھ مزہ ہے۔ اور کچھ مجاہدہ ہے (لیکن) نہ دیکھنے میں تو خالص مجاہدہ ہے پھر کون (سا مجاہدہ) زیادہ کامل ہوا۔ اس لئے یہ مجاہدہ کی حکمت نظر چھانے (یعنی نہ دیکھنے) میں بھی ہے۔

اگر مجاہدہ ایسا ہی عام مطلوب ہے تو آدھا عضو تناسل ڈال کر بیٹھا رہنا اور پورا نہ ڈالنا اس سے بڑا مجاہدہ ہے تو کیا یہ بھی مطلوب ہے۔ آئندہ بالکل ایسے نکات کی طرف ذہن نہ دوڑاؤ۔ دین شریعت کو امام بنائیں ورنہ بہت جلد الحاد کے دروازے کے کھٹکھٹانے کا ڈر ہے۔ وفیہ قال الحافظ الشیرازی۔

در راہ عشق وسوسہ اہرمن بسے ۔۔۔ ہشدار گوش را بہ پیام سروش دار

ترجمہ: ''سلوک کے راستے میں شیطان کے وسوسے بہت پیش آتے ہیں اس لیے ہوشیار رہو اور وحی کی طرف کان لگائے رہو۔''

(مطلب یہ ہے کہ اس راستے میں شیطان دھوکے بہت دیتا ہے اس لیے ہر حال میں وحی کو نظر کے سامنے رکھنا چاہیے اور تمام خیالات کو وحی پر پرکھنا چاہیے جو شریعت کے مطابق ہو وہ ٹھیک ہے باقی سب غلط ہے۔)

(خطبات حکیم الامت ۱۵/۲۲۴ بتصرف)

حسن پرستی کا علاج

حال: حضرت والا کو کیونکہ اعتقادی طور پر رسول کا نائب جانتا ہوں۔ اپنے اندر کچھ ایسی بری صفتیں ہیں جن کی وجہ سے روزانہ گناہوں میں مبتلا ہوتا جاتا ہوں۔ (اس لئے کہ حضرت والا کو حضور کا نائب جانتا ہوں) شرما کر اپنے عیوب نہ بتانا بھی گناہ سمجھتا ہوں۔ درخواست ہے کہ جو امراض میں بتاؤں گا ان کے علاج ارشاد فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

پہلا یہ ہے کہ میری طبیعت میں حسن پرستی کا مادہ موجود ہے جس کی وجہ سے میں حسینوں کے مقابلے میں ایسا ہوگیا ہوں جیسا کہ لوہا مقناطیس کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ ان حسینوں میں کسی پر نظر پڑنے سے دل بے چین اور آنکھیں تکتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرا علاج فرمایئے۔

تحقیق: ایک درجہ میلان کا ہے جو غیر اختیاری ہے اس پر پکڑ بھی نہیں ہے۔ ایک درجہ اس (میلان) کی چاہت پر عمل کرنے کا ہے جو اختیاری ہے اس پر پکڑ بھی ہے۔ اس (اختیاری درجہ میں) دیکھنا اور جان بوجھ کر (ان کے بارے میں) سوچنا یہ سب داخل ہے۔

اس کا علاج نفس کو روکنا اور نگاہوں کو نیچے کرنا ہے یہ بھی اختیاری ہے۔ ہمت کر کے اس (علاج) کو اختیار کریں اگر چہ کچھ تکلیف مگر یہ تکلیف جہنم کی آگ کی تکلیف سے کم ہے۔ جب کچھ دنوں تک ہمت کر کے ایسا کیا جائے گا تو میلان میں بھی کمی ہو جائے گی۔ پس یہی علاج ہے اس کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے اگر چہ ساری عمر پھرتے رہو۔

سوال: میں اس پریشانی میں ہوں کہ پھر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھوں یا کوئی دوسرا کام کروں۔ طلبہ اگر چہ بکھر گئے یا دوسری جگہ چلے گئے مگر جب پڑھانے کا ارادہ ہوگا تو کچھ طلبہ آ ہی جائیں گے۔ پہلے والے طلبہ نہ سہی دوسرے ہی سہی۔ مگر ایک خیال میرے دل کو پریشان کر رہا ہے جس کو بتانے سے مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔

مگر فرمان کے مطابق کہ شفا العی السوال (کورے پن کا علاج سوال ہے) اس کا کچھ حصہ بتانا ضروری ہے۔

وہ یہ ہے کہ جب میں پڑھانے لگتا ہوں تو میرا نفس بہت قوی ہو جاتا ہے اور خیالات بکھر جاتے ہیں۔ کبھی تلاوت اور ذکر میں دل نہیں لگتا ہے کبھی لگتا ہے۔ ان سب کے علاوہ یہ بڑی خرابی ہے کہ ؎

بلیت بنحولی یصول مغاضباً علی کزید فی مقابلۃ العمر

ترجمہ: ''میں ایک نحوی کے عشق میں مبتلا ہو گیا جو مجھ پر غصہ میں حملہ کرتا ہے جس طرح زید عمر کے مقابلے میں حملہ کرتا ہے۔''

(مطلب یہ ہے کہ مجھ میں ایک خرابی یہ ہے کہ میں طلباء کے عشق میں مبتلا ہو جاتا ہوں اس لیے پڑھاتا ہوں تو یہ عشق) کا قصہ پیش آ جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں جس کی عادت یہ ہو کہ ؎

چو مادر برلبم پستان نہادہ زخونخواری عشتم شیر دادہ

ترجمہ: ''مجھ کو میری ماں جب بھی دودھ پلانا چاہتی ہے میرے ظلم کے بعد مجھے وہ دودھ پلاتی ہے۔''

(مطلب یہ ہے کہ ماں کا دودھ پلانا ایک اچھا کام ہے مگر مجھ سے اس میں بھی ظلم ہو جاتا ہے کہ پستان کاٹ لینا یا ناخن مار دینا سرزرد ہو جاتا ہے اسی طرح تدریس اچھا کام ہے مگر اس میں یہ طلباء کے عشق کی بلا لپٹی رہتی ہے تو ایسی ہے حالت میں۔)

میرے لیے درس و تدریس کرنا کیسا ہے؟ اس صفت کو اپنے سے ختم کرنا کچھ اختیاری نہیں لگتا ہے۔ اس صورت میں اگر (درس و تدریس سے) اختیار کروں تو ایسا کر نہیں سکتا اور اگر نزدیکی اختیار کروں تو کم از کم (نگاہ کے) گناہ سے بچنا مشکل ہے کہ النظر سھم من سھام ابلیس (کہ نظر ابلیس کے تیروں میں ایک تیر ہے) جس شخص کی یہ حالت کہ کسی خوبصورت پر بلا اختیار نظر پڑ جانے سے اس کو پریشانی ہو جاتی ہے تو اختیار سے نظر ڈالنا کتنا بڑا اثر پیدا کرے گا۔ درس و تدریس میں ان باتوں سے کیسے نجات ہو سکتی ہے۔

اب اس بارے میں عرض ہے کہ میرے لئے جو مفید ہو تجویز فرمائیں۔ میرا دل اب ڈرتا ہے کہ کہیں میرے ایمان میں خلل نہ آ جائے۔ اور درس و تدریس مفید نہیں ہے تو اب کون سا کام کروں۔ دو چار لڑکے نابالغ ہیں جن کا کھانا پینا میرے ذمہ واجب ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہو اور خود کو سب سے فارغ کر کے صرف

ذکر وشغل میں لگ جاؤں تو یہ خیال تنگ کرتا ہے کہ اہل وعیال کے نفقہ کا واجب ہونا راستے میں رکاوٹ بنے گا۔ جب سڑک پر جانے کا ارادہ ہو اور یہ معلوم ہوا کہ سڑک پر دیوار ہے جس کی وجہ سے وہاں جا کر یا تو واپس آنا پڑے گا یا وہیں بیٹھ جانا پڑے گا۔ اس صورت میں ایسا راستہ اختیار کرنا عقل کے خلاف ہے۔

پہلے تو احقر کی عقل ہی تھوڑی ہے دوسرے دل ودماغ کی کمزوری کی بیماری عقل کی کمی کا سبب ہے۔ کہ رائے العلیل علیل (بیماری کی رائے بھی بیمار ہوتی ہے) اس وجہ سے خدمت عالی میں گزارش ہے کہ حضور جو کچھ فرمائیں گے اس کے مطابق عمل کروں گا۔ والد صاحب کی رائے یہ لگتی ہے کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے پڑھانے کا سلسلہ جاری رکھو اللہ تعالیٰ کہیں سے رزق کا انتظام کر ہی دے گا۔ لیکن ہر شخص سے اپنا حال کیوں ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ کبھی کبھی جی چاہتا ہے کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ دن بسر کروں۔ مگر یہی (اہل وعیال کے) کھانے پینے کی فکر ہوتی ہے۔ جو کچھ ارشاد وعالی ہو اس پر عمل کروں گا۔ والسلام۔ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی پریشانیوں سے نجات عطا فرمائیں اور اپنے ملنے کا راستہ آسان کر دیں اور رکاوٹوں کو ختم کر دیں اور خاتمہ خیر کے ساتھ کریں۔ آمین۔

جواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خوب غور سے خط پڑھا۔ موجودہ حالت میں آپ کے لئے پڑھانا ہی مناسب ہے۔ باقی رہا عمر زید کا ارادہ کرنا تو اگر ہمت سے کام لیا جائے تو بلاشبہ بڑی پریشانی ہے ورنہ صرف ہلکی ہے۔ ہمت کی بس اتنی ضرورت ہے کہ نگاہ نیچے رکھنا چاہئے۔ نیچی نگاہ کر کے پڑھایئے اگر سر اوپر اٹھے تو آنکھ بند کر کے بات کیجئے۔ یہی ہمت ہے جس کو صبر کہا گیا ہے۔ اگر ان باتوں کا میلان اور ان کی چاہت نہ ہوتی تو صبر کا ثواب کیسے ملتا۔ اس اعتبار سے یہ مرض نہیں بلکہ مفید ہے مگر شرط وہی ہمت ہے۔ وفیہ قیل ؎

شہوت دنیا مثال گلخن است　　　کم ازد حمام تقویٰ روشن است

ترجمہ: "دنیا کی شہوت رکھتی ہے انگارے کا بھرم —— تقویٰ کا جس سے رہتا ہے جذبہ گرم۔"

حال: مجھ میں اس قدرت حسن پسندی ہے کہ معمولی اشیاء کو بہت ہی قرینے اور خوش ترتیبی کے ساتھ رکھتا ہوں۔ چنانچہ لوگ کہتے ہیں: یہ تو ہر چیز میں حسن پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی حسن صورت کی طرف بھی (مجھے) بہت کشش ہوتی ہے اور مزہ آتا ہے۔

تحقیق: (اس حسن پسندی میں) کچھ خیر بھی ہے اس پر شکر کرو اور کچھ شر بھی ہے اس سے پرہیز کرو یعنی آنکھ کو نیچے کرنا جس طرح شارع نے حکم دیا ہے اگرچہ جان بوجھ کر بہت تکلیف کے ساتھ ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ بہت ہی

غیرت مند ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چیزوں کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آ جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑے محبوب ہیں ان کی ناراضگی سے بچنا چاہئے۔

فضول بات کرنے کا علاج

حَال: مجھ میں ایک عیب یہ ہے کہ بغیر سوچے بول دیتی ہوں بعد میں افسوس ہوتا ہے۔ یہ عادت ہمیشہ سے ہے یا دوسرے کی بھلائی کی کوئی بات اپنی سمجھ میں آئی تو ہمدردی کے جوش میں فوراً کہہ دیتی ہوں۔ کبھی وہ ٹھیک نہیں ہوتی ہے یا اس کی بے قدری ہوتی ہے تو پچھتاتی ہوں کہ کیوں کہی؟ (آئندہ کے لئے) ارادہ کرتی ہوں کہ اب بغیر سوچے بات نہیں کروں گی اور نہ ہی بغیر پوچھے کسی کی بات میں دخل دوں گی مگر کیونکہ فوراً جواب دینے کی عادت ہے بھول جاتی ہوں۔

تَحقِیق: جب ایسا ہو جائے تو فوراً یاد آنے پر دو رکعت توبہ کی نماز پڑھ کر (اللہ تعالیٰ سے) توفیق ملنے کی دعا کی جائے۔

حَال: (مجھ میں) زیادہ بولنے کا عیب بھی ہے حتیٰ کہ وظیفہ پڑھنے میں بھی بول دیتا ہوں۔ دل میں یہ بہانہ آتا ہے کہ یہ دنیوی باتیں نہیں ہیں دینی باتیں ہیں۔ اصل میں دینی باتیں تو ہوتی ہیں مگر بات یہ ہے کہ جب لوگ باتیں کرتے ہیں تو اپنی طبیعت بھی باتیں کرنے کو چاہتی ہے اور خاموشی سے دل گھبراتا ہے۔ اس لئے (اپنی) خواہش کو پورا کرنے کے لئے اپنی باتیں کرتا ہوں۔ اب حضور فرمائیں کہ یہ بھی چھوڑنے کے قابل ہیں یا نہیں ہے اور کم بولنے کا کیا طریقہ ہے؟

تَحقِیق: یہ زیادہ بات کرنا چھوڑنے کے قابل ہے۔ اس کے حاصل ہونے کا طریقہ تکلیف برداشت کر کے بات نہ کرنے کا اہتمام کرنا یہاں تک کہ اس بات نہ کرنے پر دوام (ہمیشگی) حاصل ہو جائے۔

حَال: دوسری عادت فضول بات کرنے کی ہے گویا یہ عادت پیدائشی بات کی طرح ہوگئی ہے۔

تَحقِیق: بات کرنا اور نہ کرنا دونوں اختیاری چیزیں ہیں بات نہ کیا کرو۔ اس میں بھی ہمت کی ضرورت ہے بغیر ہمت کے کچھ نہیں ہوتا ہے۔

حسد کا علاج

حَال: تیسری عادت حسد کی ہے۔

تَحقِیق: ایک تو نفسانی کیفیت جس میں انسان مجبور ہے۔ ایک (اس کی) چاہت پر عمل ہے اس میں انسان

ماذور ہے (یعنی اس کی چاہت کا بوجھ انسان پر ڈالا گیا ہے) کہ چاہت ہوگی اور ایک اس چاہت کی مخالفت کرنا ہے اس میں انسان کو ثواب ملتا ہے۔ حسد کے غلبہ سے کسی کی برائی کرنے کی چاہت ہوتی ہے تو اس کی تعریف کرو اس سے نہ ملنے کو جی چاہے تو اس سے ملو اور اس کی تعظیم کرو اور اس کے ساتھ احسان کرو اس کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے۔

حَالؔ: (مجھ میں) ایک مرض بہت ہی خراب ہے۔ وہ یہ ہے کہ کسی کے نقصان یا برائی کی خبر سننے سے دل بغیر کسی خیال کے خوش ہوتا ہے۔

تَحقِیقؔ: یہ حسد کا مادہ ہے یا اگر اس شخص اسے کوئی رنج پہنچا ہو تو حقد (کینہ اور دشمنی) کا مادہ ہے۔ مگر صرف مادہ پر پکڑ نہیں ہے۔ اگر اس کی چاہت پر عمل کیا جائے تو اس پر مواخذہ ہے یہ (اس کی چاہت پر عمل کرنا) اختیاری ہے اور اس سے بچنا بھی اختیاری ہے۔ لیکن مادہ کو کمزور کرنا ضروری ہے تاکہ بڑھ نہ جائے۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ شرمندہ ہوں حق تعالیٰ سے توبہ کریں، دعا کریں، اور اس شخص کی مدد کریں خواہ مال سے ہو یا بدن سے ہو یا دعا سے ہو۔ اس سے وہ مادہ ختم ہو جائے۔

حَالؔ: احقر کے اندر فی الحال سب سے بڑا عیب حسد ہے۔ غور سے دیکھتا ہوں (یہ حسد کا مرض) حرص و لالچ کے ساتھ ملا ہوا نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس کی صورت یہ ہے کہ دوستوں یا غیروں میں کسی کو کوئی نفع یا مال ملتا ہے تو میرے دل میں یہ دکھ ہوتا ہے کہ وہ نفع یا مال اس کو کیوں حاصل ہوا مجھے کیوں نہ ہوا سب مجھے ہی مل جاتا۔ اگر کسی کے ساتھ مجھے بھی ملا تو یہ خیال مزید آتا ہے کہ مجھے زیادہ کیوں نہ ملا۔

بندہ اس کو دور کرنے کی جہاں تک ہو سکتا ہے کوشش کرتا ہے۔ دور ہونا دور کی بات ہے دو چار دن تک اس کی پریشانی دل میں رہتی ہے۔ اس لئے حکیم ماہر و کامل کے سامنے ظاہر کئے بغیر چارہ ہی نہیں تھا۔ پوری امید ہے کہ برائے شفقت علاج مرحمت فرما کر سعادت دارین عطا فرمائیں گے۔

تَحقِیقؔ: (علاج یہ ہے کہ) جس پر حسد ہو اس کی لوگوں میں تعریف کرنا، وہ سامنے آجائے تو اس کی تعظیم کرنا اور اس کے لئے کبھی کبھی ہدیہ بھیجنا۔ اس سے جس پر حسد ہو اس کو محبت ہو جاتی ہے پھر حاسد کو بھی اس سے محبت ہو جاتی ہے اور پھر محبوب پر حسد نہیں ہوتا ہے (بلکہ آدمی اس کو ملنے سے خوش ہوتا ہے) یہ ایک مکمل علاج ہے جو چھوٹے چھوٹے علاجوں سے آسان ترین ہے اور بہت جلدی اثر کرنے والا ہے۔ حرص کا مستقل علاج بعد میں پوچھ لیا جائے۔

کینہ (بغض عداوت) کا علاج

حال: لوگ وعظ کے لئے کہتے ہیں۔ یہ گاؤں ہے۔ یہاں عورتیں مرد دین سے بہت ناواقف ہیں۔ حضرت! اگر کسی سے غصہ میں بات چیت ہو جاتی ہے تو نماز، تلاوت قرآن شریف میں جھگڑے ہی کا خیال نظر کے سامنے رہتا ہے۔ کینہ نکل جانے کی تدبیر بتائیں۔

تحقیق: جس سے کینہ ہو اس سے تکلیف برداشت کر کے ملئے اور احسان کیجئے اس سے کینہ نکل جائے گا۔

حال: میں دل میں کسی بات کو نہیں رکھتا ہوں۔ مگر بعض لوگوں کو ناگوار ہوتا ہے۔ اگر بات دل میں رکھتا ہوں تو بغض پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔

تحقیق: ہر جگہ صاف کہنا مناسب ہے۔ باقی بغض اور کینہ کا علاج تبلیغ (رسالہ) سے کیجئے۔

بخل کے شبہ کا علاج

سؤال: چند دنوں سے ایک مرض اور ہو گیا ہے۔ پہلے نہیں تھا۔ یعنی بخل پیسے خرچ کرتے ہوئے بہت مشکل ہوتی ہے۔ یہ بات اس وقت سے ہوئی جب سے میری معاشی تنگی اور بچوں کی کثرت نے تباہ کر دیا۔ بقول ذوق علیہ الرحمہ ؎

توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی　　　دنیا میں گرانباری اطفال غضب ہے

اگرچہ اس نالائق نفس کے سامنے الشیطان یعدکم الفقر الخ (کہ شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے) (آیت) کو رکھ کر شرمندہ کرتا ہوں اور بفضلہٖ تعالیٰ غالب بھی آ جاتا ہوں مگر جس طرح ذوق وشوق اور خوشی پہلے پاتا تھا اب وہ نہیں ہے۔

جواب: اگر کوئی واجب حق فوت نہ ہو تو (اس سے) کوئی غم نہیں ہے۔

گناہ کی طرف رغبت (وشوق) کا علاج

حال: اب خط کے ابتدائی شعر کو یاد دلاتا ہوں کہ ؎

اے خسرو خوباں نظرے سوئے گدا کن　　　رحمے بمن سوختہ بے سروپا کن

ترجمہ: ”اے حسینوں کے بادشاہ اس فقیر کی طرف نظر کیجیے اس جلے ہوئے بے سروپا پر رحم کیجیے۔“

دارد دل درویش تمنائے نگاہے ۔۔۔ زاں چشم سیہ مست بیک غمزہ رواکن

ترجمہ: ''درویش کا دل آپ کی نگاہ کی تمنا رکھتا ہے اس مدہوش پر اک نظرِ کرم کا اشارہ کر دیجیے۔''

گناہوں کی طرف رغبت اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی محفوظ فرمائیں۔ غرض کہ دل خوب خراب ہو چکا ہے۔

تحقیق: گناہوں کی رغبت کے وقت دوزخ کی سزا کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کو یاد کر لیا کریں چند بار ایسا کرنے سے یہ (خیال کر لینا) مانع بن جایا کرے گا۔

کبر کا علاج

حال: ایک زمانے میں میرا معمول ترکی ٹوپی پہننے کا تھا۔ مگر اب ایک عجیب وغریب بات مجھے محسوس ہوئی جب سے اس کو چھوڑنا چاہتا ہوں اور اکثر معمولی سفید ٹوپی پہنتا ہوں۔ وہ بات یہ ہے کہ اس (ترکی) ٹوپی کے پہننے سے نفس خوش ہوتا ہے اور نہ پہننے میں شان کے خلاف لگتا ہے۔ اس کے پہننے سے عجیب کبر کی بو آتی ہے۔

اگرچہ اس (کبر) سے خاکسار دور ہے۔ چنانچہ یہ خاکسار ہر طبقہ ہر ایک طرح کے لوگوں سے مسلسل ملتا ہوں خصوصاً چھوٹے درجے والوں سے اسی کبر کے خیال کی وجہ سے زیادہ اخلاق سے پیش آتا ہوں۔

تحقیق: حقیقت میں اس بات کی وجہ سے (ترکی ٹوپی کو) چھوڑنا واجب ہے۔ اس کے بعد جو مضمون لکھا ہے یہ کبر نہ ہونے کی علامت نہیں ہے بلکہ یہ بات تو کبر کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے۔ کما ھو ظاھر۔ (جیسا کہ ظاہر ہے)۔

آئندہ خط کی تمہید جو ذیل میں آ رہا ہے۔

ایک صاحب کا خط حضرت والا کے جواب کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ صاحب کسی اسکول میں مولوی ہیں اور حضرت سے خادمیت کا تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت کو بیعت سے پہلے بھی اکثر خبردار کرنے اور ڈرانے دھمکانے کی ضرورت پڑتی رہتی ہے اور یہ (صرف) ان ہی صاحب کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ حضرت والا کے اصلاح کے معیار سے گرے ہونے کی وجہ سے ہم خدام میں سے ہر شخص کو اس کے مرتبہ کے اعتبار سے بار بار خبردار کرنے بلکہ تشدد کرنے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے جو بالکل شفقت اور رحمت ہے طالبان اصلاح جس کے گویا مشتاق رہتے ہیں۔

ع سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ترجمہ: ''تیری خنجر آزمائی کے لیے سلامت ہے یاروں کا سر۔''

حضرت والا کے فتح پور میں قیام کے زمانے میں جہاں حضرت بڑی پیرانی صاحبہ عرصے سے بلکہ ایک دیر طلب علاج کے لئے مقیم تھیں۔ ایک بڑا زخم ہونے وقت حضرت بھی وہاں پہنچے تھے۔ ان صاحب نے حضرت سے فتح پور میں قیامت کی مدت کا اندازہ معلوم کیا تھا اور اس معلوم کرنے کی وجہ بھی لکھی کہ میں ملنے آؤں گا۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں قیام کا اندازہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ نہ علاج اپنے قبضہ میں ہے، نہ مرض کا ٹھیک ہونا اور نہ ہی مریض کا اطمینان اپنے بس میں ہے۔ خصوصاً اس وقت جب کوئی شخص دور دراز سے اپنے آنے کی اسی پر بنیاد رکھتا ہو۔ اس صورت میں اگر اندازہ غلط ہوجائے تو آنے والے خواہ مخواہ پریشانی بھی ہو اور دل میں اطلاع دینے والے کی شکایت بھی ہو۔

چنانچہ حضرت نے تحریر فرمادیا کہ (یہاں) قیام کا کوئی اندازہ نہیں ہوسکتا ہے۔ (ان) مولوی صاحب نے حضرت کے مسلک احتیاط، اہتمام اور تیقیظ (بیداری) کے بالکل خلاف بہت ہی بے پروائی کے ساتھ جواب کی حقیقت میں بالکل غور کئے بغیر حضرت کے جواب کا گویا جواب الجواب (جواب کا جواب) لکھ کر بھیجا کہ (اندازہ) کیوں نہیں (ہوسکتا ہے) کبھی قیام کا اندازہ تخمینہ (اٹکل) سے ضرورت ارادہ کی وجہ سے ہوسکتا ہے یا ہو جایا کرتا ہے۔

حضرت نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ مگر مولوی صاحب پھر بھی حضرت کے جواب کی حقیقت اور اپنی غلطی کی وجہ نہیں سمجھے اسی لئے معافی مانگنے کا خیال بھی کچھ نہ آیا۔ آخر کار جب حضرت کانپور پہنچے تو مولی صاحب بھی خدمت میں خالی ذہن سے حاضر ہوئے۔ حضرت کے دل سے بھلا ایسی سخت بات کا اثر تدارک اور اصلاح کے بغیر کیسے ختم ہوسکتا تھا۔ (حضرت نے) مولوی صاحب کو ان کی غلطی یاد دلائی مولوی صحاب نے معافی مانگی چاہی تو حضرت نے فرمایا: کیا مزے کی بات ہے میں کوئی بدلہ تھوڑی لے رہا ہوں۔ معاف کرنے کو تو میں نے معاف کردیا لیکن اس سے تمہاری اصلاح تو کچھ نہ ہوئی، تم ابھی اپنی غلطی کی حقیقت کو ہی نہیں سمجھے ورنہ اس طرح اطمینان سے کہاں بیٹھے رہتے معافی مانگ لینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تمہارے اندر کبر ہے اپنے آپ کو سمجھتے ہو کہ ہم بڑے عقل والے ہیں لونڈے پڑھا پڑھا کر دماغ خراب ہوا ہے۔ جب تک اس کی اصلاح نہ ہو صرف معافی مانگ لینے سے کیا ہوتا ہے۔ جب (غلطی کی) وجہ (ہی) موجود ہے تو پھر (دوبارہ) وہی حرکت ہوگی۔

مولوی صاحب نے عرض کیا: حضرت ہی میری اصلاح فرمائیں گے۔ فرمایا: ہاں! میں اصلاح کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن پہلے اپنے نفس کو اس پر آمادہ تو کرلو کہ میں جو اصلاح کا طریقہ تجویز کروں گا اس کو منظور (قبول) کرنا ہوگا حتیٰ کہ اگر میں خودکشی کرنے تک کو کہوں (آگے اس فرمانے کی وجہ آرہی ہے) تو خودکشی بھی

کرنی ہوگی، اگر پاخانہ اٹھانے کے لئے کہوں تو پاخانہ اٹھانا ہوگا۔ اگر بازار میں جوتیوں سے پٹواؤں تو اس کو گوارا کرنا ہوگا، اگر مسجد کی نالیاں صاف کرنے، بدھنے (مٹی کے لوٹے جو استنجاء یا وضو کے لئے اکٹھے کئے جاتے ہیں) بھرنے اور جوتیاں سیدھی کرنے کہوں تو سب گوارا کرنا ہوگا۔

غرض پہلے اپنی اتنی ہمت دیکھ لیجئے پھر کہیں اصلاح کا نام لیجئے۔ میں اس کا جواب اس مجلس میں نہیں چاہتا ہوں کیونکہ وہ معتبر نہ ہوگا۔ خوب سوچ سمجھ کر خط کے ذریعے مجھے اپنی رائے سے مطلع کیجئے۔ یہ ایسی معمولی بات نہیں ہے کہ جو منہ میں آیا بک دیا اور غلطی کی معافی کے متعلق بھی خط وکتابت ہی سے طے ہوگا۔

بعد میں خودکشی پر تیار رہنے پر ایک خادم نے اشکال کیا تو فرمایا: (اس کہنے سے) ایک مشکل کام سے تشبیہ دینی مقصود تھی جیسے کلام مجید میں ہے ﴿حتی یلج الجمل فی سم الخیاط﴾ کہ جب تک اونٹ سوئی کے فاصلے میں سے نہ نکل جائے......۔

اس ساری بات کی تکمیل کے طور پر ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ مولوی صاحب بھڑکدار اچکن پہن کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت نے اسی مجلس میں وہ اچکن اتروائی اور فرمایا: شرم نہیں آتی بڑھاپے میں بچوں جیسی اچکن پہننے کا شوق ہوا ہے۔

مولوی صاحب نے اس کے بعد حضرت کو خط لکھا کہ میں اصلاح کے لئے ہر (قسم کی) ذلت کے لئے تیار ہوں مجھے بڑی چھٹیوں میں خدمت میں حاضری کی اجازت دے دی جائے۔ (پھر) حضرت نے یا تو خود ہی یا مولوی صاحب نے معافی مانگنے پر تحریر فرمایا: پہلے اس غلطی ہی کے بارے میں خط وکتابت ہو رہی ہے۔ ذیل میں جو خط لکھا جا رہا ہے وہ غالباً تیسرا ہے۔

مولوی صاحب نے لکھا تھا مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے۔ حضرت نے تحریر فرمایا: اس سے (اس بات کا) شک ہوتا ہے کہ کہیں آپ صرف میرے دباؤ کی وجہ سے تو اپنی غلطی تسلیم نہیں کر رہے ہیں۔ اس لئے آپ اپنی غلطی کی تفصیل لکھ کر بھیجئے کہ آپ کے نزدیک آپ کی اس تحریر میں کیا کیا خرابیاں تھیں؟ تاکہ مجھے اندازہ ہو کہ آپ اپنی غلطی کی خرابیاں سمجھ کر اس کے معترف ہوئے ہیں۔

اس پوچھنے کے بارے میں زبانی ارشاد فرمایا: ظاہری طور پر یہ قیل وقال (بات چیت) تشدد (زیادتی) کی وجہ سے لگتی ہے حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ بہت ہی شفقت اور مقصود ان کی تحریر کی خرابیاں بتانا ہے جس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ پہلے خود ان سے پوچھا جائے تاکہ وہ سوچیں اور اپنے ذہن پر بوجھ ڈالیں۔ اس سے (یہ ہوگا کہ) اگر اب تک (اپنی) خرابیاں معلوم نہیں ہوئی ہوں گی تو اب معلوم ہو جائیں گی۔ پھر

جو خرابیاں باقی رہ جائیں گی ان کی مدد کر کے وہ بھی بتادی جائیں گی۔

اس اہتمام سے یہ فائدہ ہوگا کہ اس حرکت کی خرابیاں خواب (اچھی طرح) ذہن میں بیٹھ جائیں گی پھر ساری عمر ایسی غلطی نہ ہوگی۔ ورنہ معمولی سمجھا دینے سے غلطی کو بھی صرف معمولی سمجھا جاتا ہے اور اس کی اصلاح بھی مضبوط نہیں ہوتی ہے۔ اب ان باریک پہلوؤں اور رعایتوں پر کسی کی نگاہ پہنچتی نہیں ہے بس دیکھنے والے سمجھتے ہیں خواہ مخواہ بے چارے کو دق کر رکھا اور الجھا کر رکھا ہے۔

پچھلے خط میں مولوی صاحب نے افسوس کا اظہار کیا تھا کہ میری شامت اعمال سے چھٹیوں کا زمانہ یوں ہی برکات سے محرومی میں نکل رہا ہے۔ اس پر حضرت نے تحریر فرمایا: یہ کیا کچھ کم فائدہ ہے کہ غلطیوں کی اصلاح ہو رہی ہے۔

اس واقعہ سے حضرت کی باریک نظری تربیت واصلاح کے معاملے میں اہتمام اسی طرح بہت ہی خیر خواہی وشفقت روز روشن کی طرح ظاہر وعیاں ہے۔ اب اس لمبی تمہید (بات کے آغاز) کے بعد جو معاملہ کو سمجھنے کے لئے ضروری تھا۔ وہ خط جس کا وعدہ تھا جواب کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔

خادم نے حضرت کے فتح پور میں قیام کے زمانے میں حضور کی تحریر پر کہ قیام کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا اپنی نادانی (ناسمجھی) کی وجہ سے خط میں لکھا تھا کہ ”کبھی ضرورت اور ارادے کے اندازے سے قیام کا اندازہ ہو سکتا ہے یا ہو جایا کرتا ہے۔“ خادم کی اس تحریر سے حضور کے ارشاد پر رد اور اعتراض ہوا جس سے طاعت نہ کرنا اور نافرمانی کرنا (جو کہ عقیدت مندوں کے لئے زہر ہے اور فیوض و برکات سے محرومی کا سبب ہے) ظاہر ہوا۔ اسی نے حضور کو مکدر (میلا) کر دیا۔ (اس سے) طالب پر جو شیخ کے جو حقوق ہیں وہ ختم ہو جاتے ہیں۔ طالب کو مرشد کے ہر فرمان پر نثار اور فنا ہونا چاہئے (اس سے) اس کے بجائے کبر اور غرور نظر آتا ہے۔ اس پر مزید کہ خادم عرصے تک اپنی غفلت سے بے فکر رہا۔ اس کے بارے میں کوئی خط و کتابت نہیں کی۔ اپنی غفلت اور بے فکری سے (حضرت کا) تکدر اور بڑھتا رہا۔

خادم نے اس وقت جو کچھ عرض کیا اس کی اصلیت یہی ہے کہ (خادم) حضور کو اپنا آقا اور خود کو حضور کا خادم سمجھتا ہے۔ اپنی بے فکری اور غفلت نے نفس کی اصلاح اور حضور کے فیوض و برکات سے محروم رکھا۔ خادم نے (اپنی غلطی) کے جو اسباب اور جو باتیں سمجھی تھیں وہ عرض کر دیں اگر اس میں بھی کوئی بات رہ گئی ہو تو حضور سے امید ہے کہ پھر تنبیہ کے طور پر تحریر فرمائیں گے تاکہ خبردار ہو جاؤں اور توبہ کروں۔

ان ہی اسباب کی وجہ سے حضور کی خدمت میں حاضری میرے خیال میں ضروری معلوم ہوتی ہے۔ لیکن

جب حضور کی اجازت اور ارشاد نہیں ہے تو اس میں میری بہتری ہے۔ آج میں وطن جا رہا ہوں۔ حضور سے امید ہے کہ میرے حال پر اصلاح کے لحاظ سے توجہ فرمائیں گے اور خادم کو ہمیشہ دعائے خیر سے سرفراز فرماتے رہیں گے۔

جواب: آدھی خوشی تو ہوئی کہ کچھ تو سمجھے الحمدللہ لیکن پوری خوشی اس لئے نہیں ہوئی کہ پورے طور پر نہیں سمجھے۔ آپ کے سمجھے ہوئے کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی یہ حرکت شیخ کے حقوق کے خلاف ہوئی۔ اس سے ایک بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اس حرکت پر پکڑ شیخ ہونے کے زعم کی وجہ سے ہے۔ اس میں مجھ پر ایک ایسی بات کی تہمت ہے کہ جو اس پکڑ میں میرے ذہن میں بھی نہیں ہے۔ دوسرے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر شیخ کے علاوہ کے ساتھ ایسا کیا جاتا تو کچھ حرج نہیں تھا حالانکہ تب بھی اس میں خرابیاں تھیں جن کی وجہ سے کسی کے ساتھ بھی ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اس لئے ان خرابیوں کو (سوچ) سمجھ کر لکھئے تاکہ پوری تسلی ہو کہ اس فعل کی برائی آپ پوری طرح سمجھ گئے۔

ان ہی مولوی صاحب کا ایک اور خط جواب کے ساتھ۔

حال: میرے اس برے فعل کا اثر جس کا مجھے بہت خیال ہو رہا ہے یہ ہوا کہ اعمال واذکار میں بڑی بے لطفی ہو رہی ہے (یعنی مزہ نہیں آ رہا ہے)

تحقیق: قبض اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی نقصان دہ چیز نہیں ہے۔ مگر جب اس کا سبب کوئی برا فعل ہو تو وہ قبض نقصان دہ ہے۔ اس کی اصلاح یہی ہے کہ اس فعل کا تدارک (علاج) کیا جائے۔

حال: لوگوں میں جو میرا وقار تھا اس میں کمی لگتی ہے۔

تحقیق: وقار میں کمی زیادتی کی طرف نظر کرنا اکثر کبر کی وجہ سے ہوتا ہے۔

حال: میری نوکری میں ایک موقع ترقی کا تھا اس کی بھی امید معلوم نہیں ہوتی ہے۔

تحقیق: ال کی کمی پر نظر کرنا اکثر دنیا کی محبت کی وجہ ہوتا ہے۔

حال: افسروں کا خیال بھی برا ہو رہا ہے۔

تحقیق: ہاں! برے فعل کا اثر لگتا ہے۔

حال: یہ سب میرے اس برے فعل کا اثر ہے۔

تحقیق: اوپر تفصیل لکھ چکا ہوں۔

حال: سنکھایا (زہر) کھانے والے کی موت کا الزام دوسرے پر کیسے ہو سکتا ہے (یہ تو) سنکھیا ہی کا برا اثر کہا

جائے گا۔ میں ان امور کا الزام اور تہمت حضور پر کیسے رکھ سکتا ہوں یہ تو میرے برے کام کا نتیجہ ہے۔ جو میرے ساتھ رہا ہے۔

تحقیق: اس تحقیق کے جتانے سے اپنے علم کے دعوے کے علاوہ اور کیا فائدہ ہے۔

حال: اس کے ساتھ ہی اس بات کا بھی یقین ہے کہ حضور کی دعا اور توجہ سے یہ ساری باتیں ختم ہو جائیں گی۔

تحقیق: اس میں زیادہ دخل (اس برے) فعل کے تدارک کو ہے۔

حال: مکرمی سیّد محمد اسماعیل صاحب نے لکھا ہے کہ حضور نے خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ وہ (اجازت والا) خط ابھی نہیں پہنچا لیکن ان کے پوچھنے پر کہ میں ان کو لکھ دوں کہ حضور نے اجازت دے دی اس لئے ۱۵ رمضان کے بعد آنے کا ارادہ ہے۔

تحقیق: منع تو نہیں ہے مگر زیادہ فائدہ فیصلہ ہو جانے کے بعد آنے میں ہے۔

حال: مولانا صاحب! کمترین میں کبر ہے۔ اس کا علاج وعظ جس کا نام علاج اکسیر ہے سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی نظر کے سامنے رکھے اور اللہ تعالیٰ کے لئے بڑائی کے خاص ہونے کو سوچے اس کے بارے میں یہ گزارش ہے کہ جب کبر کا اندیشہ ہو تو اس وقت یہ استحضار کیا کروں۔

تحقیق: اس وقت تو بہت ضروری ہے۔

حال: یا یہ کہ روزانہ کوئی معین مقدار مقرر کروں۔

تحقیق: یہ (تو) اور بھی بہتر ہے اس کے ساتھ علاج کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ جان بوجھ کر ایسے کام کرو جو لوگوں میں ذلت پیدا کرتے ہیں۔ اس کے بغیر دوسرے علاج ناکافی ہیں۔

حال: (وعظ علاج الکبر ہی سے) تواضع کا امتحان یہ معلوم ہوا کہ دوسرا برا کہے تو دل میں ذرا بھی برا نہ مانے، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ میں متواضع نہیں ہوں کیونکہ اگر کوئی (عمر وغیرہ کے اعتبار سے) چھوٹا مجھے کوئی حقیقی عیب پر بھی برا کہتا ہے تو بہت ہی ناگوار ہوتا ہے بلکہ کبھی تو ساتھیوں اور بڑوں کا فرمانا بھی بوجھ ہوتا ہے۔

تحقیق: بوجھ ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اس بوجھ ہونے کے بعد اپنے نفس کو سمجھانا اور اس ناگواری کو دور کرنا چاہئے یہ بھی تواضع کا ایک درجہ ہے۔

حال: کبھی کبھی دل میں یہ آتا ہے کہ بحمد اللہ احقر اسے بابرکت مرشد کی خدمت اقدس سے فیض حاصل کر رہا

ہے کہ جس سے بہت سارے لوگ محروم ہیں۔ اس میں یہ شک ہوتا ہے کہ کہیں یہ کبر تو نہیں ہے کہ میں تو ایسے پیر ومرشد سے تعلیم حاصل کرتا ہوں اور جن لوگوں کو یہ بات حاصل نہیں ہے میں ان سے اچھا ہوں۔ اس لئے حضور والا سے امید ہے کہ اس پریشانی کے دور ہونے کی کیا صورت ہے۔ یہ کبر میں داخل ہے یا نہیں ہے نفس کی شرارت کو جان لینا مشکل لگتا ہے۔

تحقیق: نعمت پر فخر کرنا کبر ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھنا اور اپنی نااہلی کو مستحضر رکھنا شکر ہے۔

سوال: طبیعت میں لوگوں سے بڑی وحشت ہوتی ہے یہ تکبر تو نہیں ہے۔

جواب: نہیں ہے۔ مگر یہ بات ضروری ہے کہ جن لوگوں سے وحشت ہو ان کو حقیر نہ سمجھے جیسے کسی مریض کو غذا سے وحشت ونفرت ہوتی ہے مگر اس کو حقیر نہیں سمجھتا ہے۔

حال: کبر کے مرض کو دور کرنے کے لئے علاج تجویز فرمایا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ پابندی سے عمل کروں گا۔

تحقیق: (کبر کا علاج) اس کی حقیقت سمجھنے پر موقوف ہے۔ جو عنقریب آ رہی ہے۔

حال: اسی طرح کبر کی حقیقت بھی بتائی جائے کہ کبر کی بہت ساری صورتوں کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

تحقیق: کسی کمال میں خود کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ دوسرے کو حقیر و ذلیل سمجھے۔

علاج: یہ سمجھنا اگر غیر اختیاری ہے تو یہ برا نہیں ہے اس میں شرط یہ ہے کہ اس کی چاہت پر عمل نہ کیا جائے یعنی زبان سے اپنی بڑائی اور دوسرے کی کمی نہ کرے، دوسرے کے ساتھ تحقیر کا سلوک نہ کرے۔ اگر جان بوجھ کر ایسا سمجھتا ہے یا سمجھتا تو غیر اختیاری طور پر ہے لیکن اس کی چاہت پر عمل کرتا ہو تو یہ تکبر کرنے والا ہے۔ اگر زبان سے اس کی تعریف کرے اور اس سے تعظیم کا سلوک کرے تو یہ علاج کے لئے بہت مددگار رہے۔

حال: احقر جب تک خانقاہ میں رہتا ہے تو اپنے آپ کو یقینی طور پر سب سے حقیر اور ذلیل سمجھتا ہوں۔ لیکن جب یہاں سے رخصت ہو جاتا ہوں تو سب کچھ آ جاتا ہے کہ مولوی بھی بن جاتا ہوں، ذاکر شاغل بھی بن جاتا ہوں۔ بڑائی بھی آ جاتی ہے۔ جب کوئی پسندیدہ کام کیا جائے تو طبیعت میں بڑائی بھی محسوس کرتا ہوں۔

تحقیق: جو خیال اور اثر غیر اختیاری ہو اور اعتقادی طور پر اس کو برا سمجھے اور اس کی چاہت پر عمل بھی نہ کرے تو جیسے نہ زبان سے فخر کرے نہ جان بوجھ کر اپنے کمال کو سوچے تو کوئی برائی نہیں ہے۔ اگر اس کے ساتھ ساتھ اپنے

عیوب اور کمیوں کو بھی سوچے اور یہ بھی سوچے اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ مقدمہ قبول نہ ہوا تو بے کار ہے تو اس (سوچنے والے) عمل سے اجر وثواب ملے گا۔ اس خیال (اپنے مولوی ہونے وغیرہ وغیرہ) کا علاج اسی استحضار کو بار بار کرنا ہے۔ اس سے (یہ خیال) کمزور ہو کر نہ ہونے کے برابر ہو جاتا ہے۔

حَالؔ: خصوصاً (اس کام میں بڑائی محسوس ہوتی ہے) جس کا تعلق دوسروں سے جیسے میں ابھی دیو بند سے ہوتا ہوا یہاں آیا ہوں۔ دیو بند میں اپنے وطن کے طلباء تھے۔ اکثر جو بات ان کے سمجھ میں نہیں آتی تھی تو وہ آکر مجھ سے پوچھتے تھے۔ جب احقر ان کو سمجھاتا تو وہ سمجھ کر خوش ہوتے تھے تو طبیعت میں بڑائی محسوس ہوتی تھی۔ جو بات میری سمجھ میں نہیں آتی تھی تو بہت ذلت محسوس ہوتی تھی اور یہ کہنے میں بھی بڑی تکلیف ہوتی تھی کہ میری بھی سمجھ میں نہیں آیا لیکن کہہ دیتا تھا۔

تَحقِیقؔ: یہی مجاہدہ ہے جو مشاہدہ کی چابی ہے۔ (صوفیوں کی اصطلاح میں نورِ الٰہی کے مل جانے کو مشاہدہ کہتے ہیں) اسی کو لازم رکھنا مطلوب بھی ہے اور مطلوب کی ابتداء بھی ہے یہ مسلسل کرتے رہنا اگرچہ تکلیف کے ساتھ پھر (بعد میں) بغیر تکلیف کے اس پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔

حَالؔ: علم کے بارے میں (حالت یہ ہے کہ) جو لوگ جاہل ہیں ان کے بارے میں بغیر ارادے کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ میں اس سے اچھا ہوں کیونکہ میں علم پڑھا ہوا ہوں اور وہ جاہل ہیں اور (میں) فلاں بات جانتا ہوں اور وہ نہیں جانتے ہیں۔ ایسی ایسی باتیں اور خیالات بہت آتے ہیں۔ میں اس کو دور کرنے کے لئے علاج کے طور پر اپنے نفس سے کہتا ہوں: معلوم نہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک کون اچھا ہے شاید اس کا باطن اچھا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک میں برا و ذلیل خوار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے دو چار ظاہری حروف سکھا دیئے ہیں اس لئے تو بڑائی کرتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ) چاہیں تو آج چھین لیں تو تم کیا کرو گے۔ تم بھی اسی طرح جاہل رہ جاؤ گے اب تک تو ایسا ہی کرتا ہوں آئندہ کے لئے جو علاج مناسب ہو تحریر فرمائیں۔

تَحقِیقؔ: (آپ) صحیح سمجھے علاج یہی ہے۔ اسی کا استحضار کیا جائے۔ دعا کرتا ہوں۔

حَالؔ: احقر اس پر عمل کرتا ہے۔ جب کبھی (وہ) خیال آتا ہے اسی کا استحضار کرتا ہے۔ اس سے مرض میں بہت کمی محسوس کرتا ہوں۔ پہلے اپنے نفس کے تقاضے پر عمل نہ کرنا بہت مشکل ہوتا تھا اب وہ بات نہیں رہی بلکہ اس کی مخالفت کرنا زیادہ مشکل نہیں لگتا ہے۔

کچھ غور کرنے سے اس میں کامیاب ہوتا ہوں۔ لیکن نفس کی چاہت بالکل ختم نہیں ہوتی ہے۔ اس سے

طبیعت بہت ہی غمگین ہوتی ہے میں چاہتا ہوں کہ نفس کی چاہت ہی ختم ہو جائے وہ ختم نہیں ہوتی ہے۔ کسی بات نفس خود کو بڑا سمجھتا ہے، کوئی بات سمجھ نہیں آتی کیونکہ کبھی اپنے اندر غور کرنے سے لگتا ہے کہ مجھ جیسا کم بخت و گنہ گار اور بد اخلاق کوئی نہیں ہے۔ لیکن یہ بات ہر وقت نہیں ہوتی ہے۔ اگر یہ بات علاج کے قابل ہو تو علاج فرمائیں۔

تحقیق: (اسی بات کا) بار بار استحضار کرنا کافی ہو جائے گا۔

بدزبانی کا علاج

حال: اللہ تعالیٰ کے لئے میرے لئے کوئی ایسی تدبیر تجویز فرمائیں کہ جس سے بدزبانی چھوٹ جائے۔ میرا مزاج ایسا ناقص ہو گیا ہے کہ جو چیز (اپنی طبیعت کے) خلاف دیکھی بہت غصہ آیا خواہ مخواہ سخت الفاظ منہ سے نکلنے لگے۔ کسی کے سامنے بھی یہ معاملہ ہو زبان نہیں رکتی ہے۔ اس لئے گزارش ہے کہ کوئی تدبیر بتائی جائے کہ لوگ میرے زبانی ظلم سے محفوظ رہیں بہت حیران ہو کر گزارش کر رہا ہوں۔

تحقیق: بدزبانی کا علاج ہمت (کرنے) اور بات کرنے سے پہلے سوچنے (کہ کیا بول رہا ہو) اور (بدزبانی) کے عذاب کے استحضار کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

بڑھاپے میں بعض وجہوں سے شہوت کا اثر زیادہ ہونا

حال: کبھی قبض کی تنگی اس شعر کی طرح ہوتی ہے۔

اے رفیقاں را سہارا بست یار   آہوئے لنگیم من او شیر شکار
چوں نالم تلخ از دستان او   چوں نیم در حلقہ مستان او

ترجمہ

❶ دوستوں نے کیے راستے بند ہمارے ــــ ہم ہیں آہو لنگڑے وہ شکاری شیر۔
❷ اس کے ظلم وستم پر کیوں نہ روئے ہم ــــ جب کہ اس کے دوستوں میں نہیں ہیں ہم۔

پھر یہ خیال آتا ہے کہ ؎

چوں بعلم آئیم آن ایوان او است   دو بجہل آئیم آن زندان او است
در خواب آئیم مستان وہیم   در بہ بیداری بدستاں دہیم
حیث اقرب انت من حبل الورید   لم اقل یا یا نداء للبعید

ترجمہ

❶ اگر ہماری رسائی علم تک ہوجائے تو یہ ان ہی دربار ہے کہ علم کے درجے تک ان ہی کے پہنچانے سے پہنچے اور اگر ہم جہل میں مبتلا رہیں تو یہ ان ہی کا قید خانہ ہے کہ ان ہی کا تصرف ہے کہ ہم جہالت سے نہیں نکلے۔

❷ اگر ہم سوتے رہیں تو ان ہی کے بے ہوش کیے ہوئے ہیں اور اگر جاگ اٹھیں تو یہ ان ہی کی گفتگو ہے یعنی یہ قوت بیانیہ ان ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ (خطبات حکیم الامت ۵/۹۳-۱)

❸ کیوں پکاروں میں تجھ کو اے جانِ عزیز ــــ جب تو ہے میری شہ رگ سے بھی قریب۔

دوسری عرض یہ ہے کہ ابتدائے جوانی جو جوانی کا آغاز کہلاتا ہے حالانکہ وہ وقت شہوت کے تقاضوں کے خاص زور (تیزی) کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت میں ان (شہوانی) تقاضوں کا ایسا شدید زور نہیں تھا۔ لیکن جبکہ جوانی ڈھل رہی ہے اور بڑھاپا شروع ہوگیا ہے۔ اب میں ان تقاضوں کی شدت اپنے اندر اتنی محسوس کرتا ہوں کہ اس کو بتاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ چنانچہ میں نے پہلا خط اسی کیفیت کے بارے میں لکھا تھا۔

تحقیق: یہ وہی بات ہے جس کو میں کہا کرتا ہوں: بعض وجوہ سے بڑھاپے میں برداشت کے کمزور ہونے کی وجہ سے شہوت کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

بدخواہی (برا چاہنے) کے خیال کا علاج

سُؤال: جب میرے گھر والی زندہ تھی تو کبھی یہ خیال آجاتا تھا کہ اگر یہ مرجائے تو میں مولانا کے پاس جا کر خوب ذکر کیا کروں حضرت کی خانقاہ سے کہیں نہ جاؤں یہاں تک کہ موت آجائے۔ میں نے خدا سے دعا نہیں کی مگر جی میں یہ خیال کبھی آجاتا تھا۔ اب اتفاق سے اس کا انتقال ہوگیا ہے۔ مجھے گناہ تو نہیں ملے گا۔

تحقیق: اس معمولی خیال سے گناہ نہیں ہوا۔ ہاں! اگر دھیان باندھ لیا جاتا کہ یہ مرہی جائے تو اس میں گناہ ہے۔ اگر تجربہ سے (یہ بات معلوم ہے کہ) یہ شخص صاحب تصرف نہیں ہے (صاحب تصرف وہ آدمی کہلاتا ہے جو اپنی روحانی قوت سے کوئی کام کر دیتا ہو) تو صرف مسلمان کے برا چاہنے کا گناہ ہوگا ورنہ (اگر یہ شخص صاحب تصرف ہو تو) ہلاک اور قتل کا گناہ ہوگا۔ اس لئے ایسے خیالات کے وقت مناسب یہ ہے کہ فوراً اپنا خیال ادھر سے ہٹالے اور زبان سے یا خیال سے دعا کرے کہ الٰہی! سب کی خیر (ہو)۔

فضول کام چھوڑنے کی ضرورت

حَال: عرض ہے کہ بندہ کو ایک سال سے ایک خوشبو ظاہر ہوتی ہے۔ پچھلے سال ایک سال میں پندرہ دن رہ کر

ختم ہوگئی۔ بندہ نے اس کا ذکر مولوی سید...... صاحب باکہندی سے اور حافظ...... صاحب سے کیا۔ حافظ صاحب نے فرمایا: یہ ذکر کی برکت ہے۔ جس سے سکون حاصل ہوا۔ اب پھر شروع ہوتی ہے جس کو ہفتہ سے زیادہ ہوا ہے۔ یہ خوشبو عجیب طرح کی ہے۔ بندہ اگرچہ اس کی طرف خیال نہیں کرتا ہے لیکن خوشی ضروری رہتی ہے۔

تحقیق: اس کی تحقیق کے پیچھے پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یہ نہ کوئی کمال کی چیز ہے اور نہ ہی کوئی نقصان دہ چیز ہے پھر اس کی (تحقیق کی) کوشش کرنا ہی فضول ہے اور فضول کام کو چھوڑنا ہی سلوک کا پہلا قدم ہے۔

غصہ کا علاج

حال: ضروری عرض یہ ہے کہ مجھے اپنی نیک اور بدمزاجی حالت سے ایسی بدگمانی ہوگئی ہے کہ کسی طرح بھی اپنی حالت سے تسلی نہیں ہوتی ہے۔ وہ (عرض) یہ ہے کہ کبھی نااہلوں سے ایسی باتیں ہو جاتی ہیں کہ صرف ان کی بددینی کی وجہ سے اتنا غصہ آ جاتا ہے اور مزاج میں گرمی اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ میں آپے سے باہر ہو جاتا ہوں۔ بہت چاہتا ہوں کہ برداشت سے کام لوں اور اس کا بہت اہتمام بھی کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہ ہو۔ لیکن کبھی کبھی ایسے اسباب بن جاتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے۔

اس بات کا اہتمام کرتا ہوں کہ آئندہ کے لئے بھی ارادہ کرتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ پھر کوئی بات کسی نااہل سے پیش آئے گی تو بہت اہتمام اور برداشت سے کام لوں گا۔ لیکن معاملہ پھر وہی الٹ ہو جاتا ہے اور میں مغلوب ہو جاتا ہوں اور مجھ سے کچھ نہ کچھ بے جا نامناسب حرکت ہو جاتی ہے اس غلبہ (کی حالت) میں کچھ محسوس نہیں ہوتا ہے کہ کیا کر رہا ہوں اور کیا کہہ رہا ہوں۔ اس کے بعد افسوس ہوتا ہے (پھر) اگر میری غلطی ہوتی ہے تو اس کی تلافی بھی وقت اور جگہ دیکھ کر کر لیتا ہوں۔ ورنہ خاموش ہو جاتا ہوں۔

اس لایعنی حرکت سے مجھے بعد میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ (اور حال یہ ہے کہ) دوسرے پر (جس پر غصہ ہوتا ہوں) اس غصہ کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا ہے کیونکہ ان کی طبیعت ان باتوں کی عادی ہوتی ہے اور یہ ہر وقت ان کا مزاج ہے۔ حالانکہ مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ میں اس کا اہتمام اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ نہیں کروں گا۔

جب تک ان لایعنی باتوں کا اثر مجھ پر رہتا ہے کورا لگتا ہوں اگرچہ نماز اوراد و وظائف سب کچھ کرتا ہوں۔ لیکن ایسی حالت میں میرے اعمال ایسے ہوتے ہیں جیسے بغیر نمک کا سالن ہوتا ہے۔ جب ذہن خالی ہوتا ہے (یعنی ان باتوں کا اثر نہیں ہوتا ہے) تو اس وقت اگرچہ زائد اعمال کی توفیق نہ ہو مگر خود کو مالا مال اور ہشاش بشاش

رہتا ہوں۔

غرضیکہ میری کوئی حالت ایسے موقع پر اچھی نہیں لگتی ہے۔ میں یہ بھی نہیں کہتا ہوں کہ اچھی ہے یا بری ہے۔ ممکن ہے مجھ میں بصیرت (دیکھنے کی حقیقی صلاحیت) نہ ہونے کی وجہ سے مجھے اچھے برے کی تمیز نہ ہو اور اس (اچھے برے) کے پہچاننے سے قاصر ہوں۔ ہاں! اتنا کہہ سکتا ہوں کہ (میری) وہ (غصہ کی حالت) بری باتوں، کسی بے دینی اور شریعت کے خلاف باتوں ہی کی وجہ سے اس (غصہ کی حالت) کا غلبہ ہوتا ہے ناحق نہیں ہوتا ہے۔ ہاں! اگرچہ اس (غصہ) کی مغلوبیت کی وجہ سے کچھ نامناسب باتیں مزید ہوجاتی ہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتا (کہ یہ کتنی زیادہ ہوتی ہیں کیونکہ) کبھی اتنی زیادہ اور نامناسب باتیں ہوجاتی ہیں اور کبھی پتہ ہی نہیں چلتا ہے۔

جب تک صفائی نہ ہوجائے دل مکدر (میلا، بوجھل) رہتا ہے اور یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ ساری خطا تیری ہی ہے اور یہ سب میرے نفس کا چھپا ہوا دھوکہ ہے ورنہ اتنا زیادہ غصہ اور گرمی میرے اندر کیوں پیدا ہوتی ہے۔

اس لئے جو کچھ بری بھلی اپنی سمجھ میں آتی ہے وقت وقت اطلاع دیتا رہتا ہوں مرض کا پتہ تو اس وقت چلتا ہے جب کوئی معاملہ پیش آتا ہے اس لئے امید کرتا ہوں کہ میری بری حالت جو کچھ لکھتا ہوں (اس کی) تحقیق فرما کر مکمل تسلی فرمایئے ورنہ میں اپنی حالت سے کبھی بہت پریشان اور مایوس ہوجاتا ہوں یا اس وقت کے لئے کوئی ایسی تدبیر بتادی جائے جس میں جوش میں سنبھلا رہوں بلکہ ہوش اور پوری عقل سے کام لوں۔ میں اپنی اس حالت کی وجہ سے ایک معمولی مبتدی سے بھی خود کو بدتر سمجھتا ہوں۔ دعا اور دوا سے پوری اصلاح فرمائی جائے۔

تحقیق: میں خود بھی بالکل اسی مرض میں مبتلا ہوں۔ اگرچہ پہلے سے کمی ہے۔ اس لئے میں نے جو (علاج) اپنے لئے تجویز کیا ہے وہی آپ کے لئے تجویز کرتا ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ اس پر عمل کرنے سے (اس حالت میں) اعتدال (میانہ روی) پیدا ہوجائے گا۔ وہ تدبیر یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے (اس حالت میں) حد میں رہنے کا اہتمام کیا جائے۔ اور پھر جو (کمی) کوتاہی ہوجائے شریعت کے مطابق اس کی تلافی کی جائے اور استغفار کیا جائے۔

حال: مجھ میں طبعی طور پر غصہ زیادہ ہے۔ ذرا سی بات پر غصہ حد سے زیادہ آجاتا ہے۔ غصہ کے وقت عقل نہیں رہتی ہے۔ غصہ ختم ہوجانے کے بعد شرمندگی ہوتی ہے، بہت شرمندہ ہوتا ہوں۔ علاج سوچتا ہوں کچھ سمجھ نہیں آتا ہے۔ کوئی علاج مفید بھی نہیں ہوتا ہے۔ حضور کوئی عمدہ اور مجرب نسخہ تجویز فرمائیں اگر وہ سخت ہی ہو تو مہربانی ہوگی۔

تحقیق: جس پر غصہ کیا جائے غصہ ختم ہوجانے کے بعد مجمع میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑیئے پاؤں پکڑیئے

بلکہ اس کے جوتے اپنے سر پر رکھے۔ ایک دو بار ایسا کرنے سے نفس کو عقل آجائے گی۔

حَالؔ: آج مغرب کی نماز کے بعد احقر اپنے استاد...... سے ملاقات کرنے کے لئے گیا یہ پہلی ملاقات تھی۔ جب احقر وہاں پہنچا تو ایک چارپائی پر تنہا حضرت مولانا صاحب کھانا کھا رہے تھے۔ ایک دوسری چارپائی پر ایک دوسرے صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں وہاں پہنچ کر چپکے سے بغیر سلام کئے ہوئے دوسری چارپائی پر بیٹھ گیا۔ جس پر یہ صاحب تشریف فرما تھے۔ مولوی صاحب نے میرے بارے میں ان صاحب سے پوچھا: یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا: چرتھاول کے رہنے والے ایک شخص ہیں اور ساتھ ہی یہ جملہ بھی طعن کے طور پر فرمایا: سلام کرنا صوفیت کے خلاف تو نہیں ہے۔ میں بالکل خاموش بیٹھا رہا۔

جب حضرت مولانا کھانا کھا چکے تو میں نے ان کے پاس جا کر ان کو سلام اور مصافحہ کر کے جس چارپائی پر مولانا صاحب بیٹھے ہوئے تھے اسی پر میں بھی بیٹھ گیا۔ میں نے مولانا صاحب کے مزاج اور خیریت کے بارے میں پوچھا اور یہ بھی پوچھا کہ رمضان المبارک میں جناب کا قیام کہاں رہا۔ ان سے بات چیت شروع کر دی۔ ۱۰، ۱۲ منٹ باتیں ہوتی رہیں اور باتیں بھی ہوئیں۔

اس کے بعد یہ صاحب مجھ پر اعتراض کرنے لگے اور مولوی صاحب کی طرف خطاب کر کے بہت غصہ کے ساتھ کہنے لگے کہ کیوں مولوی صاحب یہ کون سی حدیث میں آیا ہے کہ سلام نہ کرے حدیث شریف میں یہ تو منع آیا ہے کہ اگر کوئی شخص درس و تدریس میں مشغول ہو تو اس کو سلام نہیں کرنا چاہئے، کھانا کھاتے ہوئے شخص کو سلام کرنا تو کہیں منع نہیں ہے، یہ کیسی صوفیت ہے۔ اگر ہمارے پاس کوئی غیر قوم کا آدمی بھی بیٹھا ہوا ہوتا تو وہ ان کو کیا کہتا۔ یہ حضرت مولانا تھانوی کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں، ان کے مرید کہلاتے ہیں اور وہاں کے تعلیم یافتہ (تعلیم حاصل کئے ہوئے) ہیں پھر بھی سنت کو ترک کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ حضرت مونا تھانوی کو بدنام کرتے ہیں۔

غرض مولوی صاحب کو مخاطب کر کے اسی قسم کی باتیں انہوں نے خوب غصہ میں کہیں اور دیر تک کہتے رہے۔ احقر ان باتوں کو سن کر کچھ نہیں بولا بلکہ ہنس کر ٹال دیا۔ ہاں! دل میں اتنا خیال ضرور آیا کہ ان حضرت کو کہنے کا کیا حق ہے؟ پھر ایسے غصہ کے ساتھ حالانکہ میری اور ان کی کسی قسم کی بالکل بے تکلفی نہیں ہے۔ صرف تھوڑی سی جان پہچان ہے۔ یہ وسوسہ تو ضرور آیا مگر میں نے زبان سے اب تک کسی قسم کا لفظ تک نہیں بولا۔ مولوی صاحب بھی سن کر خاموش بیٹھے رہے کچھ نہیں بولے۔

جب ان صاحب نے اپنی بات ختم کر دی تو مولوی صاحب نے پھر مجھ سے بات شروع کر دی۔ میں بھی مولوی صاحب کی طرف متوجہ ہو کر ان کی باتوں کا جواب دیتا رہا۔ مولوی صاحب کو مجھ سے کیا بلکہ تقریباً ہر آدمی خصوصاً شاگردوں سے بہت بے تکلفی ہے یہاں تک کہ کبھی کبھی تو مذاق بھی کر لیتا۔ (اسی (باتوں کے) درمیان مولوی صاحب نے مجھ سے کہا: تو میرے کلیجہ سے لگ جا۔ جس کا مطلب دوسرے الفاظ میں معانقہ ہے۔ یہ بھی کہا کہ اگر تو میرے کلیجہ سے لگ جاتا تو میرے دل میں نور پیدا ہو جاتا۔ میں نے کہا: معانقہ کرنا بے شک سنت ہے اور برکت کا سبب ہے مگر اس سے دل میں نور تو کہیں پیدا نہیں ہوتا ہے۔

اس پر وہ صاحب پھر غصہ میں بولے: ضرور دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد میری طبیعت میں بھی تبدیلی آگئی اور میں نے بھی خوب غصہ سے کہا: میں آپ کے پاس نہیں آیا اور نہ ہی اس وقت آپ سے بات کر رہا ہوں، آپ کیوں درمیان میں دخل دیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کو کیا حق ہے؟ آپ کہنے والے کون ہوتے ہیں؟ میں نے آپ سے رجوع نہیں کیا ہے نہ آپ سے اصلاح کی درخواست کی ہے اور نہ آپ میرے پیر ہیں نہ استاد آپ کہنے والے کون ہوتے ہیں؟ آپ کو کہنے کا کیا حق ہے؟ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔

وہ صاحب اس پر اور بھی زیادہ غصہ کے ساتھ بلند آواز سے کہا: ہم کو کہنے کا حق ہے، آپ بھی مؤمن، ہم بھی مؤمن ہیں مؤمن کو مؤمن کے کہنے کا حق ہے۔ میں نے کہا: آپ کس منہ سے کہتے ہیں؟ کیا آپ کے اندر عیب نہیں ہے؟ سلام کرنا فرض نہیں ہے سنت ہے اور ایک سنت کیا معلوم نہیں ہم سے کتنی سنتیں چھوٹ جاتی ہیں بلکہ بعض اوقات تو فرائض تک چھوٹ جاتے ہیں۔ میں نے یہ بھی کہا: کھانا کھاتے ہوئے بھی سلام نہیں کرنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ جواب دیتے ہوئے حلق میں ٹکڑا نہ اٹک جائے۔ کہنے لگے حدیث دکھاؤ میں نے کہا حدیث تو مجھے معلوم نہیں ہاں میں نے سنا ہے۔ وہ صاحب کہنے لگے اچھا میں آپ کی بات کو مانتا ہوں مگر یہ تو بتایئے کہ میں تو کھانا نہیں کھا رہا تھا۔ (آپ نے) مجھے کیوں سلام نہیں کیا؟ اس پر میں خاموش رہا۔

اس کے بعد حافظ...... صاحب آگئے۔ انہوں نے کہا: کیا بات ہے؟ میں نے ان کو ساری بات بتائی۔ جس کو سن کر انہوں نے بھی میری طرف داری کی۔ اس پر وہ صاحب کہنے لگے: آپ بھی انہی کے طرف دار ہو گئے۔ اس کے بعد یہ بھی کہا: مجھے تو ان کی حالت کا اندازہ کرنا تھا بس معلوم ہو گیا کہ ان میں بے نفسی نہیں ہے، ذرا سی بات میں کتنے غصہ ہوئے۔ صوفی کی تو یہ حالت ہونی چاہئے کہ اگر اس پر کوئی پاخانہ اور پیشاب بھی ڈالے تو اس کو تب بھی کچھ نہیں بولنا چاہئے۔ اس پر حافظ صاحب نے کہا: کسی کے لئے یہ بات بھی تو مناسب نہیں کہ وہ کسی پر پاخانہ پیشاب ڈالے۔ (اس پر ان صاحب نے پھر کہا:) بس ان کی حالت معلوم ہو گئی ذرا سی بات پر اتنا غصہ۔

میں نے کہا: پہلے تو میں نے صوفیت کا دعویٰ نہیں کیا ہے دوسرے میرے اندر ایک عیب کیا سینکڑوں عیب موجود ہیں۔

بہر حال واقعہ یہ پیش آیا۔ اب حضور والا سے صرف اپنی ہدایت کے لئے یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس حالت میں اگر میرا غصہ کرنا صحیح نہ ہو تو میں ان صاحب کے پاس جا کر معافی مانگوں اور توبہ کروں اور آئندہ ایسی باتوں سے بالکل بچوں۔ اب حضور کے ارشاد کا منتظر ہوں جیسا حضور فرمائیں گے اس پر ان شاء اللہ تعالیٰ دل و جان سے عمل کروں گا۔

تحقیق: یہاں کئی باتیں ہیں جن کو ترتیب وار نیچے ذکر کیا جاتا ہے۔

● ایک بات تو ان کے مضمون کے بارے میں ہے۔

(الف) اس میں انہوں نے یہ بات صحیح کہی کہ "میں تو کھانا نہیں کھا رہا تھا مجھے سلام کر لیتے" باقی ساری باتیں فضول ہیں۔

(ب) تم نے یہ بات صحیح کہی کہ "ان کو تمہیں غصہ کے ساتھ نہیں کہنا چاہئے تھا کیونکہ مؤمن مؤمن کو نصیحت کرتا ہے" اس کے یہ آداب نہیں ہیں۔ تشدد (زیادتی اور جبر) سے کہنا صرف بڑوں کا حق ہے خواہ ان کی بڑائی کسی اختیاری وجہ سے ہو یا کسی التزامی (لازم کر لینے کی) وجہ سے ہو۔ باقی تمہاری باتیں فضول تھیں۔

❷ دوسری بات، بات کرنے کا طریقہ ہے۔ اس میں دونوں کا طریقہ برا ہے۔ مگر انہوں نے پہل کی ہے اس لئے "البادی اظلم" (یعنی پہلے کرنے والا زیادہ ظالم ہوتا ہے) کے قاعدہ سے وہ الزام کے قابل ہیں اور "جزاء سیئة سیئة مثلها" (کہ برائی کا بدلہ اسی طرح برائی ہے) کے قاعدہ سے تم بری ہو لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ تمہاری طرف سے کوئی زیادتی نہ ہوئی ہو (اگر زیادتی ہوئی ہے تو جتنی زیادتی ہوئی) اس کا الزام تم پر ہے۔

❸ تیسری بات یہ ہے کہ جتنی بات اس میں غلط ہوئی ہے اس کی معافی مانگنا چاہئے۔

اس لئے مضمون میں جتنی غلطی ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے (اس کے لئے) اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہئے۔ (اور) غصہ اور تکلیف پہنچانے کا جتنا حصہ ہے اس میں اگر زیادتی ہوئی ہے تو وہ بندے کا حق ہے (اس کے لئے) جس کا حق ہے اس سے معافی مانگنی چاہئے۔ اگر زیادتی نہیں ہوئی ہے تو پھر گناہ ہی نہیں ہے۔ اب اس کو خود (ہی) دیکھ لو۔ "بل الانسان علی نفسه بصیرة" کہ انسان خود ہی اپنے آپ کو جاننے والا ہے۔

حَال: دوسرے کی ذرا ذرا سی بات پر طبیعت میں غصہ اور ناگواری بہت ہوتی ہے۔ بہت برداشت کرتا ہوں، صاف صاف برا نہیں کہتا ہوں نہ ہی زیادہ جھگڑا کرتا ہوں مگر پھر بھی زبان سے ایسے الفاظ (نکل جاتے ہیں) اور لب لہجہ ایسا ہوجاتا ہے جو دوسروں کو ناگوار ہوتا ہے۔ یہ اکثر اس وقت ہوتا ہے جب کوئی حق تلفی کرے اور حق (بات کو) پسند نہ (کرتا) ہو یا (کوئی) غصہ دلانے یا تکبر والی بات کہتا ہے۔ اس صورت میں نرمی اور آسانی سے بات کہنی اور ایسی بات جس میں غیبت نہ ہو نہ کہنے کو پس پشت (پیٹھ کے، پیچھے ڈالنا یعنی ایسی بات نہ کہنا) بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔

اکثر توبہ کرتا رہتا ہوں۔ اس (حالت) میں اور دوسرے گناہوں میں کمی بھی محسوس ہوتی ہے مگر (اس کمی پر) ہمیشہ قائم نہیں رہتا ہوں۔ میں اس سے عاجز آگیا ہوں۔ یہ دعا میرے حال کے مطابق ہے۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّ فِیْ رِضَاكَ ضَعْفِیْ وَخُذْ اِلَی الْخَیْرِ بِنَاصِیَتِیْ"

تَرجَمَہ: "اے اللہ! میں کمزور ہوں اپنی رضا جوئی کے لئے میری کمزوری کو قوت عطا فرمایئے اور مجھے میری پیشانی سے پکڑ کر خیر کے کاموں کی طرف لے جایئے۔"

حضور بھی میرے حق میں دعا فرمائیں۔

تَحقِیق: (میں) دعا کرتا ہوں۔ آپ بھی تدبیر کریں۔ وہ یہ ہے کہ تکلیف برداشت کرتے ہوئے اس (طبیعت کی) چاہت کی مخالفت کریں۔ جب کمی کوتاہی ہو جائے تو استغفار کریں۔ اگر اس شخص پر شرعی حدود سے کوئی زیادتی ہوگئی ہو تو اس سے معاف کرائیں۔ کچھ دنوں تک ایسا کرنے سے اصلاح ہو جائے گی۔

حَال: (کتاب) تہذیب السالکین پڑھتا ہوں۔ اپنے اندر تکبر حسد وغیرہ معلوم نہیں ہوتا ہے۔

تَحقِیق: الحمدللہ!

حَال: ہاں! (طبیعت میں) غصہ لگتا ہے۔ وہ بھی ناحق بات پر نہیں آتا ہے۔ اگر زیادتی میری ہو تو چاہے کوئی کتنا ہی برا کہے غصہ نہیں آتا ہے مگر بلاوجہ کہنے سے ضرور آتا ہے یہ جو عیب تھا صاف صاف لکھ دیا۔

تَحقِیق: یہ عیب نہیں ہے۔ ہاں! اس حق (صحیح) غصہ کو بھی برداشت کر لینا بہتر ہے۔

حَال: دنیاوی کاموں میں کبھی ریا محسوس ہوتی ہے جیسے کھیتی کا کام کرتا ہوں تو یہ خیال دل میں آتا ہے کہ اس طرح کرو کہ لوگ سمجھیں بڑا قوی ہے۔ مگر دینی کاموں میں نہیں (آتا ہے)۔

تَحقِیق: یہ بھی برا ہے۔ مگر دینی کاموں میں ریا سے کم ہے لیکن اس کو ختم کرنا بھی ضروری ہے۔

حَال: بندہ نے حضرت کی خدمت مبارک میں پہلے ایک خط لکھا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت نے لکھا تھا کہ ''صرف غصہ آتا ہے یا اس کی چاہت پر عمل بھی ہوتا ہے۔ اگر عمل بھی ہوتا ہے تو کیا کیا عمل ہوتا ہے؟ غصہ اور اس پر عمل اختیاری ہے یا ایک اختیاری دوسرا غیر اختیاری (اس کا جواب یہ ہے کہ) غصہ تو غیر اختیاری ہے اور اس کی چاہت پر عمل اختیاری ہے۔

تحقیق: جب (غصہ کی چاہت پر عمل) اختیاری ہے تو اس پر عمل نہ کرنا بھی اختیاری ہے۔ اختیاری (کاموں) کا علاج اختیار کو استعمال کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اگرچہ اس (استعمال) میں تکلیف اور مشقت ہو۔ اسی اختیار کو بار بار استعمال اور ہمیشہ اختیار کرنے سے (غصہ کی) وہ چاہت کمزور ہو جائے گی پھر نہ کرنے میں زیادہ تکلیف نہیں ہوگی۔ ہاں! اس اختیار کو استعمال کرنے میں کبھی کبھی کچھ تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اس تکلیف کی آسانی کے لئے کچھ تدبیروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ یہ ہیں۔

۱ غصہ کے وقت وہاں سے فوراً ہٹ جائیں۔

۲ اعوذ باللہ پڑھیں۔

۳ پانی پی لیں۔

۴ فوراً کسی (دوسرے) کام میں لگ جائیں۔

۵ حق تعالیٰ کے قادر ہونے اور اپنے گناہ گار ہونے اور (اللہ تعالیٰ کے) انتقام کے خوف کو سوچئے اور (اللہ تعالیٰ کے) معاف کرنے کی پسند کو سوچ کر جس پر غصہ آیا ہے اس کو معاف کر دینا چاہئے۔

حَال: (بندہ میں) ایک مرض غصہ کا ہے۔ اکثر ان لوگوں سے جن کے ساتھ کچھ کاموں کی وجہ سے روزانہ ملنا جلنا ہوتا ہے چھوٹی چھوٹی بات پر غصہ آ جاتا ہے۔ غصہ کے بعد پچھتانا پڑتا ہے اور کبھی تو اس وجہ سے نماز میں بھی دل نہیں لگتا ہے۔ مہربانی فرما کر نجات کی صورت بتائیں۔

تحقیق: جس وقت غصہ آئے تو ان باتوں کی پابندی کیجئے۔

۱ یہ سوچیں کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا خطاوار ہوں اگر وہ بھی (مجھ پر) اسی طرح غصہ کریں میرا ٹھکانا کہاں ہوگا۔

۲ اگر میں اس کو معاف کر دوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دیں گے۔

۳ اس وقت بے کار نہ رہیں فوراً کسی کام میں لگ جائیں خصوصاً کتاب کے مطالعہ کرنے میں (لگ جائیں)۔

۴ اس جگہ سے ہٹ جائیں۔
۵ اعوذ باللہ کثرت سے پڑھیں۔
۶ پانی پی لیں۔
۷ وضو کر لیں۔

حال: (بندہ میں) ایک مرض یہ ہے کہ غصہ بہت آتا ہے۔
تحقیق: غصہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری؟ اور اس کی چاہت پر عمل کرنا اختیاری ہے یا غیر اختیاری ہے؟
اس کے بعد ان صاحب کا دوسرا خط آیا جو جواب کے ساتھ منقول ہے۔
حال: غصہ کا اچانک آنا تو غیر اختیاری ہے۔ اس کے بعد اس پر باقی رہ کر عمل کرنا اختیاری ہے۔
تحقیق: جب (اس پر باقی رہ کر عمل کرنا اختیاری ہے تو) اس پر عمل نہ کرنا بھی اختیاری ہے۔ عمل نہ کرو یہی علاج ہے۔

حال: میری طبیعت بہت تیز ہے۔ جو چیز بھی کسی کے بات کرنے میں یا لکھنے میں یا املا وغیرہ میں طبیعت کو ناگوار ہو تو میں درگزر نہیں کرسکتا ہوں۔ کبھی تو صرف (کسی کی ناگوار بات) سن کر ہی اس نادان کی زبان سے درستی اور اصلاح کی نیت سے بہت سے کلمات نکل جاتے ہیں۔ کبھی سامنے والے کو برا بھی لگتا ہے۔ اسی طرح کبھی بے قاعدہ باتوں کو دیکھ کر تھانہ بھون کی تعلیمات کو دیکھتے ہوئے طبیعت پر بوجھ ہوتا ہے۔ مجبور ہوں کیا کروں؟ اگر یہ عادت بری ہے تو اطلاع فرمائیں۔ ایسے ہی اپنی بری عادتوں سے بچنے کی کیا صورت کروں بتائیے۔
تحقیق: مبتدی کے لئے یہ بات نقصان دہ ہے کیونکہ وہ شریعت کی حدود پر رہ نہیں سکتا ہے اور اس کا منصب تعلیم کا منصب نہیں ہے اس لئے نفس کے انتقام لینے کے جذبے سے خالی نہیں ہے۔ اگر غصہ کو برداشت کرنا مشکل ہو تو غصہ کے موقع پر اپنی غلطیوں کو یاد کریں۔ اس سے مدد ملے گی اور دعا اور تضرع میں مشغول ہو جائیں انشاء اللہ تعالیٰ اس تدبیر سے نجات ملے گی۔

حال: بندہ حقیر اپنے اندر غصہ کا مرض پاتا ہے۔ جب کبھی کسی سے کوئی بات یا کوئی کام طبیعت کے خلاف ہو جاتا ہے تو طبیعت بھڑک اٹھتی ہے۔ بندہ کا یہ مرض اختیاری ہے۔ لیکن اس بری عادت غصہ کے وقت اس کی

برائیاں نظر کے سامنے نہیں رہتی ہیں۔

تحقیق: (اس کا) علاج ضد کے ساتھ ہے (کہ غصہ آئے تو غصہ نہ کرو اس کی برائیوں کے) بھول جانے کا (علاج) استحضار ہے۔ ایک پرچہ پر غصہ کی برائیاں لکھ کر اپنے پاس رکھو خواہ جیب میں رکھو یا بطور تعویذ بازو پر باندھ لو۔ غصہ کے وقت برائیوں کا یاد آ جانا یا یاد کر لینا آسان ہوگا۔

ناشائستہ (غیر اخلاقی) حرکت کرنے کا علاج

آئندہ خط کی تمہید: یہ صاحب جن کا خط نیچے ذکر کیا جا رہا ہے ایک اہل علم میں سے ہیں جو خانقاہ میں ذکر و شغل کے لئے مقیم تھے۔ ایک غیر اخلاقی حرکت پر نکال دیئے گئے۔ یہاں سے نکل جانے کے بعد جلال آباد (جو یہاں سے صرف تین میل کے فاصلہ پر ہے وہاں) جا کر مقیم ہو گئے۔

ان کا یہ خط اصلاح کی طلب کے لئے آیا تو حضرت نے اپنے خاص طریقے کے مطابق اصلاح شروع فرمائی۔ پہلے تو خود انہی سے اپنی حرکتوں کی برائیاں معلوم فرمائیں کہ جو سمجھانے کا بہت موثر اور اعلی درجہ ہے۔

ان صاحب کا خط: تین دنوں سے مجھے مایوسی اور محرومی کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ اس کا سبب ایک خیال ہے جو مجھے آیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو چیز اصل کے اعتبار سے پاک ہو اگر اس میں کچھ نجاست لگ جائے جیسے کپڑا تو وہ دھونے سے پاک ہو جاتی ہے۔ جو چیز اصل کے اعتبار سے ناپاک ہو جیسے پاخانہ وغیرہ اس کے پاک ہونے کی تو کوئی صورت ہی نہیں ہے۔ اس لئے تو (تو) ایسا ہی ہے، تیری بالکل اصلاح نہیں ہوگی۔

اس خیال کے آنے سے اتنی مایوسی ہوئی کہ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اب سب کام چھوڑ دوں گا۔ لیکن جب سحری کھا کر فارغ ہوا اور سونے کا ارادہ کیا تو فوراً دل میں یہ خیال آیا "لا تحسبوہ شرا لکم بل ھو خیر لکم" (کہ تم اس کو برا خیال نہ کرو بلکہ یہ تو تمہارے لئے بہتر ہے) اس سے کچھ اطمینان حاصل ہوا فوراً اٹھ کر وضو کیا اور اپنے کام میں لگ گیا لیکن پوری (طرح) تسلی نہیں ہوئی۔

اب حضرت فرمائیں کہ اپنی اصلاح کی کیا تدبیر کروں جو کچھ ارشاد فرمائیں ان شاء اللہ تعالیٰ (اس پر) ضرور عمل کروں گا۔

دوسری عرض یہ ہے کہ اب خرچ بالکل ختم ہو گیا ہے۔ اپنے خرچ کی بھی فکر ہے اور گھر پر جو چھ روپیہ ہر مہینہ بھیجتا تھا اس کی بھی فکر ہے یہاں کوئی ذریعہ نہیں ہے کیا کروں۔

جواب: پہلے تو آپ یہ بتائیے کہ آپ (اپنی) اس حرکت کی حقیقت کیا سمجھے ہیں؟ یعنی اس میں کتنے حصے ہیں

اور ہر حصہ میں کیا خرابیاں ہیں؟ اس کی حقیقت میں بھی غور کیجئے۔ (آپ کا) خرچ کچھ میرے ذمہ نہیں ہے۔ دین میں دنیا کو ملاتے ہوئے شرم کرنا چاہئے۔

ریا کے وسوسہ کا علاج

حال: کچھ لوگوں نے میرے کلام اللہ شریف کے حفظ کی کیفیت معلوم کی تو میری تعریف کی۔ اس سے نفس میں ایک قسم کی خوشی ہوئی۔ اس کی وجہ سے مجھے اپنی نیت کے خلوص میں شک پیدا ہوگیا۔ میں اب اس کی وجہ سے یہ ارادہ کرتا ہوں کہ کلام اللہ شریف کا حفظ کرنا نیت کے خلوص تک روک دیتا ہوں۔ آئندہ جیسے حضرت حکم فرمائیں۔

تحقیق: ایسا کبھی نہیں کرنا۔ خوشی ہونے کی وجہ سے نیت میں خلوص نہ ہونے کا شک کرنا ہی غلط ہے ورنہ شیطان کو ہر نیک عمل کے چھڑا دینے کا ایک اچھا ذریعہ ہاتھ آ جائے گا کہ لوگوں سے تعریف کرادی اور آپ کو شک میں ڈال دیا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس طرح مخلوق کے لئے عمل کرنا ریا ہے اسی طرح مخلوق کے لئے عمل چھوڑ دینا بھی ریا ہے۔

حال: بندہ کو نماز میں بہت وسوسے آتے ہیں۔ اسی طرح ہر اچھے کام میں خصوصاً نماز میں یہ خیال آتا ہے کہ تجھے فلاں فلاں دیکھ رہا ہے اس لئے تیرا یہ کام ریا اور سمعہ (لوگوں سے اپنی تعریف سننے) میں داخل ہے۔ یہ خیال اکثر فرض نماز کے علاوہ باقی تمام افعال حسنہ (اچھے کام) کے چھوڑ دینے پر مجبور کرتا ہے۔ علاج فرمایا جائے۔

تحقیق: صرف کسی کے دیکھنے سے تو ریا نہیں ہوتی ہے۔ جب تک کہ عامل (عمل کرنے والا) دکھانے کا ارادہ نہ کرے اور یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ ارادہ کرنا اختیاری فعل ہے۔ صرف دکھلانے کا خیال بغیر اختیار کے آنا یہ ارادہ نہیں ہے۔ اس (جاننے کے) علم کا صحیح ہونا بھی اس خیال کا علاج ہے اور اس خیال کی چاہت پر عمل نہ کرنا اس علاج کی تکمیل ہے۔

حال: کبھی ذکر کرتے ہوئے یہ خیال آتا ہے کہ کوئی سنے گا تو تعریف کرے گا۔

تحقیق: اگر (اس تعریف کا) عزم نہ ہو تو کوئی نقصان دہ نہیں ہے۔

حال: اگر کوئی سامنے تعریف کرتا ہے تو اچھا لگتا ہے۔ اس کا علاج فرمائیں۔

تحقیق: اگر یہ اچھا لگنا عقلی طور پر برا لگتا ہے تو نقصان دہ نہیں ہے۔

حال: یہ کیفیت یعنی کسی نفلی عبادت یا کسی اچھے کام کے ہونے پر دل میں ایک قسم کی خوشی کا پیدا ہونا اور دوسرے لوگوں کے معلوم پر اس سے زیادہ خوشی ہونا غیر اختیاری ہی ہے لیکن تبلیغ دین (رسالے) کی اس عبارت سے مجھے دھوکہ لگ گیا تھا۔

"اور اس سے زیادہ مخفی (چھپی ہوئی) ریا یہ ہے کہ کسی کے موجود ہونے سے خوشی میں بھی زیادتی نہ ہو مگر عبادت کے درمیان یا عبادت سے فارغ ہونے کے بعد اگر کسی شخص کو اس عبادت کا علم ہو جائے تو اس کے دل میں ایک قسم کی فرحت وخوشی پیدا ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ دل کے اندر ریا اسی طرح چھپی ہوئی ہے جیسے راکھ کے اندر آگ چھپی ہوئی ہوتی ہے کہ دوسروں کے معلوم ہونے پر اسی لئے تو اتنی خوشی ہوئی۔"

تحقیق: تو اس خوشی کو ریا نہیں کہا۔ اس کو ریاء کی علامت کہا ہے اور علامت بھی ریا کے مادہ کی کہا ہے جس پر پکڑ نہیں ہے۔

خواہش نفسانی کے غلبہ کا علاج

حال: ایک بات پوچھنے کی یہ ہے کہ کبھی جب (خواہش نفسانی کے) اسباب پیدا ہو جاتے ہیں تو خواہش نفسانی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور اس میں کچھ مشغولیت ہو جاتی ہے اگر چہ عمل کے درجہ میں نہ ہو لیکن وسوسہ پیدا ہونے کے بعد مشغولیت ہو جاتی ہے۔ بہت چاہتا ہوں کہ ایسا نہ ہو لیکن کچھ نہ کچھ وسوسہ پیدا ہونے کے بعد مشغولیت ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد بہت پریشانی ہوتی ہے۔ جب تک اس کا اثر رہتا ہے ایک (قسم کی) بدمزگی ہو جاتی ہے۔

کیا خواہش نفسانیہ کے طبعی میلان پر بھی پکڑ ہوگی؟ کیونکہ یہ بات غیر اختیاری لگتی ہے۔ کبھی طبعی سستی یا کسی عارضی (پیش آجانے والی) بات کی وجہ سے مشغولیت ہو جاتی ہے۔ غالباً سب (ہی) کو کچھ تھوڑا بہت (تو) ہوتا ہوگا۔ مجھے اس قسم کے وسوسہ کا غلبہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں کسی عارض اور وسوسہ کی وجہ سے بالکل مغلوب ہو جاؤں لیکن کمزوری جتنی بڑھتی جا رہی ہے خواہش نفسانی کے طبعی وسوسے کا غلبہ اپنے اندر پاتا ہوں۔ طبیعت کی کمزوری کے باوجود یہ (وسوسہ اور خیال) کبھی دیر تک رہتا ہے اور اس کے ختم ہو جانے کے بعد دل میں ایک انقباض (تنگی) اور کدورت (بوجھ کی کیفیت) پیدا ہو جاتی ہے۔ جب تک اس (کیفیت) کا اثر کچھ دیر تک رہتا ہے طبیعت کھلتی نہیں ہے۔

اسی طرح جب کسی بری صفت کا غلبہ ہو جاتا ہے اگر چہ عمل کے درجہ میں نہ ہو تو ایک تاریکی سی لگتی ہے پھر

جب تک ذکر کا غلبہ (نہ ہو) یا وہ خیال ختم نہ ہو جائے اس وقت تک نورانیت اور دلی کشادگی (قلبی انشراح) حاصل نہیں ہوتی ہے۔ کیا اس قسم کی غفلت بھی جو بری صفات کے غلبہ سے کبھی کبھی ان (صفات) کے اسباب کی وجہ سے ہو جاتی ہے باطن کے لئے نقصان دہ ہے یا نہیں۔ امید ہے کہ کامل تشفی فرمائی جائے گی۔

تحقیق: غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے بالکل نقصان دہ نہیں ہے۔ مگر کسی معین شخص کے بارے میں دل میں کوئی بات نہ لائی جائے اگر آ جائے تو اس کو جمایا نہ جائے۔

حال: شہوات نفسانیہ کے غلبہ کے وقت بندہ کو یہ خیال ہوتا ہے کہ (نکاح کی) کوئی صورت پیدا ہو جائے تو نکاح کر لیا جائے لیکن طبیعت کی کمزوری اور تندرستی نہ ہونے کو دیکھا جائے تو ہمت ٹوٹ جاتی ہے ایسی حالت میں جب کہ صحت ہی ٹھیک نہیں ہے تو یہ خیال ہی فضول ہے۔ اگر زمانہ کو دیکھا جائے تو مجھ جیسے مفلس کا نکاح ہونا بھی مشکل ہے۔

تحقیق: اس (صحت ٹھیک نہ ہونے اور شادی مشکل ہونے) کے علاوہ یہ ڈر ہے کہ نکاح سے اور کمزوری نہ بڑھ جائے جس کی وجہ سے اس موجودہ نقصان سے زیادہ نقصانات نہ پیدا ہو جائیں۔

حال: بہرحال جب سے طبیعت کمزور ہوگئی ہے کبھی کبھی یہ خیالات بہت ستاتے ہیں اور ایک قسم کی مشغولی ہو جاتی ہے اور ایک غفلت چھا جاتی ہے۔ اگر چہ توبہ واستغفار کر لیا جاتا ہے۔ شہوت کے غلبہ کی وجہ میری کم سمجھ میں یہ آتی ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغولی ہونے کی وجہ سے یہ سب باتیں مغلوب تھیں یا (اگر) کبھی غلبہ ہوا تو جلدی ختم ہو گیا۔ اب دل و دماغ کی کمزوری کی وجہ سے زیادہ مشغولیت سے طبیعت گھبراتی ہے اس لئے اس قسم کے وسوسوں کا غلبہ کبھی کبھی زیادہ ہو جاتا ہے جو بات کم سمجھ میں آئی اپنے مرض کو ظاہر کر دیا اب جناب میرے حالات کا علاج بتا کر تسلی فرمائیں۔

تحقیق: خیر مشغولی تو اب بھی ہے اگر چہ صورت مشغولیت کی بدل گئی ہے پہلے حال کے واسطے سے تھی اور اب فکر کے واسطے سے ہے لیکن پہلے طبیعت کی قوت کی وجہ سے مقابلہ آسان تھا اب کمزوری کی وجہ سے طبیعت مقابلہ سے عاجز ہوگئی ہے۔

ایک طبیب کے خط کا خلاصہ

ایک نوجوان بی بی کا علاج شروع ہوا۔ زنانہ مکان میں نبض دیکھنے کے لئے جانا ہوا۔ مکان بہت ہی عالی شان اور پر تکلف تھا۔ مجھے کیونکہ مکان کی تکلیف رہتی ہے اس لئے مکانات کو دیکھ کر حسرت ہوتی تھی مگر ان کے فانی ہونے کے تصور سے دل کو سمجھا لیتا لیکن پھر بھی دل میں ایک غیر معمولی بے چینی خود بخود بڑھتی ہوئی محسوس

ہوئی۔ سوچنے سے معلوم ہوا کہ مریضہ کی طرف التفات (اس بے چینی کا سبب) ہے۔ میں مکان کی طرف جان بوجھ کر نہیں دیکھتا تھا اور مسلسل ذکر میں مشغول رہتا تھا لیکن وہ بے چینی مسلسل رہی۔ چاہا کہ علاج چھوڑ دوں مگر اس سے مریضہ کو نقصان (کا اندیشہ) تھا۔

بہت گھبراہٹ ہوئی آخر جنگل میں جا کر دو نفلیں پڑھ کر دعا کی کہ "الٰہی! اب تدبیر سے کام چلتا نہیں ہے آپ کے رحم کی ضرورت ہے" بس اس گھبراہٹ میں کمی شروع ہوگئی حتیٰ کہ بالکل ختم ہوگئی۔ پھر نہ مکان کی طرف میلان ہوا نہ مکان والوں کی طرف میلان ہوا۔ اب عرض یہ ہے کہ اس وقت تو اس بلا سے نجات مل گئی ہے۔ لیکن آئندہ کیا طریقہ عمل رکھوں جو یہ باتیں پیش نہ آیا کریں۔

جواب: ان سب تاثرات کی وجہ دل و دماغ کی خاص فطری (پیدائشی) ساخت ہے۔ جس کا بدل جانا (بہت دور کی بات ہے اس کے ساتھ ساتھ کچھ دماغی کمزوری بھی مل گئی ہے جس کو طبی تدابیر سے دور کیا جا سکتا ہے۔ اس سے تاثر میں کمی ہو جائے گی۔ مگر اس کی جڑ باقی نہیں رہے گی جس کا علاج یہی مجاہدہ اور تضرع (رونا، منت سماجت) ہے۔ جب بھی یہ بات پیش آجائے یہی کیجئے۔ ہاں! دعا کے ذریعے عادت کے خلاف اس بات کا ختم ہو جانا بھی ممکن ہے۔ (یعنی عادت تو یہی ہے کہ مجاہدہ اور تضرع سے کمی آجاتی ہے لیکن اصل باقی رہتی ہے لیکن دعا سے اس خلاف عادت وہ اصل بھی ختم ہو جائے یہ ممکن ہے)۔

بدگمانی کا علاج

حال: کبھی ذرا سی بات پر دوسروں سے بدگمانی ہوتی ہے۔ مگر اس کو دل سے دور کرتا ہوں۔

تحقیق: اس کے ساتھ (ساتھ) یہ بھی ضروری ہے کہ کسی کے سامنے اس کو زبان پر بھی نہ لائیں۔

اسراف کا علاج

حال: بندے میں اسراف کا مادہ ہے، اس کا علاج تحریر فرمائیں۔

تحقیق: خرچ کرنے سے پہلے یہ دو کام لازمی طور سے کریں ایک یہ کہ خرچ کرنے سے پہلے سوچیں کہ اگر اس جگہ خرچ نہ کروں تو کچھ نقصان تو نہیں ہے؟ اگر نقصان نہ ہو تو خرچ نہ کریں۔ اگر نقصان ہو تو پھر (دوسرا کام) یہ کریں کہ کسی منتظم سے مشورہ کریں کہ یہ خرچ بلا فائدہ اور نامناسب تو نہیں ہے؟ (پھر) وہ جو بتائے اس پر عمل کریں۔

بخل کے وسوسے کا علاج

حَال: مولوی...... مدراسی جو آج یہاں سے جانے والے ہیں کل میں نے ان کو میرے پیر بھائی ہونے اور مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے ایک سرمہ دانی جو اچھی سی تھی ان کو ہدیہ دی۔

تحقیق: دینے لینے سے پہلے دونوں صاحبان کو مجھ سے مشورہ کرنا مناسب تھا۔ ان کو بھی یہ بات بتا دینی چاہئے کہ آئندہ خیال رکھیں۔

حَال: دیتے وقت تو خوشی ہوئی لیکن بعد میں دل میں کچھ تنگی محسوس ہوئی۔ اس سے کئی سال پہلے میرا حال یہ تھا کہ کسی کو کوئی چیز دینے سے میرا نفس خوش ہوتا تھا۔ اب یہ تنگی کیا بخل کی علامت ہے؟ اگر بخل کی علامت ہو تو میری اس غریبی کی حالت میں اس کا علاج کیا ہوتا؟ یا یہ بات کسی خاص وجہ سے ہوتی ہے یا کسی خاص حالت کی وجہ سے تنگی ہوتی ہے۔

تحقیق: (یہ تنگی) ہمیشہ بخل کی علامت نہیں ہوتی ہے۔ کبھی (اس) چیز کے دور ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے جب اس کی ضرورت پیش آتی ہے تو (اس چیز کے) یاد آنے کے بعد ایسا ہوتا ہے۔ اگر کبھی بخل کی وجہ سے بھی ہو تو بخل خود برا نہیں ہے کیونکہ وہ ایک غیر اختیاری چیز ہے (ہاں!) بخل کے درجوں کے مختلف ہونے کے مطابق اس کی چاہت پر عمل کرنا برا ہے۔ بلکہ کبھی تو اللہ تعالیٰ کی حکمت اس تنگی کو چاہتی ہے کہ اس ناگواری پر خیرات کرنا مجاہدہ کا سبب ہوتا ہے جو سلوک کے راستے میں اصل مفید ہے۔

نعمت کی ناشکری کا علاج

سُوَال: عرض یہ ہے کہ آپ کے غلام کو ایک بہت بڑا مرض لگ گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ غلام کے پاس (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ) طرح طرح کے کپڑوں کے جوڑے ہونے کے باوجود جب بھی کسی اچھے کپڑے کو دیکھتا ہوں تو دل میں بار بار یہ بات آتی ہے کہ ایسا کپڑا ضرور لینا چاہئے اور دوسری چیزوں کے بارے میں ایسے ہی خیال آتے ہیں۔ اگر وہ چیز مل جاتی ہے تو لینا پڑتا ہے اور اگر اتفاق سے روپیہ موجود نہ ہو تو صرف (خریدنے سے) رکاوٹ ہوتی ہے (مگر خیال وہی ہوتا ہے)۔

سب سے زیادہ یہ بات ہے کہ دوسرے کی اچھی چیز خصوصاً کپڑا دیکھ کر اپنا لباس حقیر نظر آتا ہے جو بہت بڑی خطرناک بات ہے۔ ہاتھ باندھے ہوئے عرض ہے کہ مہربانی فرما کر اس کا کوئی علاج بتا کر سرفراز فرمائیں۔

جَوَاب: حقیقت میں یہ سخت بات ہے۔ اس کا علاج (دو چیزوں) ایک علم اور ایک عمل سے مرکب ہے۔

❶ علم یہ ہے کہ اپنے گناہوں کو مستحضر کر کے سوچا جائے میں ایسے کپڑوں (جو موجود ہیں) کا بھی بلکہ کسی قسم کی بھی نعمتوں کا مستحق نہیں تھا یہ بھی (اللہ تعالیٰ کی) رحمت ہے کہ ایسے شخص کو ایسی نعمتوں سے نوازا گیا۔ اس کو بار بار خوب سوچا جائے۔

❷ عمل یہ ہے کہ جو کپڑے موجود ہیں ان میں جو کپڑا سب سے کم درجہ کا ہو وہ پہنا جائے۔ (اور) جب کوئی نیا کپڑا بنانا ہو اس کی کیفیت بتا کر اس پرچہ کے ساتھ مشورہ کر لیا جائے۔

برے اخلاق کے مائل ہونے اور ختم ہونے کے بارے میں انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء علیہم السلام میں فرق

سوال: ریاضت (محنت و مشقت) اور شیخ کامل کی صحبت سے برے اخلاق سے پاکیزگی حاصل ہونے سے کیا مراد ہے۔ کیا طبعی طور سے موجود رہنے کے باوجود عقل کے اعتبار سے اس کے تابع (فرمانبردار) نہ بننے اور (اس کی چاہت پر عمل کرنے سے) روکنے پر قادر ہونا ہے؟

جواب: ہاں! (ایسا ہی ہے)

سوال: یا (ان بری صفات کا) ختم ہو جانا ہے؟

جواب: نہیں۔

سوال: اگر طبعی طور سے رہنے کے باوجود عقلی اعتبار سے اس کے تابع (فرمانبردار) نہ بننا اور اس کو روکنے پر قدرت کا حاصل ہونا مراد ہو تو (کیا) انبیاء علیہم السلام کے حق میں بھی وہی مراد ہوگا یا کوئی دوسری بات مراد ہوگی۔

جواب: حضرات انبیاء علیہم السلام میں کیونکہ فطرتاً (پیدائشی طور پر) ہی برے اخلاق نہیں ہوتے جن کی چاہت عزم (پکے ارادے) تک پہنچ سکے اس لئے وہاں اصلاح کی یہ حقیقت نہیں ہے۔ وہ حضرات صالحین ہوتے ہیں نہ کہ مصلحین ہوتے ہیں (یعنی وہ حضرت پہلے ہی سے نیک و صالح ہوتے ہیں نہ کہ ان کی اصلاح کر کے ان کو نیک و صلاح بنایا جاتا ہے۔)

خیالی زنا کا علاج

حال: حضرت نے اپنے مواعظ میں ہر مرض کا علاج بتا دیا ہے۔ لیکن میرا ذہن اور دماغ اتنا کمزور ہے کہ کتاب پڑھتا ہوں مگر یاد نہیں رہتا ہے کہ کیا پڑھا اور کہاں پڑھا۔ اس لئے حضور کے فرمانے کے مطابق ایک ایک مرض کا

علاج آپ سے پوچھوں گا۔

پہلے اس مرض کا علاج معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ زنا کی خواہش ہر وقت رہتی ہے۔ پہلے (عورتوں کی) جو صورتیں دل میں ہیں وہ نہیں نکلتی ہیں۔ دوسرے جو کوئی اچھی صورت (عورت) پر نظر پڑ جاتی ہے تو اس سے زنا کا خیال آجاتا ہے حالانکہ ان صورتوں کا میسر (حاصل) ہونا یقینی طور پر ناممکن ہے۔ مگر شیطان خیالی لذت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ شیطان یہ سمجھاتا ہے کہ ان صورتوں کے ساتھ حرام کاری کا خیال مت کرو بلکہ یہ خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ اگر ان اچھی صورتوں کو جائز اور شرعی طور پر تمہیں دے دے اور تم کو جائز قدرت دے تو (تم) کیا کرو گے۔ اس وقت یہ کرو گے۔ اس لئے جائز قبضہ سمجھ کر لذت کا خیال کرو اور لذت حاصل کرو۔

اب اس کا جو علاج آپ فرمائیں گے کروں گا۔ پریشان ہوں اگرچہ یہ جانتا بھی ہوں کہ ایسا خیالی مزہ روحانی طب اور یونانی طب دونوں کے اعتبار سے نقصان دہ ہے اور مجھے (اس کے) بتاتے ہوئے بہت شرم آتی ہے لیکن بغیر بتائے علاج ناممکن ہے۔ اس شرم (آنے) میں بھی شیطان کی شرارت ہے جو شرم کا خیال دلا کر ایسے بزرگ کے سامنے ایسی بات کو بتانے سے روکتا ہے۔

تحقیق: آپ نے بہت اچھا کیا جو بتا دیا۔

ع نتواں نہفتن درد از طبیباں

ترجمہ: ''کہ طبیبوں سے درد چھپائے نہیں چھپتا ہے۔''

حجاب (پردہ یا شرم) تو وہاں ہوتا ہے جہاں خدانخواستہ کوئی حقیر سمجھتا ہو یا دوسروں کو بتاتا ہو۔ الحمدللہ! یہاں اس کا شک وشبہ بھی نہیں ہے۔ اب علاج بتاتا ہوں خیال کا علاج یہ ہے کہ جب ایسا خیال آئے تو اس وقت یہ خیال کیجئے کہ اگر اس عورت کے شوہر کو اس خیال کے بارے میں بتا دوں تو کتنی رسوائی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کو بغیر بتائے ہی معلوم ہے کتنی شرم کی بات ہے کہ وہ اس ارادہ کو دیکھ رہے ہیں اور ساتھ جہنم کی سزا کو بھی سوچ کر اسی سوچ میں لگنا چاہئے۔

اس کے بعد ان صاحب کا دوسرا خط آیا

جناب نے جو علاج زنا کے بارے میں فرمایا تھا اس پر عمل کیا گیا۔ الحمدللہ! حضور کی توجہ سے کامیابی حاصل ہوئی۔ نفس میں کیونکہ زنا کی چاہت بہت زیادہ تھی اس لئے جب ایسا خیال آتا ہے تو فوراً اپنی بیوی کی طرف خیال کر لیتا ہوں اور اس کی صورت نظر کے سامنے کر کے مزہ لے لیتا ہوں۔ دوسرے میں شیطان کو کہتا ہوں کہ جس طرح تو مجھے دوسری عورتوں سے مزہ حاصل کرنے کو کہتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص میری بیوی سے مزہ

حاصل کرے اور مجھے یہ بات معلوم ہو جائے تو میں کیا کروں گا۔ بس (اس خیال سے) فوراً غیرت جوش میں آتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر ایسا شخص مل جائے جو میری بیوی کے بارے میں ایسا گمان کرے یا برا خیال رکھے تو اس کو مار ڈالوں گا۔

پھر میں نفس اور شیطان سے کہتا ہوں کہ جب مجھے اتنی غیرت ہے تو کیا دوسروں کو غیرت نہ ہوگی اور اگر ان کو معلوم ہو جائے وہ بھی مجھے مار ڈالیں گے۔ پھر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تو ہر وقت ہر طرف سے دیکھتے ہیں۔ پھر جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے جہنم کا نقشہ نگاہوں کے سامنے کر لیتا ہوں اس طرح شیطان و نفس سے پیچھا چھوٹ جاتا ہے۔

تحقیق: بارک اللہ علاج مفید ہوا۔ میرے بتائے ہوئے نسخہ میں جس حصہ کا آپ نے اضافہ کیا یہ (نسخہ کا) بڑا حصہ ہے۔ مگر میں نے اس کو لکھا نہیں تھا کہ میرا لکھنا تہذیب کے خلاف تھا اور آپ کا سوچنا دوسری بات ہے۔

پچھلے جواب میں ایک فقہی مسئلہ رہ گیا تھا۔ وہ بہت ہی ضروری ہے شاید اس کو نہ جاننے کی وجہ سے کسی کو (اس کے جائز ہونے میں) دھوکہ ہو جائے۔ وہ یہ ہے کہ "اگر اس پر جائز قدرت ہو الخ" (یہ بات) ایسی ہے کہ کوئی شخص سچ مچ کسی عورت سے زنا کرنے لگے اور یہ سوچے کہ اگر اس پر جائز قدرت (حاصل) ہو تو اس طرح صحبت کروں گا تو اس کے حرام ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے (اسی طرح) یہی حکم اس دل کے زنا کا ہے۔

بری صفتوں میں میلان کا بدلنا

حال: پانچویں عرض یہ ہے کہ رذائل کا بالکل ختم ہونا تو شاید ناممکن ہے۔ مگر کیا ان میں اصلاح کے بعد کمی بھی ہو جاتی ہے یا نہیں مثلاً حسد تو رہے مگر کمزور ہو جائے جتنی چاہت پہلے تھی اتنی علاج کے بعد نہ ہو۔

تحقیق: اصلاح یہی ہے۔

باطن کے ہر مرض کا علاج الگ الگ کرنا چاہئے

حال: چھٹی عرض یہ ہے کہ بری عادتوں کی اصلاح کے لئے شیخ سے ہر بری عادت کا علاج الگ الگ کرائے یا سب کا ایک ساتھ کرائے۔

تحقیق: ایک ایک کا (الگ الگ کرائے)

حال: ایک ایک کرانے کی صورت میں کوئی طبعی ترتیب ہے یا نہیں یا جو بھی بری صفت اپنی کوشش سے معلوم کرے شیخ کی خدمت میں پیش کرے۔

تحقیق: ہاں! (ترتیب ہے) جو بھی محسوس ہو۔

حال: (مجھے) ڈر ہے کہ حضور والا کو اس مریضہ سے گرانی نہ ہو آپ کی رحمت پر توجہ کر کے معافی کی امید ہے۔

تحقیق: خدا نہ کرے کام کی باتوں پر گرانی کیوں ہو۔

خودرائی (اپنی رائے پر چلنے) کا علاج

حال: (حضرت!) مجھ میں خودرائی کا مرض بھی ہے۔ اس کا علاج ہونا ضروری ہے ورنہ سب تباہ ہو جائے گا۔

تحقیق: ابتدا (شروع) میں تو علاج یہی ہے (ان امور ذیل کو کیا جائے)

1. ہر وقت اس بات کا اہتمام اور مراقبہ رہے کہ اس بری عادت پر عمل ابھی قریب میں پیش آیا ہے یا نہیں ہے؟
2. جب محسوس ہو ابھی پیش آیا ہے تو اس کی چاہت پر عمل کی مخالفت کی جائے (یعنی اس کی چاہت پر عمل نہ کیا جائے)
3. پھر بھی اگر اس کی چاہت پر عمل ہو جائے تو نفس کو کچھ مناسب سزا دی جائے۔ سزا خواہ بدنی ہو یا مالی ہو مثلاً یہ خیال رکھا کہ کسی بات میں اپنی رائے پر عمل کرنے کا عزم تو نہیں ہے جب معلوم ہو (کہ اپنی رائے پر عمل کرنے کا عزم ہے) تو اس رائے پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ اگر پھر بھی غلطی سے ہو گیا تو دس رکعت نفل نماز جرمانہ کے طور پر پڑھی جائے یا دو آنہ پیسے خیرات کر دیئے جائیں۔

ناشکری کے وسوسے کا علاج

حال: (حضرت! میرے ہاں) جو چوری ہوگئی ہے اس کو سوچ کر بھی افسوس نہیں ہوتا ہے۔ یہ کہیں اللہ تعالیٰ کی ناشکری تو نہیں ہے۔

تحقیق: حکیم صاحب سے (آپ کے ہاں) چوری کا سن کر افسوس ہوا اور آپ کے استقلال (ثابت قدم رہنے) پر خوشی ہوئی۔ ناشکری کا شک عجیب ہے۔ جو ناشکری ناپسندیدہ ہے وہ وہ ناشکری ہے جو منعم (انعام کرنے والے) سے بے تعلقی کی وجہ سے ہو اور جو منعم سے تعلق کی وجہ سے ہوں جیسے آپ کو اللہ تعالیٰ سے تعلق کی وجہ سے چوری کا افسوس نہیں ہے) وہ پسندیدہ ہے اگر کسی کی اصطلاح میں اس کا نام ناشکری ہو وہ حقیقت میں ناشکری نہیں ہوگی اگرچہ ظاہری اعتبار سے ناشکری ہو۔

حسد و غبطہ کی حقیقت

حال: حسد اور غبطہ کے بارے میں تفصیل ہے کہ حسد ہر حالت میں حرام ہے۔ غبطہ اگر ایسی صفت کے بارے

میں ہو جو اپنے موصوف (جس میں وہ صفت موجود ہے) کے ساتھ خاص نہ ہو (یعنی وہ صفت جس میں ہے اس کے علاوہ دوسروں میں بھی ہے) تو یہ غبطہ جائز ہے۔ اگر وہ ایسی صفت کے بارے میں ہو کہ جو اپنے موصوف کے ساتھ خاص ہو (یعنی وہ صفت جس میں ہے اس کے علاوہ میں نہیں ہے تو ناجائز ہے کیونکہ اس دوسری صورت میں غبطہ سے حسد اس لئے لازم آئے گا کہ ایسی صفت کی طلب (جو صرف موصوف میں ہو) کا مطلب یہ ہے کہ گویا وہ صفت اس موصوف سے ختم ہونے کی طلب ہے (کیونکہ اس سے ختم ہوئے بغیر کسی دوسرے میں نہیں آئے گی کیونکہ وہ صرف اسی میں ہے) جو حسد کی حقیقت میں داخل ہے اور اس آیت ﴿ولا تمنوا ما فضل اللّٰه﴾ (کہ اللہ تعالیٰ نے جو کسی پر کسی کو فضیلت دی ہے تو اس کی تمنا نہ کیا کرو) میں داخل ہے۔

یہ بات کیسے معلوم ہو سکتی ہے کہ جو وصف طلب کیا جا رہا ہے وہ کسی کے ساتھ مخصوص سے ہے یا نہیں کیونکہ نبوت کے علاوہ ایسی کون سی صفت ہے جو ایک کے ساتھ خاص کی گئی ہے۔ غرض یہ کہ اگر کسی بات کی طلب کی جائے تو یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ مباح غبطہ ہے ممنوع غبطہ ہے۔

تحقیق: غبطہ میں اس تفصیل کی کیا دلیل ہے۔ ہم کو تو یہ معلوم ہے کہ حسد وہ ہے جس میں محسود یعنی جس کے پاس نعمت ہے اس سے نعمت کا ختم ہو جانے کی تمنا ہو اور غبطہ وہ ہے کہ اس کے پاس رہتے ہوئے اپنے حصول کی تمنا ہو۔

خیالی زنا کا حرام ہونا

حال: (بیوی کی) موت کے بعد کیونکہ اس زوجیت (بیوی ہونے) کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ پہلی باتوں یا بیوی کی صورت سے لذت حاصل کرنا غالباً منع ہوگا۔

تحقیق: وہ لذت حاصل کرنا تو گذشتہ باتوں کا خیال ہے جو حلال تھا۔ اس بات کا خیال بھی نہیں آتا کہ میں اب لذت حاصل کر رہا ہوں۔ اس کے برخلاف وہ زندہ ہو اور اس کو طلاق ہو جائے تو اس صورت میں فی الحال (ابھی) لذت حاصل کرنا ہوگا اور یہ حرام ہے۔

حال: کبھی نفس خود ہی کوئی صورت تراش کر (یعنی بنا کر، خیال میں لا کر) جو کسی کی بھی متعین صورت نہیں ہوتی ہے کھڑا کر دیتا ہے اور اس سے لذت حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہ یقیناً دیوانگی تو ہے۔ مگر گناہ کی حد میں بھی داخل ہے یا نہیں؟

تحقیق: عادت کے اعتبار سے یہ بات ممکن نہیں ہے بغیر (کسی صورت کے) تعین کے لذت ہی حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر کسی کو لذت حاصل ہوتی ہے تو یہ آیت ﴿فمن ابتغى وراء ذلك فاولئك هم

العادون ﴾ کہ (جوان حلال کی ہوئی جگہوں کے علاوہ دوسری جگہوں (میں شہوت پورے کرنے) کو چاہتے ہیں وہ لوگ حد سے آگے بڑھنے والے ہیں) اس آیت کے عام حکم کی وجہ سے حرام ہوگا۔ کیونکہ جس صورت کو گھڑا گیا ہے وہ نہ بیوی ہے نہ اپنی باندی ہے اس لئے وراء ذلك (ان کے علاوہ) میں داخل ہوگی۔

تکبر کی علامات اور تکبر کی حقیقت

حَال: اس وقت حضرت والا سے تکبر کے علاج کی ضرورت ہے۔

تحقیق: تکبر کی تفسیر لکھئے اور یہ بھی کہ تکبر اختیاری ہے یا غیر اختیاری ہے؟

اس کے بعد ان کا دوسرا خط آیا جو جواب کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

حَال: حضور نے احقر سے تکبر کی تفسیر پوچھی ہے۔ بندہ کے نزدیک تکبر یہ ہے کہ خود کو کسی سے ظاہری یا باطنی طور پر بڑا سمجھنے کو تکبر کہتے ہیں۔

تحقیق: ٹھیک ہے۔

حَال: حضور نے تکبر کے اختیاری ہونے یا غیر اختیاری ہونے کے بارے میں پوچھا ہے تو احقر کے خیال میں تکبر غیر اختیاری ہی ہوتا ہے اس لئے کہ تکبر کرنے والے کو ہمیشہ اپنے کام اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

تحقیق: کیا (تکبر غیر اختیاری ہوتا ہے) اگرچہ اس کا علم اور اس کی طرف التفات بھی ہو؟

حَال: تکبر کرنے والا اصلاح کی طرف متوجہ ہونے کا خیال ہی نہیں کرتا ہے۔ اگر کسی تکبر کا خیال دل سے آنے کے وقت تکبر کا احساس ہو جائے تو اس وسوسے کو دور کرنا اختیاری ہے یا اگر عملی طور پر تکبر کرتے ہوئے تکبر کا خیال آجائے تو اس (تکبر والے) کام کو چھوڑنا اختیاری ہے۔ مگر تکبر کرنے والے کو اس بات کا احساس بہت ہی کم ہوتا ہوگا اس لئے یہ غیر اختیاری اور مہلک مرض لگتا ہے۔

تحقیق: احساس نہ ہونے کی وجہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری ہے؟

اس کے بعد ان کا تیسرا خط آیا جو جواب کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

حَال: اگر تکبر کرنے والے کو اس بات کا علم ہو کہ مجھے میرے تمام اعمال اچھے لگتے ہیں اور اس کی طرف اس کی توجہ بھی ہوتی ہو تو معلوم ہونے اور توجہ کرنے کے بعد یہ تکبر (کرنا) اختیاری ہے۔ اگر علم اور توجہ ہی نہ ہو تو (تکبر) غیر اختیاری ہے۔ مگر سالک کو یہ علم اور توجہ ضرور ہونی چاہئے اور ضرور کرنا چاہئے۔ اس لئے یہ علم اور توجہ اختیاری ہوئی اور تکبر کے احساس نہ ہونے کی وجہ اختیاری ہوئی تو تکبر بھی اختیاری ہوا۔ بلکہ تکبر نہ ہونے کا

احساس ہی نہیں رہا یعنی تکبر کا احساس ہوا اور جب تکبر کا احساس ہوگیا تو تکبر ہر حالت میں اختیاری ہوا۔

تحقیق: اب ٹھیک ہوا۔ جبکہ (یہ بات معلوم ہوگئی کہ تکبر) اس طریقے سے اختیاری چیز ہے تو اختیاری کا چھوڑنا بھی اختیاری ہوتا ہے۔ (تکبر کا) یہی علاج ہے یہ فرق ضرور ہے کہ شروع میں چھوڑنا اور مقابلہ کرنے میں تکلیف ہوتی ہے پھر بار بار کرنے اور ہمیشہ کرتے رہنے سے مقابلہ اور مدافعت آسان ہو جاتی ہے۔ اس لئے اصلاح میں اس آخری درجہ کا نام علاج ہے یعنی جس عمل میں تکلیف نہ ہو تو اس علاج کی حقیقت جو آپ کو مطلوب تھی متعین ہوگئی۔

حال: باقی اللہ تعالیٰ علیم وخبیر (جاننے اور خبر رکھنے والے) جانیں میں کیا جانوں اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ (چنے ہوئے منتخب) بندے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل ورحمت سے علم عطا فرمایا ہے (وہ باتیں) حضور! میں عاجز ہوں براہ کرم احقر اور بے نوا (فقیر) کے احمقانہ خیالات کی تصحیح فرمائی جائے۔ اب خدا جانے خاکسار سالک بھی ہے یا نہیں؟

تحقیق: یہ سوال خود کبر کا حصہ ہے جس طرح اپنے کو بڑا سمجھنا کبر کا حصہ ہے اسی طرح اپنے بڑے ہونے کا احتمال جو اس سوال کا سبب بنا ہے وہ بھی کبر کا حصہ ہے۔ توبہ کیجئے کام میں لگے رہئے چاہیں تو سالک بنائیں چاہے تو غیر سالک رکھیں۔

اس کے بعد ان کا چوتھا خط آیا جواب کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

حال: حضور! ایک طرف تو ہمشیرہ عزیزہ کے پرانے بخار اور بدہضمی کی فکر لگی ہوتی ہے۔ جیسے ہی ہمیشرہ کی طبیعت ذرا خراب ہوتی ہے دل گھٹنے لگتا ہے۔ ایک طرف والد صاحب قبلہ بزرگوار کو پرانی پیچش نے نڈھال کر دیا ہے یہاں تک کہ بیٹھنے اٹھنے کی بھی طاقت نہیں رہی ہے۔ دونوں کی تیمارداری دوا دارو کے نسخہ اور حکیم صاحب سے حالات عرض کرنا میرے ہی حوالے ہے۔ گھر میں دوسرا کوئی مرد کام کرنے والا نہیں ہے۔

ان دونوں کی بیماری کی فکر سے کبھی کھانا کھاتے وقت دل گھٹنے لگتا ہے تو کھانا چھوڑ دیتا ہوں، نماز میں بے اختیار رونے لگتا ہوں۔ تیمارداری کے علاوہ گھر کے بہت سارے انتظامی کام سودا وغیرہ لانے میں بہت پریشانی سی رہتی ہے۔ پریشانی کو دور کرنے کی کوشش ضرور کرتا ہوں۔

والد صاحب کے سارے علاج ہوگئے۔ حکیم صاحب دست روکنے سے عاجز آگئے ہیں۔ اب ڈاکٹر کو دکھانے کا خیال ان شاء اللہ تعالیٰ کل کا ہے۔ اب حضور کی خدمت اقدس میں التماس والتجا ہے کہ اپنے بزرگانہ تصرف اور دعا سے احقر کی پریشانیوں اور دل کی کمزوری کو دور فرمانے کی کوشش کر دیجئے۔

تحقیق: اگر یہ ساری پریشانیاں آپ کے لئے مفید ہوں (تب بھی کیا اس کے دور کرنے کی کوشش کروں) اس کے علاوہ میں صاحب تصرف (اپنی روحانی قوت سے کچھ کرنے والا) بھی نہیں ہوں۔

حال: اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب اور شافی الامراض ہیں۔ حکیم اور طبیب اگر چہ علاج سے عاجز آ گئے ہیں مگر خدا وند تعالیٰ کو ہر طرح قدرت حاصل ہے وہ علاج سے مایوس لوگوں کو بھی شفا بخشتے ہیں۔ ان سے کوئی بات بھی دور کی نہیں ہے بلکہ بہت ہی آسان ہے کہ آپ کی دعا کی برکت اور رحمت اور فضل سے والد صاحب قبلہ کو اور ہمیشہ عزیزہ کو شفاء کاملہ و عاجلہ مستمرہ عطا فرمائیں۔

تحقیق: ہاں! یہ دعا درخواست کے قابل ہے۔

انانیت وخودی (غرور وتکبر) کا علاج

سوال: انانیت اور خودی (غرور وتکبر) کے ختم ہونے کے لئے کوئی مراقبہ اور شغل بتایا جائے کیوں کہ ہر ایک کے حالات اور علامتیں الگ الگ لگتی ہیں۔

جواب: مراقبہ اور شغل تو حالات پیدا کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ جب حالات پیدا ہوگئے تو اس کی کیا ضرورت ہے۔

سوال: اس رباعی کا کیا مطلب ہے؟

تا در سر پندار کہ ہستی باقیست   میداں بہ یقین کہ بت پرستی باقیست

ترجمہ: ''تیرے من میں سمایا جب تلک ہے غرور ——— جان لے بت پرستی ہے تجھ میں ضرور۔''

گفتی بت پندار شکستم رستم   ایں بت کہ تو پندار شکستی باقیست

ترجمہ: ''جو بت چھوڑ چکا ہے تو اپنے گمان میں ——— وہ اب تلک ہے تجھ میں یہ رکھ گمان میں۔''

جواب: یہ ان (شاعر صاحب) کی ایک حالت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کبر کی جو ایک (قسم کی) شان ہوتی ہے وہ نہ رہے۔

ریا کی حقیقت اور اس کا علاج

سوال: (بندہ) اپنی اور اپنے مرض کی طرف حضور کی توجہ کرانا چاہتا ہے تا کہ اس مرض کا علاج بھی حضور کی توجہ اور حضور کی ہدایات اور تدابیر سے ہو جائے۔ وہ مرض ریا کا مرض ہے۔ لوگوں کے ساتھ اکثر (اچھا) سلوک اس لئے کرتا ہوں تا کہ وہ میری تعریف کریں۔ جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو جاتا ہے یہ میری تعریف کرتا ہے

تو اس کے ساتھ (اچھا) سلوک اور احسان کرنے کو جی چاہتا ہے۔ بہت ہی ادب اور اخلاق کے ساتھ اس سے پیش آتا ہوں۔ کبھی صرف اسی خیال کی وجہ سے کہ وہ مجھے برا نہ سمجھے اور لوگوں میں (میری) تعریف کرے۔

کبھی بخل (کنجوسی) کے خوف سے لوگوں کے ساتھ احسان کرنا چاہتا ہوں تاکہ بخل کی عادت نہ ہو جائے مگر اسی (احسان کرتے) وقت ریا کا خیال بھی دل میں آجاتا ہے کہ فلاں شخص کو یہ چیز بھیج دو کہ وہ میری تعریف کرتا رہے۔

(میری) سمجھ میں نہیں آتا کہ (سلوک وبخل دونوں میں سے) کون سی عادت چھوڑنے کے قابل ہے۔ سلوک اس خیال کی وجہ سے کہ تعریف ہو (چھوڑ دوں) یا بخل اس خیال کی وجہ سے کہ ریا ہو کسی کے ساتھ احسان نہ کروں۔

ریاء کی کیفیت یہ ہے کہ کبھی تو اس خیال کی وجہ سے بات کرتا ہوں کہ جن سے بات کروں ان کو لگے کہ بڑا مذہبی آدمی ہے اور کبھی اس خیال کی وجہ سے بات کرتا ہوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک مجلس میں اگر صرف دنیا ہی کی باتیں ہوں تو وہ باتیں وبال بن جاتی ہیں ہاں اگر اس مجمع میں دینی باتیں ہوں تو (وبال نہیں بنتی ہے)۔

کبھی کسی مجلس میں اگر دیکھتا ہوں کہ غیبت زیادہ ہوتی ہے اور اس مجلس میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ غیبت کی وعید معلوم ہونے کے باوجود غیبت کرنے سے ان کو شرم محسوس نہیں ہوتی ہے تو ان کو (غیبت کی وعید کے بارے میں) چند حدیثیں سنا دیتا ہوں تاکہ وہ اس سے بچیں۔ (اس میں) میرا مقصود یہ ہوتا ہے کہ میری یا میرے متعلقین کی برائی دوسرے لوگوں سے نہ کریں۔

کبھی اگر کوئی اچھا عمل یا کوئی سلوک و احسان کی بات یا کوئی عبادت کرتا ہوں تو (اس میں) ظاہری طور پر کوشش کرتا ہوں کہ کسی کو میری زبان یا کسی دوسرے طریقہ یا ذریعہ سے میری اچھی بات لوگوں کو معلوم نہ ہو جائے۔ مگر باطنی طور پر کوشش ہوتی ہے کہ کسی دوسرے طریقہ اور ذریعہ سے لوگوں کو علم ہو جائے۔ جیسے آج کل قضا کے روزے رکھ رہا ہوں زبان سے جان بوجھ کر کسی سے کہنا نہیں چاہتا ہوں مگر باطنی طور پر یہ خواہش ہوتی ہے کہ جن لوگوں کو کسی مجبوری کی وجہ سے معلوم ہو گیا ہے ان کے ذریعے دوسرے لوگوں کو جن کو معلوم نہیں ہے معلوم ہو جائے۔ وہ لوگ مجھے بہت ہی پرہیزگار اور متقی سمجھیں۔ (میرا تو) حال یہ ہے کہ جیسا کہ حضور کو بھی علم ہے کہ (میں تو) اب تک تقویٰ کے قریب بھی نہیں گیا ہوں۔

یہ سب باتیں جو میرے ذہن میں آرہی تھیں حضور کو بتانا ضروری تھا (اس لئے بتا دی) تاکہ میرے تمام

امراض کا علاج ہو جائے۔

جواب: ''کون سی عادت چھوڑنے کے قابل ہے'' کا جواب یہ ہے کہ اس تقریر میں جتنے اچھے اور پسندیدہ اعمال اور طاعات لکھی ہیں ان کو تو کسی حال میں نہ چھوڑیئے اگرچہ ریا کا خیال آئے۔ اس خیال کو دور کرنا چاہئے اگر دور نہ ہو تو اس کو برا ہی سمجھنا چاہئے۔

اب اس بات کی تحقیق باقی رہ گئی کہ ریا کا کون سا خیال برا ہے اور کون سا برا نہیں ہے۔ اس میں سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ریاء کی حقیقت کیا ہے؟ ریا کی حقیقت یہ ہے کہ اس بات کا پکا ارادہ کرنا اور عمل خصوصی طور پر اسی لئے کرنا کہ مخلوق خوش ہو جائے یہ ریا ہے یہی حرام اور گناہ ہے۔ اس کو دور کرنا بہت آسان ہے یہ اختیاری ہے یعنی اس کا ارادہ نہ نہیں کرنا چاہتے۔

ایک درجہ یہ ہے کہ ریا کا پکا ارادہ تو نہیں ہے اور نہ ہی تھا مگر اس کو دور کر دیا پھر بھی (اس کا) خیال، وسوسہ اور دل میں بار بار بات آتی رہی اور یہ شخص اس کو برا سمجھتا ہے اور بالکل پوری طرح دور کرنا چاہتا ہے مگر کامیاب نہیں ہوتا ہے تو یہ (بات) طبعی بات کے درجہ نہیں ہے بلکہ ریا کا وسوسہ ہے جو نہ گناہ ہے اور نہ نقصان دہ ہے اور نہ ہی اس کا ختم کرنا واجب ہے۔ اس کو ختم کرنا مشکل بھی ہے (بلکہ) غیر اختیاری کے قریب قریب ہے۔ پس اب اپنا حال دیکھا جائے اور فیصلہ کیا جائے۔

سوال: اکثر ریا کاری کے خیالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ نفس میں خود دکھاوے کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں شروع میں ہمارا خیال ریا کا نہ ہو مگر عمل کے وقت اس قسم کے وسوسے پیدا ہو جائیں تو عمل چھوڑ دینا بہتر ہے یا اپنے معمول کو کرتے رہنا بہتر ہے؟

جواب: (ایسی صورت میں) اپنے معمول کو کرتے رہنا بہتر ہے۔ ریا کو دل سے برا سمجھ کر جتنا ہو سکے اس کو دور کرنا کافی ہے۔

سوال: دوسری بات یہ ہے کہ بعض اعمال میں ریا ہوتی ہے۔ بعض میں تو صاف دل سے ریا ہوتی ہے اور بعض میں جی کہتا ہے کہ یہ (کام) کرنا تاکہ لوگوں میں عزت ہو اور دل اس کو رد کر دیتا ہے کہ (یہ کام) اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ہو۔ اس کے ختم ہونے کے لئے بھی شافی دوا عطا فرمائیں۔

جواب: بس اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے لئے ارادہ کر لیا کریں۔ عمل کو نہ چھوڑیں۔

حال: (حضرت!) پہلے میری حالت یہ تھی کہ عبادت میں ریا کا خیال بالکل نہیں آتا تھا۔ اب حالت یہ ہے کہ

اگر کوئی شخص نماز، تہجد یا ذکر اللہ وغیرہ کے وقت آ جاتا ہے تو فوراً یہ خیال آتا ہے کہ یہ شخص مجھے نیک سمجھے گا مگر فوراً ہی اس کا علاج اس طرح کرتا ہوں کہ مجھے اپنے نفس کا حال اچھی طرح معلوم ہے ناپاکی کے علاوہ اور کیا ہے اور جو کچھ (ذکر وغیرہ) میں کرتا ہوں دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں، (تو میری کیا خصوصیت ہے)۔

تحقیق: اس حالت میں ریا نہیں ہے وسوسے نہ کریں۔

حال: (میں) جب معمولات ادا کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ "**اللھم طھر قلبی من النفاق وعملی من الریاء الخ**" اور اخلاص کی دعا کر کے (معمولات) شروع کرتا ہوں۔ (ذکر کے) درمیان میں کچھ تو جوش وخروش کی وجہ سے اور کچھ اس وجہ سے کہ حضرت نے وعظ میں فرمایا تھا کہ "میں طالب میں طلب دیکھ لوں تو ضرور توجہ کروں گا" (ذکر کی) آواز بلند ہو جاتی ہے۔ اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ عمل اخلاص کے خلاف ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اصلاح فرمائیں۔

تحقیق: (یہ عمل) اخلاص کو قوت دینے والا ہے۔

سوال: طبعی اخلاق برے اخلاق اور خواہش نفس سب ایک ہی ہیں یا الگ الگ ہیں؟

جواب: اس سوال سے جو چیز مقصود ہے اس کا جواب آگے آ رہا ہے مستقل الگ سے جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص کو عبادت میں ریا کی صفت پیدا ہوتی ہے مگر وہ اس کو دباتا ہے اور اس کی فرمانبرداری نہیں کرتا ہے بلکہ عقل سے اس کو بتاتا ہے۔ اس شخص کو ریا کی بری عادت حاصل ہے یا نہیں؟

جواب: یہ تو عمل کی اصلاح ہے۔ اس عادت سے اس بری صفت کی چاہت کمزور ہو جاتی ہے۔ یہ صفت کی اصلاح ہے۔

کبر کے وسوسے کا علاج

حال: اپنا حال اصلاح کی غرض سے عرض ہے۔ وہ یہ ہے کہ یا جن لوگوں کی وضع قطع (حلیہ، ظاہری حالت) شریعت کے خلاف ہو ان کی ان باتوں سے دل میں نفرت ہوتی ہے صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے خیال سے ان سے بات کرنے اور سلام کرنے میں بلا ضرورت پہلے کرنے کو جی چاہتا ہے۔ (لیکن) اس کے ساتھ ساتھ خود کو ان سے اچھا نہیں سمجھتا ہوں۔ اپنے اندر جو باتیں شریعت کے مطابق دیکھتا ہوں ان کو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل و

احسان سمجھتا ہوں۔ ان کے ختم ہو جانے کا خوف رکھتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عطاء بغیر حق کے ہے۔ اپنے اندر جو باتیں شریعت کے خلاف دیکھتا ہوں ان کو بھی برا اور چھوڑنے کے قابل سمجھتا ہوں لیکن اپنے لئے اپنے نفس میں ایسی نفرت محسوس نہیں کرتا ہوں جتنی دوسرے لوگوں سے ان کی شریعت کے خلاف باتوں سے نفرت محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے (اپنے اندر) کبر کا خوف لگتا ہے۔

تحقیق: نفرت ہونے میں فرق ہونا کبر نہیں ہے۔ اعتقادی نفرت تو دونوں جگہ برابر ہے اور بندہ کو اسی کا حکم ہے۔ یہ فرق طبعی نفرت میں ہے جیسے انسان کو اپنے پاخانے سے نفرت کم ہوتی ہے اور دوسرے کے پاخانے سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس فرق کا راز محبت میں فرق کا ہے۔ ظاہر ہے کہ انسانوں کو دوسروں کے مقابلے میں اپنے نفس سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماں کو اپنے بچے کے پاخانے سے اتنی نفرت نہیں ہوتی ہے جتنی جس سے محبت نہ ہو اس کے پاخانے سے ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا کبر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حال: براہ کرم بتایا جائے کیا کیا چیز چھوڑنے کے قابل اور کیا کیا عمل کرنے کے لائق ہے؟

تحقیق: اوپر کی تفصیل میں سب کا جواب آگیا ہے۔

ذکر الٰہی

میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پہ تیرا
شمس و قمر میں توہی تو بر و بحر میں توہی تو
قلب و نظر میں توہی تو ہر سو ہے فیض امر تیرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پہ تیرا
ذرّوں میں اور کرنوں میں قطروں میں اور جھرنوں میں
قوس و قزح کے رنگوں میں آتا ہے جلوہ نظر تیرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پہ تیرا
کوئی ہے اونچا تو کوئی نیچا کوئی ہے شاہ تو کوئی گدا
سارے جہاں کا ہے یہ تغیر سب کچھ زیر و زبر تیرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پہ تیرا
تجھ بن کہیں بھی جی نہ لگے اچھا تجھ سے کچھ نہ لگے
اب تو جی کہ یہ ہی لگے تجھ بن نہیں گذر میرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پہ تیرا
سارے زمانے کی وسعت تیرے سمانے کو ہے تنگ
اک مومن کا دل ہی ہے ہوتا ہے یاں پہ بسر تیرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پہ تیرا
اٹھوں بیٹھوں جو بھی کروں یاد میں اے رب تجھ کو کروں
ذکر کسی کا میں نہ کروں لب سے اپنے مگر تیرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پہ تیرا
دل کو کیا ہے خالی سب سے تیری طلب ہے آگے سب سے
قلب و جگر کو بھرا ہے تجھ سے سانسوں میں ہے ذکر تیرا

میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پر تیرا

تجھ سے جو نسبت ہے میری دونوں جہاں کی ہے عزت میری
ساری عمر کی ہے پونجی میری یہ ہی بنا ہے فخر میرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پر تیرا

مجھ کو گناہوں سے اپنے ڈر ہے ہر دم مجھ کو اس کی فکر ہے
غفاری پر تیری نظر ہے ستاری ہے سپر سرا
میں بھی ہو جاؤں تیرا جو ہو کرم مجھ پر تیرا

عرض ہے ارشاد ہی یہ یارب اس کو اپنا بنا لے اے رب
دل کے ارماں پورے ہوں سب ہو جو کرم اس پر تیرا